بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ولقد اتینا موسیٰ وھارون الفرقان ضیاء (قرآن مجید)

علی منی بمنزلہ ھٰرون من موسیٰ (حدیث)

ضیاء النفوس

ترجمہ

حیات القلوب

علامہ مجلسی علیہ رحمۃ

جلد سوم در بیان امامت

از جناب علامہ مولانا مولوی حشمت علی صاحب قبلہ ممتاز الافاضل حیدرآباد

حسب فرمائش

عالیجناب مستطاب حاجی الحرمین الشریفین الزکی الالمعی ملک صادق علی صاحب عرفانی

ملنے کا پتہ :- شیعہ جنرل بک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور

مطبوعہ انصاف پریس ریلوے روڈ لاہور

باراول

تاریخ اشاعت :- ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء

تعداد اشاعت :- ایک ہزار

مطبع :- انصاف پریس ریلوے روڈ لاہور

پرنٹر :- ملک رضا علی

پبلشر :- شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

قیمت غیر مجلد :- چھ روپیہ

قیمت مجلد سنہری :- سات روپیہ ۲۵ پیسہ

دیباچہ

ضیاء النفوس ترجمہ حیات القلوب

جلد سوم

الحمد للہ الواحد الاحد الصمد الذی لم یتخذ صاحبۃً ولا نظیراً الذی خلق الانسان من نطفۃ امشاج فجعلہ سمیعاً بصیراً۔ والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی الذی ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً و علی اہلبیتہ الذین اذہب اللہ عنہم الرجس وطہرہم تطہیراً

اما بعد۔ تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا کہ معلن ملت جعفریہ و مبلغ مذہب حقہ امامیہ المجاہد بالقلم عالیجناب الحاج ملک صادق علی صاحب عرفانی زید شرفہ و کمالہٗ مالک و مدیر اخبار شیعہ لاہور نے مجھ سے فرمایا تھا کہ حضرت محی الملۃ والدین علامہ محمد باقر مجلسی نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب حیات القلوب جلد سوم (امامت) کا اردو ترجمہ کروں۔ میں نے صمیم قلب سے اس کو قبول کر لیا مگر خانگی ضروریات عدیم الفرصتی اور کچھ تساہلی سے اتنا عرصہ گزر گیا اور میرے محسن ملک صاحب برابر مجھے اس طرف متوجہ فرماتے رہے آخر خدا کے فضل اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی مدد سے ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ کو ترجمہ مکمل ہو گیا۔ شکراً للہ وحمداً لہٗ۔

ترجمہ کیسا ہے اور کس نوعیت کا ہے یہ صاحبان بصیرت کی نظر کیمیا اثر کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ بہرحال میں نے جو کوشش کی ہے وہ اللہ کے حوالے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ البتہ میں نے ترجمہ میں حتی الامکان اس بات

کی کافی کوشش کی ہے کہ مطالب عام فہم ہوں۔ مقاصد کا تسلسل باقی رہے اور عبارت بامحاورہ صاف ستھری ہو تاکہ قارئین کرام کو کسی قسم کی الجھن اور گھبراہٹ کے بجائے شوق و شغف زیادہ ہو۔ اس کے علاوہ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں کہیں عام اسلامی روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں نے ان حوالہ جات کو کتب محولہ کی کمیابی بلکہ نایابی کے باوجود کتاب کے نام اور صفحہ وغیرہ سے اس کو حصن حصین بنانے کی کوشش کی ہے۔

نیز جہاں کوئی مطلب مجمل تھا میں نے اس کی مناسب اور تطویل لاطائل سے بچتے ہوئے دلچسپ شرح کی ہے تاکہ معانی و مطالب اور مقاصد واضح تر اور روشن ترین ہو جائیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ علامہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے اس کتاب میں امامت کے موضوع کو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ایسا مضبوط و مستحکم کیا ہے کہ بالکل سد سکندری بنا دیا ہے کہ اب کسی ذی شعور کو اس باب میں شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ میں نے آیات کو پارہ۔ سورہ اور رکوع کے حوالہ سے اور مکمل کر دیا ہے۔

بہر حال تشنگان آب حق و صداقت اور متلاشیان راہ رشد و ہدایت کے لئے ایک حقیر پیشکش حاضر ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

خداوند عالم کی بارگاہ میں بحق محمد و آل محمد علیہم السلام دعا ہے کہ پہلے اس سعی کو میرے برادر بزرگ ملک صادق علی صاحب عرفانی دام شرفہ کے باقیات الصالحات میں شمار کرے اور بعد کو میرے والدین کی نجات کا ذریعہ قرار دے۔

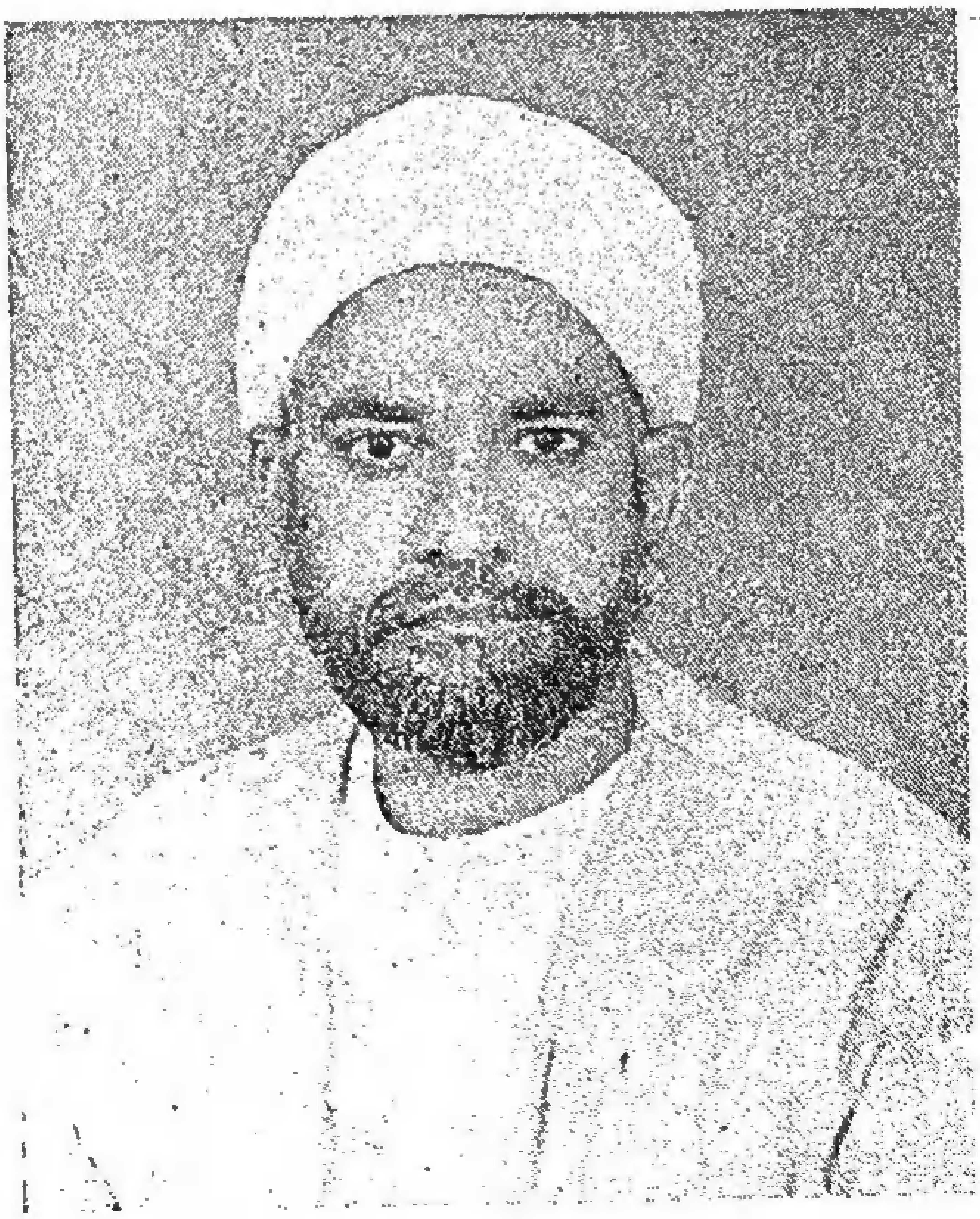
کیونکہ یہ تمام کوشش و محنت محترم ملک صاحب کی توجہ دہانی کا نتیجہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اسی لئے میں بخلوص نیت جملہ حقوق ملک صاحب موصوف الصدر کے حوالہ کرنا فخر سمجھتا ہوں۔

اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحق محمد و آلہ الطاہرین

علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین



علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمتہ مصنف کتاب



جناب مولانا مولوی حشمت علی صاحب قبلہ مترجم کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ
کے
مختصر حالاتِ زندگی

نگاشتہ فخر العلماء جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی (پشاور)

محی السنتؒ حضرت علامہ مجلسی ملا محمد باقر بن علامہ محمد تقی بن علامہ مقصود علی مجلسیؒ اصفہانی کے حالات زندگی قلمبند کرنا تقریباً اسی طرح مشکل ہے جس طرح حضرات آئمہ طاہرین علیہم السلام میں سے کسی ایک فرد کے حالات لکھنا دشوار ہے۔ آپ آسمان شریعت کے آفتاب اور فلک علم و حکمت کے ماہتاب تھے۔ آپ میدان تصنیف و تالیف کے شہسوار اور مملکت علم و اجتہاد کے تاجدار تھے آپ کے قلم کی روانی کا مقابلہ عطارد فلک بھی نہیں کر سکتا آپ کے متعلق علماء فن کا اتفاق ہے کہ یوم پیدائش سے یوم وفات تک کے ایام پر آپ کی تحریر کے لئے سطروں کے لحاظ سے جب مطابقت کی جاتی ہے تو ایک ہزار سطریں روزانہ کے حساب سے مطابق پڑتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یوم ولادت سے یوم بلوغ تک عہد طفولیت زمانہ علالت اور ایام تدریس بھی شامل ہیں جن میں قلم کی روانی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ اگر سابق حساب سے ان ایام کو نکال دیا جائے تو تقریباً دو ہزار ایرانی سطریں روزانہ کے حساب سے ہوں گی۔ میرے خیال میں حضرت علامہ حلیؒ کے بعد اس کمال میں علامہ مجلسی منفرد ہیں، یہ شرف و کمال ان حضرات کے علاوہ کسی فرقہ کے کسی عالم کو نصیب نہیں ہوا۔

آپ سرچشمۂ علم وعرفان تھے آپ کے حلقۂ درس میں علماء جن بھی شریک ہوا کرتے تھے۔
(قصص العلماء ج ۳ صـ۲۳ طبع حیدرآباد دکن ۱۳۵۶ھ)

آپ کی ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۳۷ھ ہجری میں ہوئی ہے آپ کی تاریخ پیدائش بحساب ابجد "جامع کتاب بحار الانوار" سے نکلتی ہے۔

استاذی العلام جناب مولانا سید عدیل اختر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے فضائل و مناقب کا بیان کرنا کس زبان سے ممکن اور کس قلم سے آسان ہے، آپ کے شاگرد، الحاج محمد اردبیلی نے جامع الروایات میں یہ لکھا ہے کہ "ہمارے استاد بزرگ شیخ الاسلام والمسلمین الامام العلامہ المحقق والمدقق، جلیل القدر، عظیم الشان اور وحید عصر تھے، ترویج قرآن واحادیث رسول وآل رسول میں آپ نے جو خدمت انجام دی ہے وہ حد توصیف وتعریف سے بالاتر ہے۔ علمی بلندی و عملی زندگی کی پاکیزگی میں آپ شہرۂ آفاق ہیں، آپ کی ولادت ایران کے دارالسلطنت اصفہان میں ۱۰۳۷ھ میں ہوئی۔

علامہ محمد بن سلیمان بن محمد رفیع بن عبد المطلب بن علی التنکابنی جو کثیر التصانیف عالم گزرے ہیں، اپنی کتاب قصص العلماء ج ۳ صـ۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"علامہ مجلسی حضرت محمد باقر کے والد محترم علامہ محمد تقی نے اپنی بیوی کو خصوصی طور پر یہ ہدایت فرمادی تھی کہ وہ جب ایام سے ہوں یا عالم جنابت میں ہوں تو اپنے فرزند محمد باقر کو دودھ نہ پلائیں۔"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دامن روحانیت پر جنبی کثافت کا کوئی دھبہ نہیں پڑ سکا اور وہ بے داغ ماہتاب بن کر افق کمال پہ اُبھر گئے۔

علامہ مجلسی کے متعلق ایک عظیم الشان خواب

علامہ سید محسن بن علامہ سید علی طباطبائی، صاحب کتاب مفاتیح الاصول تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عالم جلیل علامہ آخوند خراسانی، زیارات عتبات عالیات کے لیئے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے عالم سفر ایک شب خواب میں دیکھا کہ "میں ایک ایسے مکان میں داخل ہوا ہوں جس میں حضرت رسول کریم اور حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام علی الترتیب جلوہ افروز ہیں۔ آخر میں حضرت امام مہدی آخر الزمان

تشریف فرما ہیں۔ جب میں داخل خانہ ہوا تو مجھے ان حضرت نے بیٹھنے کا حکم دیا۔
میں بیٹھا ہی تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ علامہ محمد تقی مجلسی گلاب سے پُر ایک جام لئے ہوئے داخل مجلس ہوئے۔ اور انہوں نے وہ جام حضرت رسول کریم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے اُس میں سے تھوڑا سا نوش فرما کر حضرت علی کو دیا۔ پھر یکے بعد دیگرے تمام آئمہ طاہرین نے اُس میں سے نوش فرمایا، پھر میرے حوالہ فرما کر حکم دیا کہ تم بھی نوش کرو۔ میں نے بھی بحکم رسول کریم نوش کیا اس کے بعد علامہ اخوند مجلسی محمد تقی علیہ الرحمہ واپس چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد اس طرح واپس آئے کہ آپ کے ہاتھوں پر ایک قنداقہ میں ایک فرزند تھا، آپ نے اس فرزند کو حضرت رسول کریم کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا:۔

"حضور دعا فرمائیں کہ خداوند عالم اس فرزند کو مرجع دین مبین قرار دے۔"

حضور رسول کریم نے دعا فرمائی ان کے بعد دیگر آئمہ نے بھی دعا دی۔ آخر میں حضرت صاحب العصر نے وہ قنداقہ مجھے عنایت فرمایا۔ اور حکم دیا کہ تم بھی دعا کرو، چنانچہ میں نے بھی دعا کی۔
اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پھر میں سفر سے واپس ہو کر اصفہان پہنچا اور میں نے اخوند ملا محمد تقی کے مکان میں قیام کیا۔ اخوند نے مزاج پرسی کے بعد میرے سامنے گلاب سے بھرا ہوا شیشے کا ایک گلاس پیش کیا۔ جب میں اُسے پی چکا تو آپ اندر تشریف لے گئے اور وہاں سے قنداقہ میں ایک فرزند خوش منظر کو لے کر واپس آئے اور کہنے لگے کہ اے اخوند خراسانی!:۔

"یہ بچہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ آپ دعا کریں کہ یہ مرجع دین مبین ہو"

میں نے دعا کی اور اُن سے اپنا مکمل خواب بیان کیا، اخوند محمد تقی میرا خواب سُن کر بے انتہا خوش ہوئے۔

مجلسی کی وجہ تسمیہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ جو لفظ "مجلسی" لکھا اور بولا جاتا ہے اس کے متعلق علماء کرام کے مختلف خیالات ہیں۔ بعض کا فرمانا ہے کہ آپ اصفہان کے جس قریہ میں رہتے تھے۔ اس کا نام "مجلسی" تھا۔ بعض کا ارشاد ہے کہ آپ کے والد بزرگوار علامہ محمد تقی کا تخلص "مجلسی" تھا۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کا گہوارہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مجلس میں پیش کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ کو "مجلسی" کہتے ہیں۔
میرے خیال میں چونکہ آپ حضرت رسول کریم اور حضرات آئمہ طاہرین کی مجلس میں بعالم خواب پیش کئے گئے تھے۔ جیسا کہ علامہ سید محسن طباطبائی نے تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ کو "مجلسی" کہا جاتا ہے

اور چونکہ یہ شرف نہایت عظیم تھا اس لیے پیش کرنے والے اور پیش ہونے والے دونوں کو "مجلسی" کہا جانے لگا۔

علامہ مجلسی اور ایک دعا

علامہ تنکابنی اپنے والد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علامہ نے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک شب ایک دعا پڑھی جو قلیل الالفاظ اور کثیر المعانی ہے جب دوسری شب جمعہ آئی تو میں نے پھر اسی دعا کو پڑھنا چاہا، ناگاہ سقف خانہ سے آواز آئی کہ اے فاضل کامل ابھی کرام الکاتبین اس دعا کے ثواب لکھنے سے فارغ نہیں ہوئے جو تم نے اگلے جمعہ کو پڑھی تھی اب پھر اسی دعا کو پڑھ رہے ہو۔ یہ دعا بے انتہا ثواب کی مالک ہے۔

علامہ مذکور کا بیان ہے کہ میرے والد ہر شب جمعہ کو اسی دعا کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، میں نے سفر خراسان میں اس دعا کی شرح لکھی ہے۔ دعا یہ ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله من اول الدنیا الی فنائها ومن الاخرۃ الی بقاءها، الحمد لله علی کل نعمة واستغفر الله من کل ذنب واتوب الیه یا ارحم الراحمین۔

علامہ مجلسی کی تصانیف

آپ کی تصانیف کے متعلق حضرات علماء تحریر فرمایا کرتے ہیں کہ "بے شمار ہیں" یعنی بہت زیادہ ہیں۔ راقم الحروف کی نظر سے آپ کی کتابوں کی یکجا فہرست نہیں گزری۔ آپ کی تصانیف میں مشہور کتب یہ ہیں۔

۱۔ بحار الانوار ۲۔ مرآۃ العقول شرح اصول کافی ۳۔ زاد المعاد ۴۔ حیات القلوب ۵۔ عین الحیات ۶۔ حلیۃ المتقین ۷۔ حق الیقین۔

بحار الانوار کے متعلق، استاذی العلام علامہ سید عدیل اختر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ، سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:۔

> علامہ مجلسی کی تصنیفات عربی و فارسی میں بہت ہیں، فقط ایک کتاب بحار الانوار میں آپ نے قرآن و حدیث کے نور کے سمندر بھر دئے ہیں، سیکڑوں صفحوں کی ایک ایک جلد ہونے کے باوجود ۲۵ جلدوں میں یہ کتاب جمع ہوئی ہے جس میں قرآن، حدیث، تفسیر، رجال، تاریخ، فلسفہ، کلام، آیات و احادیث کی تفسیریں اور شرحیں ہیں، آپ نے مستقل کتابیں

عربی وفارسی میں لکھ کر خدا و رسول کی تعلیمات سے عوام کو فائدہ عظمیٰ پہنچایا ہے
علامہ تنکابنی رقمطراز ہیں کہ متقدمین میں تین محمد اور متاخرین میں تین محمد ایسے گزرے ہیں جن کی تصانیف ترویج مذہب کے لحاظ سے اپنی نظیر نہیں رکھتیں، متقدمین میں ثقۃ الاسلام علامہ محمد بن یعقوب کلینی۔ محمد بن علی "صدوق"۔ محمد بن حسن "شیخ الطائفہ" ہیں اور متاخرین میں محمد بن مرتضیٰ کاشانی۔ محمد بن حسن آملی۔ محمد باقر بن محمد تقی مجلسی ہیں۔

علامہ محمد باقر بن محمد تقی کی بحار الانوار اپنا مثل نہیں رکھتی، ایسی کتاب عامہ اور خاصہ دونوں میں موجود نہیں ہے، علامہ مجلسی نے خود اپنی کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس جیسی لکھنے میں مجھ پر کسی نے سبقت نہیں کی۔

علامہ کی ہر کتاب بے نظیر ہے، آپ نے تقریباً ہر مہذب فن میں کتابیں لکھی ہیں، شاید ہی کوئی ایسا فن اور شعبۂ علم ہو جس میں آپ نے کتاب یا رسالہ تحریر نہ فرمایا ہو

حیات القلوب، آپ کی تصانیف میں اچھا خاصا مقام رکھتی ہے اس کے متعلق مولانا عبدالرحیم مولوی فاضل، منشی فاضل مہتمم لائبریری پشاور یونیورسٹی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں حضرت آدم سے لے کر حضرت رسول اکرم تک کے انبیاء کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ نیز صحابہ کا بھی کچھ حال لکھا ہے۔ مصنف کتاب چونکہ شیعہ تھے لہذا انہوں نے تمام حالات شیعہ روایات کے مطابق لکھے ہیں یہ کتاب اہل تشیع کے نزدیک کتب معتبرہ میں سے ہے۔ اس کی تین جلدیں ہیں۔ (لباب المعارف العلمیہ ج ۱ ص ۲۷۳ طبع آگرہ) میرے نزدیک یہ کتاب تاریخی نقطۂ نظر سے جامع ترین ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات

علامہ تنکابنی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات حسرت آیات ماہ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی ہے آپ کی عمر شریف ۷۳ سال کی تھی (قصص العلماء ج ۲ ص ۲۷)
علامہ عندلیب اختر اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی تاریخ "غم و حزن" سے نکلتی

ہے۔ آپ کا مرقد منور مسجد جامع قدیم اصفہان میں قبلہ کے داہنی طرف واقع ہے۔

صاحب حدائق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے مزار مقدس پہ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

صاحب روضات الجنات رقمطراز ہیں کہ میں نے دعاؤں کے قبول ہونے کا تجربہ یا کیا ہے۔ آپ اصفہان کی جامع مسجد میں امام جمعہ و جماعت تھے۔ آپ کی روحانیت کی و سے بادشاہ وقت "شاہ سلطان حسین" کی سلطنت قائم ہوئی، آپ کی وفات کے فوراً بعد افغا نے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور شاہ حسین صفوی کو قتل کر ڈالا، آپ کے انتقال سے راعی و رع فوائد دینی اور دنیوی سے محروم ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

ہر زمانہ میں امام کا ہونا اور کسی زمانہ کا امام سے خالی نہ ہونا اور اطاعت امام کے وجوب کے بیان میں

کیونکہ بغیر اطاعت امام کے لوگ ہدایت نہیں پا سکتے نیز یہ کہ امام معصوم ہو اور خدا کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو۔ اس باب میں چند نصوص مختصر بیان اور کچھ امام کے فضائل کا بیان بھی ہو گا۔ اس میں چند فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

(وجوب امام کے بیان میں اور یہ کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہو سکتا)

معلوم ہونا چاہیئے کہ علمائے اُمت کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا زمانہ نبوت ختم ہونے کے بعد نصب امام واجب ہے یا نہیں اور اگر امام کا تقرر ضروری ہے تو آیا خدا پر فرض ہے کہ امام مقرر کرے یا امت پر اس کا تقرر فرض ہے اور ہر حال میں تقرر امام عقلی ہے کہ عقل اس کے وجوب کا حکم کرتی ہے یا ---- کہ سنی ہوئی دلیلوں سے بھی اس کا وجوب معلوم ہوا ہے۔ بہر کیف تمام علمائے امامیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا عقل اور نقل دونوں اعتبار سے خدا پر واجب ہے۔ علمائے اہل سنت کے

فرقہ معتزلہ کے بعض علماء اور خوارج کے کل علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا مطلقاً خدا پر فرض ہے نہ مخلوقات پر۔ بعض معتزلہ، اشاعرہ اور اہل حدیث کا عقیدہ سمعی (سننے کے اعتبار سے) یہ ہے کہ لوگوں پر فرض ہے کہ امام مقرر کرلیں۔ عقلاً نہیں۔ تمام علمائے معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے امام کا مقرر کرنا لوگوں پر فرض ہے اور اس وقت جبکہ فتنہ کا خوف ہو اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں جب فتنہ ہو اس وقت امام کا تقرر کرنا فرض ہے۔

معنائے امام: لغت عرب میں امام کے معنی پیشوا اور مقتدا کے ہیں۔ اور عرب کے فرقہ ناجیہ کی اصطلاح میں امام کے معنی صلوٰۃ کے باب میں تو پیش نماز کے ہیں اور علم کلام میں امام اس شخص کو کہتے ہیں جو خدا کی طرف سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور خلافت کے طور پر مقرر کیا جائے۔ کبھی کبھی نبی کو بھی امام کہتے ہیں۔

بعض معتبر احادیث کہ جن کا ذکر آگے آئے گا سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت کا درجہ نبوت کے درجہ سے بلند ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کے بعد اس طرح خطاب فرمایا ہے اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (اے ابراہیم ہم نے تم کو لوگوں کا امام بنایا ہے) بعض محققین کہتے ہیں کہ امام وہ شخص ہے جو خدا کی طرف سے کسی آدمی کے ذریعہ سے دین و دنیا کے امور میں لوگوں کا حاکم ہو، جیسے پیغمبر فرق صرف یہ ہے کہ پیغمبر بغیر کسی انسانی واسطے کے (امور خداوندی کی نقل کرتا ہے) اور امام کسی انسان کے ذریعہ سے نقل کرتا ہے اور وہ انسان نبی ہوتا ہے۔

علامہ مجلسی کی تحقیق: مؤلف یعنی علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ امام کی یہ تعریف بھی نامکمل معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ بہت سے غیر اولوالعزم پیغمبر اولوالعزم پیغمبروں کے تابع رہے ہیں اور ان کی شریعت پر خود بھی عمل کیا ہے اور لوگوں تک بھی اسی شریعت کو پہنچایا ہے۔ بہت سی ایسی حدیثیں ذکر کی جائیں گی کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ملائکہ اور روح القدس کے ذریعہ خداوند عالم سے علوم حاصل کرتے رہے ہیں۔ البتہ احادیث میں نبی و امام کے درمیان چند فرق مذکور ہیں جو اس کے بعد بیان کیے جائیں گے۔ حق یہ ہے کہ کمالات و شرائط اور صفات میں نبی و امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف اتنا جتنا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے جس سے عظمت و جلالت سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ آخری نبی ہیں۔ اس وجہ سے نبی یا اس کے مرادف

لفظ آپ کے بعد کسی پر نہیں بولا جا سکتا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب مسائل میں بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ فرقہ حقہ شیعہ اثنا عشری کا عقیدہ یہی ہے اس لئے کہ پچھلی امتوں میں صاحب شریعت نبی کی رحلت کے بعد سے لیکر دوسرے صاحب شریعت پیغمبر کے مبعوث ہونے تک بہت سے نبی جو پیغمبر ہوئے ہیں جو سابق پیغمبر کے دین اور ان کی شریعت وملت کے نگران رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء تھے اور علماء سے مراد ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کو لیا گیا ہے۔

وجود امام کے فوائد: یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جو فائدہ رسول و نبی کے وجود سے حاصل ہے وہی امام کے وجود سے حاصل ہے۔ مثلاً فتنہ و فساد کا دور کرنا شریعت کی حفاظت کرنا لوگوں کو ظلم و جور اور نافرمانی سے روکنا۔ البتہ امام کا مقرر کرنا خدائے برحق پر واجب ہے۔ فرقہ ناجیہ امامیہ کا یہی عقیدہ ہے اور اس کی عقلی دلیلیں بہت ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں جیسے سید اجل مرتضیٰ نے شافی میں شیخ طوسی رحمہما اللہ نے تلخیص میں بیان کیا ہے۔ ہم بھی یہاں اسی کو بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کتاب کا موضوع عام اور خاص کے طریقہ سے سمعی (احادیث) دلیلیں کا بیان کرنا ہے قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے۔

خدا پر امام کا تقرر واجب ہے کی عقلی دلیلوں میں سے پہلی دلیل لطف خدا پر واجب ہے۔

پہلی دلیل: اس لئے کہ جو چیز بندوں کے لئے مفید اور کارآمد ہے اس کو پورا کرنا خدا کے لئے لازم ہے خدائے عزوجل کے تمام کام حکمت و مصلحت کے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا عقل فیصلہ کرتی ہے کہ جو چیزیں بندوں کے لئے اصلح ہوں ان کو خدا پورا کرے۔ نیز یہ بھی مسلم ہے کہ جب اصلح کے پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اس کا ہونا بھی زیادہ کارآمد ہو۔ تو اس کو پورا نہ کرنا یا بدل دینا ترجیح مرجوح ہوگا جو غنی و کریم اور فاعل مختار ذات کے لئے بالکل ہی غیر مناسب ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ اصلح کا ہونا واجب ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ لطف خدا پر واجب ہے۔

لطف کے معنی: اس لئے کہ لطف کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو ایسی سہولت بہم پہنچانا جس سے [redacted] اوامر کو پورا کر سکے اور منہیات سے رک سکے اسی سہولت کی وجہ سے انسان کرتے

کی باتوں کو کرتا اور نہ کرنے کی باتوں سے باز رہتا ہے۔ البتہ یہ صورت اضطرار اور جبر کی شکل میں نہ ہونا چاہئیے اس لئے کہ بندہ کو ثواب وعقاب اسی بنا پر ملتا ہے کہ بندہ فاعل مختار ہے۔ پس وہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ حسن وقبح اور وجوب اصلح خدا پر واجب ہے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ بندہ فاعل مجبور نہیں بلکہ فاعل مختار ہے اور اسی وجہ سے یہ حضرات اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ لطف خدا پر واجب ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان کو جو تکلیف دی گئی ہے کہ نماز روزہ ادا کرے اور حق وصدق وغیرہ پر گامزن ہو اس میں بندہ کو دین ودنیا کے بیشمار فائدے ہیں اور تکلیف لطف کو شامل ہے اور لطف یقیناً اپنے غیر کے مقابلہ میں اصلح ہے۔ پس وجوب اصلح کی بنا پر لطف خدا پر واجب ہے۔

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وجود امام لطف ہے اس لئے کہ یہ ہر شخص بخوبی سمجھتا اور جانتا ہے۔ کہ اگر لوگوں کا کوئی ایسا سرکردہ نہ ہوگا جو ان کو ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد کرنے اور خدا ورسول کی نافرمانی سے روک کر عبادت واطاعت اور انصاف ومروت کا خوگر بنائے رکھے تو دنیا کا نظم ونسق درہم برہم ہو جائے گا اور غرض خلقت انسانی پوری نہ ہو سکے گی۔ اسی سردار کے ہونے سے تمام امور صحیح ودرست رہیں گے اور لوگ بھلائی سے قریب اور برائی سے دور رہیں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وجود امام لطف ہے۔

دلیل دوم: دوسری دلیل (کہ امام کا نصب کرنا خدا پر واجب ہے) یہ ہے کہ شریعت حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ایسا محافظ ہونا ضروری ہے جو شریعت آنحضرت کو تغیر وتبدل۔ تحریف اور کمی وزیادتی سے بچا سکے۔

نیز یہ کہ اکثر آیات قرآنی مجمل ہیں جس کی وجہ سے اکثر وبیشتر احکامات ظاہر قرآن سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی ایسا مفسر ہو جو قرآن پاک سے احکامات کو نکال کر اور معلوم کرکے لوگوں کی رہبری کر سکے۔

(برخلاف اس طریقہ کے جو بعض مسلمانوں نے وقت رحلت حضرت پیغمبرؐ اس وقت اختیار کیا (جبکہ آنحضرتؐ نے قلم ودوات اس لئے طلب کیا تھا کہ ایسا نوشتہ لکھ دیں جس سے امت گمراہ نہ ہونے پائے) کہ ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ۔ یعنی یہ شخص (معاذ اللہ) ہذیانی باتیں کرتا

کرتا ہے ۔ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ حالانکہ وہ مسلمان ایک آیت کی تفسیر بھی نہیں جانتے تھے اور جو مسئلے حضرت عمر یا حضرت ابوبکر کو درپیش ہوتا تھا اس کو یہ دونوں حضرات حضرت علی علیہ السلام سے آ کر حل کیا کرتے تھے یہاں تک کہ علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ تقریباً ستر مقامات پر حضرت عمر نے کہا ہے کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ ۔ اگر علی مدد نہ کرتے تو عمر ہلاک ہو جاتا ۔ اگر کتاب خدا ہی کافی ہوتی تو امت میں اتنے اختلافات کیوں ہوتے جن کو انشاء اللہ آیات و احادیث کے ترجمے اور تفسیر کے ذیل میں بیان کیا جائے گا ۔

آیات سے استدلال

پہلی آیت :-

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ط بعض مفسرین کہتے ہیں کہ منذر اور ہادی ایک ہی ذات سے متعلق ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے رسول تم ہر قوم کو ڈرانے والے اور ہدایت کرنے والے ہو ۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اے پیغمبر تم کفار و فجار کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کی ہدایت کرنے والے ہو ۔ پس اس بنا پر کہ جملہ کا عطف جملے پر ہو گا تو نتیجہ نکلے گا کہ کوئی زمانہ امام اور ہادی سے خالی نہیں ہو سکتا ۔

آخری تفسیر کی بنا پر یعنی امام و ہادی عامہ اور خاصہ کی روایتیں اس کی توثیق بہت ہیں ۔ چنانچہ عامہ مسلمین ابن عباس کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت بالا نازل ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علی ہدایت کرنے والا ہے ۔ اے علی ہدایت پانے والے تم سے ہدایت پائیں گے (ابوالقاسم حسکانی نے کتاب شواہد التنزیل میں ابو بریدہ اسلمی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کا پانی طلب کر کے علی علیہ السلام کو بلایا جب آنحضرت وضو سے فارغ ہوئے تو حضرت امیرؑ کو پکڑ کر اپنے سینہ مبارک سے چمٹا کر ارشاد فرمایا تحقیق کہ میں منذر ہوں اور اپنا ہاتھ علی کے سینہ پر رکھ کر فرمایا وَلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ط یعنی اے علی میرے بعد اُمت کا ہادی تو ہی ہے ۔ اور اے علی تو ہی لوگوں کو نور ایمان عطا کرنے والا ہے تو ہی رشد و ہدایت کی نشانی اور قاریان قرآن کا شہنشاہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا ہی ثابت ہو گا ۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے ۔)

بصائر الدرجات میں سند صحیح سے امام ابو جعفر محمد باقرؑ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے ، کہ

رسولِ خدا منذر ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد تمام ائمہ میں سے ہر زمانہ میں ایک ہادی ایسا رہے گا جو لوگوں کو اس چیز کی طرف ہدایت کرتا رہے گا جو پیغمبرؐ خدا کی طرف سے لائے ہیں اور ہادی پیغمبر کے بعد علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں اور اسی طرح بعد ہر زمانہ میں ایک کے بعد دوسرا امام قیامت تک ہوتا رہے گا۔

سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آیت انما انت منذر و لکل قوم ھاد میں ھاد سے مراد وہ امام ہے جو ہر قوم میں ہوتا رہے گا۔

سند معتبر سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ منذر ہیں اور علی علیہ السلام ہادی ہیں۔ قسم بخدا کہ ہم ہی میں سے ہدایت کرنے والا ہر زمانہ میں قیامت تک ضرور باقی رہے گا۔

(سند صحیح اور معتبر سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی گئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منذر ہیں اور علی ہادی ہیں۔ جب امام نے یہ فرمایا تو راوی نے پوچھا کہ آج ہم میں ہادی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہادی تمہارے درمیان ایک کے بعد دوسرا مسلسل ہوتا رہے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا تم پر رحمت نازل کرے اگر ایسا ہو کہ یہ آیت کسی شخص پر نازل ہو اور وہ مر جائے اور اس کے بعد کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ جو آیت کے مقصد و مراد کو سمجھ سکے اور اس آیت کا حکم لوگوں میں جاری بھی کیا جائے تو یقیناً ایسی صورت میں کتاب مردہ ہو جائے گی یعنی بیگانہ ہو جائے گی اور اس کا حکم برطرف ہو جائے گا۔ لیکن کتاب خدا قیامت تک زندہ ہے یعنی حکم قرآن یا جماعِ امت قیامت تک باقی ہے اور خدا کی تکلیف بندوں سے ساقط نہیں ہوگی۔ اگر کوئی ایسا بھی نہ ہو جو معصوم ہو اور حکم کتاب کو امت کے سامنے بیان کر سکے تو کتاب کا ہونا بے سود ہو گا)

جبکہ تکلیف بھی باقی ہو تو ناسمجھ کو مکلف کرنے کے مترادف ہو گا جو ظلم ہے اور ظلم عدل کے لئے جائز نہیں یہ دلیل وجوب نصب امام کی خدا کی طرف سے بڑی مضبوط دلیل ہے۔

ابن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اکمال الدین میں سند صحیح سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے آیہ ولکل قوم ھاد کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ ہادی سے مراد امام زمانہ ہے جو ہر زمانہ میں قوم کا ہادی اور پیشوا ہے۔

علی ابن ابراہیم نے سند صحیح کے ساتھ انہی امام محمد باقر علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ

منذر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہادی علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور ان کے بعد گیارہ امام ہیں یعنی ہر زمانہ کا ایک امام ہے جو لوگوں کی خدا کی طرف رہبری کرتا اور خدا کے حلال و حرام کو بیان کرتا رہتا ہے۔

آیت دوم خدا فرماتا ہے وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ اکثر مفسرین نے اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ہم نے ان (انسانوں) کے لئے ایک آیت کو دوسری سے ملائے رکھا ہے۔ ایک قصہ کے بعد دوسرے قصہ کو بیان کیا ہے اور وعدہ کے بعد ڈرانے اور نصیحت کے سلسلہ کو قائم رکھا ہے تاکہ ان کے لئے عبرت و نصیحت ہو اور وہ لوگ سبق حاصل کریں۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ایک امام کے بعد دوسرا امام مقرر کیا ہے۔

چنانچہ علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر قمی میں اور شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب مجالس میں معتبر سندوں کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت وَلَقَدْ وَصَّلْنَا کے ذیل میں یہ تفسیر بیان کی ہے یعنی ایک امام کے بعد دوسرا امام ہے لیکن اس میں چند احتمال ہیں۔

اوّل یہ کہ اس طرح قول سے یہ مراد ہوگی کہ ہم نے ملا دیا لوگوں کے لئے قول کو یعنی امام کو مقرر کر کے حق کو بیان کیا اور تبلیغ شریعت و تبیین احکام حق کر دی۔

دوسرے یہ کہ اس قول سے مراد یہ لی جائے کہ ہم نے لوگوں کو حق بیان کرنے اور تبلیغ احکام شریعت کے لئے ایک امام کے بعد دوسرا امام مقرر کیا۔

تیسرے اس سے یہ مراد ہو کہ ملا دیا ہم نے قول کو یعنی ایک امام کے بعد دوسرے امام کے قائل ہونے کو قیامت تک ملا دیا ہے۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ اس قول سے مراد یہ ہو کہ خدا اس سے اُس قول کو یاد دلا دیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی خلقت کے ارادہ کے وقت ملائکہ سے خطاب کیا تھا اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً یعنی زمین میں خلیفہ مقرر کرنے کا وعدہ صرف حضرت آدم علیہ السلام سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین پر ایک خلیفہ کے بعد دوسرا خلیفہ قیامت تک مقرر ہوتا رہے گا۔ اور کوئی زمانہ خلیفہ سے خالی نہ ہوگا۔ وجہ اول ظاہر تر ہے اور شاید ہر تاویل آیت کے حقیقی مطلب کو ظاہر کر سکے۔ واللہ اعلم

بصائرالدرجات میں امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کی تاویل کے ذیل میں وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ وہ جماعت جو ہم نے پیدا کی ہے اس میں ایک گروہ ہے جو لوگوں کو حق کی ہدایت کرتا اور لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتتا ہے۔ امام کا ارشاد ہے کہ یہاں اس گروہ سے مراد برحق امام ہیں (اس آیت کی تفسیر آگے مذکور ہوگی)

اس سلسلے کے اخبار بہت ہیں چنانچہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب مجالس اور اکمال الدین میں امام زین العابدین علیہ السلام کی یہ روایت بیان کی ہے کہ مسلمانوں کے پیشوا اور خدا کی حجت اس کی مخلوقات پر ہم ہیں اور بزرگوں اور مومنوں کے سردار اور جن کے چہرے اور ہاتھ پیر نورانی ہوں گے یعنی شیعیان علی علیہ السلام کہ جن کے منہ، ہاتھ، پیر روشن ہوں گے ان کو قیامت کے روز جنت کی طرف لے جانے والے ہم ہی ہیں۔ ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کی روشنی سے منور ہوں گے ہم ہی مومنین کے مولا و آقا ہیں ہم اہل زمین کے لئے عذاب الٰہی سے امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں یعنی جب تک ہم روئے زمین پر ہیں قیامت نہیں آسکتی اور لوگوں پر عذاب نازل نہ ہوگا۔ اسی طرح جب تک آسمان میں ستارے ہیں فرشتوں کو قیامت کے برپا ہونے کا خوف نہیں۔ ہمارا زمین سے اٹھنا روئے زمین کے نظام کا درہم برہم ہو جانا ہے اور اہل زمانہ کے مرنے کی علامت ہے۔ اس کے بعد امام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے ہی وجود کی برکت سے خدا آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے لیکن قیامت میں اس کے حکم سے سب گر جائیں گے۔ ہماری برکت سے خدا نے زمین کو برقرار رکھا ہوا ہے کہ وہ اہل زمین کو لے کر الٹ نہیں جاتی۔ ہماری ہی برکت سے خدا بارشیں بھیجتا اور زمین پر دامن رحمت کو وسیع کرتا ہے۔ ہمارے وجود کی برکت سے خدا زمین کی برکتوں کو زمین کے اندر سے باہر لاتا ہے۔ اگر ہم میں سے روئے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو زمین تمام اہل زمین کو لے کر الٹ جائے۔ اس کے آگے امام نے ارشاد فرمایا کہ جس روز سے خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہی ہے چاہے وہ حجت ظاہر رہی ہو یا پردہ میں غائب رہی ہو۔ قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی ------ کہ اگر زمین پر حجت خدا نہ ہو تو خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ عبادت الٰہی کا طریقہ سوائے خلیفۃ اللہ اور حجۃ اللہ کے کوئی اور

بتلا نہیں سکتا۔ وہی لوگوں کو اللہ کی عبادت کا حکم کرتا رہتا ہے (راوی نے دریافت کیا کہ مولا جو حجت خدا غائب و مستور ہو اس سے کس طرح لوگ نفع اٹھا سکتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح لوگ بادل میں رہنے والے سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح امام غائب کے وجود سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔)

امام غائب علیہ السلام کا فیض: علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ امام غائب علیہ السلام کے وجود سے لوگوں کو اور مخلوق خدا کو فیوض و برکات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کبھی عام مخلوق اور گروہ مسلمین کسی عام شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو امام بغیر اپنے کو ظاہر کئے ہوئے لوگوں کو ہدایت کر دیتے ہیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام کی غیبت اللہ کا بندوں پر لطف و کرم ہوا کرتا ہے اس لئے خدا جانتا ہے کہ امام کے ظاہر ہونے سے یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ اکثر افراد نے ہمیشہ ایسا کیا اور اب بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ امام کے ظاہر ہونے میں لوگوں پر ذمہ داری زیادہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً دشمنان دین سے جہاد وغیرہ کرنا۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اندھی یا کمزور آنکھ امام علیہ السلام کے جمال پر جلال کی تاب نہیں لا سکے گی جس طرح چمگادڑ نور آفتاب سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اسی طرح چمگادڑ جیسی عقل اور آنکھ رکھنے والے آفتاب امامت کے نور سے فیضیاب نہیں ہو سکتے ورنہ امام تو ہر وقت حاضر ہیں۔

بہت سے بادشاہ اور سرکش ایسے ہیں کہ جو امام کی غیبت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور امامؑ کے حضور کی آرزو کرتے ہیں مگر چونکہ حضرت ظہور فرما کر شاہ و گدا شریف و کمینہ کا فرق مٹا کر سب کو برابر کر دیں گے تو ایسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ سلاطین و مغرورین اس چیز کو برداشت نہ کر سکیں اور کافر ہو جائیں جیسا کہ خارجی امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے وقت میں ہو گئے جبکہ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو اور اس غلام کو جو آپ کی ظاہری حکومت سے ایک روز پہلے آزاد ہوا تھا عطا اور بخشش میں برابر کر دیا۔ یہی چیز ان کے کفر کا سبب ہوئی (وہ چاہتے تھے کہ اسلامی برادری کے بجائے امیر و غریب کا فرق رہے مگر امام عادل اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ یہ تو ظالم حکومت ہی کر سکتی ہے۔ اور یہ نقصان ان کی وجہ سے دین اور اہل دین کو ہوا کہ لڑائیاں ہوئیں) پس امام کی غیبت سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس قسم کے لوگ یہی اعتقاد رکھیں کہ امام

موجود ہیں غائب ہیں جو عنقریب ظہور فرمائیں گے جو ان لوگوں کے لئے غیر ملنا ہی ثواب کا باعث ہے
سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے اپنی کتاب شافی کے در سالہ غیبت میں اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات
نے امام کی غیبت کے فائدہ کے چند جوابات دیئے ہیں۔

پہلا فائدہ: چونکہ ہر وقت لوگوں کو امام کے ظہور کا احتمال رہتا ہے اسی وجہ سے بہت سی برائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو امام کے قائل نہیں ہیں ان میں اور جو لوگ امام کے وجود کے قائل ہیں چاہے غائب ہی مانتے ہوں یہی فرق کافی ہے (یعنی جو لوگ امام کے قائل ہیں ان کو کچھ نہ کچھ تو ڈر اور خوف ہے ہی بہ نسبت ان کے جن کا کوئی سر دھڑ ہی نہ ہو جیسے کہ اگر اسکول کے طلبا کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج ماسٹر نہیں آئے گا تو پھر دیکھئے کیا اودھم مچاتے اور لپاڈگی کرتے ہیں لیکن اگر طلبا کو معلوم ہو کہ ماسٹر ہے اور پردے میں سے ہم کو دیکھ بھی رہا ہے تو پھر کیا مجال کہ کلاس میں چوں بھی ہو جائے

دوسرا فائدہ: یہ کہ خدا نے امام کو غیبت کے پردے میں رکھ کر مہربانی کی ہے۔ اس لئے کہ امام کے وجود سے براہ راست فائدہ پہنچنے میں لوگوں کے واسطے دشمنان امام مانع ہیں۔ جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ کے وجود سے لوگوں کو فیض پہنچنے میں کفار و مشرکین مانع ہوئے جس طرح حضور شعب ابیطالب میں محصور کر دیئے گئے تھے۔ جس طرح وجود نبی سے ان عارضی موانع کی وجہ سے کوئی چیز لطف کو مانع نہیں تھی اسی طرح امام کے وجود کا لطف ہونا ثابت ہے۔

تیسرا فائدہ: ہو سکتا ہے کہ امام کی غیبت کا فائدہ امام کے دوستوں کو ہو اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ اگر امام ظاہر ہوں تو یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور یہ ان کے کھلم کھلا کفر کا باعث ہو کر ان کو عذاب کا مستحق بنا دے گا۔

چوتھا فائدہ: یہ ضروری نہیں کہ امام کے وجود سے عام فائدہ ہو ممکن ہے کہ کچھ ایسے ہوں جو امام کے وجود سے فیضیاب ہوتے ہوں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شہر ہے جہاں امام کی اولاد ہے اور حضرت وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ اگرچہ جزیرے کے لوگ امام کو نہیں دیکھتے مگر امام سے پردے کے پیچھے سے مسئلے مسائل معلوم کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ نے ان فائدوں کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ اُمت امام کے وجود سے اس وقت فائدہ اٹھا سکتی ہے جبکہ چند باتیں خدا کی طرف سے پوری ہو جائیں اور چند باتیں امام کی طرف سے

ہوں اور چند امور ہماری طرف سے ہوں۔ خدا کی طرف سے ضروری ہے کہ امام کو پیدا کرے اور امام کو لوازم و ضروریات امامت سے آراستہ کرے جیسے علم وغیرہ اور اس کے متعلق نص کرے اور امام کو اتنا اختیار دے کہ امام امت کے امور کو سرانجام دے سکے۔

امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرے اور ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنا لازم سمجھے۔ جو چیز اُمت سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ امام کو امت کے کاروبار سرانجام دینے میں سہولت بہم پہنچائے اور جو امور اس سلسلہ میں مانع ہوں ان کو دور رکھے اور ہر معاملہ میں امام کی اطاعت کرے اور جو کچھ امام انتظام کرے اس پر عمل کریں۔ پس جو کچھ خدا سے متعلق ہے اس باب میں وہی بنیاد ہے۔ پہلے وہی ہونا چاہیئے اور جو امام سے متعلق ہو اس پر متفرع ہے اور جو امت سے متعلق ہے، وہ ان دونوں کے بعد ہے پس جب تک اللہ اور امام کے لوازمات پورے نہ ہو جائیں اُمت پر کوئی چیز واجب و لازم ہی نہیں ہوتی اور اگر خدا اور امام کے لوازمات پورے ہو جائیں اور امت کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہو جو امام کی غیبت کا سبب ہو جائے تو لطف الٰہی کو ضرر رساں نہیں ہے اور جو خدا و امام کی ذات پر لازم ہے اس پر عمل نہ ہو سکنا یہ اُن کی رکاوٹ اور تقصیر کی وجہ سے ہوگا۔ اس کی تفصیل کتاب غیبت میں مذکور ہوگی۔ انشاء اللہ

(۵)

شیخ محمد یعقوب کلینی اور ابن بابویہ وغیرہ نے بسند معتبر ہشام بن سالم جو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب خاص سے ہیں انہی امام سے روایت کی ہے کہ مجھ سے امامؑ نے پوچھا کہ ہشام عمرو بن عبید بصری جو صوفیائے اہل سنت کے علماء سے تھا اس سے کس طرح سوال و جواب کیا۔ ہشام نے کہا مولا میں آپ پر قربان ہو جاؤں اے فرزند رسول مجھے آپ سے شرم آتی ہے۔ میری زبان آپ کے سامنے کھل نہیں سکتی امامؑ نے فرمایا جب ہم تم کو حکم دیں تو تم کو اس پر عمل کرنا چاہیئے ہشام نے کہا مجھے خبر معلوم ہوئی کہ عمرو بن عبید مسجد بصرہ میں بیٹھ کر عمر کی فضیلت بیان کر کے فتنہ و فساد پھیلاتا ہے مجھے بہت برا معلوم ہوا پس میں یہ سنتے ہی فوراً بصرہ پہنچا اور جمعہ کے روز مسجد بصرہ پہنچا۔ میں نے مسجد بصرہ میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک بڑا مجمع عمر کے گرد جمع ہے اور عمر نے ایک کالی کملی کمر سے باندھی ہوئی ہے اور ایک دوسری کملی اوپر سے اوڑھ رکھی ہے لوگ اس سے سوال کرتے ہیں پس میں مجمع کو چیر کر حلقہ میں داخل ہو گیا اور سب کے آخر میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ اے عالم میں ایک پردیسی آدمی ہوں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے

پوچھوں؟

عالم: ہاں! پوچھو۔

میں نے (سائل) کہا کہ اے عالم صاحب آپ کی آنکھیں ہیں۔ عالم نے کہا، کہ اے صاحبزادے یہ کیا سوال ہے۔ میں نے کہا کہ میرا سوال ایسا ہی ہے۔ عالم نے کہا کہ اے بیٹا سوال کر اگرچہ بیوقوفی کا ہے۔ میں نے کہا کہ آنکھیں ہیں اُس نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ آنکھوں سے کیا دیکھتے ہو؟ اُس نے کہا رنگ اور آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کی ناک ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ اس سے کیا کام لیتے ہو؟ اُس نے کہا کہ ناک سے خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا تم مُنہ رکھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ اس سے کیا کام لیتے ہو اس نے کہا کہ مُنہ سے چیزوں کا مزہ لیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تمہاری زبان ہے اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا زبان سے کیا کام لیتے ہو؟ اس نے کہا زبان سے بات چیت کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم کان رکھتے ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ ان سے کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ کانوں سے آواز سنتا ہوں میں نے کہا کہ ہاتھ رکھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ ہاتھوں سے کیا کام لیتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاتھوں سے چیزیں اُٹھاتا، رکھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تم دل رکھتے ہو اس نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ دل تمہارے کس کام آتا ہے۔ اس نے کہا کہ ان اعضاء وجوارح پر جو چیز مشکوک ومشتبہ ہو جاتی ہے اس میں دل سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ اعضاء کافی نہیں تھے! اور دل کے بغیر کام نہیں چلتا۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ اعضاء کا کام بغیر دل کے کیوں نہیں چلتا۔ حالانکہ سب توانا و تندرست ہیں۔ اس نے کہا کہ اے فرزند یہ اعضا جو چیز سونگھتے، دیکھتے چکھتے، سنتے اور چھوتے ہیں اور اس میں ان کو شک ہوتا ہے تو دل کے حوالے کرتے ہیں۔ پس دل یقین کے ذریعہ شک و شبہ کو ختم کر دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ اعضائے جسم کے شک و شبہ کو دور کرے۔ اس نے کہا کہ ہاں! میں نے کہا کہ پس ثابت ہوا کہ دل کا ہونا جسم میں ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دل نہ ہو تو اعضاء و جوارح سیدھے راستے پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پس میں نے کہا کہ اے ابو مروان خداوند عالم نے تیرے اعضاء و جوارح کو بغیر امام و رہبر کے نہیں چھوڑا۔ تاکہ یہ امام (دل) ان کو برحق باتیں بتلائے

اور ان کے شک کو دور کرے۔ اور تمام دنیا کو حیرت و شک میں ڈال دیا کہ کوئی امام و رہبر الیا مقرر نہیں کیا کہ شک و شبہ کے موقع پر اس کی طرف رجوع کریں تا کہ وہ امام و ہادی ان کو صراط مستقیم دکھائے اور شک و شبہ کی گمراہی سے نکال سکے۔

راوی:۔ جیسے ہی میں نے یہ کہا تو (عالم) مبہوت ہوگیا اور کچھ نہ بول سکا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر بولا کہ تم ہشام تو نہیں ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں پھر کہنے لگا کہ ہشام کے پاس بیٹھتے ہو۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ کہنے لگا کہ کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا کہ کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر عالم کہنے لگا کہ الغرض تم ہشام ہو یہ کہکر اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھے پکڑ کر لے جا کر اپنی جگہ بٹھادیا۔ جتنی دیر میں بیٹھا رہا عالم نے کوئی بات نہیں کی۔ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا کہ اے ہشام یہ تم نے کہاں سے سیکھا تھا۔ میں نے کہا کہ مولا یہ مری زبان پر خود بخود جاری ہوگیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہشام نے کہا کہ یہ میں نے آپ سے سیکھا تھا۔ جملوں کی ترتیب میں نے دے لی تھی۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قسم بخدا بالکل یہی مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے۔) V.I.P

(مؤلف کہتا ہے۔ انسان عالم صغیر نمونۂ عالم کبیر ہے جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے انسان کیا تو اپنے آپ کو معمولی ذرہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ تیرے اندر ایک بڑا عالم چھپا ہوا ہے۔ مثلاً جسم میں ہڈیاں زمین کے پہاڑوں کی طرح ہیں۔ گوشت خاک کی طرح ہے۔ چھوٹی بڑی رگیں چھوٹی بڑی نہروں کی طرح ہیں۔ سر جو اکثر قوی اور حواس کا مرکز اور بلند ہے۔ جسم پر مثل آسمان کے ہے جس میں ستارے وغیرہ ہیں جن کی چمک سے زمین روشن ہوتی ہے۔ بخارات جو معدہ سے بلند ہو کر دماغ تک پہنچتے اور ٹھنڈے ہو کر آنکھ و ناک سے ٹپکتے ہیں ایسے ہیں جیسے زمین سے بخارات اٹھ کر کرۂ زمہریر تک پہنچ کر بارش کی شکل میں ٹپکتے ہیں اور قوائے دماغیہ رطوبت دماغی کے ذریعہ تمام بدن میں اسی طرح پہنچتے ہیں جسطرح سورج۔ چاند اور تاروں کی شعاعیں زمین پر اثر کرتی ہیں جس طرح زمین پر بادشاہ، حکام، امراء اور نوکر چاکر ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی کے قوی بعض بعض کے خادم اور ملازم ہیں اور ان سب کا حاکم نفس ناطقہ ہے جس کو قلب کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ پہلے روح حیوانی سے تعلق ہوتا ہے وہ قلب میں پیدا ہوتی ہے جس طرح دنیا کی آبادی کا سبب شمال کی جانب ہے۔ اسی طرح دل جو بدن

کی آبادی کا سبب ہے شمال کی طرف ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے وزیر وزرا ہوا کرتے ہیں جو رعایا کے ارزاق تقسیم کیا کرتے ہیں اسی طرح جگر میں جو کچھ پک کر تیار ہوتا ہے۔ وہ تمام بدن کو تقسیم کرتا ہے۔ یہ بیان بہت تشریح طلب ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔) ۱۶ پ

کلینی اور شیخ طبرسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے کہ شام کا ایک آدمی حضرت صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں علم کلام، علم فقہ، علم فرائض و میراث جانتا ہوں آپ کے اصحاب سے بحث و مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے کلام سے ہے یا اپنی طرف سے کہنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کچھ رسول کا کلام ہے اور کچھ میں اپنی طرف سے کہنا چاہتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے کہا کہ تو رسول کا شریک ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ امام علیہ السلام نے کہا کہ پھر تجھ پر خدا کی وحی آتی ہے جس نے تجھ کو تیرے احکام کی خبر دی ہے۔ کہا نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری اطاعت اسی طرح فرض ہے جس طرح رسول کی۔ اس نے کہا کہ نہیں یونس کہتے ہیں تو پھر امام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے یونس اس شخص نے بات کرنے سے پہلے ہی اپنے کلام کو غلط کر دیا اس لئے کہ جس شخص پر وحی نہیں آتی اور خدا نے اس کو واجب الاطاعت بھی نہیں کیا۔ لہٰذا امور دین میں اس کا بات کرنا باطل ہے بلکہ گویا اس نے اپنے کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے۔

اس کے بعد ہشام بن حکم جو امام کے صحابہ میں متکلم اور بڑے عالم و فاضل اور دانا تھے ابھی نوجوان تھے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امامؑ نے ان کی تعظیم کی اور جگہ دے کر بٹھایا اور فرمایا کہ اے ہشام تم دل و زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرنے والے ہو۔ امام کے اصحاب کا ایک گروہ اس مرد شامی سے بحث میں زچ ہو چکا۔ حضرت نے شامی سے کہا کہ اس بچہ سے مناظرہ کر یعنی ہشام سے۔ پھر شامی نے کہا اے ہشام اس شخص (امام علیہ السلام) کی امامت کے بارے میں مجھ سے گفتگو کرو۔ مرد شامی کی یہ بد تہذیبی کی گفتگو سن کر ہشام کو غصہ آیا اور کہا کہ اے مرد کہہ تیرا خدا لوگوں پر زیادہ مہربان ہے یا لوگ خود اپنے اوپر زیادہ مہربان ہیں۔

(شامی: خدا زیادہ مہربان ہے

ہشام: خدا نے لوگوں پر اپنی کیا مہربانی کی ہے؟

۱۵۴۵

شامی نے کہا کہ خدا نے لوگوں میں حجت اور رہنما قائم کیا ہے تاکہ لوگ پراگندہ نہ ہوں اور ان میں اختلاف نہ ہونے پائے اور لوگوں کے تمام کام نظم و انتظام سے چلائے اور ان کو خدا کے فرائض سے باخبر کرے۔ ہشام نے کہا کہ وہ مرد کون ہے کہا رسول خدا ہشام نے کہا کہ رسول کے بعد کون تھا، شامی نے کہا کہ کتاب خدا اور سنت رسول۔ ہشام نے کہا کہ کتاب خدا اور سنت رسول نے آج تک کوئی فائدہ پہنچایا ہے کہ ہمارا اختلاف ہی دور کر دے شامی نے کہا کہ ہاں ہشام نے کہا کہ پھر ہم اور تم کیوں اختلاف کرتے ہیں اور اسی اختلاف کی وجہ سے تم شام سے یہاں ہم سے مناظرہ کرنے آئے ہو۔ یہ سن کر شامی مبہوت ہو گیا اور اس سے جواب نہ بن پڑا۔ اس کے بعد حضرت نے کہا کہ اے شامی بات کیوں نہیں کرتا شامی نے کہا کہ اگر کہوں کہ اختلاف نہیں رکھتا تو میں نے جھوٹ کہا ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہو کر اختلاف دور ہو جاتا ہے تو غلط کہتا ہوں اس لئے کہ بہت سے وجوہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنے اپنے مطلب کے مطابق ان پر عمل کرتا ہے۔ اور اگر یہ کہوں کہ ہم کو آپس میں اختلاف ہے اور دونوں حق پر ہیں تو کتاب و سنت نے ہم کو نفع نہیں بخشا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہی بات میں اس (ہشام) پر پلٹا دوں۔ حضرت نے کہا کہ پلٹا دو تاکہ اس کا جواب بھی سن لو۔ شامی نے کہا کہ آیا خدا جتنا مخلوقات پر مہربان ہے اس سے زیادہ مخلوق خود اپنے اوپر مہربان ہے۔ ہشام نے کہا کہ خدا مخلوقات پر زیادہ مہربان ہے۔ شامی نے کہا کہ آیا خدا نے کوئی ایسا شخص مقرر کیا ہے جو لوگوں کے اختلاف کو دور کر کے ان کے امور کی اصلاح کر سکے اور حق کو باطل سے جدا کر دے۔

ہشام: رسول خدا کے زمانہ کو کہتا ہے یا آج کے زمانہ کو۔ شامی نے کہا کہ زمانۂ رسالت میں تو خود رسول تھے اس زمانہ میں بتلاؤ کون ہے۔ ہشام نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بزرگوار جو اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ لوگ اطراف و اکناف عالم سے سفر کر کے ان کے پاس آتے ہیں۔ یہ ہم کو آسمانی خبروں کی خبر دیتے ہیں۔ اس علم کی بدولت جو ان کو ان کے آباؤ اجداد سے میراث ملا ہے۔ شامی نے کہا کہ یہ مجھے کس طرح معلوم ہو، ہشام نے کہا کہ جو چاہو ان سے پوچھ لو۔ شامی نے کہا کہ تم نے مجھے مجبور کر دیا کہ اب میں ان سے سوال کروں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے کہا کہ اے شامی میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ تیرا سفر کس طرح گزرا اور راستہ میں تجھ پر کیا گزری (حضرت نے تمام حالات ایک ایک کر کے بیان کئے) شامی نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں (مجھ پر راہ میں یہی گزرا تھا) میں اب آپ پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا

حضرت نے کہا کہ اب تم ایمان لائے اور پہلے جو دو کلمے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اسلمان تھے۔ اسلام ایمان سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کے احکام میراث۔ نکاح۔ شادی بیاہ اسلام لانے سے حاصل ہوتے ہیں اور آخرت کا ثواب ایمان سے ملتا ہے اور جب تک لوگ ہم آئمہ کی امامت کا اعتقاد نہیں رکھیں گے جنت نہیں مل سکتی۔ شامی نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ میں ابھی وقت گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے حضرت محمدؐ اس کے رسول ہیں اور آپ رسول کے اوصیا میں سے وصی ہیں۔

کلینی۔ ابن بابویہ اور کشی نے منصور بن حازم سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا خدا کی ذات اس سے اعلیٰ واشرف ہے کہ مخلوقات سے خدا کو پہچانا جائے بلکہ مخلوقات کو خدا سے پہچاننا چاہیئے۔ امامؑ نے کہا سچ کہتے ہو۔

راوی: میں نے کہا کہ جس شخص کو یہ معلوم ہے کہ خدا ہے تو اس کو یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ خوش بھی ہوتا ہے اور غضبناک بھی راضی بھی ہوتا ہے اور ناراض بھی۔ یعنی بعض امور وہ ہیں جن سے خدا راضی وخوش ہوتا ہے اور بعض امور ایسے ہیں جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اللہ کی خوشنودی اور ناراضگی وحی و رسول کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس جس شخص پر وحی نہیں آتی اس پر واجب ہے کہ پیغمبر کی تلاش کرے۔ پس جب ان سے ملاقات کرے تو جان لے کہ یہی حجت خدا ہیں ان معجزات و نشانیوں کی وجہ سے جو ان کو خدا نے عطا فرمائی ہیں اور یہ کہ خدا نے ان کی اطاعت فرض کی ہے۔

راوی: میں نے سنیوں سے کہا کہ آیا رسولؐ خدا مخلوقات پر حجت خدا تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ جب رسولؐ دنیا سے تشریف لے گئے تو اب حجت کون تھا۔ سنیوں نے کہا کہ قرآن حجت خدا تھا۔ میں نے کہا کہ قرآن کو سنی۔ زندیق۔ جبری وغیرہ سب ہی اپنے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر اس وقت جبکہ کوئی ایسی ذات ہو جو قرآن کی صحیح تفسیر کر سکے اور اس کے معنی و مطالب کو جانتا ہو۔ اور جو کچھ کہے اپنی حقیقت کو ظاہر کر سکے

راوی: میں نے کہا کہ اہل سنت میں قرآن کا جاننے والا کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن مسعود جانتے تھے حضرت عمر جانتے تھے احذیفہ جانتے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ کل قرآن سے واقف تھے۔ سنیوں نے کہا کہ نہیں کچھ جانتے تھے۔

راوی: مجھے تو محمد کے بعد امت محمدیہ میں علی کے سوا کوئی ایسا نہیں ملا جو کل قرآن کو جانتا ہو۔ پس اگر کوئی چیز جماعت کے درمیان ہو کر ہر شخص اس گروہ کا کہے کہ ہم اس چیز کے بارے میں کل علم نہیں رکھتے اور ایک کہے کہ میں اس کا علم کل رکھتا ہوں اور یہ اس کا کہنا سچ ہو اور یہ ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام

راوی: میں گواہی دیتا ہوں علی ہی قیم و حافظ و مفسر قرآن ہے۔ انہی کی اطاعت تمام مخلوق پر فرض ہے اور رسول خدا کے بعد یہی حجت خدا ہیں اور جو کچھ یہ تفسیر قرآن اور احکام شریعت استنباط کر کے تبلائیں وہی حق ہے (یہ گفتگو سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے منصور خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ منصور یہ سن کر اٹھا اور امام علیہ السلام کے سر اقدس کو بوسہ دے کر کہا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دنیا سے جاتے ہوئے اسی طرح جس طرح رسول نے اپنے بعد حجت چھوڑی تو امام حسن علیہ السلام کو حجت چھوڑا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ کے بعد حسنؑ حجت خدا ہیں جن کی اطاعت تمام مخلوقات پر فرض ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ اے منصور خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

راوی: میں نے پھر امام کے سر کو بوسہ دے کر کہا امام حسن علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لیگئے یہاں تک کہ اپنے بعد امام حسین علیہ السلام کو حجت خدا قرار دیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے منصور خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

راوی: میں نے پھر امام کے سر کو بوسہ دے کر کہا کہ امام حسین علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ حجت مقرر نہیں کر دی اور امام حسینؑ کے بعد ان کے صاحبزادے علی ابن الحسین علیہما السلام حجت خدا تھے۔ اور ان کی اطاعت سب پر فرض تھی۔ امام نے کہا اے منصور خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

راوی: میں نے پھر امام کے سر کو بوسہ دے کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سید سجاد دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اپنے بعد حجت مقرر نہیں کر دی اور ان کے بعد حجت خدا محمد بن علی تھے ان کی اطاعت فرض تھی۔ یہ سن کر امام نے کہا کہ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

راوی: میں نے کہا کہ اپنا سر مبارک دیجئے کہ میں بوسہ دوں لیں میں نے سر مبارک کا بوسہ لیا امام علیہ السلام میرے بار بار بوسہ دینے پر ہنسے یہاں تک کہ اب امامؑ کی باری تھی امام سمجھ گئے تھے

کریں یہ کہوں کہ آپ کے پدر بزرگوار دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اپنے بعد حجت مقرر نہیں کردی جس طرح ان کے پدر محترم نے کیا تھا۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ حجت خدا (آج کل) آپ ہی کی ذات مقدس ہے جس کی اطاعت سب پر فرض ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے منصور بن خدا تم پر رحمت نازل کرے۔

راوی: میں نے کہا کہ سر مبارک دیجئے کہ بوسہ دوں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام ہنسے اور کہا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

مؤلف کا قول: راوی کا یہ کہنا کہ خدا کو مخلوق سے نہیں بلکہ مخلوق کو خدا سے پہچاننا چاہیئے۔ اس کے چند احتمال ہو سکتے ہیں۔

۱۔ صانع اور خالق کا وجود کھلی ہوئی اور فطری بات ہے۔ ہر شخص ابتدائے شعور و تمیز ہی سے سمجھ لیتا ہے کہ کوئی خالق ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ وہ کافر جو غلط خواہشات کی وجہ سے خالق کا انکار کرتے ہیں۔ مجبوری اور بے بسی کے وقت جیسے ڈوبتے وقت یا جنگل میں خطرہ میں پھنس جانے کے وقت خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں۔ اور جب وقت بھی اغراض فاسدہ سے فارغ ہو کر ٹھنڈے دل سے سوچتے ہیں تو سمجھتے اور اقرار کرتے ہیں کہ یہ خود بخود پیدا نہیں ہوئے اور نہ ان کے جیسے کسی ممکن نے پیدا کیا ہے بلکہ خالق دوسرا ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ کہتا ہے۔ اگر تم ان سے پوچھو گے کہ اچھا بتلاؤ آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو کہیں گے کہ اللہ ہے۔ (آیت) صرف مشرک ہی منکر خدا نہیں ہے۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں کہ مخلوق کو خالق سے پہچاننا چاہیئے۔ یعنی حقیقت انبیاء و اوصیاء علیہم السلام ان چند معجزات سے ظاہر ہوتی ہے جن کو خداوند عالم ان کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔

مترجم: یعنی کہ جب انسان ایسے ایسے کمالات جیسے عصائے موسیٰؑ کا اژدھا ہونا یا داؤدؑ کا لوہے کو موم کرنا یا عیسیٰؑ کا مردے کو زندہ کر کے بھی اپنے کو عبد اور مخلوق کہتا اور خالق کا کلمہ پڑھواتا ہے تو دلیل ہے کہ انسان خود خالق نہیں بلکہ مخلوق ہے۔

۲۔ خدا کو شباہت مخلوق سے نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس طرح کہ یوں کہیں خدا ایسا ہے جیسے تاروں کا نور یا خدا کے صفات کمالیہ کو کسی مخلوق میں ثابت کریں۔ مثلاً کہیں کہ یہ عالم ہے تو خدا

بھی عالم ہے) بلکہ مخلوق کو اس طرح خدا سے پہچانا جا سکتا ہے کہ خدا نے مخلوقات کو پیدا کر کے ظاہر کیا ہے کہ علوم و معارف اور حقائق اشیاء سب اللہ کی جانب سے مخلوقات کو ملتے ہیں۔

۲۔ کمال معرفت حق سبحانہ تعالیٰ اور اس کے صفات کمالیہ بغیر وحی و الہام کے ممکن نہیں، ورنہ دور لازم آئے گا۔

مترجم: (یعنی اگر وحی و الہام کا سلسلہ نہ مانا جائے تو الف ب سے سیکھے اور ب ت سے سیکھے اور ت الف سے سیکھے یہ باطل ہے) بلکہ خدا کو اس عقل کے ذریعہ سے جو اس نے عطا کی ہے۔ اور نشانیوں کے ذریعہ جو آفاق اور نفوس میں موجود ہیں جن کو خدا نے اپنے وجود اور صفات کمالیہ کے لیے قائم کیا ہے پہچانا جا سکتا ہے۔ حقیقت انبیاء علیہم السلام کو ان معجزات کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے جو ان کے ہاتھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ ان مطالب کی پوری تشریح جو ہو سکتی ہے وہ بحار الانوار میں مذکور ہے۔ اور وہ دلیل جو منصور بن حازم نے وجوب امام اور حقیقت آئمہ حق پر بیان کی ہے بہترین مضبوط ترین دلیل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے اس مخلوق کو بیکار پیدا نہیں کیا اور اگر کوئی تکلیف نہ ہو اور انسانوں کو صرف حیوانوں کی طرح پیدا کیا ہے کہ کھائیں پئیں گھومیں پھریں اور ختم ہو جائیں اور کوئی دوسری زندگی نہ ہو کہ جس کی غرض ابدی ثواب کا استحقاق ہو جو اس دوسری دنیا میں کام آئے تو یقیناً اس دنیا کا پیدا کرنا بیہودہ اور عبث ہو گا۔ اس لیے کہ اس دنیائے فانی کی مصیبتیں یہاں کے آرام سے زیادہ ہیں اور دنیا کی کوئی لذت ایسی نہیں جو چند تکلیفوں کے بعد حاصل نہ ہوتی ہو مثلاً ایک لذت کھانا پینا ہے جو اکثر مخلوقات کو بے حد مشقتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے اور کھانے پینے کے بعد اکثر وقت درد و الم میں گزرتا ہے۔ اسی طرح زوجہ کی لذت ہے جو مختصر سی لذت بہت سی تکلیفوں کے بعد ملتی ہے۔ جیسے نان نفقہ کھانا کپڑا رہنا سہنا وغیرہ۔ اسی طرح لباس و مکان کا حصول ہے جس میں بے حد پریشانیاں ہیں جن کے بعد مختصر سا آرام ملتا ہے۔ اسی طرح ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے اس کے معاشرہ کی خرابی کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ ایک سواری میں اس ذرا سی لذت کے لیے جو اس پر سوار ہو کر حاصل ہو گی مختلف آزار ہوتے ہیں۔ اس کی حفاظت کرنا اس کی تربیت کرنا اور ان ضروریات کا مہیا کرنا جو اس کے لیے ضروری ہیں (جیسے گھاس، دانا ساز وغیرہ مترجم) ان کی زحمت اٹھانا۔ اگر مال دنیا پاس ہے تو ذرا سی تصوری لذت کی

خاطر (کہ ہم اس سے یہ لائیں گے وہ کھائیں گے۔ مترجم) کہ جس سے خود فائدہ اٹھائے گا۔ طرح طرح کے غم والم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے کی تکلیف اس کی حفاظت ونگرانی کہ ظالم و ڈاکو اور چور نہ چھین لیں بلکہ دنیا کی تمام لذتیں چند تکلیفوں کو دور کرنے کا نام ہے۔ مثلاً کھانا اس لئے کھایا جاتا ہے کہ بھوک کی تکلیف دور ہو۔ پانی پیاس کی زحمت کو دور کرنے کے لئے پیا جاتا ہے۔ مباشرت منی کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے اور نہ خونی فساد، پھوڑا، پھنسی، دماغی توازن کا عدم قیام پیدا ہو جائے گا)۔

اسی طرح ہر لذت کو سمجھنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ تمام لذتیں صرف خیالی ہیں۔ جبکہ یہ یقین ہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے سب اس فنا وزوال کے چکر میں ہیں۔ اس یقین سے وہ خیالی لذت اور بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ ایک شخص ایک گروہ کو مہمان بلائے، ایک ایسے گھر میں جو گرنے والا ہو اور وہ جماعت واقف ہو کہ یہ گھر اب ہمارے سر پر گرنے والا ہے اور جو کھانا ان کے سامنے پیش کیا جائے اس میں بے شمار کوڑا کرکٹ ملا ہوا ہو اور یہ جو لقمہ اٹھاتا ہے اس میں بے شمار سانپ بچھو بھڑیں جو ان کے ہاتھ اور منہ میں کاٹتے ہیں اور یہ گھر شیر، چیتوں اور مختلف قسم کے پھاڑ کھانے والے جانوروں سے بھرا ہوا ہے اور یہ درندے ان مہمانوں کو پھاڑ کھانے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لقمہ ان کے ہاتھ سے چھین لیں۔ ایسی صورت کا مقصد اگر ایسے لقمہ کھانا ہیں تو ہر عقلمند اس کی مذمت کرے گا۔ جیسا کہ خدائے بزرگ کہتا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور کیا تم ہماری طرف نہیں پلٹائے جاؤ گے (یقیناً پلٹائے جاؤ گے)۔ (القرآن)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اگر لوگوں کی بازگشت قیامت میں نہ ہو اور ثواب وعقاب نہ ہو تو ان کا پیدا کرنا بے فائدہ ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ انسانوں کی خلقت دوسری زندگی کے لئے ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ نشاۃ آخرت ہر عمل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ضروری ہے کہ خداوند عالم ایسے راہبر اور راہ نما مقرر ومعین فرمائے جو لوگوں کو آخرت کے ثواب حاصل کرنے کا طریقہ اور معرفت عبادت سکھلائیں۔ انبیاء کے زمانہ میں خود انبیاء راہنما ہیں اور بعض ان میں سے حافظ شریعت اور قرآن سے استنباط کرنے والے سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ ہر وہ دلیل جو عصمت

علم اور تمام احکام شریعت اور وہ تمام صفات پیغمبر جو پیغمبر میں ہیں وہی صفات امام میں ہونے چاہئیں۔ اور چونکہ عصمت و کمال علم کو سوائے خدا کے دوسرا نہیں جانتا۔ لہذا ضروری ہے کہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہو اور مقرر کیا جائے اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ علی کے سوا کسی دوسر کے لئے نص نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت علی ہی امام ہیں۔

اس کے علاوہ امامت منحصر ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام حضرت ابوبکر حضرت عمر و حضرت عثمان کے درمیان بالاتفاق امت یہ ثابت ہے کہ حضرت علی ان تینوں سے بہادر، عالم اور متقی تھے۔ لہذا امامت کے زیادہ حقدار ہوئے۔ اس لئے کہ افضل کے ہوتے ہوئے غیر افضل کو آگے بڑھانا عقلاً غلط ہے۔

علاوہ ازیں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (القرآن) کیا جاننے والے اور جاہل برابر ہیں (ہرگز نہیں) مگر اسکو عقلمند ہی سمجھتے ہیں۔ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (القرآن) کیا پیروی کے لائق وہ زیادہ مستحق ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہے یا وہ لوگ جو ہدایت نہیں پاسکتے جب تک کہ کوئی انکی ہدایت نہ کرے۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ جبکہ فرشتوں نے اپنے آپ کو آدم کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ حقدار سمجھا تو خدا نے حضرت آدم کے زیادہ عالم ہونے ہی سے ان پر حجت تمام کی تھی۔ جس وقت کہ بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کی سرداری سے انکار کیا، تو خداوند عالم نے حضرت طالوت کی قابلیت علم و شجاعت ہی سے ثابت کی تھی اور فرمایا تھا وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (القرآن)

اور یہ بات عام مسلمین اور خاص مسلمین کے نزدیک مسلم و ثابت ہے کہ تمام صحابہ خصوصاً تینوں خلفاء آیات قرآنیہ اور احکامات متبرکہ شرعیہ میں حضرت علی کی طرف رجوع کرتے تھے اور حضرت علی کسی آیت کی تفسیر یا حکم شرع میں ان کے محتاج نہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت امام حسن اور معاویہ میں منحصر تھی۔ علاوہ معاویہ کے کسی سمجھدار انسان کو اس میں شک نہیں ہے۔ کہ امام حسن علیہ السلام تمام کمالات انسانی میں مکمل تھے اور معاویہ عیب و نقائص کا مجسمہ تھا۔

اسی طرح امامت منحصر تھی حضرت امام حسین علیہ السلام اور معاویہ و یزید کے دور میں انکے بعد ہر امام اور خلفائے جور کا معاملہ ہے جو ہر امام کے زمانہ میں تھے۔ اس دلیل سے ائمہ علیہم السلام کی امامت ثابت ہے۔

ابن بابویہؒ نے بسند معتبر جناب جابر سے روایت کی ہے۔ جابر نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ نبی یا امام کے کیوں محتاج ہیں۔ حضرت نے فرمایا تاکہ عالم کا نظم ونسق باقی رہے اس لیے کہ جب تک امام یا پیغمبر روئے زمین پر رہتا ہے تو پروردگار عالم ان سے عذاب کو دور رکھتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن میں فرماتا ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ اے پیغمبر ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم لوگوں کے درمیان ہو اور ہم ان پر عذاب کریں اور حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امام ہیں۔ اس لیے کہ ستارے اپنی جگہ سے آتے جاتے رہتے ہیں اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لیے امام ہیں اور جب آسمان سے ستارے برطرف ہو جائیں گے تو اہل آسمان پر وہ نازل ہوگا جس کو وہ نہیں چاہتے۔ اسی طرح جب اہل بیت سے زمین خالی ہو جائے گی تو زمین والوں پر وہ نازل ہوگا جس کو اہل زمین پسند نہیں کرتے (یعنی عذاب)

ابن بابویہؒ نے کہا ہے کہ اہل بیت آئمہ سے مراد وہ ہیں جن کی اطاعت خدا نے اپنی اطاعت کے برابر قرار دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ وہ گناہوں سے معصوم اور ہر عیب سے پاک وپاکیزہ ہیں ان سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ ان کو اللہ کی تائید وتوفیق حاصل ہے۔ ان کے وجود کی برکت سے اللہ اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے اور انہی کے سبب شہروں اور بستیوں کی آبادی ہوتی ہے۔ انہی کے طفیل آسمان سے باران رحمت نازل ہوتی ہے۔ ان ہی کے وجود ذی جود سے زمین کی پیداوار ہوتی ہے۔ انہی بابرکت وجود کے سبب گنہگاروں کو مہلت ملتی ہے۔ اور خدا عذاب میں جلدی نہیں کرتا اور اہل زمین پر عذاب نہیں بھیجتا اور ان سے روح القدس کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا۔ وہ (یعنی اہل بیت) کبھی قرآن سے جدا نہیں ہوں گے اور قرآن ان سے جدا نہیں ہوگا۔

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی نبوت کا زمانہ ختم ہونے لگا اور ان کی عمر تمام ہونے لگی تو خدا نے وحی کی کہ اے آدم تمہاری نبوت ختم ہوئی اور تمہاری عمر آخر کو پہنچی پس تم کو چاہیے کہ اب تم اس علم و ایمان اور پیغمبری کی میراث اور باقی علم اسم اعظم کا خیال کرو اور اپنے بعد اس کو دے دو (جو تمہاری نظر میں اس کا اہل ہو) اس لیے کہ میں زمین کو ایسے عالم کے بغیر نہیں چھوڑ سکتا کہ جس کے ذریعے میری اطاعت ہو اور دین محمدؐ پہچانا جائے جو بھی اس عالم کی

اطاعت کرے گا اس کو نجات ہے۔

سند معتبر سے جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدایا تو اپنی زمین کو حجت سے خالی نہیں چھوڑتا وہ تیری حجت ظاہر بظاہر ہو یا پردہ غیب میں تاکہ تیری دلیل و حجت باطل نہ ہونے پائے۔

یعقوب سراج سے بسند صحیح روایت کی گئی ہے یعقوب کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا زمین ایسے عالم سے خالی رہتی ہے جو ظاہر ہو اس کی امامت سے لوگ ...لیں اور اس سے حلال و حرام کے متعلق سوال کریں۔ امامؑ نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہو تو پھر خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی (کیونکہ جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ معبود کیا چاہتا ہے۔ اس وقت تک عبد منشائے معبود پورا نہیں کر سکتا اور منشائے معبود بغیر عالم کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ایسا عالم ہو جو لوگوں کی صحیح ہدایت کرے ورنہ عبادت خدا ممکن نہ ہو گی۔ (مترجم)

ابن بابویہ، صفار، مفید رحمہم اللہ سند معتبر اور صحیح کے ذریعہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ زمین باقی نہیں رہ سکتی جب تک کہ کوئی ایسا عالم نہ ہو جو دین کی کمی و زیادتی کو جانتا ہو۔ اگر مومنین دین میں زیادتی کریں تو ان کو روک سکے اور اگر کمی کریں تو اس کو مومنین کے لئے مکمل کرے اور کہے کہ مکمل و کامل ترین دین خدا کو لو اگر ایسا نہ ہو گا تو مومنین پر امر دین مشتبہ ہو جائے گا۔ اور وہ دین حق و باطل کے درمیان فرق نہیں کر سکیں گے۔

امام جعفر صادقؑ ہی سے بہت زیادہ سند صحیح کے ساتھ منقول ہے کہ اگر زمین ایک ساعت کے لئے بھی امام سے خالی ہو جائے تو تباہ ہو جائے۔ مؤلف کہتا ہے ممکن ہے "فرو رود" سے مراد زمین کا دھنسنا اور اس کے نظم کا درہم برہم ہونا ہو۔

کلینی۔ ابن بابویہ اور دیگر حضرات نے سند ہائے معتبر سے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اگر روئے زمین پر صرف دو آدمی ہوں گے تو یقیناً ان میں سے ایک امام ہو گا۔ پھر فرمایا کہ آخر میں جو نفس مرتا ہے امام ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص خدا پر حجت رکھے کہ مجھ کو بغیر حجت کے نہیں چھوڑا۔

ابن بابویہ اور دیگر حضرات نے بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جبرئیل حضرت ...پر نازل ہوتے اور خدا کی جانب سے یہ خبر لائے کہ اے محمدؐ میں نے زمین کو ایسے عالم سے خالی

نہیں رکھا جو میری اطاعت امری راہ ہدایت کا راہ نما اور سبب نجات خلق نہ ہو۔ ایک پیغمبر کی وفات سے لے کر دوسرے پیغمبر کے آنے تک شیطان کو مہلت نہیں دیتا کہ لوگوں کو بہکائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ زمین پر میری محبت اور میری طرف بلانے والا، میری طرف رہبری کرنے والا میرے امور دین میں عارف و دانا تم نہ ہو۔

یقیناً میں نے ہر دور میں ہر قوم کے لیے ایک ایسا ہادی ضرور مقرر کیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے میں بھلے اور نیک بختوں کی ہدایت کرتا ہوں اور بدبختوں پر حجت تمام کرتا ہوں۔

بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ لوگ بغیر امام کے راہ راست پر نہیں آ سکتے۔

سند معتبر کے ساتھ حضرت صادق آل محمد سے روایت کی گئی ہے کہ اگر روئے زمین پر صرف دو آدمی باقی رہ جائیں گے تو بھی یقیناً ان میں سے ایک حجت ہوگا۔

سند ہائے معتبر سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا حضرت نے کہا جس دن سے اللہ نے آدم کو دنیا سے اٹھایا ہے اس دن سے زمین کو بغیر ایسے امام کے نہیں چھوڑا کہ جس کے ذریعہ لوگ ہدایت پائیں اور وہی خدا کی طرف سے بندوں پر حجت ہوگا۔ اور زمین بغیر حجت خدا کے باقی نہیں رہ سکتی جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا وہ عذاب میں مبتلا ہوگا اور جو شخص اس کی پیروی و فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا۔ اور یہ (یعنی حجت کا قائم کرنا) خدا پر واجب ہے۔

یہ روایت بھی انہی امام محمد باقر سے ہے کہ زمین اس وقت تک باقی نہیں رہ سکتی جب تک اس میں امام نہ ہو جائے۔ وہ ظاہر ہو یا پردۂ غیب میں ہو۔

دوسری روایت میں فرمایا ہے کہ خدا نے جس روز سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس روز سے زمین امام عادل سے خالی نہیں رہی ہے اور نہ قیامت تک خالی چھوڑی جائے گی کہ وہی امام بندوں پر خدا کی حجت ہوتی ہے۔

کلینی، بابویہ اور شیخ طوسی نے سند صحیح کے ساتھ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے۔ امام نے فرمایا کہ اگر زمین بغیر امام کے رہ جائے تو تباہ ہو جائے۔

بہت سی سندوں سے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ خدا نے زمین کو بغیر ایسے عالم کے نہیں چھوڑا جو کم کرے اس کو جو لوگ نے بڑھا کر دیں اور زیادہ کرے وہ اس کو جو لوگوں نے کم کر دیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو (یعنی عالم نہ ہو) تو یقیناً لوگوں پر ان کے معاملات مشتبہ ہو جائیں گے (حق و باطل اور حرام و حلال کو نہ پہچان سکیں گے)

سلیمان جعفری نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا آیا زمین حجت خدا سے خالی رہ سکتی ہے۔ امام نے فرمایا کہ اگر زمین حجت خدا سے ایک آن کے لئے بھی خالی ہو جائے تو مع اپنے ساکنوں کے دھنس جائے۔

دوسری حدیث صحیح میں فرمایا کہ اللہ کی حجت بندوں پر تمام نہیں ہو سکتی۔ مگر اس امام سے کہ جو زندہ ہو اور اس کو پہچانا جائے۔

حمیری نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہر دور اور گروہ پر میرے اہل بیت سے ایک امام عادل ضرور ہو گا۔ جو لوگوں کو دین میں تحریف کرنے اور غلو کرنے باطل لوگوں کے غلط دعووں کو اور جاہلوں کی تاویل سے روکتا رہے گا۔

ابن بابویہ نے فضل بن شاذان سے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ فرمایا امام نے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ خدا نے اولی الامر کو کیوں مقرر کیا ہے اور ان کی اطاعت کا حکم کیوں دیا ہے تو میں کہوں گا یہ بہت سے اسباب کی بنا پر کیا گیا ہے۔

اوّل یہ کہ لوگوں کے لئے ایک حد مقرر کی گئی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھیں ورنہ فتنہ و فساد ہو گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی ایسا امین و محافظ ان پر مقرر کیا جائے تاکہ لوگ حلال میں زیادتی نہ کر سکیں اور حرام میں مبتلا نہ ہو سکیں۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو یقیناً فتنہ و فساد اور جدال و قتال ہو گا۔ کیونکہ کوئی شخص اپنی مرضی سے اپنی لذت کو ترک کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہو گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لوگوں پر کوئی ایسا سردار اور منتظم اعلیٰ ہو جو لوگوں کو ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد سے روک سکے اور خدا کے حدود و احکامات کو برقرار و جاری کر سکے۔

دوم یہ کہ کوئی فرقہ فرقوں میں سے اور ملتوں میں سے کوئی ملت زندگی بسر نہیں کر سکتی ہے جب تک کہ ان کے امور دین و دنیا کے لئے رئیس و سردار نہ ہو۔ پس ایسا امر جو اپنی خوبی کے

لحاظ سے جس کو حکیم مطلق کس طرح ترک کر سکتا ہے اور لوگوں کے امور بغیر نظم و انتظام کے کیسے چھوڑے جا سکتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ایک شخص معین و مقرر کیا جائے کہ جس کے ذریعہ اپنے دشمنوں سے جنگ کر سکے اور مال غنیمت و اموال کو لوگوں کے درمیان صحیح طریقے سے تقسیم کر سکے اور ان کے درمیان جمعہ و جماعت قائم کر سکے اور ظالم کو اس کے ظلم سے روک کر مظلوم کی مدد کر سکے۔

سوم یہ کہ اگر لوگوں کے لئے کوئی ایسا امام نہ ہو گا جو قیم ہو امین ہو، ذمہ دار و محافظ ہو اور جو امور خلق کو صحیح طریقے سے انجام دینے والا ہو۔ خدا کے دین میں خیانت نہ کرتا ہو۔ دین و شریعت کا محافظ ہو۔ اسرار رسول کا امانت دار ہو تو یقیناً ملت و دین خدا مٹ جائے گا اور سنت و احکام متغیر جاتے رہیں گے، دین الہی بدل جائے گا اور اہل بدعت دین میں بیجا زیادتی کر دیں گے جیسا کہ صوفیوں نے عجیب عجیب حکم دئے اور ملحد دین میں کمی کر دیں گے جیسے اسماعیلیوں نے کیا اور مسلمانوں کے لئے امور دین کو مشتبہ کر دیں گے۔ اس لئے کہ مخلوق خدا جیسا کہ تم دیکھتے ہو ناقص و غیر کامل ہے اور محتاج ہے ایک مربی اور تہذیب سکھانے والے کی ان اختلافات میں جو لوگوں کے خواہشات اور طریقوں میں ہے۔ پس اگر کوئی ان معاملات کو درست کرنے والا اور ان کا محافظ خدا مقرر نہیں کرے گا جو رسول خدا کی طرف سے لائے ہیں تو یقیناً وہ تمام امور فاسد ہو جائیں گے اور شریعت احکامات الہی، سنت نبوی اور ایمان بدل جائیں گے اور ان میں تغیر تمام مخلوق کی تباہی و فساد کا سبب ہو گا۔

امام جعفر صادق سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت رسالت پناہؐ کے درمیان پانچسو سال کا فاصلہ ہے اور ڈھائی سو سال ایسے گزرے ہیں جن میں نہ کوئی پیغمبر تھا اور نہ کوئی ظاہری عالم۔ راوی نے کہا کہ پھر لوگ کیا کرتے تھے۔ امام نے فرمایا کہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے دین کے پیرو تھے۔ راوی نے پوچھا کہ ان کا حال کیا تھا۔ امام نے فرمایا مومن تھے پھر فرمایا کہ زمین بغیر عالم کے باقی نہیں رہ سکتی اگر ظاہر بظاہر نہ ہو گا تو پوشیدہ ہو گا۔

کلینی، ابن بابویہ برادران کے علاوہ دوسرے حضرات نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر ایک ساعت کے لئے بھی امام زمین پر نہ رہے تو زمین مع اپنے رہنے والوں کے اور دریا مع اپنی مخلوق کے مضطرب و پریشان ہو جائیں۔

ابن بابویہ نے سند معتبر سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر روئے زمین پر خدا کی حجتیں نہیں ہوں گی تو زمین ان چیزوں کو جو اس کے درمیان ہیں یا اس کے اوپر ہیں اُلٹ پھینکے گی۔ یاد رکھو کہ زمین ایک ساعت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی

سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے روایت ہے فرمایا امامؑ نے کہ ہم ہی حجت خدا روئے زمین پر اور ہم ہی بندوں پر خدا کے خلیفہ ہیں اور ہم ہی رضائے خدا کے امین ہیں۔ اور قرآن مجید میں جو کہا گیا ہے والزمهم كلمة التقوىٰ تو اس کلمہ سے مراد ہم ہیں یعنی ہماری ولایت عذاب الٰہی سے نجات کا سبب ہے اور قرآن پاک میں خدا نے جس عروۃ الوثقیٰ کا ذکر کیا ہے (فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ) وہ ہم ہیں یعنی ہماری ولایت ڈیوڑی ایک ایسا مضبوط حلقہ زنجیر ہے جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا جو شخص اس رسی کو پکڑ لے گا وہ سیدھا جنت میں پہنچے گا۔ ہم ہی خدا کی طرف سے شاہد ہیں اور ہم ہی لوگوں کے درمیان خدا کی نشانیاں ہیں۔ ہماری وجہ سے خدا نے زمین و آسمان کو باقی رکھا ہوا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے اور ہماری وجہ سے خدا زمین پر بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو وسیع کرتا ہے۔ ہمیشہ ہم سے ایک امام زمین پر قائم رہے گا، چاہے وہ ظاہر ہو یا پردہ میں۔ اگر ایک دن کے لئے بھی زمین حجت خدا سے خالی رہ جائے تو مع اپنے رہنے والوں کے طوفان میں آجائے اور تباہی آجائے جس طرح سمندر کا طوفان مع اپنے ساکنوں کے تباہ کر دیتا ہے۔

سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ اگر ایک دن کے لئے بھی زمین بغیر امام کے رہ جائے تو یقیناً مع اپنے اہل کے دھنس جائے اور خدا بدترین عذاب نازل کر دے گا یاد رکھو کہ خدا نے ہم کو زمین پر اپنی حجت اور اہل زمین کے لئے ہم کو امام قرار دیا ہے تاکہ ان پر عذاب نازل نہ ہو، لوگ ہمیشہ ہماری وجہ سے عذاب الٰہی سے بچے رہتے ہیں۔ ورنہ زمین سب کو لے کر دھنس جائے۔ جب تک ہم موجود ہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا اس کو ہلاک کرنا چاہے گا تو پہلے ہم کو لوگوں کے درمیان سے ہٹا لے گا۔ اس کے بعد جس طرح عذاب دینا چاہے گا عذاب دیگا
بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ زمین جس دن سے پیدا کی گئی ہے کبھی ایسے عالم سے خالی نہیں رہی جو حق کی مردہ باتوں کو زندہ کرتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یعنی کافر چاہتے ہیں کہ پھونکوں سے نور خدا کو بجھا دیں گے لیکن خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا چاہے کافر پسند نہ کریں۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حجت خدا مخلوقات سے پہلے تھی۔ مخلوقات کے ساتھ ہے اور مخلوقات کے بعد رہے گی۔

بسند صحیح حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ وہ علم جو حضرت آدم کے ساتھ زمین پر آیا تھا وہ اوپر نہیں گیا بلکہ وہ علم میراث کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اور رسولوں اور پیغمبروں کے علم و آثار کے متعلق امور کو سوائے اہل بیت رسول کے کسی اور سے حاصل کیا جائے گا تو وہ باطل ہے۔ یقیناً علی اس امت کے عالم تھے اور ہم اہل بیت میں سے کوئی دنیا سے باہر نہیں جاتا جب تک کہ اپنے بعد کسی کو مقرر نہ کر دے۔ جس کا علم مثل جاننے والے کے ہوتا ہے اور وہ علم ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

* (سندہائے معتبر کے ذریعہ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ خدا کی زمین پر ایک ایسا عالم ضرور رہے گا کہ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہیں ہو گا۔ اور حلال و حرام کو جانتا ہو گا۔ راوی نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ عالم یہ چیزیں کہاں سے جانے گا۔ امام نے کہا کہ اس میراث کے ذریعہ جو رسولؐ خدا اور علی کے ذریعہ اس تک پہنچی ہے۔)

ابن بابویہ، صفار اور برقی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی طرف سے زمین پر ہمیشہ ایسی حجت رہی ہے جو حلال و حرام کو جانتی رہی ہے اور لوگوں کو راہ خدا کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتی رہی ہے زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی مگر قیامت سے چالیس روز پہلے پس جب حجت خدا زمین سے اٹھا لی جائے گی تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور حجت خدا کے اٹھنے کے بعد جو شخص ایمان لائے گا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور وہ جماعت (جو حجت خدا کے اٹھنے کے بعد ایمان لائے گی یا توبہ کرے گی) بدترین مخلوقات خدا ہو گی اور ان کے لئے قیامت برپا ہو جائے گی۔

سند صحیح کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میرے اہلبیت

کی مثال اس امت میں ایسے ہے جیسے آسمان کے ستارے۔ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ روشن ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اہل بیت سے جب ایک امام رحلت کرتا ہے تو اس کے بعد دوسرا امام امامت کو سنبھالتا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ خدایا یقیناً تیری طرف سے ایک ایسی حجت کا زمین پر ہونا ضروری ہے جو تیری طرف سے مخلوق پر حجت ہو اور لوگوں کو تیرے دین کی طرف ہدایت کرے اور تیرا علم ان کو سکھائے تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے فرمانبردار اور دوست گمراہ نہ ہونے پائیں جبکہ وہ ان کو ہدایت کرتی ہو۔ اور وہ حجت اس کے بعد وہ امام ہے جو ظاہر ہو جس کے ذریعے سے لوگ تیری اطاعت کریں یا پوشیدہ ہوگی کہ لوگ اس کے ظہور کا انتظار کریں۔ اگرچہ اس کی شخصیت باطل کی حکومت کے زمانہ میں پوشیدہ ہوگی۔ مگر مومنین کے دلوں میں اس کے علم و رائے سے ثبات ہوگا۔ پس مومنین اسی علم و رائے پر امام ظاہر ہونے تک عمل کریں گے اور اسی علم سے اطمینان حاصل کریں گے۔ اس وحشت کے دور کرنے میں جو امام کی تکذیب و انکار کرنے والوں کی وجہ سے پیدا ہوگی۔

بصائر الدرجات میں سند حسن کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ صادق آل محمدؐ سے لوگوں نے پوچھا! کیا زمین پر بیک وقت دو امام ہوسکتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ نہیں اور اگر ہوں گے تو ایک خاموش ہوگا۔ امام اس سے پہلے دعویٰ امامت کرے اور اس کے اٹھ جانے کے بعد پھر وہ امام ہو۔

مؤلف کہتا ہے کہ حضرت آدم سے لے کر آخر دور زمان تک نبیوں اور وصیوں کا سلسلہ مسلسل ہونے کے بارے میں پہلی جلد باب اتصال میں گزر چکا ہے۔ جس کا دھرانا لاحاصل اور بیکار ہے۔

دوسری فصل

اس بات کے بیان میں کہ امام کو ہر گناہ سے معصوم ہونا چاہیئے!

یاد رکھو کہ علمائے امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام گناہ صغیرہ و کبیرہ سب سے پاک ہوتا ہے۔ اول عمر سے لے کر آخر عمر تک۔ نہ جان کر نہ بھول کر کبھی کوئی گناہ نہیں کرتا۔

اسلام کا کوئی دوسرا فرقہ سوائے اسماعیلیہ کے عصمت کو امام کے لئے شرط نہیں سمجھتا۔

مذہب امامیہ کے پاس عقلی و نقلی دلیلیں بہت ہیں۔ جن میں سے بعض پہلی جلد میں بیان کی گئی ہیں لیکن بعض عقلی دلیلیں جو اس باب میں بیان کرنی ہیں وہ چند ہیں:

دلیل اول: امام کا مقرر کرنا مقتضی ہے کہ رعیت جائز الخطا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی ہستی ایسی ہو جو لوگوں کو غلطی اور خطا سے روک سکے۔ اگر اس امام کے لئے بھی غلطی ممکن ہوگی تو وہ بھی کسی ایسے امام کا محتاج ہوگا جو خاطی نہ ہو یا تو یہ سلسلہ لا انتہا چلے گا یا پھر ایک ایسی شخصیت پر منتہی ہوگا جو پاک و معصوم ہو۔ لہٰذا امام یہی منتہی ہوگا۔

دلیل دوم: امام شریعت کی حفاظت کرنے والا ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں تمام احکام شریعت کی تفصیل نہیں ہے۔ اسی طرح سنت اور احادیث نبوی سے بھی تمام احکام شرع معلوم نہیں ہیں اور وہ اجماع امت جس میں معصوم شریک نہ ہو غلط ہے۔ اس لئے کہ اس اجماع کی ہر فرد جائز الخطا ہے لہٰذا مجموعہ بھی خطا کار ہوگا۔ قیاس سے بھی احکام شرع معلوم نہیں ہو سکتے اس لئے کہ قیاس پر عمل کرنے کو ہم اصول میں باطل کر چکے ہیں۔ اور اگر قیاس مان بھی لیا جائے تو قیاس جملہ امور شرع کا محافظ نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے برائت اصلیہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اگر عمل پر قیاس ہی صحیح

[نہ] پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ سوائے امام کے شریعت کی حفاظت نہیں ہو [سک]تی۔ اور اگر وہ جائز الخطا ہو گا تو اطاعت و تکالیف الٰہی کے معاملہ میں اس کے کہے پر اعتماد حاصل [نہ] ہو سکے گا۔ اور یہ غرض تکلیف کے منافی ہے اس لئے کہ اس کی اطاعت امر الٰہی ہے اور اطاعت [ہو]تی ہی اس لئے ہے کہ لوگ خطاؤں سے بچ کر متقی ہو سکیں، اگر کسی کو شبہ ہو کہ امام اطاعت کیوں [کر]تا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام تو سکھانے والا ہے جب تک خود عمل نہیں کرے گا تو دوسرے [عم]ل کرنا کیسے سیکھیں گے۔

[تی]سری دلیل: یہ کہ اگر امام سے غلطی ہونا ممکن ہو گی تو لوگوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کی اطاعت سے انکار کر دیں اور یہ طریقہ اس کی وجوب اطاعت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ [خد]انے حکم دیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت [ک]رو رسول کی اور صاحبان امر کی۔

علاوہ اس کے اگر امام معصوم نہ ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی معصیت کا حکم دے اور اطاعت سے [رو]کے اور رعایا پر فرض ہے کہ اس کی فرمانبرداری کریں اور نافرمانی میں اطاعت کا فرض ہونا مستلزم [ہے] کہ ایک ہی امر ایک طرح سے اطاعت بھی ہو اور معصیت بھی، اور یہ محال ہے۔

[چوتھ]ی دلیل: اگر امام سے گناہ ممکن ہو گا تو نصب امام کی جو غرض ہے وہ فوت ہو جائے گی۔ اس لئے کہ نصب امام اس لئے ہوتا ہے کہ وہ امت کی رہبری کرے اور امت جب [اس] کے اقوال و افعال (جو غلط بھی ہو سکتے ہیں) کی پیروی کرے گی تو امام کے مقرر کرنے کی غرض [فو]ت ہو جائے گی۔ اس لئے کہ امام خود غلطی کرتا ہے۔ ہم اس مقام اور اس مختصر کتاب میں تمام [دلائ]ل عقلیہ کو بیان نہیں کر سکتے جو کچھ کتاب کے شروع اور اس مقام پر ذکر ہوا۔ مقصد کے پورا [کرن]ے کے لئے منصف مزاج پڑھنے والوں کے لئے کافی ہے۔ علمائے عامہ (عام مسلمان) جو امامت [کے] لئے عصمت ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اگر امام سے فسق و فجور اور ظلم و جور کھلم کھلا سرزد بھی ہو جائے [ت]ب بھی خلل امامت نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے ظلم و جور اور فسق و فجور کے [باوجو]د ان کی امامت کے قائل ہیں۔ ایک آدمی جو عامہ کے مشہور علماء سے ہے اس نے اپنے عقائد [میں] بیان کیا ہے کہ امام بسبب فسق و فجور امامت کے عہدہ سے معزول نہیں ہوتا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگرچہ فسق و فجور خلفائے راشدین کے بعد والے اماموں سے ظاہر و منتشر ہوتا رہا۔ مگر پہلے والے لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار ہوئے۔ اسی شرح عقائد میں یہ بھی کہا ہے کہ اہل حل و عقد حضرات نے خلفائے بنی عباس کی امامت پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا وہ امام ہیں۔

(علامہ سعد الدین شرح مقاصد میں کہتے ہیں۔ امام کی امامت منعقد ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جاہل و فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد کہتے ہیں اگر کوئی شخص قہر و غلبہ سے امام ہو جائے اور دوسرا اٹھ کر اس کو مقہور و مغلوب کر دے تو یہ مقہور معزول ہو جائے گا اور غالب امام ہو گا۔ یہ ہیں علمائے اہل سنت کے خیالات اس کو کونسا صاحب عقل پسند و گوارا کرے گا کہ دنیا کا امام و پیشوا جہنمی ہو کیونکہ خدا نے فاسق کو جہنمی کہا ہے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰھُمُ النَّار۔ فاسقوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور خدا نے حکم دیا ہے کہ فاسق کی خبر پر اعتبار مت کرو۔ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ اگر فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو (صرف اس کے کہنے پر بھروسہ مت کرو) پھر خدا کہتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْن۔ فاسقوں کی خدا ہدایت نہیں کرتا۔ جبکہ ثابت ہو گیا کہ عصمت امام کے لئے ضروری ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر کی خلافت و امامت باطل ہوئی۔ کیونکہ باتفاق جملہ مسلمین ابوبکر معصوم نہیں تھے۔ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی امامت ثابت ہو گئی اس لئے باتفاق امت رسول اللہ کے بعد امامت حضرت علی اور ابوبکر کے درمیان مردد تھی۔ جب ایک (ابوبکر) کی امامت باطل ہو گئی تو دوسرے (علی) کی امامت ثابت ہو گئی۔)

جو لوگ عصمت امام کے قائل ہیں اس معاملہ میں ان میں اختلاف ہے کہ آیا امام معصیت کے بجالانے پر قادر ہے یا نہیں جو حضرات کہتے ہیں کہ قادر نہیں ہے تو ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ امام معصوم کے جسم و نفس میں ایک ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے امام کے لئے محال ہے کہ فعل معصیت پر اقدام کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ عصمت کا مقصد ہے قدرت بر اطاعت اور عدم قدرت بر معصیت اکثر علماء قائل ہیں کہ امام نافرمانی پر قدرت رکھتا ہے۔ ان میں سے بعضوں نے عصمت کی یہ تفسیر کی ہے کہ عصمت وہ امر ہے کہ جس کو خدا اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر مہربانی کرتا ہے۔ جس کے ذریعے اطاعت و فرمانبرداری سے نزدیکی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ معصوم معصیت کی طرف نہیں

اسلئے اطاعت ہی کی طرف اقدام کرتا رہتا ہے۔ بشرطیکہ جبر و اضطرار کی حد تک نہ پہنچے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عصمت ایک ملکۂ نفسانیہ ہے کہ جس میں یہ ملکہ پایا جائے گا۔ اس سے اس ملکہ کی وجہ سے نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی۔

بعض کہتے ہیں کہ عصمت خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک لطف ہے جس کو خدا کسی بندہ کو عطا کرتا ہے اور اس لطف کی وجہ سے اس بندہ میں ترک طاعت وارتکاب معاصی کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوتی۔ خدا کا یہ لطف خاص چار چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ نفس یا بدن میں کوئی ایسی خاصیت ہو جس کی وجہ سے ایسا ملکہ حاصل ہو جائے جو فسق و فجور سے روکتا رہے۔

۲۔ اس کو معائب اور نافرمانی کی برائیوں اور اطاعت و نیکی کی خوبیوں کا علم حاصل ہو جائے۔

۳۔ یہ علوم خدا کی طرف سے پے در پے وحی و الہام ہونے سے مضبوط ہو جائیں

۴۔ یہ شخص ترک اولیٰ اور مکروہات کے ترک پر مواخذہ کرتا ہے۔ اس طرح کہ وہ جانتا ہے کہ جب غیر واجب کام کی اس پر روک ٹوک ہے تو واجبات و محرمات میں اس سے بھول چوک نہیں ہو سکتی۔

پس جس شخص میں یہ چار صفتیں جمع ہو جائیں وہ معصوم ہو گا۔ حق بات یہ ہے کہ گناہ کرنے کی قوت معصوم سے سلب نہیں ہو جاتی ورنہ ترک معصیت پر قابل مدح نہیں ہو سکتا۔ اور ثواب و عقاب کا تعلق بھی اس سے نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امام معصوم پر کوئی تکلیف ہی نہیں ہے اور یہ باجماع اور نصوص متواترہ سے باطل ہے۔

اس کے علاوہ اگر گناہ گاری کی قوت سلب ہو جائے تو اس طرح عصمت کا کوئی فضل و کمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح جس شخص پر بھی جبر کر دیا جائے وہی معصوم ہو گا۔ تحقیق یہ ہے کہ آدمی قوت عقل۔ کثرت ذہانت و سمجھداری۔ عبادت و ریاضت کی زیادتی اور ہدایت ربانی و توفیقات سبحانی کی وجہ سے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ ہر وقت بارگاہ رب الارباب میں منہمک و متوجہ رہتا ہے۔ اپنے خواہشات و مطالبات سے یکسر دست بردار ہو جاتا ہے۔ بس اس کی مراد و مقصود مقصود و مراد ربانی ہوتی ہے۔ اسی کو قرآن یوں کہتا ہے کہ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ۔ وہ لوگ وہی

وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ یہ حضرات اس منزل میں پہنچ جاتے ہیں کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش بندہ میرے کانوں سے سنتا ہے میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے پاؤں سے چلتا ہے۔ پس اس صورت میں اس شخص سے ترک اطاعت وصدور معصیت بلکہ صدور ترک اولیٰ بھی محال ہے۔

جس طرح کوئی شخص بادشاہ کے حضور میں انتہائی محبت وشفقت اور احسان وامتنان میں ہو مگر پھر شاہی رعب و داب کا ہر وقت تصور و حضور رہے اور اس کے انتہائی احسانات ومحبت کو اپنی طرف دیکھے اور خود بھی بادشاہ سے بیحد محبت کرتا ہو۔ یقیناً ایسے اشخاص تین وجہوں سے خلاف رضائے مالک ومحبوب ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ چاہے ان کے لئے اس کا کرنا کتنا ہی سہل وآسان کیوں نہ ہو۔

۱۔ اس وجہ سے کہ محبت بہت ہی زیادہ ہو اس لئے کہ جب محب حقیقی محبت پر پہنچ جائیگا تو اس سے محبوب کی رضا کے خلاف کوئی چیز صادر ہی نہیں ہو سکتی (اس لئے کہ خلاف رضائے محبوب کا صدور منافی کمال محبت ہوگا۔ مترجم باردو)

۲۔ شرم وحیا اس لئے کہ اپنی محبت وشفقت اور احسان وامتنان کے بعد اس کو شرم آئے گی کہ پس پشت ایسے محبوب کی مرضی کے خلاف کچھ کرے چہ جائیکہ سامنے اس کی مخالفت ہو سکے۔

۳۔ ڈر اور خوف اس لئے کہ اپنی خیریت اخصوصیت اور اختیار واقتدار کے باوجود اگر مالک کی مرضی کا لحاظ وخیال نہ کرے گا تو یقیناً سخت سزا اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا اور جس شخص کو محبت کے سلسلے کے تغیر کا خوف اور مرتبۂ قرب وعزت وکمال کا تنزل ہوتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور عذاب کیا ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں ایسے شخص سے معصیت کا صدور محال ہے۔ لیکن محال سے مراد محال جبری نہیں۔ اس لئے کہ جبر کے معنی یہ ہیں کہ فعل کے صادر ہونے میں بندہ کی قدرت و ارادہ کا کوئی تعلق نہ ہو۔ اور اس مقام پر اس شخص کی قدرت وارادے دوسرے کسی شخص سے کم نہیں ہیں۔ چنانچہ جس طرح فاسق وفاجر شراب پینے پر اختیار رکھتا ہے اور پی سکتا ہے اسی طرح معصوم کو بھی اختیار ہے۔ یہاں پر ذرہ برابر جبر کا تصور بھی نہیں۔ لیکن وہ آیات جن سے عصمت امام ثابت ہے منجملہ دیگر آیات کے یہ ہے:۔

انی جاعلک للناس اماما۔ اے ابراہیم میں نے تم کو انسانوں کا امام بنا دیا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا ومن ذریتی یعنی اے خدا کیا میری ذریت میں سے بھی بعض کو امام بنائے گا۔ خدا نے جواب میں کہا لا ینال عہدی الظالمین۔ یعنی میرا عہدہ امامت کسی ظالم کو نہیں مل سکتا اور۔ اور ہر فاسق و بدعمل کم از کم اپنے نفس ہی کا ظالم و ستمگار ہے

ان آیات کی تفسیر کے احادیث جن میں سے اکثر جلد اول باب عصمت انبیاء میں ذکر کی ہیں ابن بابویہ نے کتاب خصال میں اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جس شخص نے بت پرستی کی ہو یا چشم زدن کے لئے بھی خدا سے شرک کیا ہو وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ آخر عمر میں مسلمان ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی جگہ کے خلاف رکھنا اور اعظم ترین ظلم خدا کا شریک قرار دینا ہے۔ جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الشرک لظلم عظیم۔ بیشک شرک عظیم ترین ظلم ہے۔ اسی طرح منصب امامت کے منافی ہے کہ کوئی شخص فعل حرام کا مرتکب ہو صغیرہ ہو یا کبیرہ چاہے اس نے توبہ بھی کر لی ہو ایسا شخص کسی شخص پر حد جاری نہیں کر سکتا۔ جبکہ کسی پر حد جاری کرتا ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ امام معصوم ہو اور عصمت کا علم اس نص خدا سے ہوگا جو پیغمبر کی زبان پر جاری ہوگی۔ اس لئے کہ عصمت کوئی سیاہی یا سفیدی نہیں ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ بلکہ یہ ایک پوشیدہ امر ہے۔ جس کا علم خدا کے بتلانے ہی سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔

اس سلسلہ کی احادیث اکثر ہم نے پہلی جلد (عصمت انبیاء کے باب میں ذکر کئے ہیں)۔ بعض یہ ہیں:۔

ابن بابویہ نے عیون اخبار رضا میں بسند معتبر کے ساتھ امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس یاقوت سرخ کے درخت کو دیکھے اور قبضہ کرے جس کو خدا نے خود اپنے ہاتھ سے بویا ہے۔ پس اس کو چاہیے کہ علی اور اس کے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد کرے۔ اچھی طرح جان لو کہ یہی وہ ہیں جن کو خدا نے اختیار کیا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے چنا ہے اور یہ ہر خطا و گناہ سے پاک و معصوم ہیں۔

الکافی ہی کی کتاب سے بسند معتبر ابن ابی عمیر نے روایت کی ہے کہ جتنے دن میں ہشام بن حکم

کی صحبت میں رہا۔ اس سے کوئی استفادہ نہیں کر سکا۔ وہ بات جو اس سے بہتر ہے ان سے پوچھ کر آیا امام معصوم ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کس دلیل سے سمجھا جا سکتا ہے، کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمام گناہوں کی چار قسمیں ہیں۔ پانچویں کوئی قسم نہیں۔ لالچ حسد، غضب، شہوت اور ان میں سے ایک گناہ بھی معصوم میں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام دنیا پر حریص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام دنیا اس کے ماتحت اور وہ حاکم ہوتا ہے اور وہ مسلمانوں کا خزانچی ہوتا ہے۔ پھر وہ کس چیز میں لالچ کرے گا۔ امام حاسد بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان حسد اس پر کرتا ہے جو اس سے بلحاظ مرتبہ والا ہو اور کوئی امام سے بالاتر نہیں پھر امام اپنے ماتحتوں پر حسد کس طرح کرے گا۔ امام کے لئے جائز نہیں ہے کہ دنیا کی کسی چیز کے لئے غصہ کرے۔ اس کا غضب و غصہ صرف خدا کے لئے ہو گا۔ اس لئے کہ خدا نے امام پر فرض کیا ہے کہ حدود الٰہی کو قائم کرے اور کوئی غصہ کرنے والا حدود الٰہی کو قائم کرنے سے روک نہیں سکتا۔ دین الٰہی میں رحم کرنا حدود کے جاری کرنے سے مانع نہیں ہو سکتا۔ امام کے لئے جائز نہیں کہ وہ دنیاوی لذت و خواہشات کی پیروی کرے اور دنیا کو آخرت پر اختیار کرے اس لئے کہ امام کی نظر میں آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں خدا نے زیادہ محبوب اور پسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ دنیا ہماری نظروں میں محبوب ہے اس سے زیادہ آخرت امام کی نظروں میں محبوب ہے۔ پس جس طرح ہم لوگ دنیا پر ہر وقت نظر رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ امام آخرت پر نظر رکھتا ہے۔ کیا تو نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو حسین و جمیل چہرے کو چھوڑ کر بدشکل کو دیکھے یا لذیذ ترین و مزیدار غذاؤں کو ترک کر کے بدمزہ اور کڑوے کھانوں کو پسند کرے یا نرم و نازک لباس کو ترک کر کے سخت اور موٹا کپڑا پہنے یا ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے ہاتھ کھینچ کر زائل اور فانی چیزوں کی طرف رغبت کرے۔

معانی الاخبار میں امام زین العابدینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام ہمیشہ معصوم ہی ہوتا ہے اور عصمت ظاہر خلقت سے نہیں پہچانی جا سکتی ہے۔ لہذا امام نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ خدا و رسول اس کے متعلق نص کر دیں۔

لوگوں نے پوچھا کہ اے فرزند رسول پھر عصمت و معصوم کے کیا معنی ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ معصوم وہ ہے جو مضبوطی کے ساتھ خدا کی رسی کو پکڑ لے اور خدا کی رسی قرآن ہے۔ قرآن و امام ایک دوسرے

سے قیامت تک جدا نہیں ہو سکتے۔ امام لوگوں کو قرآن کی طرف ہدایت کرتا ہے اور قرآن امام کی طرف ہدایت کرتا ہے اور آیت "اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ" کے یہی معنی ہیں یعنی قرآن لوگوں کی اس ملت و راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے جو درست ترین راہ اور مضبوط ترین ملت ہے اور وہ وہی طریقہ ہے جس میں آئمہ حق کی متابعت و ولایت پائی جاتی ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ امام کا حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کے یا تو یہ معنی ہیں کہ چونکہ وہ امام قرآن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور قرآن سے پناہ لئے ہوئے ہے۔ اس وجہ سے خدا اس کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اس کو قرآن سے وابستہ رکھا ہے کہ وہ تمامی قرآن پر عمل کرے اور قرآن کے جملہ معنی کو جانے۔

یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ ہشام بن الحکم نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ عصمت کے معنی کیا ہیں تو امام نے فرمایا کہ معصوم وہ شخص ہے جو خدا کی توفیق سے اپنے آپ کو خدا کے جملہ محرمات سے بچائے رکھے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم" جس شخص نے دین خدا کو قابو میں کر لیا ہے وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت کیا گیا ہے۔

کراجکی نے کنز الفوائد میں جناب رسول خدا سے روایت کی ہے۔ فرمایا رسول خدا نے کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ امیر المومنین علی کے اعمال کے لکھنے والے فرشتوں نے خبر دی ہے کہ جس روز سے ہم علی کے ساتھ ہوئے ہیں اس روز سے آج تک علی کا ایک بھی گناہ ہم نے نہیں لکھا ہے۔

اہل بیت کے طریقہ سے جناب عمار یاسر سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے دو ملک جو علی کے اعمال کے لکھنے والے ہیں آپس میں فخر کرتے ہیں اور دیگر کا نبان اعمال پر کہ آج تک ہم نے علی کا کوئی عمل اوپر ایسا نہیں پہنچایا جو غضب الٰہی کا سبب ہو۔

عقاید امامیہ میں جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اعمش کے لئے بیان فرمائے ہیں مذکور ہے کہ پیغمبران اور ان کے اوصیا گناہوں سے پاک و پاکیزہ اور گندے کاموں سے بری ہوتے ہیں۔

عقائد اہلبیت میں ہے جو امام رضا علیہ السلام نے ماموں کے لئے لکھی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ خدا اپنے بندوں پر کسی ایسے بندے کی اطاعت فرض نہیں کرتا جس کے متعلق خدا کو علم ہے کہ یہ کافر ہوگا یا شیطان کی پیروی کرے گا۔

علل الشرائع میں سلیم بن قیس ہلالی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا اطاعت واجب نہیں ہے مگر خدا و رسول اور اولی الامر کے لئے اور اولی الامر کی اطاعت اس لئے فرض کی گئی ہے کہ وہ معصوم ہیں گناہوں سے اور پاک ہیں برائیوں سے اور بندگان خدا کو خدا کی نافرمانی کا کبھی حکم نہیں دیتے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں ابن مغازلی شافعی نے طریقۂ عامہ سے ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت کی ہے فرمایا رسولؐ خدا نے میں ہوں وہ کہ میرے باپ ابراہیم نے میرے لئے دعا کی۔

راوی: ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کس طرح حضرت ابراہیم کی دعا ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی انی جاعلک للناس اماما۔ حضرت ابراہیم اس وعدۂ امامت سے خوش ہوئے اور چاہا کہ یہ عہدۂ امامت ان کے فرزندوں سے باہر نہ جائے۔ کہا کہ اے خدا میری ذریت سے بھی میری طرح امام مقرر فرما۔ پس خدا نے حضرت ابراہیم پر وحی کی کہ اے ابراہیم میں تم سے ایک عہد کرتا ہوں کہ اس کی وفا نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے خدا وہ کونسا عہد ہے جس کو تو میرے واسطے وفا نہیں کرے گا۔ خدا نے کہا کہ میں عہد نہیں کرتا ہوں کہ میں تیری ذریت سے ظالم کو امام بناؤں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے خدا وہ ظالم کون ہے جو عہدۂ امامت کا مستحق نہیں۔ خدا نے کہا کہ وہ بت پرست ہے جس کو میں ہرگز امام نہیں بناؤں گا اور جس نے بت کو سجدہ کیا ہے وہ کبھی امام نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت ابراہیم نے کہا کہ اے خدا واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام رب انھن اضللن کثیرا من الناس۔ یعنی اے خدا مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور ہی رکھ۔ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ یہ دعوت امامت مجھ تک اور میرے بھائی علی تک پہنچی کیونکہ ہم میں سے کسی ایک نے بت کو سجدہ نہیں کیا۔ پس خدا نے مجھے پیغمبر اور علی کو میرا وصی قرار دیا۔

ابن بابویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا نے کہ میں علی حسن، حسین اور نو فرزند

فرزندان حسینؑ سے پاک ہیں عیبوں سے اور معصوم ہیں گناہ سے۔

صفوان جمال سے عیاشی اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ صفوان جمال کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں تھے کہ اس آیت واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن الخ کی تاویل کے بارے میں گفتگو ہوگئی۔ حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ پس تمام کر دیا امامت کو محمدؐ اور علیؑ پر اور ان اماموں پر جو فرزندان علی سے ہیں۔ اس وجہ سے کہ فرمایا گیا ہے ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم پھر کہا انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین۔ ابراہیم نے کہا خدایا کیا میری اولاد میں ظالم ہوں گے۔ وحی آئی کہ ہاں! اور جو ان کی پیروی کریں گے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ خداوندا جو تو نے مجھ سے محمد و علی کے لئے وعدہ کیا ہے وہ جلدی سے محمد و علی کے لئے پورا فرما اور ان کی نصرت و امداد میں جلدی فرما۔ خدا نے جو یہ فرمایا ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفیناہ فی الدنیا وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین (جو شخص بھی ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے گا وہ بیوقوف اور سفیہ ہے۔ بیشک ابراہیم دنیا میں برگزیدہ اور آخرۃ میں صالحین میں سے ہے) اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت نے فرمایا کہ ملت سے مراد امامت ہے۔ پس جب حضرت ابراہیم نے اپنی ذریت کو مکہ میں بسایا تو کہا ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات۔ اے ہمارے خدا میں نے اپنی ذریت سے ایک کو ایسے مقام پر ساکن کر دیا ہے۔ جو بالکل چٹیل میدان ہے تیرے گھر کے قریب۔ خدایا یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اگر یہ لوگ نماز کو قائم کریں تو لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان کو تازہ تازہ پھل کھلا۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا رب اجعل ھذا بلداً آمناً وارزق اھلہ من الثمرات من آمن باللہ والیوم الآخر۔ خدایا اس شہر کو جائے امان قرار دے اور گھر والوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اس کو پھل کھلا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مومنین کی تخصیص اس ڈر سے کی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مبادا یہ دعا بھی امامت کی طرح محل قبول میں نہ آئے۔

جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ میرا عہدہ ظالموں کو نہیں ملے گا۔ اس کے بعد خدا نے کہا کہ ومن کفر

باللہ فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر جو شخص خدا کا انکار کریگا وہ تھوڑے دن مزے کرے مگر پھر اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا جو بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب خدا نے یہ کہا تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو دنیا کی نعمتوں سے بہرہ ور کرے گا اور ان کی بازگشت آتش جہنم ہوگی۔ خدا نے وحی کی اور ان کے نام بتائے۔

کلینی۔ شیخ مفید اور دوسرے حضرات نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو نبوت سے پہلے بندہ ہونے کی تعریف کی اور رسول ہونے سے پہلے نبی قرار دیا اور رسول بنایا اپنا خلیل بنانے سے پہلے اور خلیل بنایا امام ہونے سے پہلے۔ یہ پانچ عظیم الشان صفتیں حضرت ابراہیم میں جمع کی گئی ہیں۔ نیز کہا کہ انی جاعلک للناس اماما۔ چونکہ یہ عہدہ حضرت ابراہیمؑ کی نظر میں بہت عظیم معلوم ہوا۔ لہٰذا خدا سے دعا کی یہ عہدۂ امامت میری ذریت سے باہر نہ جائے۔ کہا ومن ذریتی۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں کہا لاینال عہدی الظالمین۔ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا یعنی ظالم و بیوقوف پرہیزگار کا پیشوا نہیں ہو سکتا۔

آئمہ طاہرینؑ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ انبیاء و رسول کے چار طبقے ہیں:۔

*(۱۔ پیغمبر ایسے بھی ہیں جو صرف اپنی ذات کے لئے پیغمبر تھے۔ دوسروں تک وہ نبوت نہیں پہنچتی ایسا نبی خواب میں دیکھتا ہے اور جاگتے میں ملک کی آواز سنتا ہے مگر دیکھتا نہیں۔ یہ دوسروں پر مبعوث نہیں ہوتا بلکہ اس پر دوسرا امام ہوتا ہے۔ جیسے حضرت لوطؑ کہ حضرت ابراہیم ان پر امام تھے

۲۔ ایک پیغمبر وہ ہے جو خواب میں دیکھتا ہے ملک کی آواز سنتا ہے اور ملک کو دیکھتا بھی ہے اور ایک جماعت پر مبعوث بھی ہوتا ہے چاہے وہ جماعت چھوٹی ہو یا بڑی۔ جیسا کہ خدا نے حضرت یونس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون۔ یعنی ہم نے یونس کو نبی بنا کر بھیجا۔ ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد پر اور حضرت یونس پر ایک امام تھا)*

۳۔ ایک نبی وہ ہے جو خواب میں دیکھتا ہے ملک کی آواز سنتا ہے اور ملک کو دیکھتا بھی ہے اور دوسروں پر امام بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کہ پہلے نبی تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان سے کہا انی جاعلک للناس اماما اور جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے لئے دعا کی تو آواز قدرت آئی لاینال عہدی الظالمین۔ یعنی جس شخص نے بت۔ تصویر یا کسی مثال کو پوجا ہوگا۔ وہ یہ

عہدۂ امامت نہیں پا سکتا۔

ثعلبی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے اس میں طہارت اہل بیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ گناہ و شک کی نجاست سے پاک ہیں۔ جیسا کہ آیۂ تطہیر میں کہا گیا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا

محمد بن عباس اور ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہم کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا۔ اگر خدا تعالیٰ ہم کو ایسے ہی چھوڑ دیتا تو ہم بھی گناہ و خطائیں اور لوگوں کی طرح ہوتے۔ بلکہ خدا نے ہمارے حق میں کہا ہے ادعونی استجب لکم۔ تم مجھ سے مانگو جو مانگو گے وہی دوں گا۔

۴- وہ نبی ہے جو ملک کو دیکھتا بھی ہے اس کی آواز بھی سنتا ہے اور اس سے گفتگو بھی کرتا ہے اور کتاب بھی رکھتا ہے اور لوگوں پر مبعوث بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ۔

نمرہ: تم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ علمائے مذہب حقہ شیعہ اثناعشریہ کا اتفاق ہے کہ امام ہر قسم کے گناہوں سے پاک و پاکیزہ ہوتا ہے لیکن ائمہ طاہرین کی بہت سی دعاؤں خصوصًا دعاہائے صحیفہ کاملہ میں گناہوں کا اعتراف کر کے ان سے معافی مانگی ہے اور بعض روایات میں بھی ایسے امور وارد ہوئے ہیں جن سے احتمال ہوتا ہے کہ ائمہ سے گناہ صادر ہوتے ہیں۔ ان کی حسب ذیل چند تاویلات کی جا سکتی ہیں۔

اول: کبھی کبھی فعل مستحب کے ترک اور مکروہ کے عمل کو بھی گناہ سے تعبیر کر لیا جاتا ہے۔ ائمہ کے تمام احوال و بلندی مراتب کے لحاظ سے یہ مرتبہ پست ہے۔ لہٰذا گناہ ہے۔ جیسا کہ صاحب کشف الغمہ نے کہا ہے کہ اکثر اوقات یہ حضرات یاد خدا اور مراقبہ الٰہی میں معروف ہوتے ہیں اور ان کی توجہ کلیتہً ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ پس جب اس مرتبہ سے نیچے آتے ہیں اور کھانے پینے وغیرہ میں مصروف ہوتے ہیں تو اس پہلے بلند مرتبہ کے اعتبار سے اس کو گناہ سمجھتے ہیں۔ اور پھر اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی خادم و ملازم اپنے آقا کے سامنے ان امور کو انجام دیتا ہے تو کتنا شرمندہ ہوتا ہے اور پھر اپنے آقا سے معافی چاہتا ہے۔

دوم: یہ کہ جس وقت ائمہ لوگوں میں اٹھ بیٹھ کرتے اور آپ اس تعلیم و تکمیل ہدایت میں مصروف ہوتے

ہیں کہ جس کا حکم پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ ایسے امور انجام دے کر پھر قرب وصال اور رضائے حضرت ذوالجلال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور چونکہ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ (خدمت و ہدایت مخلوقات) سے پست ہوتا ہے لہٰذا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے تقصیر ہوئی تو توبہ و استغفار اور گریہ و زاری کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ سبب بھی خدا ہی کے حکم سے تھا، جیسے کوئی بادشاہ اپنے ایسے خاص مقرب کو کہ جو ہمیشہ بادشاہ کے حضور رہتا ہے کسی خدمت پر مقرر کرے جس کی وجہ سے وہ مقرب بارگاہ بادشاہ سے دور ہو جائے تو پھر واپس آ کر اس دربار سے غیبت و دوری کو اپنے لئے تقصیر سمجھتا ہے اور معافی مانگتا ہے (کیونکہ اس بارگاہ میں رہ کر جو لطف و لذت حاصل ہوتی ہے وہ اور ہے۔ (مترجم)

سوم: آئمہ طاہرین کے علوم و فضائل اور عصمت یہ سب کچھ خداوند عالم کے لطف و فضل کی وجہ سے ہیں۔ اگر لطف پروردگار عالم ان کے شامل حال نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ان سے گناہ ہو جائیں۔ پس جب یہ حضرات خدا کے اس فضل و کرم پر نظر کرتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں اپنے عجز و انکساری کا اقرار کرتے ہیں اور اس فضل کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ناقص سمجھتے ہیں اور گویا یوں فرماتے ہیں کہ اے خدا اگر تیرا فضل عصمت نہ ہوتا تو ہم بہت سے گناہ کر ڈالتے

چہارم: چونکہ مراتب معرفت الٰہی کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ انبیاء و اوصیاء ہمیشہ اس منزل میں آگے بڑھنے اور ترقی کرتے رہتے ہیں، بلکہ ہر ہر آن عرفان کے مدارج سے درجے طے کرتے اور یقین کے مراتب میں سے مرتبہ حاصل کرتے رہتے ہیں اور وہ حاصل کردہ مرتبہ بلند اور نیچے والا پست ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بلند مرتبہ پر پہنچ کر سمجھتے ہیں کہ ہم اس درجہ پر رہ کر مقصر اور گویا گناہگار تھے اور وہ عبادات و ریاضتیں جو اس سابقہ مرتبہ پر انجام دئے گئے ہیں اس میں ہم مقصر تھے۔ لہٰذا اس تقصیر سے معافی مانگتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی کی طرف اس ارشاد رسولؐ کا اشارہ ہو کہ میں ہر روز ستر مرتبہ توبہ کرتا ہوں (گویا رسولؐ خدا عرفان و ایمان کی راہ ہر روز ستر درجہ آگے ترقی کیا کرتے تھے (مترجم)

پنجم: چونکہ ائمہ طاہرین معرفت معبود کی منزل میں مرتبہ کمال پر فائز ہیں اور اپنے اعتبار سے نعمتہائے خدا کو مکمل طریقہ سے پاتے ہیں (بلندی کے ساتھ) اپنے عبادات و طاعات کو اس مرتبہ اور انعام کے مقابلہ کے لائق نہیں سمجھتے۔ اس اعتبار سے گویا اپنے طاعات کو گناہ سمجھ کر اس سے استغفار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد معصومؑ ہے مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ (مترجم)

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ان وجوہات میں سے پہلی وجہ تو دیگر علماء نے بھی بیان کی ہے۔ مگر اور باقی چار وجہیں میں نے بیان کی ہیں۔ جس کے ذہن میں کمال محبت کی شراب کا ایک قطرہ بھی ٹپکا ہے یقیناً ان وجوہ کی تصدیق کرے گا اور اگر من لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نور یعنی جس شخص کو نورِ عرفان اللہ کی طرف سے حاصل نہ ہوا ہو اس کو نور معرفت و محبت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔

ابن بابویہ نے عقائد میں بیان کیا ہے کہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ پاک و معصوم ہیں اور گناہ و عیب سے منزہ و مبرا ہیں یعنی کہ کوئی گناہ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ان سے سرزد نہیں ہوتا اور یہ حضرات ہرگز خدا کی معصیت نہیں کرتے۔ خداوند عالم جو حکم ان کو دیتا ہے، وہ پورا کرتے ہیں اور جس امر پر مامور کیے جاتے ہیں اس کو اسی طرح انجام دیتے ہیں جیسے منشائے قدرت ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کیفیت و حالت کے متعلق بھی ان کی عصمت کی نفی کرے گا گویا اس کو ان حضرات کی معرفت ہی نہیں ہے۔ ان حضرات کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ حضرات تمام و کمال علم سے متصف ہیں اور ابتدائے حالات زندگی سے لے کر آخر عمر تک کسی حالت میں بھی نقص، عصیان اور جہالت سے متصف نہیں ہیں۔

فصل سوم

اس بیان میں کہ امامت خدا اور رسول کی نص سے ہوتی ہے، امت کے اختیار اور بیعت سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور ہر امام پر واجب ہے کہ اپنے بعد نص کرے

اس مطلب کی بعض دلیلیں فصل اول میں گذر چکی ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ علمائے امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کو اللہ و رسول کی طرف سے منصوص ہونا چاہیئے۔

عباسیہ کہتے ہیں کہ نص کے ذریعے سے ہو یا میراث کے ذریعہ۔

زیدیہ کہتے ہیں کہ نص سے ہو یا وہ شخص اپنی طرف خود دعوت دے۔
تمام علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ نص کے ذریعہ سے ہے یا اہل حل وعقد کے اختیار و بیعت کرنے سے۔

مذہب امامیہ کے برحق ہونے پر عقلی دلیلیں بہت ہیں۔

پہلی دلیل: معلوم ہو چکا ہے کہ امام معصوم ہو اور عصمت ایک ایسی پوشیدہ صفت ہے جس کو خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ لہذا ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے نص ہو۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی دوسرا عصمت کا جاننے والا نہیں۔

دوسری دلیل: بنی آدم کی عادتوں کے دیکھنے اور مخلوقات عالم کے آثار طبع کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کے لئے کوئی ایسا زبردست حاکم اور سلطان قاہر نہ ہوگا جو انسانوں کو ظلم وغضب، حرص و ہوا کی پیروی اور منہیات کے ارتکاب سے روک سکے۔ کیونکہ اکثر لوگ بلا وجہ غلبہ و تسلط ظلم و تعدی، دست درازی، اموال کی لوٹ کھسوٹ، نفوس کا قتل وغارت کرنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے روئے زمین پر فتنہ وفساد اور عالم مخلوقات کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور یہ یقین ہے کہ خدا اس طرح کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے ان اللہ لا یحب الفساد لہذا خدا پر فرض ہے کہ فتنہ وفساد کو روکے اور یہ عادتاً نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسی صورت میں جبکہ ہر زمانہ میں انسانوں کی حکومت کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو صلاح کے راستہ اور فلاح کے طریقہ سے باہر قدم نہ رکھے۔ اور شرعی لحاظ سے جملہ بندگان خدا کے معاد و معاش کے مصالح کو منظم کر سکے۔ پس یہی شخص امام ہے۔ اگر ہر زمانہ میں ایسا امام مقرر نہ کرے گا تو گویا خدا فتنہ وفساد پر راضی ہے۔ فتنہ وفساد ایک فعل قبیح ہے اور خدا کا فعل قبیح سے راضی ہونا امر محال ہے۔

تیسری دلیل: عقل ونقل کے ذریعے سے ثابت ہے کہ حضرت رب العزت کی شفقت و مہربانی بندوں کی ہدایت وصلاح امعاد و معاش کے بارے میں بعید ہے جیسا کہ چند مقامات پر قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ۔ خدا بندوں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہے۔ خدا کی اپنے تمام بندوں پر انتہائی رافت و مہربانی کی نشانی یہ ہے کہ خدا نے ان کے اعمال و افعال کے جزئیات تک میں سستی کو جائز نہیں سمجھا ہے۔ جیسے

نورہ لگانا۔ حجامت بنوانا، آداب بیت الخلاء۔ طریقہ طہارت اور آداب شوہر و زوجہ وغیرہ تمام امور جزئیہ کو مکمل طریقے سے اپنے نبی رحمت اور رسول مہربان کے ذریعہ اپنے بندوں کو مفصل طریقے سے آگاہ کر دیا جیسا کہ تمام دنیا پر روشن ہو گیا ہے۔ یقین ہے کہ رسول خدا کے بعد خلیفہ کا تقرر جو رسول کے بعد شریعت کا محافظ ہو اور دین وملت کے نظم ونسق کو قائم رکھ سکے اور لوگوں کی شریروں کے شر، فسادیوں کے فساد اور ظلم وجور سے حفاظت کرے۔ ان مذکورہ جزئیات کے مقابلہ میں ہزار درجہ اہم وضروری ہے۔ جبکہ خدائے رحیم نے ان جزئیات کو نظر انداز نہیں کیا تو اس عظیم ترین امر میں (تعیین خلیفہ) جو رکن دین ہے کس طرح سستی برت سکتا ہے۔ تقرر خلیفہ اتنا اہم ہے کہ اللہ نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے خلیفہ کا تقرر کیا ہے۔ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ۔

لہٰذا یقین کرنا چاہیئے کہ خداوند عالم نے اپنے تمام نبیوں پر حاکم وخلیفہ کا تقرر ضرور کیا ہے اور اس تعیین کی اطلاع دوحی رسول کو کر دی ہے۔ اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سوائے حضرت علی کے کسی اور کے لئے نص نہیں ہوئی۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت کا تقرر بر خلافت رسول نص کے ذریعہ ہوا ہے۔

چوتھی دلیل: اہل سنت بھی قائل ہیں کہ خدا کا طریقہ تمام نبیوں کے متعلق آدم سے لے کر خاتم تک یہ رہا ہے کہ جب تک ان کا خلیفہ مقرر نہیں کر لیا ان کی رحلت نہیں ہوئی۔ اور حضرت رسالت پناہ کا طریقہ بھی یہی رہا ہے کہ تمام غزوات اور ان سفروں میں جو آنحضرت کو مدینہ منورہ سے درپیش ہوا کرتے تھے۔ بلکہ اس وقت بھی آپ جبکہ اپنے مقام پر مقیم بھی رہا کرتے تھے۔ اسلام کے ہر اس قریہ میں جہاں مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت رہا کرتی تھی۔ یا جب کبھی کوئی سریہ بالشکر کسی جنگ کے لئے ترتیب دیا کرتے تھے تو خلیفہ اور امیر لشکر کے تقرر کو مہمل نہیں چھوڑا یا رعایا کو اختیار نہیں دیا کہ اپنا سردار چن لیں۔ پس آخری سفر میں تمام احکام شرع اور مسلمانوں کو کیسے مہمل اور بغیر سردار چھوڑ سکتے تھے۔

پانچویں دلیل: منصب امامت نبوت کی نظیر ہے۔ اس لئے کہ دونوں کا مقصد ایک ایسی ریاست ہے جو تمام مکلفین کے جملہ امور دین ودنیا پر ہو اور جو شخص ایسے عظیم منصب کا مستحق ہوگا

پہچاننا لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ اور اگر اتفاق سے کسی امر پر اتحاد مان بھی لیا جائے تو مختلف باطل رائیں ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کے فہم و ہمت کے مطابق اغراض باطلہ ہوا کرتے ہیں جو حکمت الہیہ مصلحت کلی کے موافق نہیں ہوں گے۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ متفرق راؤں کو وہی شخص اختیار کرے گا جو اپنے آپ اور اپنی قوم کو اصلح سمجھے۔ ہاں البتہ اس قسم کے امور پر قہر و غلبہ سے اتفاق ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کی حکومت جابر اور ایسا حاکم جابر حاکم ہوگا۔ ملت و شریعت کی امارت و امارت نہیں ہوگی۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ رعیت امامت کا انتخاب اسی انداز پر کر سکتی ہے جو قدرت کی مصلحت ہے۔ تو پھر امت نبی کا بھی انتخاب کر سکتی ہے اور یہ اتفاقاً باطل ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی حاکم کسی شہر کے حاکم کو معزول کر کے اس کے عوض کسی اور کو حاکم مقرر کر دے یا کسی گاؤں کے رئیس کو الگ رکھ کر کسی اور کا تعین کر دے۔ جس سے رعیت کے امور میں گڑبڑ پیدا ہو جائے اور یہ سب کچھ اپنے اختیار سے کرے تو وہ لوگ جو امام کے اختیار کو خدا و رسول سے متعلق نہیں رکھتے وہ بھی ایسے حاکم و بادشاہ کی مذمت و برائی کرتے اور گاؤں کے رئیس کے اس فعل کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے اور خدا اور رسول کی طرف سے اچھا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ دنیا سے تشریف لے گئے مگر کسی خلیفہ یا امام کا تقرر نہیں فرمایا۔ بلکہ رعیت کو اختیار دے گئے ہیں۔

چھٹی دلیل: اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تمام امت خلوص نیت اور تمام غلط قسم کے خواہشات سے الگ ہو کر امام کا انتخاب کریں تو بھی چونکہ سب جائز الخطا ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہ انتخاب غلط ہو اور جو حقیقتاً مستحق امامت تھا وہ رہ گیا اور جو غیر مستحق تھا اس کا انتخاب ہو گیا۔ جیسا کہ اکثر بادشاہوں اور سلاطین اور تمام لوگوں کے انتخاب میں ہوا کرتا ہے۔ کہ ایک زمانہ تک ایک شخص کو امین، معتمد علیہ اور قابل سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس سے خلاف امور سرزد ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب الامرؑ کے واقعات میں اس کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

ساتویں دلیل: اگر اختیار امت کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بہتر یہی ہے۔ پھر جو ذات اپنے بندوں کے ظاہر و باطن سے اچھی طرح واقف ہے وہ اپنے بندوں کو بہتر سمجھتی ہے اور جانتی ہے کہ کونسا بندہ کس کام کے لئے مناسب ہے اور یہ کام خدا کے لئے بہت آسان و سہل ہے۔ ایسی صورت میں خدا کا اس کو ترک کرنا اور دوسروں کے حوالہ کر دینا جن کا جاننا اور کرنا بہت

ہی مشکل ہے اور اس میں ترجیح مرجوح لازم آتی ہے جس کا حکیم قادر سے صادر ہونا قبیح اور محال ہے

آٹھویں دلیل: اگر امامت کا انتخاب امت کے ہاتھ میں ہو جبکہ احتمال ہے کہ ان کا اختیار غلط ہو۔ چونکہ خداوند عالم قبل اختیار جانتا ہے کہ یہ لوگ غلطی کریں گے۔ پس باوجود علم و قدرت اور حکمت و شفقت کے مسلمانوں کی تربیت اور دین کا ایسی جماعت کے حوالہ کرنا جو غلطی کریں اور ظالم حاکم کا انتخاب کریں بعید قبیح ہے اور علیم الحکیم ذات سے اس کا صادر ہونا محال ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ علم الٰہی میں یہ بات آچکی ہے کہ یہ ایسے ہی شخص کا انتخاب کریں گے جو امامت کے قابل ہو پھر بھی ایسے شخص کا پہچاننا یا خدا کا ان کو پہچنوانا، اور بیعت کا اس کی اطاعت میں پناہ لینا اور جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑوں کو دور کرنا اور حاسدوں کو ان کے حسد سے روکنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور خداوند مقدس کے لیے بہت آسان ہے پس ایسا اہم کام ایسی دشواری کے ساتھ دوسروں کے حوالہ کرنا اور ایسے عظیم امر کے لئے ایک گروہ جماعت کو مقرر کرنا بہت ہی زیادہ قبیح ہے۔ خصوصاً خدائے علیم و برتر کے لئے قطعاً محال ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔ پھر ارشاد ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ خدا نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی دشواری نہیں رکھی۔ اور اس دشواری سے بڑھ کر اور کون سی دشواری ہو سکتی ہے۔

آیات بر نصب امام از طرف خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پہلی آیت: الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔ اور باتفاق مسلمین نبوت کے بعد دین کے لئے کسی اور چیز کی اتنی ضرورت نہیں تھی اور نہ مسلمانوں کو کسی اور نعمت کی ایسی ضرورت ہے جتنی امام کے وجود کی ضرورت و اہمیت ہے۔ اس لئے کہ اگر امام نہ ہو گا تو تھوڑے دنوں میں دین کا کوئی نشان اور مسلمانوں کی کوئی خبر باقی نہیں رہے گی۔ پس دین اور مسلمان اس احتیاج کے باوجود بغیر امام کے ناتمام اور بغیر نظام کے رہیں گے۔ پس اگر حق تعالیٰ نے امام مقرر نہیں فرمایا اور نعمت

کو بالکل حکم نہیں دیا۔ اور پیغمبر کو دنیا سے اٹھا لیا تو لازم آتا ہے کہ دین و نعمت دونوں ناتمام ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس تجویز کو نہ مانے تو اس نے قرآن۔ رسول اور خداوند رحمٰن کی تکذیب کی اور ان کا جھٹلانے والا کافر ہے قطع نظر اس کے کہ بہت سی احادیث عامہ و خاصہ کے طریقہ سے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ رسول مقبول حضرت امیر المومنین کے لیے نص فرما چکے تھے۔ ان احادیث کو اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ دوسرے آیات یہ ہیں کہ خدا نے بہت سی قرآنی آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن میں ہر چیز کا ذکر کر دیا ہے۔ جیسے ارشاد ہے ما فرطنا فی الکتب من شیٔ۔ ہم نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر قرآن میں نہ کر دیا ہو پھر ارشاد ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیٔ اے رسول ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز بیان کرتی ہے۔ پھر فرمایا ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کوئی خشک و تر ایسی نہیں جس کا ذکر کتاب مبین میں نہ ہو اور مثل ان کے اور آیات ہیں جن سب کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز باقی نہیں ہے جس کا حکم ہم نے قرآن میں بیان نہ کر دیا ہو۔ پس جب ہر چیز کا ذکر قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے تو حکم امامت اور امام کا تقرر جو سب سے اہم چیز اور اعظم احکام ہے ضرور بیان کیا گیا ہوگا۔ اور اس کو ترک نہیں کیا گیا ہوگا اور نہ دوسروں کے لئے اختیار میں دیا گیا ہوگا اور جو شخص اس کے خلاف کہے گا وہ قرآن کی تکذیب کر کے کافر ہو جائے گا۔

دوسرے قسم کے وہ آیات قرآنی جنہیں بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ تمام امور کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے کسی دوسرے کو کسی قسم کا اختیار نہیں۔ مثلاً خدائے برحق کا قول ہے اس وقت جبکہ منافقین کہتے تھے کہ آیا امر میں کوئی اختیار ہم کو ہے تو کہا گیا کہ قل ان الامر کلہ للہ یعنی کہہ دو کہ اے محمد ان منافقین سے کہ تمام امور کا اختیار خدا ہی کو ہے تم کو کسی کام میں کوئی اختیار نہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا لیس لک من الامر شیٔ یعنی کسی چیز کا اختیار کرنا تم سے متعلق نہیں۔ پس جب کسی چیز کا اختیار کرنا حضور انور سے متعلق نہ ہو جن میں امامت بھی شامل ہے تو پھر دوسروں کو کیا اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ جب رسول کو اختیار نہیں تو دوسروں کو بدرجہ اولیٰ کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ اہلبیت علیہم السلام سے بہت سی احادیث اس بارے میں وارد ہیں کہ یہ آیت باب امامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ تفسیر عیاشی میں جابر جعفی سے روایت کی گئی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں

نے حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں اس آیت کی تلاوت کی لیس لک من الامر شئ ۔ حضرت نے فرمایا کہ قسم بخدا کہ رسولؐ کو ایک ایک چیز کا اختیار رکھتا اور آیت سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو. بلکہ میں اس آیت کی شان نزول بتلاتا ہوں:۔

جس وقت خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ حضرت علی کی ولایت و امامت کو ظاہر کر دے تو آنحضرتؐ اپنی قوم کی علی کی دشمنی کی وجہ سے بڑے متفکر ہوئے ۔ چونکہ حضور ان کو پہچانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو ان کے تمام خصائل کی وجہ سے تمام صحابہ پر فضیلت دی ہے ۔ اس لئے حضرت علی سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لائے اور خدا رسول کی نصرت و مدد کی ۔ دشمنان خدا و رسول کو سب سے پہلے قتل کیا ۔ دشمنان خدا و رسول کے ساتھ سب سے زیادہ مخالفت کی ۔ حضرت علیؑ کا علم سب سے زیادہ اور اتنے مناقب و فضائل ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ پس جب رسولؐ خدا نے حضرت علی کے بارے میں اپنی قوم کی دشمنی کی فکر کی جو حضرت علی کی ان خصلتوں پر حسد کرنے کی وجہ سے تھی ، ڈرے کہ شاید یہ میری قوم اس معاملہ میں میری اطاعت نہیں کرے گی ۔ پس خدا نے اطلاع دی کہ اے رسول امامت و خلافت کے بارے میں تم کو کوئی اختیار نہیں بلکہ اس کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ خدا نے علیؑ کو نبیؐ کا وصی مقرر کیا ۔ اس حکم کے بعد آنحضرتؐ نے علی کو امت کے امور کا اختیار دے دیا ۔ عیاشی نے پھر جابر سے دوسری سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر معلوم کی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ اے جابر رسولؐ بہت چاہتے تھے کہ آنحضرت کے بعد علیؑ ان کا خلیفہ ہو اور علم الٰہی میں یہ تھا کہ لوگوں کو امتحاناً ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کسی امر میں جبر نہ کیا جائے خدا جانتا تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد خلافت غصب کی جائے گی ۔ جابر نے کہا کہ پھر اس آیت سے کیا مراد ہے ۔ حضرت نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے محمدؐ علیؑ کی خلافت و امامت کے معاملہ میں تم کو کوئی اختیار نہیں ۔ میں نے اس کی خلافت غصب کرنے والوں کا حال قرآن کے ذریعہ تم کو پہنچا دیا ہے ۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۔ پ۲۰ ۔ س عنکبوت ۔

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے چھوٹ جائیں گے کہ ہم مومن ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا۔ تحقیق کہ ہم نے ان سے پہلے والوں کا امتحان لیا ہے۔ خدا اس لئے امتحان لیتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ دعوائے ایمانی میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ اور جو اس دعوے میں جھوٹا ہے وہی منافق ہے۔ دوسری آیت یہ ہے خدا فرماتا ہے:۔

وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضاً سخریا ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون۔ پ ۲۵ (زخرف)

اس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار قریش نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے دونوں قریوں میں سے کسی ایسے شخص پر نازل کیوں نہیں ہوا جو جاہ و مال کے اعتبار سے عظیم ہو جیسے ولید بن مغیرہ۔ عروہ بن مسعود ثقفی۔ اس لئے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے جس کے لئے با عظمت شخص ہی ہونا چاہیئے (وہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ روحانی مرتبہ ہے جس کے لئے ایسے نفس کی ضرورت ہے جو فضائل قدسیہ سے آراستہ ہو نہ وہ کہ جو دنیاوی زینتوں اور خزانوں کا مالک ہو) پھر خدا کہتا ہے کہ کیا وہ لوگ تیرے خدا کی رحمت (نبوت) کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یعنی اس میں بھی اسی طرح حصہ لگانا چاہتے ہیں جیسے دنیا کی کھانے پینے کی چیزوں میں حصہ لگاتے ہیں) جس کو جتنا چاہیں دے دیں (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) حالانکہ ہم نے دنیاوی زندگی کے اسباب زندگی ان کے لئے تقسیم کر دیئے ہیں۔ ہم نے ان میں سے بعض کے درجات کو بعض پر بلند کر دیا ہے اور روزی میں بڑا تفاوت رکھا ہے جس شخص کو جتنی ضرورت تھی اتنی اس کو دے دی۔ تاکہ ان میں الفت و محبت ہو جائے۔ اور نظام عالم منظم رہے اور اس تقسیم پر ہم پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ جس کو جیسی اور جتنی ضرورت تھی وہ ہم نے دے دیا) اور رحمت خدا جو کہ نبوت اور اس کے متعلقات ہیں ہر اس چیز سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔

مال و اسباب دنیاوی: اس آیت سے ثابت ہے کہ نبوت مال و اسباب دنیا سے بہتر اور بزرگ تر ہے اور خدا کہتا ہے کہ مال کی تقسیم ہم نے انسانوں کے ہاتھوں میں نہیں دی بلکہ ہم نے خود تقسیم کیا ہے اور جتنا جس کے لئے مناسب تھا دے دیا۔ پس نبوت جو اتنی عظیم المرتبہ اور

شان و شوکت والی ہے اس کو ان انسانوں سے تقسیم کرادی اور اس کی طرف سے اپنی توجہ کی نظر کو ہٹا دوں والیا نہیں ہو سکتا) اور یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرتبہ امامت جنکی مرتبہ نبوت ہے اور نبوت کے بعد خدا کی جانب سے اپنے بندوں پر امامت سے بہتر کوئی نعمت و رحمت نہیں ہے۔ بس دنیاوی نعمتیں ادنیٰ نعمتیں ہیں۔ ان کی تقسیم خدا نے خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اور نبوت کا عطا کرنا جو نظیر امامت ہے بندوں کے حوالہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ارادہ اور اختیار سے مقرر کرتا ہے۔ بس ثابت ہوا کہ امام کا مقرر کرنا جو فی الحقیقت معنی اور کام کے اعتبار سے نبوت ہے امت کے ہاتھ میں نہیں دیا جا سکتا

دوسری آیت یہ ہے خدا فرماتا ہے:۔

وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة سبحان الله عما يشركون یعنی تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ہر کام کے لئے جس کو چاہتا ہے اختیار کرتا ہے، لوگوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی کو اختیار کریں۔ خدائے واحد و مقدس پاک و پاکیزہ ہے۔ اس سے کہ یہ لوگ اس کی طرف نسبت دیں اور خود دوسروں کو اختیار و انتخاب میں اس کا شریک جانیں اور صاحب اختیار قرار دیں۔

مفسرین نے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ کفار قریش نے کہا۔ لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم الخ۔ جیسا کہ اوپر تفسیر بیان کی گئی۔ اس آیت سے استدلال کرنا کہ امام اللہ ہی منتخب کرتا ہے۔ بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس کی تاویل میں بہت سی حدیثیں ہیں جنکو ذکر کیا جائے گا۔

وہ احادیث جو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کی ہیں یہ ہیں:۔

فرمایا امامؑ نے کہ اللہ نے محمدؐ اور اس کے اہل بیت کو اختیار کیا ہے۔

عامہ و خاصہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے اور سعید بن طاؤس نے بھی طرائف میں محمد بن مومن کی تفسیر سے انس سے روایت کی ہے۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا سے اس آیت وربك يخلق ما يشاء کی تفسیر پوچھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے مٹی سے جس طرح مناسب سمجھا آدم کو پیدا کیا۔ پھر فرمایا۔ تحقیق کہ خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت کو تمام

مخلوق پر اختیار کیا۔ پس مجھ کو رسول بنایا اور علی ابن ابیطالب کو میرا وصی قرار دیا۔ پھر فرمایا ما کان لھم الخیرۃ۔ یعنی خدا نے لوگوں کو اختیار کرنے کا حق نہیں دیا۔ لیکن میں (خدا) جس کو چاہوں اختیار کرتا ہوں۔ پس میں اور میرے اہلبیت تمام مخلوقات میں برگزیدہ اور اختیار کئے ہوتے ہیں پھر کہا سبحان اللہ یعنی خدا پاک ہے ان شریکوں سے جن کو کفار مکہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں پھر کہا وربك یعنی اے محمد تیرا خدا یعلم ماتکنّ صدورھم ان چیزوں سے واقف ہے جن کو یہ لوگ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یعنی منافقین کی دشمنی جو تجھ سے اور تیرے اہل بیت سے ہے وما یعلنون۔ جو کچھ تیری اور تیرے اہل بیت کی دوستی زبان سے ظاہر کرتے ہیں۔ (خدا اس کو بھی جانتا ہے)

حمیری نے تقریباً صحیح اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ امام پر واجب ہے کہ جب اس کو اپنی وفات کا خوف ہو تو اپنے بعد امام کا تقرر کر کے اپنی طرف سے لوگوں پر حجت تمام کر دے۔ حجت معروف ظاہری کے متعلق خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھدیھم حتیٰ یبین لھم ما یتقون۔ یعنی خدا کسی گروہ کی ہدایت کرنے کے بعد اس کی گمراہی کا حکم نہیں کرتا یہاں تک کہ ان کو پرہیز کی چیزیں بتلاتا ہے۔ اس کے بعد راوی نے امام سے پوچھا کیا امام وصیت کرتا ہے اپنے بعد کے امام کے لئے اور جس کو چاہتا ہے اپنے بعد معین کرتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ امام خدا کے حکم سے اس امام کے تقرر کے لئے وصیت کرتا ہے جس کو خدا معین کرتا ہے

بصائر الدرجات میں بھی یہ روایت بسند معتبر منقول ہے اور شیخ طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج میں اور دوسرے حضرات نے روایت کی ہے کہ سعد بن عبداللہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں چند مسائل پوچھنے گیا۔ سعد نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ امامؑ کی گود میں بیٹھا ہے۔ جب سعد نے مسائل پوچھے تو حضرت نے بچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنے مولا یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے پوچھ لے۔ منجملہ دیگر سوالات کے ایک یہ تھا۔ سعد نے پوچھا اے میرے مولا فرمایئے کہ امت اپنے لئے امام کا انتخاب کیوں نہیں کر سکتی۔ اس کا کیا سبب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ امام جو ان کے حالات کی اصلاح کرنے یا مفسد ہو۔ سعید

نے کہا کہ وہ امام جو مصلح ہو۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ان کا انتخاب کسی مفسد پر واقع ہو جائے۔ یہ لوگ تو اپنی نظر میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مصلح ہے اس لئے کہ کسی کو کسی کے ضمیر کی خبر نہیں۔ کہ آیا اس کا ارادہ اصلاح کا ہے یا فساد کا۔ سعید نے کہا۔ ہاں مولا یہ ہو سکتا ہے حضرت نے فرمایا بس اسی وجہ سے امت کو امام کے انتخاب کا حق نہیں۔ میں اس مطلب کو ایک ایسی دلیل سے مضبوط کرتا ہوں جس کو تمہاری عقل قبول کرے۔ سعید نے کہا کہ ہاں مولا ضرور فرمایئے۔ مجھے ان رسولوں کے متعلق خبر دو جن کو برگزیدہ کیا ہے۔ ان کے لئے کتابیں بھیجی ہیں۔ ان کو وحی و عصمت کے ذریعہ قوی کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ امت کے رہنما ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی ہیں کیا یہ حضرات اپنے وفور عقل اور کمال علم و فضل کے باوجود اگر کسی وقت کسی گروہ کا انتخاب کریں تو آیا ہو سکتا ہے کہ کسی منافق کا انتخاب ہو جائے اور یہ اس کو مومن سمجھتے ہوں سعید نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ موسیٰ کلیم اللہ نے اپنے علم و فضل اور پورے زور عقل و خرد کے ساتھ خدا کی وحی آنے کے بعد مقام میقات میں جانے کے لئے اپنی قوم اور لشکر کے سرداروں اعیان سے ستر آدمیوں کو چنا جن کے ایمان و خلوص میں حضرت موسیٰ کو کوئی شک نہیں تھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی منافق تھے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلاً لمیقاتنا فلما اخذتھم الرجفۃ الخ ان کی تفسیر پہلی جلد میں گزر چکی ہے۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے ایسے برگزیدہ نبی کا انتخاب فاسد ترین لوگوں پر ہوا۔ حالانکہ موسیٰ ان کو اپنی قوم کا کامل ترین سمجھ رہے تھے۔ لہٰذا وہ شخص امام کا انتخاب کیسے کر سکتا ہے جو نہیں جانتا کہ لوگوں کے دلوں میں کیا پوشیدہ ہے اور ان کے ضمیر میں کیا مستور ہے امام کا صحیح انتخاب وہی ذات کر سکتی ہے جس کے نزدیک لوگوں کے بھید بالکل ظاہر ہوں جب انبیاء اصلح کا انتخاب نہیں کر سکتے تو مہاجر و انصار کس طرح امام کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

تمام حدیث حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے حالات کے باب میں بیان ہوگی۔ انشاءاللہ

ابن بابویہؒ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے تو لاکھ ایک سو بیس مرتبہ حضرت رسول مقبول کو آسمان پر لے گیا اور ہر مرتبہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت اور ان کے بعد گیارہ امام کے متعلق فرائض و واجبات سے زیادہ

وصیّت کی ہے۔

ذریب الاسناد کے ذریعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے جتنی تا[کید] اپنے بندوں کو اقرارِ امامت کے متعلق کی ہے اتنی کسی اور امر کے متعلق تاکید نہیں کی مگر بندگانِ خ[دا] نے جتنی مخالفت اس امر میں کی ہے اتنی کسی اور امر میں نہیں کی۔

ابن بابویہ اور کلینی نے سند ہائے معتبر کے ذریعہ روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسل میں کیوں قرار دی گئی۔ امام حسن علیہ السلام کی اولا[د] کو کیوں نہ ملی۔ حالانکہ دونوں رسولؐ کے بیٹے۔ رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے اور جوانانِ جنت میں بہترین [تھے]۔ امام نے فرمایا کہ موسیٰ و ہارون دونوں نبی مرسل اور بھائی تھے۔ مگر خدا نے نبوت کو صلب ہارونؑ میں قرار دیا نہ صلب موسیٰؑ میں اور کسی کو حق نہیں پہنچا کہ خدا سے پوچھے کہ خدا نے ایسا کیوں کیا۔ اچھ[ی] طرح سمجھ لو کہ امامت خدا کی نمایندگی ہے کسی کو حق نہیں کہ کہے خدا نے امامت نسل امام حسین میں کیوں قر[ار] دی اور نسل امام حسن کو چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ حکیم و دانا ہے جو کرتا ہے وہی بہتر ہوتا ہے۔ ا[س] کے کاموں کے متعلق کسی کو کچھ پوچھنے کا حق نہیں۔ البتہ دوسرے لوگ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق سوا[ل] کیا جائے گا۔

کلینیؒ ابن بابویہ صفار اور دوسرے تقریباً بیس افراد نے سند معتبر سے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے امام فرماتے ہیں آیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ امام کا مقرر کرنا امام کے ہاتھ میں ہے کہ ہم جس کو چا[ہیں] مقرر کر دیں۔ نہیں ایسا نہیں بخدا امامت اللہ کا ایک عہد ہے جو رسول خدا کو ایک ایک امام کے متعلق تا آخر امام مخصوص طریقہ سے بتلا دیا گیا ہے۔

سند ہائے معتبرسے دوسرے حضرات نے ان امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے کوئی امام دنیا سے نہیں جاتا جب تک کہ خدا بتلا نہیں دیتا کہ ہم کس کو اپنے بعد اپنا وصی مقرر کریں۔ دوسری روایت میں ہے کہ امام اپنے بعد والے امام کو جانتا ہے۔ اور اس کے متعلق وصیت کرتا ہے۔ دوسری روایت ہے کہ امام دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک اس کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس کے بعد کون امام ہے۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں محمد بن جریر طبری سے روایت کی ہے کہ جس وقت

رسول خدا قبائل عرب پر اپنے کو پیش کر کے بیعت لے رہے تھے قبیلۂ بنی کلاب کی طرف تشریف لے گئے۔ ان سے اسلام اور اپنی بیعت طلب کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ اپنے بعد خلافت ہمارے حوالہ کر دیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ یہ امر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے تم میں سے خلیفہ بنا دے یا چاہے تمہارے غیر سے بنا دے۔ یہ سن کر ان لوگوں نے بیعت نہیں کی اور کہا کہ ہم آپ پر تلوار چلاتے ہیں تم ہم پر کسی دوسرے کو حاکم بناتے ہو۔

یہ روایت بھی ہے کہ ابو الحسن رفاء نے علماء اہل سنت میں سے کسی سے پوچھا کہ جس وقت رسول خدا مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ آیا کسی کو مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں علی کو۔ رفاء نے کہا کہ حضرت نے اہل مدینہ سے کیوں نہیں کہا کہ تم خود کسی کو میرے بعد اپنا خلیفہ بنا لینا کیونکہ تمہارا اجماع گمراہی پر نہیں ہوتا۔ سنی عالم نے کہا کہ حضور نے ایک دوسرے کی مخالفت اور فتنہ و فساد برپا ہونے کے خوف سے ایسا نہیں کیا۔ ابو الحسن نے کہا کہ اگر ان میں فساد ہو جاتا تو واپسی پر رسول اصلاح فرما سکتے تھے۔ سنی عالم نے کہا کہ یہ طریقہ محکم ترین تھا جس میں فتنہ ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔

ابو الحسن نے کہا کہ آیا رسولؐ خدا نے کسی کو مقرر کیا تھا کہ ان کی وفات کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ ابو الحسن نے کہا کہ آیا رسول کی وفات رسول کے سفر سے زیادہ عظیم نہیں تھی۔ جس میں لوگوں کو خلیفہ کی ضرورت ہو۔ پس رسول خدا نے سفر پر جاتے ہوئے تو فتنہ و فساد کے خوف سے خلیفہ مقرر کر دیا۔ مگر رحلت کے وقت رسول کو امت کے فتنہ و فساد کا کوئی بھی خوف نہیں ہوا کہ اس کا تدارک فرما جاتے۔ حالانکہ حالت سفر کا تدارک ممکن بھی تھا اور اس کا تدارک بھی ممکن نہیں۔ یہ دلیل سن کر سنی عالم خاموش ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

چوتھی فصل

اس بیان میں کہ معرفت امام واجب ہے اور یہ کہ لوگ امام حق کی ولایت کے ترک کرنے میں معذور نہیں ہیں اور جو مرجائیگا اور اپنے برحق امام کو نہیں پہچانیگا وہ کافر یا منافق مرے گا

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیعوں کے نزدیک امام کا اقرار کرنا اصول دین میں شامل ہے۔ اس اقرار کا ترک کرنے والا قیامت کے دن کافرین کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ دنیاوی احکام میں ان کے ساتھ عام مسلمانوں کا سا سلوک ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اہل بیت کی دشمنی کھلم کھلا نہ کریں۔ جیسے خوارج اس لیئے کہ اس طرح یہ لوگ احکام دنیاوی میں بھی کفار کا حکم رکھتے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں امام حق کا قبضہ نہ ہو شیعوں پر آسانی کے لیئے خوارج پر بھی ظاہراً اسلام کا حکم جاری رہتا ہے تاکہ شیعوں کو ان کے ساتھ معاشرت رکھنے میں دشواری نہ ہو۔ مگر ظہور قائم آل محمدؐ اور امام برحق کی حکومت ظاہر ہونے کے بعد اُن پر کفار محض کا اطلاق ہوگا۔ اکثر علمائے شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام خوارج سوائے مستضعفین کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جیسے کفار ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ بہت کم علماء اس بات کے قائل ہیں کہ کافی عرصہ تک عذاب الہی میں مبتلا رہنے کے بعد ان کی نجات کی امید ہے۔ مستضعفین وہ لوگ ہیں جو کم عقلی کی وجہ سے حق و باطل میں فیصلہ نہ کر سکے۔ اس طرح کہ مذہب حقہ کے برحق ہونے کی دلیل ان کی کمزوری عقل کی وجہ سے ان پر تمام نہ ہو سکی ہو۔ جس طرح وہ لوگ جو کسی باطل گروہ میں پھنس جائیں اور انہوں نے مذہب کا اختلاف نہ سنا ہو یا اگر اختلاف معلوم بھی ہو جائے مگر کوئی ایسا شخص ان کو نہ مل سکے جو مذہب امامیہ کو ان پر برحق ثابت کر سکے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں نجات کی امید ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ مستضعفین کے سوا کسی اور کی نجات کی امید نہیں ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ عذاب الہی میں رہیں گے۔ عامہ و خاصہ (سنی اور شیعہ) نے متواتر طریقے سے حضرت رسول خداؐ سے روایت

کی ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃً جاھلیّۃً ۔ یعنی جو شخص اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کرے گا وہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کے پہلے اصول و فروع دین کفار پہ مرے گا۔

بعض متکلمین اور متعصب لوگ کہتے ہیں کہ امام سے مراد قرآن مجید ہے۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ یہاں پر امام کی تعبیر قرآن سے کرنا مجاز اور خلاف ظاہر ہے۔ اور لفظ زمانہ کا اضافہ دلیل ہے کہ زمانہ کا ہر دور الگ الگ امام رکھتا ہے اور قرآن مجید ہر دور کو شامل و مشترک ہے اور اس سے مراد آنحضرتؐ کی ذات بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دوسری دلیل زمانہ والی جو لگی ہے۔ نبی تو ہر زمانہ کے لئے ہے۔ علاوہ اس کے گزرے ہوئے امام کو بھی امام زمانہ نہیں کہا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر زمانہ کا امام الگ ہونا چاہیئے کہ لوگ اس کو پہچانیں اور یہ بات بھی بالاتفاق مسلم ہے کہ سوائے امامیہ مذہب کے مسلمانوں میں کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ ہر زمانہ کا امام الگ الگ ہے۔ اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔

برقی نے سند معتبر کے ساتھ محاسن میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص اپنے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے گا وہ دین جاہلیت پر مرے گا۔ پس تم کو اپنے امام کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ تحقیق تم نے اصحاب جناب امیرؑ کو دیکھا جن لوگوں نے ان کی اطاعت نہیں کی ان کا انجام کیا ہوا جیسے خوارج اور نواصب۔ اگر تم لوگ امام حق کی اطاعت نہیں کرو گے تو ان کے نہ پہچاننے کی وجہ سے معذور نہیں سمجھے جاؤ گے۔ قرآن مجید کی کریم ترین آیات ہماری شان میں ہیں یعنی ہر وہ آیت جو کسی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے وہ ہماری شان میں ہے۔ اور ہمارا ہی وہ گروہ ہے جس کی اطاعت خدا نے اپنے بندوں پر واجب قرار دی ہے۔ زمین ہمارے انفال میں ہے اور بچا ہوا مال غنیمت ہمارا حصہ ہے یعنی خمس۔

بسند معتبر روایت بھی امام جعفر صادقؑ سے بیان کی گئی ہے کہ زمین پر بغیر امام کے اصلاح ممکن نہیں ہے جو شخص مر جائے اور اپنے امام کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ تم لوگوں میں سے ہر شخص اس وقت امام کو پہچاننے کا محتاج ہوتا ہے جب اس کا دم سینے میں آکر اٹکتا ہے امرتے وقت۔ اس وقت کہے گا کہ میں نیکی اور اچھے مذہب پر ہوں یہ وہ وقت ہے جب انسان پر آخرت

کے امور ظاہر ہو جاتے ہیں اور اپنی حالت کو اچھی طرح دیکھتا ہے۔

سند حسن کے ساتھ حسین بن ابی العلاء سے منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ حضرت رسول خدا نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے امام کی معرفت کے بغیر مر جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ اگر لوگ علی ابن الحسینؑ کی پیروی کر لیتے اور عبد الملک بن مروان کو چھوڑ دیتے تو یقیناً لوگ ہدایت پا جاتے راوی: میں نے کہا کہ جو شخص مر جائے اور اپنے امام کو نہ پہچانے تو وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ امام نے فرمایا نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی کی موت مرتا ہے۔

قول مترجم: ہو سکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں اس پر کفر کا حکم جاری نہیں ہو سکتا یا اس سے مراد وہ لوگ ہوں جو دین کے معاملہ میں مستضعف ہیں جیسا کہ حضرت رسول مقبول کی دوسری معتبر حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس کا مرنا کفر ضلالت اور نفاق پر ہے۔

محاسن وغیرہ میں بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص مر جائے اور وہ اپنے امام کو نہ پہچانے تو وہ جاہلیت کی موت پر مرتا ہے۔ اور لوگ اگر امام کو نہ پہچانیں گے تو معذور نہیں سمجھے جائیں گے یہاں تک کہ امام کو پہچانیں۔ جو شخص اپنے امام کی معرفت رکھ کر مر جائے گا ایسا ہے گویا وہ حضرت قائمؑ کے ساتھ ان کے خیمہ کے نیچے ہے۔

اکمال الدین میں بسند معتبر حضرت امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے لوگوں نے امامؑ سے پوچھا کہ جو بغیر امام کی معرفت کے مر جائے کیا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں جو شخص امام کی امامت کے معاملہ میں شک کرے یا توقف کرے وہ کافر ہے اور جو شخص امام کا انکار کرے یا امام کی دشمنی ظاہر کرے وہ مشرک ہے۔ یعنی بت پرست کے مانند ہے

کلینی اور نعمانی نے سند صحیح سے ابن بصیر سے روایت کی ہے کہ ابن بصیر نے امام رضاؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ومن اضل من اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ۔ یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو بغیر خدا کی ہدایت کے اپنے خواہشات کی پیروی کرے۔ امام نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے دینی معاملات میں آئمہ علیہم السلام کی پیروی کو چھوڑ کر اپنی رائے پر عمل کرے۔ اور اسی قسم کی روایت امام جعفر صادقؑ سے اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کے مقرر کئے ہوئے امام

کو چھوڑ کر غیر خدا کے بنائے ہوئے امام کی پیروی کرے گا پس ایسا شخص مشرک ہے اور اس شخص نے گویا خدا کا شریک قرار دیا۔

نعمانی نے بسند قوی کے ساتھ ابن ابی یعقوب سے روایت کی ہے۔ ابن ابی یعقوب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا ایک شخص ہے کہ جو آپ کو دوست رکھتا ہے۔ اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری بھی کرتا ہے اور آپ کے حلال کو حلال اور آپ کے حرام کو حرام بھی جانتا ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ امامت آپ اہلبیت سے باہر کسی اور دوسرے سلسلے میں نہیں جا سکتی۔ مگر وہ کہتا ہے اس میں اختلاف ہے حالانکہ یہی پیشوا اور رہنما ہیں۔ جب یہ آپس میں مل کر کسی ایک شخص کی امامت پر اتفاق کر لیں گے تو میں بھی اسی کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ امام نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اسی اعتقاد پر مر جائے گا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں۔

علی بن ابراہیم اور ابن بابویہ وغیرہ نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص قیامت کے روز یہ کہے گا کہ خدایا میں نہیں جانتا تھا کہ فرزندان فاطمہ مخلوقات پر ولی ہیں تو ایسا شخص معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ شیعیان فرزندان حضرت فاطمہؑ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر بہت ستم کیا ہے۔ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے۔ پس خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اگر خدا چاہے تو تمام گناہ بخش دے۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ مراد حضرت کی یہ ہے کہ ہمارے شیعہ اس بخشش کے مستحق ہیں ان کے غیر نہیں۔ بلکہ غیر شیعہ تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

☆ حمیری نے بسند صحیح امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہ رہے اور رحمت کو بلا حجاب دیکھے اور خدا بھی اس کی طرف بنظر رحمت دیکھے پس اس کو چاہیئے کہ آل محمد کو دوست رکھے اور دشمنان آل محمد سے علیحدگی اختیار کرے اور ان کے اماموں میں سے اپنے زمانہ کے امام کی پیروی کرے۔ پس جو شخص ایسا کرے گا تو یقیناً خدائے تعالیٰ ہمیشہ اس پر رحمت کی نظر کرے گا اور خدا کا کرم اور اس کی رحمت کی نظر اس شخص سے کبھی منقطع نہیں ہو گی۔ ☆

عیون اخبار الرضاؑ میں امام رضاؑ سے مروی ہے انہوں نے اپنے پدر محترم کی روایت بیان کی

کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جو مر جائے اور میرے فرزندوں کی امامت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور خدا اس پر اسی طرح عقاب کرے گا جس طرح اسلام سے قبل جاہلیت پر مرنے والوں پر عذاب ہو گا۔

شیخ طوسیؒ نے مجالس میں اس آیت وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ کی تفسیر میں روایت بیان کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بخدا اگر کوئی شخص توبہ کرے شرک سے اور خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے لیکن ہماری ولایت کی ہدایت اس کو حاصل نہ ہو اور اس کو ہم سے محبت نہ ہو اور ہمارے فضل و کمال کو نہ جانتا ہو تو اس کو اس توبہ اور اعمال کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ پس بہترین ایمان اور انجام بخیر اس شخص کے لئے ہے جو ہمارے برحق ائمہ کی امامت کا اعتقاد رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

حسان بن سدیر نے امام جعفر صادقؑ سے علل الشرائع میں روایت کی ہے کہ میں نے امام سے پوچھا مولا اس کا کیا سبب ہے کہ پیغمبر کے بعد جتنے امام ہیں ان سب کو پہچانیں اور جو امام آنحضرت سے پہلے ہیں ان کو نہ پہچانیں امام نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے والے اماموں کی شریعت آنحضرت کی شریعت سے الگ تھی اور ہم ان گذشتہ اماموں کی شریعت کے مکلف نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ان اماموں کی معرفت کے بھی ہم مکلف نہیں۔ اور آنحضرتؐ کے کے بعد جو امام ہیں وہ آنحضرتؐ کی شریعت کے محافظ ہیں۔ لہذا ان کی معرفت ہم پر فرض ہے

معانی الاخبار میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت امیرؑ سے پوچھا کہ سب سے کمتر وہ چیز جس سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اس شخص کو نہ پہچاننا جس کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور جس کی ولایت و محبت کو خدا نے واجب قرار دیا ہے اور اس کو زمین پر اپنی حجت بنایا اور مخلوقات پر اپنا گواہ قرار دیا ہے۔

راوی نے پوچھا یا امیر المومنین وہ کون لوگ ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ وہ وہ گروہ ہے جس کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے برابر قرار دیا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی۔

پس سلیم نے سر مبارک آنحضرتؑ کو بوسہ دے کر کہا کہ آپ نے میرے لئے حق کو واضح کر دیا اور میرے

دل کے غم کو دور کر دیا۔ اور جو شکوک میرے دل میں تھے سب برطرف کر دیئے۔

(علل الشرائع میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز امام حسینؑ دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو خدا نے اپنی معرفت کے لئے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور جب اس کو پہچان لیا تو اس کی عبادت کرنا چاہیئے۔ پس خدا کی عبادت کرنے سے دوسروں کی عبادت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ پس راوی نے کہا اے فرزند رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں "معرفت خدا کیا ہے" امام نے فرمایا کہ اپنے زمانہ کے اس امام کو پہچاننا جس کی اطاعت بندوں پر فرض ہے۔)

قول مترجم: معرفت خدا کی تفسیر جو معرفت امام سے بیان کی گئی ہے کہ بغیر امام کی معرفت کے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ معرفت خدا بغیر معرفت امام کے فائدہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ معرفت خدا اطاعت چاہتی ہے۔ اور اطاعت خدا خدا کی مرضی کے مطابق امام برحق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

۲۔ خدا کو اس طرح پہچاننا کہ خدا ہے جس نے لوگوں کو بیکار اور مہمل چھوڑ رکھا ہے۔ جن کے لئے کوئی امام مقرر نہیں فرمایا۔ پس یہ خدا کی معرفت خدا کے لطف و کرم اور حکمت کی عدم معرفت ہے۔

عقاب الاعمال میں بطریق عامہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حضرت امیر اور صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے جنت میں جائے گا۔ پس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کہا کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا اس کے یعنی امیر المومنینؑ اور اس کے شیعوں کے لا الہ الا اللہ کہنے کو قبول کرتا ہے۔ وہ شیعہ جن سے ہمارے خدا نے علیؑ کی ولایت کا عہد لیا ہے۔ حضرت ابوبکر اور عمر نے پھر کہا کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پس آنحضرت نے دست مبارک حضرت علیؑ کے سر پر رکھ کر تمہارے لا الہ الا اللہ قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تم اس کی (علیؑ) بیعت نہ توڑنا اور اس کے منصب امامت کو غصب مت کرنا اور علیؑ کی بات کو جھوٹ کی طرف نسبت نہ دینا۔

امام جعفر صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے۔ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ جس امام کو (باقی آئندہ)

فرض کی گئی ہے۔ وہ امام ہم ہی سے ہے جو شخص اس کی اطاعت سے انکار کرے گا وہ یہود
یا نصرانی مرے گا۔ بخدا جس دن سے خدا نے آدمؑ کو زمین سے اٹھایا ہے۔ ایک دن کے لئے
زمین کو بغیر ایسے امام کے نہیں چھوڑا ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف ہدایت کرے اور جو بندوں پر خدا
حجت ہو۔ جس شخص نے بھی ایسے امام کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ ہلاک ہوا اور جس شخص نے
کا دامن پکڑا اس نے نجات پائی۔ خدا پر لازم ہے کہ ہر زمانہ میں ایسا ہی رکھے (یعنی ہر زمانہ میں
امام رہے)۔

شیخ کلینی نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص بغیر معرفت
کے عبادت نہیں کر سکتا لیکن جو شخص خدا کو نہیں پہچانتا اور خدا کی پرستش کرتا ہے یہ گمراہی ہے۔
نے امام سے پوچھا کہ معرفت خدا کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ معرفت خدا یہ ہے کہ اللہ کی تصدیق کرے
اور اللہ کے رسول کی تصدیق کرے اور علی علیہ السلام کی امامت کا اعتقاد رکھ کر ان کی پیروی کرے
اور ان کے بعد گیارہ اماموں کی پیروی کرے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے
خدا کی معرفت یہی ہے۔

*(کلینی، برقی اور نعمانی نے بسند صحیح اور معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص
محنت و مشقت کے ساتھ خدا کی عبادت کرے اور اس امام عادل پر اعتقاد نہ رکھتا ہو جو خدا کی طرف
مقرر ہے پس ایسی عبادت خدا کے نزدیک ہرگز مقبول نہیں ہے اور ایسا شخص گمراہ ہے اس کی
اس گوسفند کی طرح ہے جو گلہ اور گلہ بان سے بچھڑ کر حیران پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی
ایک گلہ کو مع گلہ بان کے دیکھا اور اس میں جا ملا۔ رات بسر کر کے صبح کو جب گڈریا اپنے گلہ
چراگاہ کی طرف لے کر چلا تو دیکھا کہ یہ گلہ اور نگہبان اس کا نہیں ہے۔ پس اپنے گلہ اور گلہ بان کی
میں حیران و پریشان پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرا گلہ نظر آتا ہے یہ اس طرف جانے کا ارا
کرتا ہے کہ گلہ بان آواز دیتا ہے کہ تم نے اپنے گلہ اور گڈریئے کو چھوڑ دیا ہے۔ اب اس طر
کیوں پھرتے ہو جاؤ۔ اپنا گلہ اور گڈریا تلاش کرو۔ پس انتہائی حیرانی کے عالم میں واپس آتا ہے کہ
گڈریا نہیں جو اس کو چراگاہ تک پہنچا دے۔ یا اپنی چراگاہ تک جو اس کا ملجا و ماوا ہے یہ خود
آپ کو پہنچا سکے۔ اسی اثنا میں اس کو بھیڑیا مل جاتا ہے جو اس کی حیرانی اور تنہائی سے فائدہ

س کو کھا جاتا ہے، وہ شخص بھی اس گوسفند کے مثال ہے جو اس حال میں صبح کرے کہ اس کا کوئی امام عادل نہ ہو جس کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ اگر یہ شخص اسی حالت میں مر گیا تو کفر و نفاق کی موت ے گا یاد رکھو کہ یہ حق ائمہ اور ان کی پیروی یہی دین خدا ہے اور ظالم امام خدا کے دین سے بھٹکے ہوئے خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس کو ہوا کے ونکے ادھر ادھر اڑائے اڑائے پھرتے ہیں جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اس سے حدود رجہ کی ی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ (مترجم کہتا ہے:۔)*

وجہ تشبیہ اس وجہ سے ہے کہ ایک شخص امام بر حق رکھتا ہے۔ مگر اس کی یا اس کے خلیفہ کی ی نہیں کرتا۔ بلکہ ظالم امام کے پاس جا کر ان چیزوں کے خلاف دیکھتا ہے جو امام حق کے پاس یا سنی تھیں، پھر یہاں سے دوسرے ظالم امام کے پاس جاتا ہے۔ وہ اس کو اس خوف سے دیتا ہے کہ یہ کہیں اپنی باتوں سے میرے مریدوں کو نہ بہکا دے۔ یہ اسی حیرانی کے عالم ہوتا ہے کہ شیطان جو راہِ دین کا بھیڑیا ہے اس کو قابو کرتا ہے اور اس کی تنہائی سے فائدہ ہ بالکل دین سے گمراہ کر کے کسی نہ کسی ظالم امام کا مرید کر کے اس کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ امام خدا اور بندوں کے درمیان ی نشانی اور پہچان ہے۔ پس جو شخص اس کو پہچانے وہ مومن ہے اور جو نہ پہچانے وہ ہے۔

نعمانی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے معلوم کیا کہ مولا یہ فرمایئے ی شخص آپ ائمہ میں سے کسی امام کا منکر ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی امام کا انکار کرے یا اظہار بیزاری کرے ایسے امام سے جو خدا کی طرف سے امام ہو تو ایسا ی کافر ہے اور وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ خدا کے مقرر کئے ہوئے امام کا دین دین خدا ہے شخص دین خدا سے اظہار بیزاری کرے تو ایسی حالت میں ان کا خون مباح ہے۔ تاوقتیکہ وہ کے ہونے سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرے۔

پانچویں فصل

اس بیان میں کہ جس شخص نے ایک امام کا انکار کیا تو گویا اس نے کل آئمہ کا انکار کیا

کلینی، ابن بابویہ اور نعمانی نے بسند ہائے معتبر و صحیح حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو زندہ کسی ایک امام کا انکار کرے گویا اس نے تمام گذشتہ اماموں کا انکار کیا۔

ابان بن تغلب سے بسند ہائے معتبر روایت کی گئی ہے۔ ابان کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کوئی تمام گذشتہ اماموں کو جانتا پہچانتا ہے۔ لیکن اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانتا تو کیا ایسا شخص مومن ہے۔ حضرت نے کہا نہیں۔ ابان نے کہا کہ کیا مسلمان ہے امام نے فرمایا ہاں!

ابن بابویہؒ نے کہا ہے کہ خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کی گواہی دینے کا نام اسلام ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اس شخص کی جان و مال محفوظ رہتا ہے۔ لیکن آخرت کا ثواب اور کامیابی یہ ایمان پر ہے۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی یکتائی اور میری رسالت کی گواہی دے اس نے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیا ہے یعنی کہ وہ قابل قتل یا اس کا مال چھین لینے کے قابل نہیں اور اس کا حساب قیامت میں خدا کے حوالے ہے۔

سند معتبر سے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اے لوگو یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص صرف ایک حضرت عیسٰیؑ ہی کا انکار کرے اور دوسرے تمام نبیوں کا اقرار کرے تو ایسا شخص مومن نہیں ہے امام برحق کو پہچان کر خدا کا راستہ اختیار کرو۔ یعنی امام حق کا مل جانا اور اس کی پیروی کرنا صراط مستقیم کا ملنا اور اس پر چلنا ہے یہی راہ حق کی پہچان ہے۔ اور جب امام تم سے چھپ جائے اور پردۂ غیب میں چلا جائے تو اس کے احادیث و آثار جو تمہارے درمیان ہیں کو طلب کرو تاکہ تمہارا دین مکمل ہو اور تمہارا ایمان باللہ ہونا صحیح رہے۔

بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ تم اور وہ امام جو

تمہاری اولاد سے ہیں وہ سب میرے بعد مخلوق خدا پر حجت خدا ہیں۔ اور بندوں کے درمیان راہ ہدایت کی نشانیاں ہیں۔ جس شخص نے ان اماموں میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرے اس نے میری نافرمانی کی جس شخص نے ان میں سے کسی ایک پر ظلم کیا اس نے مجھ پر ظلم کیا اور جو تمہارے ساتھ نیکیاں کرے اس نے مجھ پر نیکی کی اور جو شخص تم سب کی اطاعت کرے اس نے میری اطاعت کی، جو تم سے دوستی کرے اس نے مجھ سے دوستی کی۔ جس شخص نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اس لئے کہ تم سب مجھ سے ہو اور میرے طینت سے پیدا کئے گئے ہو اور میں تم سب سے ہوں۔

نعمانی نے محمد بن نما سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا، فلاں شخص جو آپ کا غلام اور شیعہ ہے اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ آپ میرے لیے قیامت میں میری شفاعت کے ضامن ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کیا وہ شخص ہمارے دوستوں اور شیعوں میں سے ہے میں نے کہا کہ ہاں پس حضرت نے فرمایا کہ اس کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ سفارش کا محتاج ہو

راوی: میں نے عرض کیا کہ یہ روایت آپ حضرات سے بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص حضرت علی کو امام جانتا ہے اور ان کو دوست رکھتا ہے لیکن ان کے بعد دیگر اوصیاء کو نہیں جانتا اور نہیں پہچانتا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا شخص گمراہ ہے

راوی: میں نے کہا کہ تمام ائمہ کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن آخری امام کا انکار کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کا انکار کرے یا حضرت محمدؐ کی نبوت کا اقرار کرے اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کرے۔ میں اس شخص سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو خدا کی حجتوں میں سے کسی ایک حجت کا انکار کرے۔ میں اس شخص سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو خدا کی حجتوں میں سے کسی ایک حجت کا انکار کرے۔ (مترجم کہتا ہے، وہ انبیاء یا ان کے اوصیاء جن کا ذکر خدا نے قرآن میں کیا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرہ یا جن کا تذکرہ احادیث پیغمبرؐ میں ہے اور ان کی نبوت یا وصایت تواتر یا جنبہ اور متواتر روایات دونوں میں شامل ہے جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو کافر ہے۔ یہ شخص

کو چاہیئے کہ تمام نبیوں اور اوصیاء کا مجملاً یقین رکھے۔ اگرچہ فرداً فرداً جاننا ضروری نہیں ہے لیکن اس طرح یقین رکھے اور اقرار کرے کہ خدا کے تمام رسول اور نبی اور ان کے وصی برحق ہیں

کلینی اور نعمانی نے بسند موثق محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اگر تم اپنے امام زمانہ کو پہچان لو اور اس سے پہلے والے امام کو نہ پہچانو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا اس مرد پر لعنت کرے اور میں اس کو دشمن رکھتا ہوں اور میں اس کو نہیں پہچانتا۔ اپنے امام آخر کو اس وقت تک نہیں پہچانا جا سکتا جب تک کہ امام اول کو نہ پہچانا جائے۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا و رسول اکرمؐ اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اور جو چیز اپنے امام زمانہ تک پہنچے اس میں مشتبہ ہو اس کو چھوڑ دے اور اپنے امام وقت کی اطاعت کرے۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ امام کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔ جب تک کہ امام اول کو نہ پہچانے اور اس کی امامت کو نہ جانے

بسند صحیح زرارہ ابن اعین سے روایت کی گئی ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ مولا مجھے بتایئے کہ آیا معرفت امام تمام مخلوقات پر واجب ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا نے حضرت محمدؐ کو تمام مخلوقات کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور آنحضرتؐ زمین پر تمام مخلوقات کے لئے حجت خدا تھے۔ پس جو شخص خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کرے ان کی پیروی کرے اس شخص پر معرفت امام واجب ہے اور جو شخص خدا و رسول پر ایمان نہ رکھتا ہو اور نہ ان کی تصدیق و پیروی کرتا ہو پس ایسا شخص امام غائب کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔ حالانکہ وہ خدا و رسول پر ایمان ہی نہیں لایا اور ان کی تصدیق نہیں کی۔ اور ان کے حق کو نہیں پہچانا۔ زرارہ نے کہا کہ مولا اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے اور ہر اس چیز کی تصدیق کرتا ہے جو اللہ نے ان پر نازل کی ہے کیا ایسے شخص پر آپ ائمہ کی معرفت واجب ہے۔ حضرتؑ نے کہا کہ ہاں تمام مسلمان بعض اصحاب کی بدخیالیوں کے باوجود ان کی معرفت ضروری سمجھتے ہیں۔ زرارہ نے کہا کہ ہاں تو امام نے فرمایا کہ آیا تم سمجھتے ہو کہ ان کی محبت خدا نے دلوں میں ڈالی ہے لا و اللہ ہرگز ایسا نہیں ہے اور ہم ائمہ کی معرفت کا الہام خود خدا وند عالم مومنین کے دلوں پر کرتا رہتا ہے

جابرؓ سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ خدا کو نہیں پہچان سکتا اور اس کی عبادت نہیں کرسکتا۔ مگر وہی شخص جو خدا کو پہچان کر ہم اہلبیت میں سے پیشوا امام زمانہ کو پہچانے۔ پس جو شخص خدا اور اہل بیتؑ میں سے اپنے امام کو نہ پہچانیگا یقیناً اس شخص نے غیر خدا کو پہچانا اور وہ غیر خدا کی پرستش کرتا ہے۔ بخدا ایسا شخص بے راہ ہے اور ضلالت و گمراہی میں ہے۔

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ تم لوگ صالح اور لائق نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ معرفت حاصل نہ کرو۔ اور معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ تصدیق نہ کرو۔ اور تصدیق نہیں ہو سکتی جب تک کہ اطاعت و پیروی نہ کی جائے۔ ان پانچ چیزوں جو آیت میں مذکور ہوئی ہیں۔ توبہ۔ ایمان۔ عمل صالح ہونا۔ ہدایت یافتہ ہونا۔ ولایت و متابعت ائمہ برحق کے ساتھ۔ پس امام نے فرمایا کہ ان میں کا پہلا درست نہیں ہو سکتا اور ہدایت نہیں پا سکتا جب تک کہ آخر درست نہ ہو اور آئمہ کی ولایت کے بغیر کوئی چیز فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ یقیناً خدائے تعالیٰ قبول نہیں کرتا مگر نیک عمل کو اور خدائے تعالیٰ وفا کو اُن شرط و شروط کے ساتھ قبول کرتا ہے جو آیت میں مذکور ہیں۔ پس جو شخص خدا کی شروط کو پورا کرے اور جو عہد خدا نے قرار دیا ہے اس کو وفا کرے تو یقیناً وہ توبہ حاصل ہوگی جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے۔ یقیناً خدا نے عالم کو راہ ہدایت کی بندوں کو خبر دی ہے اور راہ ہدایت کی نشانیاں مقرر کی ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ اس راہ کو کس طرح طے کرنا ہے۔ پس کہا خدا نے وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى۔ بتحقیق کہ میں بہت معاف کرنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے شرک و نفاق سے اور ایمان لائے خدا اور رسول اور روز قیامت پر وہی ہدایت پائے گا۔ پھر خدا نے کہا ہے انما یتقبل الله من المتقین۔ بتحقیق کہ خدا پرہیزگاروں کے اعمال کو قبول کرتا ہے پس جو شخص خدا کے احکام میں خدا سے ڈرے وہ خدا سے۔ ایمان ملاقات کرے گا ان چیزوں پر جو رسول خداؐ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ جماعت (عالمین) سعادت سے کتنی دور ہے۔ بہت سے لوگ اس جماعت سے گمراہ ہو گئے اور قبل اس کے کہ ولایت و متابعت آئمہ حق کی طرف ہدایت پائیں مر گئے۔ اور خیال کرتے تھے کہ ہم ایمان

لائے ہیں، حالانکہ وہ مشرک تھے جو شخص گھروں میں صحیح دروازوں سے داخل ہوگا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص در کو چھوڑ کر مکان میں داخل ہوگا اس نے ہلاکی اور تباہی کا راستہ طے کیا اور رسول خدا کے علم کا دروازہ آئمہ برحق ہیں جیسا کہ رسولؐ نے خود فرمایا ہے کہ میں شہر علم و حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ اور خدا نے حکم دیا ہے کہ واتوا البیوت من ابوابھا۔ یعنی گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ خدا نے اطاعت اولی الامر جو امام ہے کو رسولؐ خدا کی اطاعت سے وابستہ رکھا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ پس جو شخص اولی الامر کی اطاعت ترک کرے۔ اس نے نہ رسول کی اطاعت کی اور نہ خدا کی اطاعت کی۔ اولی الامر کی اطاعت اقرار ہے کہ خذ وا زینتکم عند کل مسجد یعنی ہر مسجد کے نزدیک زینت کرو اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد سے مراد نماز ہے اور زینت روحانی و جسمانی دونوں کو شامل ہے اور روحانی زینت میں بہترین زینت عقائد اسلامی ہے کہ جن کے بغیر عبادت قبول نہیں اور عقائد میں سب سے بہتر ائمہ حق اور پیشوایان دین کی ولایت و متابعت ہے۔ پس خدا نے فرمایا کہ ان گھروں کو طلب کرو جن کا ذکر آیہ نور کے بعد کیا ہے اور یہ آیت اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ خدا فرماتا ہے:۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ۔ اس کی تاویل احادیث میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ یہ نور خانہ آبادہ میں روشن کیا گیا ہے۔ خدا نے اجازت دی ہے اور مقرر و مقدر کر دیا ہے کہ ہمیشہ بلند مرتبہ اور مشہور رہے اور اس گھر میں ہمیشہ خدا کی یاد ہے اس کے بعد حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو خبر ہے کہ یہ گھر مع اپنے گھر والوں کے کونسا ہے فرمایا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ یعنی چند مرد ایسے ہیں کہ جن کو تجارت اور خرید و فروخت یاد خدا سے غافل نہیں کرتی اور یہ لوگ اس روز سے ڈرتے ہیں جس دن سب لوگوں کے دلوں میں خوف طاری ہوگا۔ یقیناً خدا نے رسولوں اور نبیوں کو چنا ہے اور مخصوص کیا ہے اپنے امر کے لئے کہ ہدایت کریں مخلوقات کی اور شرائع دینی کو بیان کریں اور اس کے بعد اللہ نے ایک ایسے گروہ کو منتخب کیا ہے جو پیغمبروں کی تصدیق کریں ان ڈرانے والی باتوں میں جن کو خدا نے رسولوں کی زبانی جاری کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ و ان من امۃ

الاخلا فیھا نذیر یعنی کوئی قوم ایسی نہیں گزری ہے۔ جس میں کوئی نہ کوئی ایسا ہادی نہ رہا ہو جو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہو گمراہ ہے۔ وہ شخص جو اپنے ہادی زمانہ سے ناواقف ہے اور ہدایت یافتہ ہے شخص جو اپنے ہادی کے معاملہ میں دانا و عقلمند ہے اور اس بینائی سے مراد دل کی نورانیت ہے جیسا کہ خدا کہتا ہے فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور یعنی یہ لوگ آنکھوں کے اندھے نہیں ہیں بلکہ ان کا وہ دل اندھا ہے جو ان کے سینوں میں ہے جو شخص دل کا اندھا ہو وہ کس طرح ہدایت پا سکتا ہے اور جو شخص آیات الٰہی اور احادیث میں غور و فکر نہیں کرتا۔ اس کو نور قلب کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کی پیروی کرو اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کا اقرار کرو اور جو حضرات ائمہؑ حق ہیں ان کے آثار و ہدایات کی پیروی کرو۔ بیشک یہ ائمہؑ دین حق کی امانت داری اور پرہیزگاری کے نشانات ہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ ابن کوا جو ایک خارجی تھا۔ حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آیا اور اس آیت کی تفسیر پوچھنے لگا وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم مقام اعراف میں کچھ لوگ ہوں گے جو لوگوں کو مخصوص نشانیوں کے ساتھ پہچانیں گے۔ جو ان کی پیشانیوں میں چمک رہی ہوں گی۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اعراف میں ہم ہوں گے جو اپنے دوستوں اور مددگاروں کو ان علامتوں کے ذریعہ پہچانیں گے جو ان کی پیشانیوں میں چمکتی ہوں گی اور ہم ہی خدا و بندوں کے درمیان وہ اعراف ہیں کہ کوئی شخص بغیر ہماری معرفت کے خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ اور ہم ہی وہ اعراف ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا صراط مستقیم پر ہمارے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانے گا۔ پس جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی شخص جو ہم کو پہچانتا ہو اور ہم اس کو پہچانتے ہوں اور جہنم میں نہیں جا سکتا۔ کوئی شخص مگر وہی جس کو ہماری معرفت نہ ہو اور ہم بھی اس کو نہ پہچانتے ہوں۔ خدا اگر چاہتا تو براہ راست بندوں کو اپنی معرفت کرا سکتا تھا۔ مگر اس میں یہ مصلحت تھی کہ ہم کو اپنی معرفت کا دروازہ قرار دے اور ہم کو صراط مستقیم اور نجات کا راستہ بنائے اور ہم ہی وہ وجہ خدا ہیں کہ ہماری وجہ سے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔ پس جو شخص ہم کو چھوڑ دے یا ہمارے غیر کو ہم پر ترجیح دے۔ پس ایسا شخص راہ راست

سے بھٹکا ہوا ہے پس وہ جماعتیں جنہوں نے ہمارے غیر کی پیروی کی ہے ہمارے مساوی نہیں ہو سکتیں ہیں۔ اس لئے کہ جو لوگ غیر شیعہ ہیں ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک گدلے پانی سے چشمے کی طرف جا رہے ہیں اور ایک دوسرے پر گر رہے ہیں اور جو لوگ ہماری طرف آرہے ہیں وہ ایک ایسے صاف شفاف اور خدا کے حکم سے ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے کی طرف آرہے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ (مترجم گوید) حضرت نے علم کو پانی سے تشبیہ دی ہے جس طرح پانی سے جسم و بدن کی زندگی ہے اسی طرح روح کی زندگی علم سے ہے اور مخالفین کے علوم جو کمی اور عدم انقطاع کے باعث اور شک و شبہات سے مخلوط ہونے کے باعث بیکار ہیں اور وہ تھوڑے تھوڑے پانی میں جو گڑھوں میں رہ کر گدلے اور نجس ہو جاتے ہیں اور یہی نجس و گندے علوم یہ لوگ ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں یہ علوم ہرگز خدا و رسولؐ اور ائمہ حق کے علوم کے برابر نہیں ہو سکتے۔ امام علیہ السلام نے مخالفین کے علوم کو بتلایا ہے کہ ایک گڑھے کا پانی دوسرے میں گرتا رہتا ہے اور علوم اہلبیتؑ کو اس صاف و شفاف چشمہ سے تشبیہ دی ہے۔ جو ہمیشہ خدا کی جانب سے جاری رہتا ہے۔ اس واسطے کہ ائمہ کے علوم یقینی ہیں جن کا سرچشمہ وحی و الہام ربانی ہے۔ اس راستہ میں شک و شبہ کا کوئی تعلق نہیں اور ہمیشہ الہامات یقینی اور روح القدس کا القائے ائمہ ھدیٰ کے قلوب پر ہوتا رہتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کے بعد ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ۔

سند معتبر کے ساتھ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے ابو حمزہ ثمالی سے کہا کہ اے ابو حمزہ ثمالی تم میں سے کوئی چند فرسخ راستہ طے کرتا ہے۔ تو ضرور دلیل راہبر اور رہنما تلاش کرتا ہے جو راستہ نہ بھولے اور تم آسمان کے راستوں سے زمین کے راستوں سے بھی زیادہ جاہل ہو لہٰذا رہنما تلاش کرو اور آسمانی راہ سے مراد وہ چند اعمال و عقائد ہیں کہ جن کے ذریعہ انسان جنت میں پہنچتا اور قرب اور کمال معنوی کے بلند درجات حاصل کرتا ہے۔

بسند صحیح حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ راوی نے آنحضرتؑ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر کیا ہے۔ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً یعنی جس شخص کو حکمت مل گئی ہو اس کو خیر کثیر مل گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد خدا کی اطاعت اور امام کی معرفت ہے (مترجم گوید) حکمت سے مراد وہ علوم حقہ یقینی ہیں جن کا تعلق عمل سے ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حکیم ہمیشہ

راست گفتار اور درست کردار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت نے حکمت کی تفسیر معرفت امام سے فرمائی ہے کیونکہ معرفت امام تمام سعادتوں کا خزانہ ہے اور علوم حقہ یقینا امام ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں اور اسی سے خدا کی اطاعت ہوگی۔ کیونکہ اطاعت کا مقصد ان علوم پر عمل کرنا ہے۔ اور اسی جگہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی۔ کہ حکمت سے مراد وہ باطل علوم نہیں ہیں جو چند گمراہ لوگوں نے اپنی ناقص عقلوں کے ذریعے سے پیدا کر لئے ہیں اور ان کا نام حکمت رکھا ہے اور اسی غلط حکمت کے ذریعہ اکثر انبیاء کی شریعتوں اور کتب الٰہی کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ اور لوگوں کو خدا کی کتاب کی معرفت اور رسولؐ خدا و آئمہ ھُدیٰ کے ارشادات سے محروم کر دیا ہے اور بغیر اس کے کہ ان کو شرائع کا علم ہو یا دین کے ضروری مسائل سے واقفیت ہو صرف چند باطل مسائل کے جاننے پر اپنے کو حکیم کہتے ہیں اور کہلواتے ہیں۔

(بسند موثق کے ذریعہ امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے اومن کان میتًا فاحییناہ وجعلنا لہ نورًا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا۔ یعنی کیا اگر کوئی مردہ ہو اور ہم اس کو زندہ کر کے اس کو ایسا نور دیں کہ جس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان راستہ چلے کیا وہ شخص ہے اس شخص کے مثل جو کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں ہو جن سے ہرگز باہر نہیں نکل سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس مردہ سے مراد ایسا شخص ہے جو کچھ نہ جانتا ہو اور عقائد حقہ کے علم کو حاصل نہ کیا ہو اور مراد اس نور سے کہ جس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے وہ امام ہے کہ جس کی پیروی کریں اور جو شخص ظلمات میں گھرا ہوا ہے وہ وہ شخص ہے جو اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو)

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ابو عبداللہ جدلی حضرت امیرؑ کی خدمت میں آیا تو حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ جدلی آیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اس آیت کی تفسیر بتلاؤں۔ من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا وھم من فزع یومئذ آمنون ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوھھم فی النار ھل تجزون الا بما کنتم تعملون۔ اس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کی درگاہ میں نیکی کرے تو خدا اس کو اس نیکی سے بہتر بدلا دے گا۔ اس لئے ثواب سے مقابلہ میں شریعت اور فانی کے بدلے میں باقی اور ایک کے مقابلہ میں دس سے سات سو تک نیکیاں عطا ہوں گی۔ اور یہ لوگ قیامت کے خوف و دہشت سے مامون ہیں اور جو شخص برائی اور گناہ کرے گا اکثر مفسرین نے اس سیئہ کی تفسیر شرک سے کی ہے پس ایسے شخص کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا جزا

صرف اسی کی دی جاتی ہے جو عمل کیا جاتا ہے۔

ابو عبداللہ نے کہا کہ ہاں اے امیر المومنینؑ میں آپ پر قربان ہو جاؤں (فرمائیے)

حضرت نے فرمایا کہ حسنہ سے مراد ہماری امامت و ولایت اور ہم اہل بیتؑ کی محبت ہے اور اس مقام پر سیئہ سے مراد ہماری ولایت کا انکار اور ہم اہل بیتؑ کی دشمنی ہے جس کی وجہ سے یہ شخص اوندھے منہ جہنم میں ڈالا گیا۔

چھٹی فصل

ائمہ حق کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان میں

کلینی وغیرہ نے سند مثل صحیح سے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ امر دین کی بلندی، رفعت تمام امور کی کنجی اور خوشنودی خداوند رحمٰن امام کی معرفت کے بعد امام حق کی اطاعت ہے۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلنٰک علیہم حفیظا یعنی جس شخص نے رسول کی اطاعت کی تحقیق کہ اس نے خدا کی اطاعت کی۔ پس جو شخص رسول کی اطاعت سے منہ پھیرے۔ پس تم اس کے ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو اور نہ اس لئے کہ تم ان کے اعمال کا حساب کرو۔ حساب کرنا اور عذاب و ثواب دینا ہمارے ذمہ ہے نہ تم پر۔ اس آیت سے ائمہ کی اطاعت کا ثبوت یہ ہے کہ اکثر موقعوں پر رسولؐ خدا نے لوگوں کو ائمہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پس ائمہ کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اس طرح ائمہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

بسند معتبر ابو الصباح سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے فرمایا حضرت نے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ایسے امام تھے کہ جن کی اطاعت خدا نے فرض کی تھی اور حسن بن علی ایسے امام تھے کہ جن کی اطاعت خدا نے فرض کی تھی اور حسین بن علی اور علی بن الحسین ایسے امام تھے کہ جن کی اطاعت خدا نے واجب قرار دی تھی

انہی امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ ہم ائمہ کا گروہ ایسا ہے جس کی اطاعت واجب کی گئی ہے اور تم لوگ ایسے شخص کی اطاعت و اقتدا کرو کہ جس کی معرفت کے بغیر کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔

انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ امام محمد باقر نے خدا کے اس قول واتیناھم ملکا عظیما کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے جو آل ابراہیم کے لیئے کہا ہے کہ ہم نے ان کو بڑی شاہی دی۔ اس بڑی شاہی سے مراد اطاعت مفروضہ ہے۔ یعنی کہ آل ابراہیم کی اطاعت تمام مخلوق پر واجب قرار دی ہے اور رسول خدا اور اہل بیت آل ابراہیم میں داخل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے ابوالحسن عطار سے کہا کہ انبیا اور اوصیا کو اطاعت میں شریک کرو۔ یعنی جس طرح انبیا کی اطاعت فرض ہے اسی طرح اوصیا کی اطاعت بھی واجب ہے۔

بسند صحیح معتبر روایت کی گئی ہے کہ حضرت صادق آل محمد نے فرمایا کہ ہم اہل بیت کا گروہ وہ ہے جس کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے اور ہمارے لیئے انفال قرار دیا گیا ہے کہ جو نہروں اور اور پہاڑوں سے نکالا جاتا ہے (یعنی دریا کے موتی مونگے اور پہاڑوں کے سونے چاندی میں انفال ہمارا حق ہے) اس کے علاوہ اور جن کا ذکر اپنے مقام پر ہوگا۔ اور مال غنیمت کا چنا ہوا ہمارے لیئے ہے اور ہمارا ہی گروہ وہ ہے جو راسخ فی العلم ہے اور ہم علوم میں ثابت قدم ہیں اور ہمارے علوم یقینی ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن سے لوگ حسد کرتے ہیں (خدا ہمارے حق میں فرماتا ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ کیا لوگ حسد کرتے ہیں ان لوگوں پر جن کو اللہ نے اپنا فضل عطا کیا ہے۔)

بسند معتبر مثل صحیح کے حسین بن ابی علا سے روایت کی گئی ہے حسین نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ شیعوں کا یہ اعتقاد کہ اوصیاء نبی کی اطاعت خدا کی جانب سے ہے درست ہے حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ وہ جماعت ہے کہ جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اپنے اولی الامر کی انشاء اللہ بعد میں بیان کیا جائے گا کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومین ہیں اور امر امامت

کے وہی وارث ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور یہی وہ جماعت ہے کہ جن کی شان
خدا نے فرمایا ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکٰوۃ
وھم راکعون۔ یعنی تمہارا ولی اور صاحب امر صرف خدا ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ
جو ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ عام اور خاصہ مسلم
کا اتفاق ہے کہ سوائے امیر المومنینؑ کے کسی اور شخص نے حالت رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی۔
ائمہ طاہرین کی بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ہر امام نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی ہے
واسطے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

بسند صحیح معتبر منقول ہے کہ جو آل فارس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت امام ر
سے پوچھا کہ آیا آپ کی اطاعت فرض ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہاں لوگوں نے پوچھا کہ کیا اسی
اطاعت فرض ہے جیسے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی اطاعت فرض ہے۔ ا
نے فرمایا کہ ہاں۔

بسند معتبر ابوبصیر سے روایت کی گئی کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ آیا ائمہ
امر امامت اور وجوب اطاعت میں سب ایک ہیں اور ان کا حکم ایک ہے۔ حضرت نے فر
کہ ہاں!

(کلینی اور دوسرے لوگوں نے سندہائے معتبر سے محمد بن زید طبری سے روایت کی ہے کہ میں
میں امام رضاؑ کے سرہانے کھڑا تھا اور ایک گروہ جماعت بنی ہاشم کی امامؑ کی خدمت میں حاضر
منجملہ اور حضرات کے اسحاق بن موسیٰ بن عیسےٰ عباسی بھی تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے اسحاق میں
سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ رسولؐ کی قرابت کی وجہ سے لوگ ہمارے غلام
میں نے ہرگز یہ بات نہیں کہی ہے اور نہ میں نے اپنے آبا و اجداد میں سے کسی ایک سے ا
سنا ہے اور نہ ہمارے آبا سے کوئی خبر ایسی ہم تک پہنچی ہے کہ ان میں سے کسی نے ایسا کہا
ہم کہتے ہیں کہ لوگ ہماری اطاعت میں ہمارے غلام ہیں۔ اس وجہ سے کہ لوگوں پر واجب ہے
ہماری اطاعت کریں اور لوگ دین کے معاملہ میں ہمارے آزاد کردہ غلام ہیں کہ امور دین میں ہم
اطاعت کرنے سے آتش جہنم سے آزاد کئے گئے ہیں پس تم کو چاہیئے کہ یہ بات سب حاضر

...ین کو پہنچادو ہے۔

کلینی نے بسند معتبر ابی سلمہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم ہی وہ جماعت ہیں کہ جس کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے اور بغیر ہماری معرفت کے لوگوں کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے اور ہمارے پہچاننے میں لوگ معذور نہیں ہیں جو شخص ہم کو امامت کے ساتھ پہچانے وہ مومن ہے اور جو شخص ہماری امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ہم کو نہ پہچانے اور انکار بھی نہ کرے بلکہ مستضعفین کی طرح وہ گمراہ ہے اور جب بھی وہ ہدایت پائے گا تو اس پر ہماری اطاعت واجب ہے اور اگر وہ ہماری نافرمانی کی گمراہی میں مرگیا تو اب خدا کو اس کا اختیار ہے چاہے عذاب دے یا معاف کرے۔

(بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے امام سے پوچھا کہ وہ بہترین چیز کیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے لوگ خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کریں۔ امام نے فرمایا کہ وہ بہترین چیز کہ جس کے ذریعہ سے خدا کی بارگاہ میں لوگ تقرب حاصل کریں وہ خدا اور رسولؐ اور اولی الامرؑ کی اطاعت ہے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری دوستی ایمان ہے اور ہماری دشمنی کفر ہے)

(بسند معتبر روایت کی گئی ہے راوی کہتا ہے کہ میں حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے اپنا وہ دین پیش کرتا ہوں کہ جس پر میں خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ امام نے فرمایا کہو راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا میں خدا کی توحید اور رسولؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور پیغمبر نے خدا کی طرف سے لا کر پیش کیا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ علیؑ میرا وہ امام ہے جس کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے۔ پس علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسینؑ میرے وہ امام تھے کہ جن کی فرمانبرداری خدا نے واجب کی ہے۔ پھر حسینؑ کے بعد علیؑ ابن الحسینؑ میرے وہ امام ہیں کہ جن کی اطاعت خدا نے فرض کی ہے۔ پھر میں نے اسی طرح ہر ایک امام کے متعلق کہا۔ یہاں تک کہ حضرت تک پہنچا اور میں نے کہا کہ ان سب کے بعد آپ مجھ پر واجب الاطاعت امام ہیں یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ یہی خدا اور اس کے فرشتوں کا دین ہے (مترجم گوید: خدا کے فرشتوں کا بھی دین ہے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے اس دین کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ دین الٰہی میں یہی مراد ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ مکلف ہیں کہ

یہ اعتقاد رکھیں جیسا کہ دوسری احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔*

ساتویں فصل

اس بیان میں کہ بغیر ائمہ حق کے ہدایت نہیں مل سکتی اور یہی حضرات خلق اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر ان حضرات کی معرفت کے عذاب الٰہی سے پناہ نہیں مل سکتی

ابن بابویہ نے مجالس میں اور دوسرے حضرات نے بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ لوگ ہمارے لئے بڑی مصیبت میں ہیں اس لئے کہ اگر ہم لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں تو یہ اس کو قبول نہیں کرتے اور اگر ہم ان کو چھوڑ دیں تو یہ بغیر ہمارے ہدایت نہیں پا سکتے۔

کتاب خصال میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنین علیؑ سے کہا کہ تین چیزیں وہ ہیں جن کو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق ہیں۔

۱۔ تم اور تمہارے وہ اوصیاء جو تمہارے بعد ہیں اور عرفا ہیں وہ ہیں کہ جن کی معرفت کے بغیر خدا کو نہیں پہچانا جا سکتا۔

۲۔ تم ایسے عرفا اور شناسا ہو کہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا مگر وہی جو تم کو پہچانتا ہو اور تم اس کو پہچانتے ہو۔

۳۔ تم ایسے عارف باللہ ہو کہ جہنم میں وہی شخص داخل ہوگا جو تم کو نہ پہچانتا ہو اور تم اس کو نہ پہچانتے ہو۔

علل الشرائع میں بسند صحیح امام حسن عسکریؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام نے اسحاق بن اسمٰعیل کو لکھا کہ خدا نے احسان کیا ہے تم پر کہ اپنے فرائض واجب کئے ہیں۔ خدا نے فرائض کو اس لئے واجب

نہیں کیا ہے کہ ان کی خدا کو ضرورت تھی بلکہ یہ خدائی رحمت ہے کیونکہ تمہارا خدا اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ یہ فرائض اس لئے واجب کئے ہیں تاکہ طیب کو خبیث سے جدا کرے اور تمہارے سینوں کے بھیدوں کا امتحان لے اور خدا تمہارے دلوں کے ارادوں کو خالص کرنا چاہتا ہے تاکہ تم خدا کی رحمت کی طرف بڑھ سکو اور جنت میں تمہارے درجات بلند ہو سکیں۔ پس خدا نے تم پر حج، عمرہ، زکوٰۃ، نماز، روزہ اور اہل بیتؑ کی ولایت کو فرض کیا اور خدا نے تمہارے لئے ایک گھر مقرر کیا ہے جس کے دروازوں کی کنجی فرائض کو قرار دیا ہے (اگر حضرت محمد مصطفےٰ اور اس کے اوصیاء جو ان کی اولاد سے ہیں نہ ہوتے تو یقیناً تم لوگ چوپایوں کی طرح حیران و پریشان مارے مارے پھرتے اور واجبات میں سے کسی ایک واجب کو نہیں پہچان سکتے تھے) کیا کسی شہر میں بغیر دروازہ کے داخل ہو سکتے ہو۔ پس خدا نے احسان کیا تم پر کہ تمہارے پیغمبر کے بعد تمہارے لئے با اختیار امام مقرر فرمائے اور روز غدیر فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ یعنی آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور آج میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ پس میں نے تم پر اپنے دوستوں کے لئے چند حقوق واجب کئے ہیں کہ جن کے ادا کرنے کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پر تمہاری عورتیں حلال ہو جائیں اور تمہارے لئے تمہارا کھانا پینا حلال ہو جائے۔ اور تمہارا مال و اسباب حلال ہو جائے تاکہ خدا ان کے ذریعہ سے اپنے کو پہچنوائے۔ اور ان تمام چیزوں میں فراوانی اور برکت عطا کرے اور اس طرح یہ معلوم ہو جائے کہ باطن میں کون اس کی اطاعت کرتا ہے۔ پھر خدا نے کہا کہ:۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ یعنی اے محمد کہہ دو کہ اے گروہ مسلمین میں تم سے کسی ایک سے سوال نہیں کرتا ہوں نبوت پر مگر یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ پس یاد رکھو اگر کوئی اس میں بخل کرے گا وہ اپنے نفس پر بخل کرے گا اس لئے کہ اس مودت کا نفع محبت کرنے والے ہی کو ملے گا۔ یاد رکھو کہ خدا تم سے بے نیاز ہے اور تم خدا کے محتاج اور فقیر ہو۔ پس جبکہ حق تم پر ظاہر ہو گیا تو اب جو تمہارا جی چاہے کرو۔ پس بہت جلد خدا اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔ تم سب کی واپسی اس خدا کی طرف ہے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے پس خدا تم کو تمہارے اعمال کی خبر دیتا ہے اور نیکی کا انجام ان لوگوں کے لئے ہے جو پرہیزگار

ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین

معانی الاخبار میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ جب روز قیامت ہوگا تو میں اور تم اور جبرئیل پل صراط پر بیٹھیں گے کوئی شخص پل صراط سے نہیں گزر سکے گا مگر وہی شخص کہ جس کے پاس آتش جہنم سے برأت کا پروانہ تیری ولایت کے ساتھ ہوگا۔

(تقریباً یہی روایت حضرت ابوبکر سے علیؑ کے بارے میں صواعق محرقہ میں بھی لکھی ہے کہ لا یجوز احدٌ علی الصراط الا بجائزۃ علی ابن ابیطالبؑ۔ کوئی شخص پل پر سے نہیں گزر سکتا ہے، جب تک اس کے پاس علیؑ کا پروانہ نہ ہو)

شیخ طبرسی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں تمہارے اور خدا کے درمیان واسطہ امام حسنؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے اصحاب اور تمہاری پیروی کرنے والے سب جنت میں جائیں گے۔

(احتجاج طبرسی میں عبداللہ بن سلیمان سے روایت کی گئی ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اہل بصرہ سے ایک شخص نے امام سے کہا کہ حسن بصری کہتا ہے کہ اہل جہنم سے ان لوگوں کے پیٹ داغے جائیں گے جو علم کو چھپاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو مومن آل فرعون (جناب حزقیل) کو سزا ملنا چاہیئے۔ جن کی مدح یہی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ ایمان کو چھپاتے تھے جیسا کہ خدا کہتا ہے یکتم ایمانہ یاد رکھو کہ علم ہمیشہ پوشیدہ اور پنہاں ہی رہا ہے جس روز سے کہ خدائے بزرگ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔ اسی روز سے پس حسن یا تو داہنی جانب چلے اور اگر چاہے تو بائیں طرف کو چلے بخدا علم لوگوں کو اہل بیتؑ کے سوا اور کسی جگہ سے نہیں مل سکتا۔ اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ لوگوں کا بڑا بوجھ ہم پر ہے کہ ہم ان کو جب اپنی طرف بلاتے ہیں تو ہماری بات کو قبول نہیں کرتے۔ اور اگر ہم ہاتھ اٹھالیں تو یہ لوگ بغیر ہمارے ہدایت نہیں پاسکتے)

بصائر الدرجات میں بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ہمارے ہی ذریعہ سے خدا کی عبادت کی جاسکتی ہے اور ہمارے ہی ذریعہ سے خدا کو پہچانا جاسکتا ہے اور ہمارے ہی ذریعہ سے خدا کی یگانگی معلوم ہوتی ہے۔ اور محمدؐ خدا کا حجاب ہیں۔ یعنی بندوں اور خدا کے درمیان حجاب ہیں

بشارت المصطفیٰ میں بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص ہمارے ذریعہ سے خدا کو پکارتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو شخص بغیر ہمارے خدا کو پکارتا ہے وہ خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے۔

آٹھویں فصل

حدیث ثقلین وغیرہ کے بیان میں

بشارۃ المصطفیٰ میں بطریق عامہ رافع غلام آزاد کردہ ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ میں نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر کہہ رہے ہیں کہ جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا پہچان لے کہ میں ابوذر غفاری ہوں۔ میں نے حضرت محمدؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص پہلے مرے ساتھ جھگڑا اور مقاتلہ کرے گا اور پھر دوبارہ مرے اہل بیتؑ کے ساتھ مقاتلہ کرے گا تو خدا اس کو تیسری مرتبہ کے مقاتلہ میں دجال کے ساتھ محشور کرے گا۔ بیشک مرے اہل بیتؑ کی مثال تم لوگوں میں حضرت نوحؑ کی کشتی کے مانند ہے کہ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کشتی کو چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا اور ہلاک ہوا اور مرے اہل بیتؑ کی مثال درگاہ حطہ کی طرح ہے۔ جو شخص اس درگاہ میں داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو شخص اس میں داخل نہیں ہوا وہ ہلاک ہوا
شیخ ابوجعفر طوسی نے اس حدیث ابوذر کو بہت سے طریقوں سے نقل کیا ہے۔ بعض روایات میں اس کے آخر میں یہ لفظ ہے کہ رسول خداؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ کیا میں نے خدا کی رسالت کو تم تک پہنچا دیا۔

سعید بن طاؤس نے طرائف میں مسند احمد بن حنبل کے حوالہ سے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا بیشک میں نے تمہارے درمیان دو بزرگ اور بھاری چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان سے متمسک رہو گے مرے بعد پھر گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ایک ان میں سے دوسری سے بزرگ ہے اور وہ کتاب خدا ہے جو ایک مضبوط رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے

اور دوسری میری عترت اور میرے اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

احمد سے روایت کی گئی ہے کہ اسرائیل بن عثمان نے کہا کہ میں نے زید بن ارقم کو مختار کے گھر میں دیکھ کر کہا اے زید کیا تم نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے انی تارکم فیکم الثقلین زید نے کہا کہ ہاں!

احمد نے زید بن ثابت سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول مقبول نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو تمہارے درمیان میرے جانشین اور خلیفہ ہیں۔

کتاب خدا جو ایسی رسی ہے کہ آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہونگے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ ان احادیث کو شیخ نے کتاب عمدہ میں اسی طریق سے روایت کیا ہے۔

سعد بن طاؤس نے کئی طریقوں سے جامع الاصول سے جو اہل سنت کی اس زمانہ میں معتبر کتاب ہے روایت کی ہے۔ خود سعد بن طاؤس نے اصل کتاب سے نقل کیا ہے ہم اس کے لفظوں کو نقل کرتے ہیں۔ مسلم کی صحیح میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ یزید بن حیان سے روایت کی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور حصین بن سبیرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھے تو حصین نے اس سے کہا کہ اے زید تم نے بڑی نیکیاں حاصل کی ہیں۔ اور حضرت رسول خدا کی زیارت کی ہے ان سے حدیث سنی ہے ان کے ساتھ جہاد کیا ہے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اے زید اس طرح تم نے بڑی نیکیاں جمع کی ہیں۔ زید رسول خدا کی کوئی حدیث ہم سے بھی بیان کرو۔ زید نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے بخدا میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے اور رسول خدا کی جدائی کو زمانہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بہت سی حدیثیں بھول گیا ہوں پس جو کچھ میں تم سے بیان اور روایت کروں اس کو قبول کرنا اور جو کچھ بیان نہ کروں اس کے لئے مجھے بیان کرنے کی تکلیف نہ دینا۔ اس کے بعد زید نے کہا:- قام رسول الله یوماً فینا خطیباً بماء یدعی خماً بین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه ووعظ ثم ذکر وقال الا ایها الناس انما انا بشر ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور

تذ دابکتاب اللّٰہ و تمسکوا بہ فحث علی کتاب اللّٰہ ورغب فیہ ثم قال اھل بیتی
اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذکرکم اللّٰہ فی اھل بیتی اذ کرکم اللّٰہ فی اھل بیتی فقال لہ
حصین ومن اھل بیتہ یازید الیس نساؤہ من اھل بیتہ فقال نساؤہ من اھل بیتہ ولکن اھلبیتہ من حرم
الصدقۃ بعدہ قال ومن ھم قال آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل
ھؤلاء حرم الصدقۃ قال نعم۔

یعنی ایک روز رسول خدا ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ اس پانی کے مقام پر جس کو خم کہتے ہیں
جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے خطبہ ارشاد فرمایا۔ پہلے خدا کی حمد و ثنا کی پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت
فرما کر فرمایا کہ اے لوگو میں بھی بشر اول نزدیک ہے کہ اللّٰہ کا فرستادہ ملک الموت آجائے اور اس
کی دعوت کو قبول کر کے چلا جاؤں لیں اچھی طرح جان لو کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں، جن میں پہلی چیز کتاب خدا ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم کو چاہیئے کہ کتاب خدا
کو مضبوطی سے پکڑو اور قابو کرو اس کے بعد حضرت نے لوگوں کو کتاب خدا پر عمل کرنے کی تحریص و
ترغیب دلائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں اور تین مرتبہ فرمایا کہ میں
تم کو خدا کا واسطہ دے کر اہل بیت کی طرف متوجہ کرتا ہوں یعنی ان کو دکھ مت دینا اور ان کا احترام
کرنا اور حق امامت کو ان سے مت چھیننا۔ پھر حصین نے کہا کہ اہل بیت رسولؐ کون ہیں کیا
رسول کے ازواج اہل بیت رسول میں نہیں ہیں۔ زید نے کہا کہ ازواج رسولؐ رسولؐ کی گھر والی ہیں
لیکن اس مقام پر اہل بیت سے مراد وہ افراد ہیں جن پر رسولؐ خدا کے بعد صدقہ حرام ہے۔ حصین
نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں تو زید نے کہا کہ وہ آل علی۔ آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ میں نے
کہا کہ آیا یہ سب وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ زید نے کہا کہ ہاں!)*

(مترجم گوید، اس کے بعد بیان ہوگا کہ زید نے اہل بیت کی یہ تفسیر غلط کی ہے بلکہ اہلبیت
صرف آل عبا ہیں۔

اسی روایت کو کچھ اختلاف کے ساتھ جامع الاصول اور تمام کتب میں روایت کیا گیا
ہے۔ اور سیف نے ابن مغازلی شافعی سے چند طرق سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے
فرمایا کہ یاد رکھو کہ عنقریب مجھے عالم قدس کی طرف بلایا جائے گا اور میں اس کو قبول کر لوں گا۔

یقیناً میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔

۱۔ کتاب خدا یہ ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔

۲۔ میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں یقیناً خدائے لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ پس خیال رکھنا کہ میری خلافت کو کس طرح انجام دیتے ہو اور اہل بیت کی کیا رعایت کرتے ہو۔

سعد نے کتاب فضائل قرآن میں ابن ابی الدینار سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسا غلبہ ہوں کہ جو تم سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوں گا تاکہ تمہارے لئے تیاری کروں پس جب تم حوض پر وارد ہو گے اور مجھ سے ملاقات کرو گے تو میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے میری خلافت ثقلین کے بارے میں کس طرح انجام دی۔

(راوی):۔ پس ہم نہیں سمجھے کہ ثقلین کیا چیز ہے۔ یہاں تک کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا کہ اے پیغمبر خدا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ثقلین کون لوگ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے بزرگ تر کتاب خدا ہے کہ جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ مضبوطی سے اس کو پکڑ لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور ڈگمگاؤ نہیں اور اس سے چھوٹا میری عترت ہے۔ پس جو شخص ان میں سے مرے قبلہ کی طرف منہ کرے اور میری دعوت کو قبول کرے۔ خبردار تم ان کو ذلیل مت کرنا اور ان کو دھوکہ نہ دینا۔ پس اچھی طرح سمجھ لو کہ میں نے اس خدا سے جو محسن مہربان اور دانا ہے سوال کیا ہے جس کا جواب خدا نے مجھے یہ دیا ہے کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔ ان دو انگلیوں کی طرح حضور نے اپنی دو انگلیوں کا اشارہ کر کے بتلایا۔ اور خدا نے کہا کہ ان دونوں سے دوستی کرنے والا اے محمدؐ تم سے دوستی کرنے والا اور ان دونوں کو خوار کرنے والے میرے خوار کرنے والے ہیں۔ ان دونوں کے دشمن میرے دشمن ہیں۔ اے گروہ مسلمین تم سے پہلے کوئی امت ہلاک نہیں ہوئی۔ مگر اس وقت جبکہ انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی پر عمل کیا اور اپنے پیغمبر کو اذیت دینے میں ایک دوسرے کی مدد کی اور نبیوں کو اس لئے قتل کیا کہ وہ ان لوگوں کو عدالت کا حکم دیتے تھے۔

صاحب طرائف نے ثعلبی سے جو مفسرین اہل سنت سے ہیں روایت کی ہے۔ اس آیت کی

تفسیر کے ذیل میں واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً چند سندوں کے ساتھ رسول خدا نے فرمایا اے لوگو میں نے تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑی ہیں جو تمہارے درمیان میرے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ اگر تم ان کو پکڑے رہو گے اور ان کے کہنے پر عمل کرو گے اور ان کی متابعت کرو گے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ایک ان میں سے دوسری سے بزرگ تر ہے اور وہ کتاب خدا ہے وہ ایسی رسی ہے جو آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی ہے اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

ابن اثیر نے جامع الاصول میں جو جمہور مسلمین کے نزدیک مستعمل ہے صحیح ترمذی سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے۔ جابر نے کہا کہ میں نے رسول خدا کو روز عرفہ دیکھا کہ آپ ناقہ عضباء پر سوار تھے اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت میں نے آنحضرت کو یہ کہتے ہوئے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر اس کو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ کتاب خدا اور میری عترت جو مرے اہل بیت ہیں۔

(صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اس سے متمسک رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے" - اور وہ دو چیزیں ہیں جن میں ایک دوسرے سے بڑی ہے وہ کتاب خدا جو ایسی رسی ہے جو زمین سے آسمان تک کھچی ہوئی ہے۔ دوسری میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ خبردار خیال رکھنا میری خلافت کو ان کے حق میں کس طرح ادا کرتے ہو)

احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ میں اور حبش بن المعتمر مکہ میں تھے کہ ناگاہ حج کے زمانہ میں ابوذر اٹھے اور کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر باآواز بلند ندا کی کہ اے لوگو جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ مجھ کو پہچان لے کہ میں جندب بن جنادہ ہوں میں ابوذر ہوں اے لوگو میں نے تمہارے نبیؐ سے سنا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال میری امت میں نوحؑ کی کشتی کی طرح ہے جو ان کی قوم کے لئے تھی جو اس کی کشتی میں سوار ہوا اس کو نجات ملی اور جس نے اس کشتی کو چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا اور میرے اہل بیتؑ بنی اسرائیل کے درگاہ حطہ کی طرح ہیں۔

اے لوگو میں نے تمہارے نبی سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جب تک ان سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ کتاب خدا اور میرے اہل بیت تا آخر حدیث۔ پس جب ابوذر مدینہ میں واپس آئے تو حضرت عثمان نے بلا کر پوچھا کہ تم کو کیا فرورت تھی کہ حج کے موقع پر کھڑے ہو کر ایسا کہا۔ ابوذر نے کہا کہ یہ ایک عہد تھا جو رسول خدا نے مجھ سے لیا تھا اور اس کے ادا کرنے کا مجھے حکم دیا تھا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت اور کون گواہ ہے۔ یہ سن کر حضرت امیر المومنینؑ اور جناب مقداد نے اُٹھ کر گواہی دی۔ اور جب یہ تینوں باہر چلے گئے تو حضرت عثمان نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اور ان کے ساتھی خیال کرتے ہیں کہ یہ کچھ کر لیں گے اور ان کو کچھ (خلافت سے) حاصل ہو جائے گا۔

امالی میں ابن بابویہ نے بسند معتبر عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے جو میرے دین پر اعتقاد رکھتا ہے اور میرے راستے پر چل کر میری سنت کی پیروی کرتا ہے پس اس کو چاہیئے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ میرے اہل بیتؑ کے آئمہ تمامی اُمت سے بہتر ہیں۔ یقیناً ان کی مثال میری اُمت میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی طرح ہے۔

عیون اخبار الرضاؑ میں بہت سی سند ہائے معتبر سے آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوحؑ کی طرح ہے جو شخص متابعت اہل بیت کی کشتی میں سوار ہو جائے گا اسی کو نجات ہے اور جس شخص نے اس کو چھوڑ دیا وہ اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ اسی حدیث کو علمائے اہلسنت کے بڑے عالم ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب نہایہ میں نقل کیا ہے اور صحیفۃ الرضاؑ میں اس کو روایت کیا گیا ہے۔

* عیاشی نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا قولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم کہ اے امت محمدؐ تمہارے لئے باب حطہ ہم اہلبیتؑ ہیں (مترجم گوید) مفسرین اور مورخین کے درمیان بہت اختلاف ہے کہ باب حطہ کا دخول کیا ہے جو کچھ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد مقام تیہ کے چالیس سال پورے ہوئے تو حضرت یوشعؑ وصی جناب موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر عمالقہ کی جنگ کو آئے تاکہ ملک شام کے شہر ریحا کو فتح کریں۔ پس جب شہر ریحا کو فتح کیا عمالقہ کو قتل کیا اور ملک شام پر متصرف ہوئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ شہر ریحا میں توبہ اور استغفار کرتے ہوئے سروں کو جھکاتے ہوئے داخل ہوں جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ۔ تفسیر ول میں سجداً کی تفسیر انکساری اور فروتنی سے کی گئی ہے اور حطہ کی تفسیر حطۃ عنا خطایانا یعنی ہمارے گناہوں کو ختم کر دے۔ کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کا گناہ یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں شہر ریحا میں داخل ہونے کو قبول نہیں کیا تھا۔

ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ حطہ کے معنی لا الٰہ الا اللہ ہیں۔ وسنزید المحسنین یعنی بہت جلد نیکوکاروں کی نیکیوں میں اضافہ کروں گا۔ فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لهم پس ظلم کیا انہوں نے اپنی طرف سے قول کو بدل کر اس کے علاوہ جو ان سے کہنے کو کہا گیا تھا۔ یعنی انہوں نے عاجزی نہیں کی اور اپنے دھڑوں کو زمین پر گھسیٹ کر چلتے تھے اور حطہ کے بجائے حنطا سمقانا کہتے تھے۔ یعنی خدا سے ہنسی اور مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ ہم لال گیہوں چاہتے ہیں۔ جس کے بعد خدا نے ان پر تاریکی اور طاعون کو مسلط کر دیا کہ جس سے ایک دن میں ان کے ستر ہزار آدمی مرے اس کے بعد خدا نے ان پر رحم کیا کہ طاعون کو ختم کر دیا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون۔ یعنی ہم نے ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کیا آسمان سے عذاب نازل کیا تاکہ ان کو ان کے فسق و فجور کا بدلہ دیں۔ پس اہل بیتؑ کی مثال اس امت میں اسی درگاہ جیسی ہے۔ اس لئے کہ اہل بیتؑ باب اللہ ہیں جو شخص بھی اہل بیتؑ کی اطاعت کی بارگاہ میں داخل ہو گیا اس نے دین و دنیا کے عذاب سے نجات پائی اور جس شخص نے ان کی امامت اور اطاعت سے تکبر کیا وہ معنوی ہلاکت سے ہلاک ہوا۔ اور گمراہ ہوا۔ اور دین و دنیا میں سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو گا۔ ☆

امام حسن عسکریؑ کی تفسیر کی پہلی جلد میں نقل ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے محمدؐ اور علیؑ کی صورتوں کی طرح ایک دروازہ بنا کر لوگوں کو حکم دیا کہ محمدؐ و علیؑ کی عظمت کے پیش نظر ان تصویروں کی تعظیم کریں اور سجدہ کر کے اپنی بیعت کے عہد کو تازہ کریں۔ تا آخر حدیث جو گزری۔ اس کے بعد حضرتؑ

نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ نصب کیا گیا تھا۔ اے امت محمد تمہارے لئے درگاہ اہل بیت محمد مقرر کی گئی ہے جس کے لئے تم کو حکم دیا گیا ہے کہ اہلبیت کی پیروی کرو اور ان کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ خدا تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تم کو ثواب زیادہ ملے۔ تمہارا باب حطہ بنی اسرائیل کے باب حطہ سے بہتر ہے اس لئے کہ وہ چند لکڑیوں کا بنا ہوا تھا اور ہم سچ بولنے والے مومنین کی ہدایت کرنے والے اور فاضل ترین ہیں۔ جیسا کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ ستارے اہل آسمان کو غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور میرے اہل بیت دین کی گمراہی سے بچاتے ہیں اور یہ لوگ کبھی ہلاک نہیں ہو سکتے جب تک کہ میرے اہلبیت سے زمین پر ایک فرد بھی باقی ہے اور جب تک یہ لوگ ان کی سیرت و سنت کی پیروی کرتے رہیں گے۔

*(حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا کہ جو میری طرح کی زندگی اور میری طرح کی موت چاہتا ہے اور اس جنت عدن میں ساکن ہونا چاہتا ہے کہ جس کا وعدہ خدا نے مجھ سے کیا ہے اور قبضہ کرے اس درخت میں جس کو خود خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ حاصل ہوا ہے۔ پس اس شخص کو چاہیئے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت اختیار کرے اور ان کی امامت کا اقرار کرے اور علیؑ کے دوستوں سے دوستی اور علی کے دشمنوں سے دشمنی کرے۔ پھر علی کی ولایت کے بعد علیؑ کی اولاد میں سے فاضل ترین افراد جو خدا کے فرمانبردار ہوں گے کی ولایت کا اقرار کرے بیشک یہ افراد کرنیوالے اسی طینت سے پیدا ہوں گے جس سے میری خلقت ہوئی ہے۔ اور خداوند عالم نے ان کو میرا علم و فہم عطا کیا ہے! افسوس ہے ان افراد امت پر جو اولاد علی سے افاضل ترین افراد کو جھٹلائے اور ان سے میرے رشتہ کو قطع کرے۔ ایسے لوگ میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ ج ع)

حدیث سفینۂ نوح کو سید رضی نے طرائف میں کتاب ابن مغازلی شافعی سے چند طریقوں سے ابن عباس ابوذر اور سلمہ بن الاکوع وغیرہم سے روایت کی ہے اور حدیث سفینہ اور حدیث باب حطہ کو سلیم بن قیس نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے روایت کی ہے۔ حضرت کے سامنے عرض کی کہ میں نے فقہائے صحابہ سے سو آدمیوں سے زیادہ سے سنا ہے ابن بابویہ نے امالی اور اکمال الدین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے حضرت علی سے کہا کہ اے علی

میں شہر حکمت ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو اور شہر میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا مگر اس کے دروازہ ہی سے۔ اور وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تم سے دشمنی رکھتا ہے اس لئے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تیرا گوشت میرے گوشت سے ہے اور تیرا خون میرے خون سے ہے اور تیری روح میری روح سے ہے۔ تیرا باطن میرے باطن سے ہے اور تیرا ظاہر میرا ظاہر ہے اور تم میری امت کے امام ہو اور تم میری امت پر میرے خلیفہ اور جانشین ہو میرے بعد۔ نیک بخت ہے وہ شخص جو تمہاری اطاعت کرے اور بدبخت ہے وہ شخص جو تمہاری نافرمانی کرے۔ سعادت مند ہے وہ شخص جو تمہاری ولایت اختیار کرے اور خسارہ میں ہے وہ شخص جو تم سے دشمنی کرے۔ رستگار ہے وہ شخص جو تم سے جدا نہ ہو اور ہلاک ہوا وہ شخص جو تم سے جدا ہوا۔ اور تمہاری اولاد سے ـــــ اماموں کی مثال میرے بعد کشتیٔ نوح جیسی ہے کہ جو شخص سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے کشتی کو چھوڑ دیا ڈوب گیا۔ تم سب کی مثال آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ جب ایک ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ نمودار ہوتا ہے۔ تا روز قیامت (اسی طرح رہیگا)

زید بن ثابت سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی أهل بیتی الا وهم الخلیفتان من بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب خدا اور میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں۔ یاد رکھو کہ یہی دونوں میرے بعد تمہارے خلیفہ ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

اکمال الدین، معانی الاخبار اور خصال میں ابوسعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک دوسری سے بلند تر ہے کتاب خدا وہ ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور میری عترت ہے یاد رکھو کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوسعید سے پوچھا کہ عترت پیغمبرؐ کون ہیں تو کہا کہ ان کے اہل بیت

ابوعمرو مصاحب ابوالعباس نحوی لغوی سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ یہ سب رسولؐ خدا نے اس

ثقل کے متعلق کہا ہے جس سے تمسک کرنا دشوار ہے۔

ابن بابویہ نے حدیث ثقلین کو اکمال الدین وغیرہ میں پچیس طریقوں سے روایت کیا ہے۔ جیسے ابوسعید خدری۔ ثعلبی، ابوہریرہ۔ حضرت علی زید بن ارقم۔ جابر ابن عبداللہ انصاری، ابوذر غفاری اور زید بن ثابت اور دیگر صحابہ علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسجد خیف میں فرمایا کہ (اے گروہ مسلمین) مجھکو تم سے بجید محبت ہے اور میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچتا ہوں اور تم میرے بعد اس حوض پر پہنچو گے جس کا عرض شام سے بصرہ تک اور صنعائے یمن تک ہے جس کے اندر خالص چاندی کے اتنے پیالے ہیں کہ جتنے آسمان کے ستارے۔ تحقیق کہ میں اس جگہ تم سے سوال کروں گا کہ ثقلین کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا لوگوں نے کہا کہ یا حضرت ثقلین کون ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ کتاب خدا جو بڑا ثقل ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں پس تم کو چاہیئے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ گمراہ نہ ہو اور میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں۔ تحقیق کہ خدا نے مہربان و محسن اور ظاہر و باطن کے جاننے والے نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں، ان دو انگلیوں کی طرح دو انگشت شہادت کو ملا کر تبلایا۔ میں اس طرح نہیں کہتا ہوں کہ ایک دوسرے پر زیادتی کرے انگوٹھے اور بچلی انگلی کو دکھلا کر تبلایا۔

رمز مجسم گویا) جو کچھ ذکر ہوا کہ آنحضرتؐ نے ایک ہاتھ کی دو انگلیوں سے تشبیہ دی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ جدا نہیں ہوں گے اور ان کے درمیان فصل نہیں دونوں کا مرکز ایک ہے مختصر یہ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن کے اصل الفاظ اور حقیقی اہل بیتؑ کے پاس ہیں اور کوئی دوسرا اس کو نہیں جانتا۔

یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے جملہ اوامر و نواہی پر عمل صحیح صرف اہل بیتؑ ہی کر سکتے اور بتلا سکتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کی تعریف میں وارد ہوا ہے جو آنحضرت کی عادت تھی۔

یہ بھی مقصود ہے کہ قرآن اہلبیت کی حقیقت پر شہادت دیتا ہے اور اہل بیت قرآن کی حقانیت کے شاہد ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ثلث قرآن مجید اہل بیت کی شان میں نازل ہوا ہے اور ایک تہائی ان کے دشمنوں کی برائیاں بیان کرتا ہے۔ بعض روایات میں چوتھائی وارد ہوا ہے۔

ابن بابویہ نے اپنی اکثر کتابوں میں حضرت سید الشہدا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ عترت سے کیا مراد ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں حسن و حسین اور نو امام اولاد حسینؑ سے کہ جن کا نواں مہدی اور قائم ہے سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الطاہرین یہ کتاب خدا سے جدا نہیں ہوں گے اور کتاب خدا ان سے جدا نہیں ہوگی تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ صفار نے بصائر الدرجات میں اور عیاشی نے اپنی تفسیر میں حدیث ثقلین بہت سی سندوں کے ساتھ اہل بیت کے طریقوں سے روایت کی ہے۔

صفار نے بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ روئے زمین پر خدا کی تین محترم چیزیں ہیں۔

۱۔ قرآن ۔ ۲۔ ہماری عترت ۔ ۳۔ کعبہ جو خدا کا محترم گھر ہے۔ لیکن قرآن اس میں مسلمانوں نے تحریف کر دی اور بدل ڈالا۔ رہا کعبہ تو اس کی بے حرمتی کی۔ لیکن اہل بیت ان کو قتل کر ڈالا۔ یہ سب چیزیں خدا کی امانت تھیں، پس ان مسلمانوں نے سب کو برباد کر دیا۔

یاد رکھو کہ حدیث ثقلین، سفینہ اور باب حطہ متواتر ہیں۔ عامہ مسلمین کے لغویوں نے نقل کیا ہے۔ ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں جو وارد ہوا ہے انی تارکم فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اس کے متعلق کہا ہے کہ ان دونوں کو ثقل کیوں کہا گیا ہے اس وجہ سے کہ ان سے تمسک کرنا اور ان پر عمل کرنا سنگین اور دشوار تر ہے اور ہر نفیس اور قیمتی چیز کو ثقل کہتے ہیں پس ان دونوں کو ان کی قدر و منزلت کے اعتبار سے ثقل کہا گیا ہے اور پھر نہایہ میں کہا ہے کہ حدیث میں ہے مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من تخلف عنها زخ الله فی النار اور قاموس میں کہا ہے کہ ثقل ہر اس نفیس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کی حفاظت کی جائے۔ اور چھپا چھپا کر رکھی جائے۔ اس حدیث انی تارکم فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی کے یہی معنی ہیں۔ سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں کہا ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ تمام امت نے اس کی تلقین کی ہے اور قبول کیا ہے۔ اور امت میں سے کسی ایک شخص نے بھی حدیث کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔ چاہے تاویل میں کچھ اختلاف ہو۔ علماء کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی حدیث کی صحت میں شبہ ہوتا ہے تو پہلے اس کی صحت اور عدم صحت کے متعلق بحث

کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے معنی اور تاویل کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ علماء کا اس قاعدہ سے ہٹنا دلیل ہے کہ حدیث ثقلین کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد سید مرتضیٰ کہتے ہیں کہ کسی کی عترت سے مراد لغت میں اس کی نسل ہے جیسے بیٹا، پوتا، پرپوتا وغیرہ۔ لبعض اہل لغت نے اس میں وسعت دے کر کہا ہے کہ عترت سے مراد قوم کے نزدیک افراد مراد ہیں باعتبار نسب۔ پس پہلے قول کی بنا پر عترت سے مراد ظاہراً اور حقیقتاً حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد ہوگی۔ اس لئے کہ رسولؐ خدا نے اپنے کلام کو عترت میں اہل بیت کی قید سے مقید کر کے شک و شبہ کو دور کر دیا ہے اور کلام کو اس طرح واضح کر کے بیان کیا ہے کہ عترت سے مراد میرے اہل بیت ہیں پس اس طرح رسول اکرمؐ نے اپنے حکم کو ان افراد کی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ جو دونوں حیثیتیں رکھتے ہوں یعنی عترت بھی ہوں اور اہل بھی اور ہم کو معلوم ہے کہ جو شخص کسی شخص کی عترت سے متصف ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس شخص کی اولاد ہے یا اولاد کی اولاد ہے اور جو شخص اس مرتبہ پر ہو وہ یقیناً نسب میں قریب ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ نے خود بیان فرمایا ہے کہ اہل بیت سے مراد کونسی جماعت ہے۔ اس لئے کہ اخبار کثیرہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو اپنے گرد جمع کیا اور ان پر اپنی عبا ڈال کر فرمایا کہ خداوندا یہ ہیں میرے اہل بیت پس نجاست، برائی اور شک و شبہ کو ان سے دور رکھ اور ان کو گناہ اور برے صفات سے پاک کر۔ اسی وقت آیۂ تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس نازل ہوئی۔ اس وقت زوجۂ محترمۂ رسول اکرمؐ جناب ام سلمہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ کیا میں آپ کے اہل بیت میں نہیں ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں البتہ تم نیکی پر ہو لیں اہل بیت سے مراد یہی ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس کے غیر کو رسولؐ نے اس جماعت اہل بیت میں داخل نہیں کیا ہے۔ پس حدیث ثقلین میں عترت سے مراد یہی جماعت ہوگی۔ ان کے سوا جو اور ان سے ملحق ہوں گے ان کے لئے دوسری دلیل کی ضرورت ہوگی اور اس بات پر اجماع کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اس حکم کو ان حضرات کے لئے ثابت کیا ہے۔ یعنی ان حضرات سے تمسک اور ان کی پیروی واجب ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اس جماعت کی اولاد بھی ان کی قائم مقام ہوگی اور ان کا حکم بھی وجوب تمسک اور پیروی میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح ہوگا۔

(شبہہ) چونکہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی اولاد نہیں۔ لہٰذا یہ اہل بیت اور عترت رسول میں

شریک نہیں ہے۔

(جواب) شیعوں میں سے جو لوگ عترت سے مراد اولاد در اولاد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت علیؑ لفظی طور سے آنحضرتؐ کی عترت میں شامل نہیں لیکن علی عترت کے باپ ہیں بلکہ سید سردار اور بزرگترین و بہترین عترت ہیں لہذا حضرت علیؑ دلیل خارجی سے آنحضرتؐ کی عترت میں شامل ہو گئے۔

اعتراض: اگر کہا جائے کہ گمراہ ہونے کا حکم کتاب و عترت دونوں سے ہے نہ صرف عترت سے

جواب: جو شخص ایسا کہتا ہے تو اس کے نزدیک یہ گفتگو بیفائدہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہر کتاب کی کوئی انتہائی حجت ہو گی اور جو چیز تنہائے حجت نہ ہو اس کو ضم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں صرف عترت ہی کا اس میں سوال نہیں ہے ہر شخص اور ہر چیز اسی طرح ہے کہ اگر کتاب کے موافق ہو گی تو حجت ہو گی۔ اس صورت میں عترت کی تخصیص کرنا اور قطعی فیصلہ کرنا کہ عترت اور کتاب خدا قیامت تک جدا نہیں ہو گے دلیل ہے کہ ان حضرات کا قول تنہائے حجت ہے۔

عامہ مسلمین نے اس حدیث کو اس بات پر محمل کیا ہے اجماع اہل بیتؑ حجت ہے مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اہل بیتؑ کے اجماع سے معلوم ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام بعد حضرت رسولؐ خلیفہ بلا فصل ہیں، سوائے بعض کے کہ جن کا اجماع سے خارج ہونا اجماع کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس وجہ سے کہ اسی حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسا امام ہونا چاہیئے کہ جو معصوم اور تمام برائیوں سے محفوظ ہو اس لئے کہ رسولؐ خدا نے ہم کو اس گفتگو کا اس لئے مخاطب بنایا ہے تاکہ ہم پر حجت تمام کر دی جائے اور ہمارے لئے دینی معاملات میں کوئی عذر نہ رہے اور وہ امام ہماری رہنمائی کرے ایسی چیزوں کی طرف جن سے ہم شک و شبہ سے نجات پا سکیں اس کی تائید یہ ہے کہ زید بن ثابت کی روایت جو مذکور ہوئی اس میں انما الخلیفتان من بعدای کا لفظ ہے یعنی کتاب و عترت دونوں میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں میری زندگی میں میری طرف رجوع کرتے تھے میرے بعد ان دونوں کی طرف رجوع کرنا۔ پس میں کہتا ہوں کہ دو صورتوں میں سے ایک ضرور ہے اول یہ کہ ان کا اجماع حجت ہے جیسا کہ مخالف سمجھا ہے دوسرے یہ کہ ہر زمانہ میں ان کا ایک معصوم ہے

کہ جس کا قول حجت ہے۔ اگر پہلی صورت ہے تو رسول خدا نے حجت ہم پر تمام نہیں کی اور ہمارا عذر ختم نہیں ہوا اور ہمارے درمیان رسول نے کوئی ایسا خلیفہ نہیں چھوڑا جو آنحضرت کا قائم مقام ہو۔ اس لئے کہ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ میں اہل بیت کا اجماع منعقد ہی ہو جائے اور جس چیز پر ان کا اجماع ہوا ہے شریعت کے ہزار مسئلوں میں سے ایک ہو۔ پس ایسی صورت میں ہم پر حجت کیسے تمام کی جاسکے گی شریعت کے معاملہ میں ایسے شخص سے کہ جس کے نزدیک بہت سی ضرورتوں میں سے بہت کم ہوں۔ پس یہ دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اہل بیت کے درمیان ایک ایسی ہستی کا ہونا ضروری ہے کہ جس کے کہنے پر یقین و اعتماد حاصل ہو جائے۔ یہ دلیل وجود حجت پر مجملاً ہے اور خاص دلیلوں سے تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حجت کون شخص ہے۔ اور چونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ روز قیامت تک یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے پس حکم کتاب اور اس کی اصل کا قیامت تک باقی رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا چاہیئے کہ وہ حجت بھی اس صفت کے ساتھ قیامت تک باقی رہے اور ہر زمانہ میں عترت کی فرد کا ہونا ضروری ہے۔

(مترجم گوید) بلکہ حجت کا ہونا کتاب کے مقابلہ میں زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ ظاہر قرآن سے احکامات بہت کم معلوم ہوتے ہیں اور وہ بھی احتمال اور شک و شبہ میں رہ جاتے ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا ہے کہ محکم ترین آیات قرآنی وضو کی آیت ہے۔ لیکن اس میں بھی اسی شبہے ہیں پس دراصل اکثر عمدہ احکام شریعت ظاہر قرآن کے موجودہ احکامات شرح تفصیل اور تفسیر میں خلیفہ کے محتاج ہیں۔ یہیں سے یہ بھی صاف ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ کتاب عترت دونوں کے ساتھ رجوع ممکن نہیں۔ اس لئے کہ تمامی احکامات قرآن سے ظاہر نہیں ہوتے بلکہ جو معلوم بھی ہوتے ہیں تشابہ کی وجہ سے لوگوں پر مشتبہ رہ جاتے ہیں اور ان دونوں سے لوگوں کا قطع عذر نہیں ہوتا۔ لیکن اس عبارت کا امامت و خلافت پر نص ہونا اور اطاعت کا واجب ہونا تو اس کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ جس کو بھی ذرا سی عقل ہو گی اور انصاف ہو گا وہ اس میں شک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر کوئی بادشاہ یا حاکم شہر سے باہر جائے اور کہے کہ میں تم میں فلاں شخص کو چھوڑے جاتا ہوں۔ اس سے مراد صرف یہی ہے کہ جس طرح میری اطاعت کرتے تھے اسی طرح اس کی پیروی کرنا اور کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کو جائے اور کہے کہ میں فلاں شخص کو تمہارے درمیان

چھوڑے جاتا ہوں تو کیا اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ میرا وکیل ہے اور میرے گھر کا اس کو اختیار ہے۔ خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ پہلے کہے کہ میں بشر ہوں اور جلد خدا کی دعوت کو قبول کر لوں گا اور پھر کہے کہ تمہارے درمیان کتاب اور عترت چھوڑے جاتا ہوں۔ یہ جو احادیث مذکورہ ہیں کتاب کی فضیلت عترت پر وارد ہوئی ہے اور اکثر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عترت پر کتاب کو فضیلت حاصل ہے۔ اس دور کو دور کرنا بہتر ہے۔ فقیر کی خاطر قاصر میں ایک بڑی کھلی دلیل آئی ہے۔ اس کو تفصیل سے اپنی کتاب عین الحیوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ و معنی ظاہری اور باطنی طور سے بہت ہیں یہاں تک کہ سات باطنوں سے لے کر ستر باطن تک ہیں اور بہت سی احادیث کے اعتبار سے لفظ قرآن اور تمامی قرآن اہلبیت علیہم السلام سے مخصوص ہے اور بہت سی احادیث دلالت کرتے ہیں کہ قرآن کے معنی خصوصاً بطون قرآن آئمہ اہلبیتؑ سے مخصوص ہیں بلکہ روز قیامت تک جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو گا وہ اور تمام شریعت و احکام قرآن مجید میں ہیں اور اس کے علم کا خزانہ اہل بیت ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے حامل بلکہ مکمل قرآن اہلبیتؑ ہی ہیں اسی طرح یہ کہ قرآن مجید کی شریعت اور اس کے احکامات پر مکمل طریقہ سے عمل کرنا یہ صرف اہل بیتؑ کا کام ہے اس لئے کہ یہ تمام کمالات بشری سے متصف اور تمام گناہوں سے پاک ہیں

اکثر قرآن اہل بیت کی شان اور ان کے دشمنوں کی مذمت میں ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اور یہ معنی بھی ظاہر ہیں کہ ہر صفت کمالی کی تعریف جو قرآن میں کی گئی ہے اصلاً یہ تعریف صاحب صفت کی ہے۔ اور صاحبانِ صفت مکمل طریقہ سے اہل بیت ہیں اور برائی ہر نقص و عیب کی کہ جو قرآن میں وارد ہوئی ہے یہ مذمت ان لوگوں کی ہے جو اس صفت سے متصف ہیں جو حقیقتاً دشمنان اہل بیتؑ ہیں۔ اور قرآن کی بذاتہ خود کوئی شخصیت یا ذات نہیں ہے بلکہ اس کا وجود عرضی ہے جو مختلف ظروف میں جدا جدا طریقہ سے ظہور کرتا رہا ہے جیسا کہ سب سے پہلے علم ملک علام میں تھا وہاں سے لوح محفوظ میں ظاہر ہوا، وہاں سے قلب جناب جبرائیل پر ظاہر ہوا اور پھر خدا کی جانب سے بلا واسطہ یا جبرئیلؑ کے واسطہ سے روح مقدس اور قلب منور حضرت رسالت پناہ پر ظاہر ہوا اور پھر یہاں سے قلوب اولیا حضرت محمدؐ اور مومنین کے دلوں میں جلوہ گر ہوتا ہوا کتابی شکل میں جلوہ افروز ہوا۔ پس اصل قرآن قابل حرمت ہے جس کی وجہ سے جہاں جہاں قرآن

جلوہ کرتا رہا ہے اس مقام کو حرمت دیتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ جس جگہ اس کا ظہور زیادہ ہے وہ مقام زیادہ قابل احترام ہے۔ وہ روشنائی کے نقوش قرآنی یا وہ تختیاں یا کاغذ جن میں قرآن کے حروف نقش ہو جائیں یا وہ جلد جو قرآن کی ہو جائے چاہے وہ حقیقتاً بذاتہٖ ذلیل ہی کیوں نہ ہو قرآن کی عزت و عظمت اس بلندی کی ہے کہ ان تمام چیزوں کو اتنا محترم بنا دیتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس کی بیحرمتی کرے یا اس کے ساتھ بے ادبی کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔ پس وہ قلوب مومنین جن پر قرآن نقش ہے اور اس کے حروف کندہ ہیں ان کاغذوں اور تختیوں سے زیادہ قابل عزت و حرمت ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ مومن کی عزت، حرمت قرآن سے زیادہ ہے اور قرآن مجید کے مطالب و مضامین اور اخلاق حسنہ سے بیشک مومن ہی زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے اور قرآن مجید کے تمام فضائل کا ظہور زیادہ تر قلب مومن ہی پر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بھی مومن قرآن سے زیادہ قابل احترام ہے اور جب اچھائیوں کے بجائے گناہ اور اخلاق رذیلہ کسی دل میں ظاہر ہوں گے تو یہ قرآن کے ظہور کے نقصان کا سبب ہوگا۔ اس طرح اس کی بیحرمتی اور بے عزتی ہوگی۔ پس یہ مراتب ظہور قرآن کے ہر مرتبہ کے لحاظ سے بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ ظہور حضرت محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ تک پہنچے گا تو اپنی انتہائی منزل اور آخری نقطہ پر پہنچ جائے گا۔ پس اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو قرآن حقیقی محمدؐ و آل محمد ہیں جو قرآن کے الفاظ کا محل اور اس کے معنی اور اس کی خوبیوں کا مقام و مرکز ہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو کہ قرآن مجید اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس میں قرآن کے نقوش ہوں اور مکمل طریقے سے پورے قرآن کے نقوش لفظاً اور معناً محمدؐ و آل محمدؐ کے قلوب مطہرہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ قرآن ناطق میں ہوں۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں کہ بعض کو ہم نے عین الحیٰوۃ میں ذکر کیا ہے۔ پس تحقیق کی بنا پر تمام حدیثوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل بیت اس جہت سے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی جو قرآن سے اتحاد اور اس کے علم کے حصول کی جہت ہے تمام جہات سے بہتر و افضل ہے جیسا کہ خود خداوند عالم فرماتا ہے۔ ولقد فضلنا ھم علی علم علی العالمین۔ بیشک ہم نے ان کو علم کی وجہ سے تمام عالمین پر فضیلت دی ہے اہل بیت کے تمام دیگر جہات جیسے ان کا نسب شریف یا ان کے متعلق نصوص کا وارد ہونا وغیرہ اسی طرح ہیں اگرچہ ان تمام جہات کو بھی جہت قرابت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قرآن کی بھی تمام جہات میں جہت علم بہترین اور عمدہ ترین جہت فضیلت ہے۔

(واللہ اعلم)

نویں فصل

ان تمام متفرق نصوص کے بیان میں جو مجمل طریقہ سے مختلف احادیث کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں

بشارۃ المصطفےٰ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تم میں بہتر سے بہتر وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ بہتر ہو۔

حضرت رسولؐ خدا سے جابر بن عبداللہ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ ہر ایک شخص کے پدری فرزند عصبہ رکھتے ہیں لیعنی جو کہ پدری عزیز ہیں وہ باپ کی طرف منسوب ہیں (یعنی ہر ایک کی اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے) لیکن فاطمہ کی اولاد کہ میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں وہ میری عترت ہیں جو میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں۔ بدقسمت ہے وہ شخص جو ان کی فضیلت سے انکار کرے جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔

حضرت امیرالمومنین سے روایت کی گئی ہے کہ بیشک خدائے بزرگ نے اپنے بندوں پر پانچ چیزیں فرض کی ہیں۔ اور وہ واجبات وہ ہیں جو بہترین چیزیں ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور ہم اہل بیت کی ولایت و محبت۔ پس لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور باقیوں کو حقیر سمجھا۔ قسم بخدا یہ چاروں خصلتیں مکمل نہیں ہوسکتی ہیں۔ جب تک پانچویں صفت سے ان چاروں کو مکمل نہ کیا جائے۔ یعنی ہم اہل بیت کی محبت و ولایت کا اعتقاد ان چاروں اعمال کے قبول ہونے کی شرط ہے۔

حضرت امیرؑ سے ہی روایت کی گئی ہے کہ ہم ہی نجیب و شریف ہیں کہ ہماری اولاد پیغمبروں کی اولاد ہے۔ ہماری جماعت خدا کی جماعت ہے۔ اور جن لوگوں نے ہم پر خروج کیا ہے وہ گروہ شیطانی ہے۔ جو شخص ہم کو ہمارے دشمنوں کے برابر ٹھہرائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

صاحب کتاب مصباح الانوار نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے کہ میں علم کی ترازو ہوں اور علیؑ اس کے پلڑے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کی وہ رسیاں ہیں جن میں پلڑے باندھے جاتے ہیں اور فاطمہ اس کی وہ ڈنڈی ہیں جس میں ترازو باندھی جاتی ہے اور ان کے بعد کے امام اس ترازو میں اپنے دوستوں اور دشمنوں کو تولیں گے کہ کون ان کا دشمن ہے۔ ان پر خدا اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں صحیح ترمذی سے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھتا ہے اور وہ شخص قیامت کے روز جنت میں میرے درجہ میں ہوگا۔

صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو شخص تم سے جنگ کرتا ہے میں بھی اس سے جنگ کرتا ہوں اور میں صلح کرتا ہوں اس شخص سے جو تم سے صلح کرتا ہے۔

دیلمی جو علمائے اہل سنت کے بڑے محدثین میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب فردوس الاخبار میں جناب امیرؑ سے روایت کی ہے، فرمایا رسولؐ خدا نے کہ ہم وہ اہلبیتؑ ہیں کہ جن کو خدا نے ظاہری اور پوشیدہ برائیوں سے دور رکھا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسولؐ خدا نے ہم وہ اہل بیتؑ ہیں کہ جن کے لئے خدا نے آخرت کو دنیا کے بدلے اختیار فرمایا ہے۔

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ حضرت امیرؑ نے جس خطبہ میں آل پیغمبرؐ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ یہ اہل بیت پیغمبر کے رازوں کا مرکز ہیں اور یہی افراد رسالت کی پناہ گاہ ہیں۔ اور آل پیغمبر علم پیغمبر کا صندوق ہیں اور علم نبی کی یہی بازگشت ہیں اور نبیوں کی کتابوں کی انتہا اور مقام یہی اہل بیت ہیں۔ یہی دین کی رسیاں ہیں۔ انہی کے ذریعے دین کی خم شدہ کمر سیدھی ہوئی ہے اور انہی کے ذریعہ سے دین کا خوف زائل ہوتا ہے آل محمدؐ سے امت میں سے کسی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور کسی گروہ کو ہرگز ان کے برابر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ آل محمدؐ کے ذریعہ سے ہر گروہ مسلمین کو نعمت ملی ہے اور انہی کے ذریعہ سے ہر شخص نے ہدایت پائی ہے۔ یہی اہل بیتؑ دین کی مضبوط ترین بنیاد

اور یقین کا ستون ہیں انہی کی طرف ہر ایک کی بازگشت ہے۔ جو شخص اہل بیتؑ کے معاملے میں آگے بڑھ گیا ہے اور غلو کرتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ ان کی طرف پلٹ جائے اور جو شخص ان کے معاملے میں پیچھے ہے اس کو چاہیئے کہ ان سے مل جائے۔ اہل بیتؑ کے لیئے حق ولایت کے خصوصیات ہیں۔ ہر مخلوق پر ان کی محبت واجب ہے۔ انہی کے درمیان نبیوں کی وصیت اور وراثت ہے۔ یعنی اہل بیتؑ ہی پیغمبر کے وصی اور وارث ہیں۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت امام رضاؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھ کو جبرائیلؑ نے خدا کی جانب سے خبر دی ہے کہ فرمایا خدا نے علی بن ابی طالبؑ میری مخلوقات پر میری حجت ہے وہ میرے دین کو قائم رکھتا ہے علیؑ کے صلب سے چند ایسے امام پیدا کروں گا جو میرے امر کو قائم کریں گے اور لوگوں کو میری راہ کی طرف بلائیں گے۔ میں ان آئمہؑ کی برکت سے اپنے غلاموں اور کنیزوں سے عذاب دفع کروں گا۔ اور ان کے ذریعہ سے اپنی مخلوقات پر رحمت نازل کروں گا۔

بسند معتبر جناب ام سلمہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ کہا ام سلمہ نے کہ سنا میں نے رسولؐ خدا سے کہ فرماتے تھے علی ابن ابی طالبؑ اور اس کے فرزندوں میں سے گیارہ امام میرے بعد تمام روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ بزرگ و اشرف ہیں اور یہی آئمہؑ ان لوگوں کو جن کے ہاتھ اور چہرے روشن و منور ہوں گے جنت کی طرف لے جانے والے ہیں۔

بسند قوی حضرت رسول خدا سے روایت کی گئی ہے کہ جب مجھ کو معراج میں ساتویں آسمان پر لے گئے اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے نور کے حجابوں تک لے گئے تو میرے خدا نے مجھے ندا کر کے کہا کہ اے محمدؐ تو میرا بندہ اور میں تیرا خالق ہوں۔ اے محمدؐ تو میرے سامنے جھک جا میری عبادت کر میرے ہی اوپر بھروسہ کر نہ میرے غیر پہ میرے اوپر اعتماد کر اور بس۔ پس میں نے تجھ کو اپنا بندہ منتخب کر لیا تو میرا دوست ہے میرا رسولؐ ہے میرا پیغمبر ہے اور میں نے تجھ کو اور تیرے بھائی علیؑ کو پسند یدہ کر لیا ہے وہ علیؑ جو تیرا خلیفہ اور جانشین ہے اور تیری درگاہ علم کا در ہو گا پس وہ میرے بندوں پر میری طرف سے حجت ہے کہ وہی میری مخلوقات کا پیشوا اور امام ہے۔ علیؑ کے ذریعہ سے میرے دوست اور دشمن پہچانے جائیں گے اسی

کے ذریعہ سے گروہ رحمانی، گروہ شیطانی سے ممتاز ہوگا اور اسی کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہوگا اور
اسی کے ذریعہ سے میرے حدود کی حفاظت ہوگی اور میرے احکام جاری ہوں گے۔ علی اور اس
کی اولاد کے اماموں کے واسطے سے اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحمت نازل کروں گا۔ اور
تمہارے قائم کی وجہ سے اپنی زمین کو آباد و شاد کروں گا اور قائم کی تسبیح و تہلیل تحمید اور تکبیر کے
طفیل زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا اور اپنی زمین کو اپنے دوستوں کو میراث دوں گا
اور اسی قائم کے ذریعہ سے کافروں کے کلمہ اور بات کو پست کروں گا اور اپنے دین و کلمہ کو بلند
کروں گا اور اس کے لئے اپنے علم سے اپنے بندوں اور کنیزوں کو زندہ کروں گا اور اس کے
لئے اپنی مشیت سے تمام روئے زمین کے خزانے اور دفینے ظاہر کروں گا۔ اور اپنے ارادہ سے
اس کو ان بھیدوں سے واقف کروں گا جو لوگوں کے دلوں میں ہوں گے اور اپنے فرشتوں سے
اس کی مدد کروں گا اس طرح کہ اس کو اتنی قوت ہو جائے کہ میرے امر کو جاری کر سکے اور میرے
دین کو ظاہر کردے۔ وہی میرا حقیقتاً دوست ہے اور یہ سچ ہے کہ میرے بندوں پر وہ مہر

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ تو میری زندگی میں
اور مرنے کے بعد میرا بھائی میرا وارث میرا وصی میرا جانشین اور میرے اہل بیت میں سے ہے
اے علیؑ تیرا دوست میرا دوست ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔ اے علی میں اور تو اور تیری
اولاد کے امام دنیا میں مخلوقات کے سید و سردار ہیں اور آخرت میں بادشاہ ہیں۔ جس نے ہم
کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا اور جو شخص ہمارا منکر ہے تحقیق کہ اس نے خدا کا انکار کیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس انزع لبطین
علیؑ کے دامن کو پکڑ لو (اس لئے کہ حضرت علیؑ کی پیشانی کشادہ تھی) پس تحقیق کہ علی صدیق اکبر
ہے کہ اس نے تمام لوگوں سے پہلے پیغمبر کی تصدیق کی ہے۔ علیؑ اپنی گفتار اور کردار کے اعتبار سے
تمام صدیقوں سے اشرف ہے۔ علیؑ ہی فاروق ہے کہ حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے جو شخص علیؑ کو دوست
رکھتا ہے۔ اللہ نے اس کی ہدایت کی ہے اور جو علیؑ کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔ جو
شخص علیؑ کو چھوڑ دے گا خدا اس کو ہلاک کرے گا۔ علیؑ ہی سے پیغمبر کے دو نواسے پیدا ہونگے یعنی
رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے حسنؑ و حسینؑ۔ یہ میرے بیٹے ہیں اور حسینؑ سے ہدایت کے امام پیدا ہوں گے

ان کو خدا نے میرا علم اور میری سمجھ عطا کی ہے پس (اے گروہ مسلمین) تم ان سب کو دوست رکھو ۔ انہی کو اپنا ولی امر قرار دو اور کوئی راز داری بغیر ان کے نہ کرو۔ ورنہ تم پر تمہارے خدا کا عذاب عظیم نازل ہوگا اور جس شخص پر عذاب الہٰی نازل ہو وہ گمراہی کے میدان اور عذاب الہٰی میں پھنس گیا۔ یاد رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف ایک فریب ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ۔

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بعض خطبات میں فرمایا بتحقیق کہ لوگ اصحاب محمدؐ میں سے ان افراد کو جانتے ہیں کہ احادیث کے حافظ ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا بدالستید کہ میں اور میرے اہل بیت ہم سب پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں ۔ خبردار ان سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور ان کو مت چھوڑ دینا ورنہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے ۔ ان کی مخالفت نہ کرنا ورنہ جاہل ہو جاؤ گے ۔ ان کو تم کچھ مت سکھانا کیونکہ یہ ہر چیز میں تم سے بہت زیادہ دانا ہیں ۔ یہ بچپنے ہی سے عزت و بزرگی اور حلم و بردباری میں تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں ۔ پس تم لوگوں کو چاہیئے کہ حق اور اہل حق کی پیروی کرو جہاں بھی ہوں ۔

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب قیامت ہوگی تو محمدؐ کو بلا کر سرخ رنگ کا حلہ پہنایا جائے گا اور عرش الہٰی کے داہنی جانب کھڑا کیا جائے گا ۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم کو طلب کر کے سفید حلہ پہنایا جائے گا اور عرش الہٰی کے بائیں جانب کھڑا کیا جائیگا ۔ اس کے بعد جناب امیرؑ کو طلب کر کے سرخ رنگ کا حلہ پہنایا جائے گا اور حضرت رسولؐ خدا کے داہنی جانب کھڑا کیا جائے گا ۔ اس کے بعد حضرت اسمٰعیل کو بلا کر سفید حلہ پہنایا جائے گا اور حضرت ابراہیم کے بائیں جانب کھڑا کر دیا جائے گا ۔ اس کے بعد امام حسنؑ کو طلب کر کے ہرے رنگ کا حلہ پہنایا جائیگا اور حضرت علیؑ کے داہنی جانب کھڑا کر دیا جائے گا ۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ کو طلب کر کے سرخ رنگ کا حلہ پہنایا جائے گا اور امام حسنؑ کی داہنی جانب کھڑا کر دیا جائے گا ۔ اس کے بعد ان کے نیچوں کو بلا کر ان حضرات کے سامنے بٹھا دیا جائے گا ۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو طلب کیا جائے گا اور ان کے تمام بیٹے بیٹیوں کو بلا کر سب کو بلا حساب و کتاب بہشت میں داخل کر دیا جائے گا ۔

اس کے بعد عرش الہٰی کے درمیان سے خدا کی جانب سے ندا کی جائے گی افق اعلیٰ سے اے محمد باپ تیرا نیکو ترین ہے اور وہ ابراہیم ہے اور بہترین بھائی ہے تیرا اور وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے اور تیری بیٹی کے بہترین بیٹے ہیں اور وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں اور تیرا بہترین فرزند حالت حمل میں ساقط کر دیا گیا ہے اور وہ محسن ہے جو علی و فاطمہ کا بیٹا ہے اور تیرے فرزندوں میں سے بہترین و نیکو ترین امام ہیں۔ ہر ایک کا نام لے لے کر پکارا جائے گا اور بہترین دوست ہیں تیرے دوست بیشک محمد اور اس کا وصی اور اس کی بیٹی کے دو بیٹے اور اس کی اولاد کے امام رستگار ہیں۔ پس ان سب کے لیے حکم ہوگا کہ جنت میں لے جاؤ۔ اس قول خدا کی فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز تفسیر یہی ہے یعنی جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا ہے اور جنت میں داخل کیا گیا ہے وہی رستگار ہے۔

صفار نے حضرت امام محمد باقرؑ و حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو میری جیسی زندگی گزارنا چاہے اور میری جیسی موت مرنا چاہے اور اس جنت میں داخل ہونا چاہے جس کا مجھ سے میرے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جنت عدن ہے اور وہ میری منزل ہے بہشت کے درختوں میں سے ایک درخت خود پروردگار عالم نے اپنی رحمت و قدرت کے ہاتھ سے بویا ہے۔ پھر کہا گیا پھر وہ مکمل ہو گیا۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ علیؑ کو دوست رکھے اور میرے بعد ان کی امامت کا اعتقاد رکھے اور میرے اور فرزندوں کی امامت و وصایت کا اعتقاد رکھے۔ کیونکہ اللہ نے ان کو میرا فہم و علم عطا کیا ہے۔ وہ میری عترت ہیں وہ میرے گوشت و خون سے بنے ہیں جو میری امت سے ان کو دشمن رکھے گا تو میں اس کی شکایت خدا سے کروں گا کہ ان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان کے حق میں میرے رحم اور رشتوں کو قطع کرتے ہیں۔ بخدا یہ میرے فرزند کو قتل کریں گے۔ میری شفاعت ان کو نہیں پہنچ سکتی۔

دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ میری جیسی زندگی اس کی زندگی ہو اور وہ میری جیسی موت مرنا چاہے اور بہشت والوں میں سے ہو پس اس کو چاہیئے کہ اپنا ولی امر اور امام علی ابن ابیطالب کو قرار دے اور اس کے بعد اس کے

اوصیاء کو اپنا امام و پیشوا مانے یاد رکھو کہ یہ آئمہ کبھی تم کو درگاہ ضلالت و گمراہی میں نہیں لے جائیں گے۔ اور تم کو ہدایت کی درگاہ سے کبھی باہر نہیں ہونے دیں گے۔ ان کو تم کچھ مت پڑھانا کیونکہ یہ تم میں سب سے زیادہ دانا ہیں۔ میں نے اپنے خدا سے سوال کیا ہے کہ ان میں اور قرآن میں جدائی نہ ہونے پائیگی۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں اس طرح اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا اور بتلایا کہ اس حوض کی چوڑائی اتنی ہے جتنی بصرہ شام سے صنعائے یمن تک اس میں سونے اور چاندی کے پیالے پڑے ہوئے ہیں اتنے کہ جتنے آسمان میں ستارے ہوتے ہیں۔

ابن بطریق نے ان مضامین کی احادیث کو کتاب حلیۃ الاولیاء سے چند سندوں سے ابن عباس اور زید بن ارقم سے روایت کی ہے اور صاحب کشف الغمہ نے مناقب خوارزمی سے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ شیخ مفید نے اپنی مجالس میں حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے اے علی خدا نے تم سے امر امامت کا افتتاح کیا ہے اور اللہ تم ہی پر ختم کردے گا پس تم غاصبوں کے غضب اور دشمنوں کے ظلم و جور پر صبر کرو بیشک نیک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اے علی تم گروہ خدا ہو اور تمہارے دشمن گروہ خدا نہیں ہیں بلکہ گروہ شیطان ہیں کیا کہنا اس شخص کا جو تمہاری اطاعت کرے اور وائے ہو اس شخص پر جو تمہاری مخالفت کرے۔ تم ہی مخلوق خدا ہو اور حجت خدا ہو اور تم ہی وہ مضبوط رسی ہو کہ جس نے اس سے تمسک کیا اس نے ہدایت پائی اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوا میں خدا سے اس شخص کے لئے جنت طلب کروں گا۔ جو خدا کی اطاعت میں تم کو نہ چھوڑے بلکہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں تم ہی اولیٰ اور زیادہ حقدار ہو۔

حضرت امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا اے علی خدا مجھ پر دین کو اسی طرح ختم کرے گا کہ جس طرح مجھ سے شروع کیا اور خدا تمہارے دلوں میں بجائے کینے اور دشمنی کے ہماری الفت پیدا کرے گا۔

کتاب فضائل میں حضرت امام جعفر صادق نے اپنے آباء کرام سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ فاطمہ میرے دل کا سرور اور اس کے دونوں فرزند

(حسن و حسین) میرے دل کا میوہ ہیں اور اس کا شوہر (علی) میری آنکھوں کا نور ہے اور اس کی اولاد کے امام میری امانت ہیں (امت کے درمیان کہ دیکھوں امت ان سے کیا سلوک کرتی ہے) اور ایسی رسی ہیں جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے جو اس کو مضبوط پکڑ لے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے تخلف اختیار کرے گا وہ بڑی ضلالت و گمراہی کے غاروں میں گرے گا۔

(کتاب روضۃ الفضائل میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مسجد میں آنحضرت کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے (رسول خدا) نے فرمایا کہ اے گروہ مسلمین یاد رکھو کہ اللہ نے دین والوں پر احسان کیا ہے کہ ان کو میرے ذریعہ سے ہدایت کی اور میں اہل دین پر احسان کرتا ہوں کہ ان کو ہدایت کرتا ہوں علی بن ابیطالب کی طرف سے جو میرے چچا کا بیٹا اور میرے بیٹوں کا باپ ہے جو ان سے ہدایت پائے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوگا۔ اے گروہ مردمان میرے اہل بیت اور میری عترت کے بارے میں خدا کو یاد کرو اور خدا سے ڈرتے رہنا بیشک فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا اور اس کے دونوں بیٹے میرے دو بازو ہیں۔ میں اور فاطمہ کا شوہر راہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ اے خدا تو اس پر رحم کر جو ان (اہلبیت) پر رحم کرے اور ہرگز نہ بخشنا اس کو جو ان پر ظلم کرے (یہ فرماتے فرماتے) رسول اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ میرے اہلبیت پر کیا کیا ستم ڈھائے جائیں گے۔)

عیون اخبار الرضاؑ میں بسند معتبر امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے اے علی تم اور تمہارے فرزند اللہ کی مخلوق ہو اور اللہ کے برگزیدہ ہو۔

امام رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں جس کا مولا اور اس کا صاحب اختیار ہوں پس علیؑ بھی اس کے نفس سے اس کا زیادہ والی اور اس کے اختیار کا مالک ہے۔ اے خدا تو دوستی کر اس شخص سے جو علیؑ سے دوستی رکھے اور دشمنی کر اس سے جو علی کو دشمن رکھے تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور یاری کر اس کی جو علی سے یاری کرے اور علی کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کر۔

اسی سلسلہ میں رسول خدا نے نالائق اولاد اور نااہل خلیفہ کا ذکر کیا ہے حضرت علیؑ کے فرزندوں کے بارے میں۔ پھر فرمایا اے خدا تو علیؑ اور اس کی اولاد کو اس چیز میں جو تو نے ان کو عطا کی ہے برکت دے

اور ان کی تائید کر روح القدس کے ساتھ اور روئے زمین پر جہاں کہیں یہ ہوں ان کی حفاظت کر اور امامت کو انہی کے درمیان رکھ جو شخص ان کی اطاعت کرے اس کو زندہ کر اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے اس کو ہلاک کر بیشک تو دعا کرنے والوں کے نزدیک ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

ابن بابویہ نے فضائل الشیعہ میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ لوگ حضرت رسول مقبولؐ کے روز غدیر کے ارشاد کو جو علیؑ کے بارے میں تھا بھول گئے۔ جس طرح علی کے حق میں اس قول رسولؐ خدا کو بھول گئے جو آنحضرت نے پوشیدہ طریقہ سے مادر ابراہیم کے حجرہ میں اس وقت فرمایا تھا جبکہ آپ کی طبیعت ناساز تھی اور لوگ عیادت کے لئے اسی حجرہ میں آئے ہوئے تھے۔ پس اسی حجرہ میں علی داخل ہوئے اور چاہا کہ رسولؐ کے قریب بیٹھیں لیکن لوگوں نے جگہ نہیں دی لیس جب آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی کہ علی کو جگہ نہیں دی حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا اے گروہ مردم یہ میرے اہل بیت ہیں تم ان کی بے عزتی مت کرو ابھی تو میں تمہارے درمیان زندہ ہوں اگر بظاہر غائب بھی ہو جاؤں تو خدا غائب نہیں ہو گا۔ یاد رکھو روح۔ راحت۔ خوشنودی۔ بشارت۔ دوستی اور میری محبت ہے اس شخص کے لئے جو علی ابن ابی طالب کی اقتدا کرے اور ان کی امامت کا اعتقاد رکھے اور ان کے حکم کو تسلیم کرکے فرمانبرداری کرے علی کی اور اس کے بعد اس کے اوصیا کی پس جو شخص ایسا کرے گا یقیناً میں اس کو اپنی شفاعت میں داخل کر لوں گا اس لئے کہ یہ اتباع میرا اتباع ہے اور جو شخص میری متابعت کرے گا پس وہ مجھ سے ہے۔ یہ وہ مثال ہے جو ابراہیم کے بارے میں کہی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے فمن تبعنی فانہٗ منی۔ اس لئے ابراہیم مجھ سے ہے اور میں ابراہیم سے ہوں میرا دین وہی ہے جو ابراہیم کا دین تھا اور میری سنت وہی ہے جو ابراہیم کی سنت تھی۔ میرا فضل ابراہیم کا فضل ہے اور میں ابراہیم سے افضل ہوں اور میری فضیلت ابراہیم کی فضیلت ہے۔ خدا کے اس قول کی تصدیق کے ساتھ کہ فرمایا گیا ہے ذریۃً من بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم۔ بعض کی ذریت بعض سے ہے خدا بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے ؎

دوسرا باب

ان آیات کے بیان میں جو مجملاً اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسٓ (سورۂ والصّٰفّٰت پ ۲۳ ع ۸) کی تاویل کے بیان میں

خداوند عالم نے فرمایا ہے یٰسٓ والقرآن الحکیم، اور فرمایا ہے سلام علی آل یٰس۔ مفسرین نے حضرت امیرالمومنینؑ اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے یٰسٓ رسول اکرم کا نام ہے۔

فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ نافع، ابن عامر اور یعقوب نے آل یٰسین پڑھا ہے۔ اس میں لفظ الف کا اضافہ کرکے پڑھا ہے۔ باقی قراء نے ہمزہ کو کسرہ اور لام کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے پہلی قرأت کے لئے تین وجہیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ الیاس یٰسین کا بیٹا ہے۔ لہٰذا الیاس آل یٰسین ہوا۔

دوسری وجہ: آل یٰسین آل محمد ہیں۔ (اربعین فخر الدین رازی، فضل الشرفین سمہودی)

تیسری وجہ: یٰسٓ قرآن کا نام ہے اور عامہ و خاصہ سے بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ قرأت المنزلۃ آل یٰسٓ ہے اور اس سے مراد آل محمد ہیں۔

(ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فخر الدین رازی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اہل بیت رسول پانچ چیزوں میں رسول کے برابر ہیں۔

۱۔ سلام میں رسول کے لئے ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور اہل بیت کے لئے ہے سلام علی آل یٰسین

۲۔ درود میں۔ کہ تشہد میں رسول اور آل رسول پر درود ہے۔

۳۔ طہارت میں۔ کہ رسول کیلئے فرمایا ہے طٰہٰ اور اہل بیت کی شان میں دیطھرکم تطہیراً ہے

۴۔ صدقہ کے حرام ہونے میں۔

۵۔ محبت میں۔ رسول کی شان میں ہے فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اور اہل بیت کی شان میں ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربٰی)

(صاحب تفسیر در منثور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر ج ۵ صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں آل یٰسین سے مراد آل محمد ہیں اور ہندوستان کے علمائے اہل سنت میں سے فضل بن روزبہان نے بھی یہی مانا ہے کہ اس آیت میں الیاسین سے آل محمد مراد ہیں (مترجم بااردو)

علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یٰسین رسول خدا کا نام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ یٰسین میں یٰس کے بعد فرمایا گیا ہے۔ کہ انک لمن المرسلین اور سلام علی آل یٰس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یٰسین محمد ہے اور آل محمد آئمہ ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام

کتاب امالی۔ کتاب معانی الاخبار اور تفسیر محمد بن العیاشی بن ماہیار میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے خدا کے اس قول سلام علی آل یٰسین کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ یٰسین محمد ہیں اور ہم آل یٰسین ہیں۔

امالی اور معانی الاخبار میں ابی مالک سے روایت کی گئی ہے کہ یاسین محمد ہیں۔

ان دونوں کتابوں میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے جو یہ کہا ہے کہ سلام علی آل یٰسین گویا خدا نے کہا ہے علی آل محمد۔

معانی الاخبار میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ خدا کا یہ فرمان کہ سلام علی آل یسین، اس کی تفسیر یہ ہے کہ رب العالمین کی طرف محمدؐ اور اس کی آل پر سلام ہے۔ اور قیامت کے عذاب سے سلامتی کی بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کی ولایت اختیار کرے۔

معانی الاخبار میں عبدالرحمن سلمی سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اس آیت کو سلام علی آل یاسین پڑھا کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمن نے کہا کہ آل یسین آل محمدؐ ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا کا نام یسین ہے اور ہم وہ ہیں کہ جن کی شان میں نازل ہوا ہے سلام علی آل یسین۔

ابن ماہیار اور فرات ابن ابراہیم نے اپنی تفسیروں میں متعدد طریقوں سے اس مضمون کو ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام رضا نے ایک طویل حدیث میں علمائے عامہ پر عترت کی فضیلت پر احتجاج فرمایا مذکور ہے کہ حضرت نے علمائے اہلسنت سے پوچھا کہ خدا کے اس قول میں کہ یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم یسین سے کون مراد ہے تمام علما نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اس سے مراد حضرت محمدؐ کی ذات ہے اور اس میں کسی کو شک نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت امام رضا نے فرمایا کہ خدا نے محمدؐ و آل محمد کو اسی وجہ سے وہ فضل و شرف عطا کیا ہے کہ کوئی شخص اس کی تعریف کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں البتہ جو صحیح غور و تعقل کرے وہ سمجھ سکتا ہے کہ محمد و آل محمد کی فضیلت کیا ہے۔ اس لئے کہ خدا نے صرف انبیاء پر سلام بھیجا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے سلام علی نوح فی العالمین پھر کہا کہ سلام علی ابراہیم پھر فرمایا کہ سلام علی موسی وھارون اور کہا ہے کہ سلام علی نوح یہ نہیں کہا ہے کہ سلام علی آل ابراہیم اور نہ یہ کہا ہے کہ سلام علی آل موسی و ھارون لیکن یہ ضرور کہا ہے کہ سلام علی آل یس یعنی آل محمد ہیں۔

دوسری فصل :

اس بیان میں کہ اہل ذکر سے مرادا ہل بیت علیہم السلام ہیں۔ اور یہ کہ ہر شیعہ پر واجب ہے کہ ان سے سوال کرے لیکن ان پر جواب دینا واجب نہیں ہے

ارشاد قدرت ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون بالبینات والزبر (پ ۱۴ - ع ۱۲ - س نحل) یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر (عالموں) سے پوچھو

دوسرے مقام پر ارشاد ہے ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب ط (پ ۲۳ - ع ۱۲ - س ص)

پھر فرمایا گیا ہے وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون (پ ۲۵ - ع - س زخرف)

پہلی اور دوسری آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو۔

مفسرین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اہل ذکر سے کون حضرات مراد ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے علماء مراد ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں اور بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس سے مراد اہل بیت ہیں اس کی دو وجہیں ہیں :۔

وجہ اول : اہل بیت علم قرآن کے جاننے والے ہیں جیسا کہ اس کے بعد سورہ نحل میں خدا نے کہا ہے۔ وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (پ ۱۴ - ع ۱۲)

وجہ دوم : یہ کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام رسول کے اہل ہیں اور رسول ذکر ہے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا۔ اللہ نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو ذکر ہے۔

تیسری آیت کے متعلق مفسرین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت سلیمانؑ سے خطاب ہے۔ یعنی یہ بادشاہی جو تم کو ملی ہے یہ خدا کا عطیہ ہے اگر چاہو تو کسی کو دے کر اس پر احسان کرو یا خود رکھو اور کسی کو مت دو تم پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے نہ کسی کو دینے میں اور نہ اپنے

پاس رکھتے ہیں۔ بعد کی احادیث سے ثابت ہو گا کہ عطا سے مراد علم ہے۔

چوتھی آیت میں اکثر مفسرین نے ذکر سے مراد شرف لیا ہے یعنی قرآن مجید تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے عزوشرف ہے اور قیامت میں سوال کیا جائے گا کہ قرآن کا شکریہ ادا کیا یا نہیں اور اس کے کہنے پر عمل کیا یا نہیں۔ بعد کی احادیث سے ثابت ہو گا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم سے قرآن مجید کے علوم و احکام کے متعلق سوال کیا جائے گا

علی بن ابراہیم اور صفار نے سند ہائے معتبر سے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں کہ زرارہ بن الحسین نے حضرت امام محمد باقرؑ سے سوال کیا کہ اہل ذکر کون ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اہل ذکر ہم ہیں۔ زرارہ نے کہا کہ آپ سے سوال کرنا چاہیئے۔ امام نے کہا کہ ہاں زرارہ نے کہا کہ ہم سوال کرنے والے ہیں۔ امام نے کہا کہ ہاں زرارہ نے کہا پس ہم پر واجب ہے کہ آپ سے سوال کریں امام نے فرمایا کہ ہاں زرارہ نے کہا کہ پس آپ پر واجب ہے کہ آپ ہمیں جواب عنایت فرمائیں۔ امام نے فرمایا کہ یہ ہمارے اختیار میں ہے اگر مناسب سمجھیں گے تو جواب دیں گے اور اگر نامناسب سمجھیں گے تو جواب نہیں دیں گے پھر امام نے آیہ ھذا عطاؤنا تا آخر تلاوت فرمائی۔

(مترجم گوید): گمراہوں کی ہدایت کرنا نہی عن المنکر اور امر بالمعروف بغیر کسی روک ٹوک کے اور شرائط کے پائے جانے پر ہر شخص پر واجب ہے۔ خصوصاً ان آئمہؑ پر کہ جو ان امور کے لئے مقرر ہی فرمائے گئے ہیں۔ پس یہ حدیث یا اس جیسی دوسری حدیثیں یا تو تقیہ پر محمول ہوں گی کیونکہ ان حضرات کو مامور کیا گیا ہے کہ ترک تقیہ نہ کریں۔ اگر نقصان کا خطرہ ہو تو اظہار حق نہ کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط میں سے ایک یہ شرط بھی ہے کہ خوف ضرر نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ تاثیر کا ہونا بھی ممکن ہو۔ یا یہ قول امام بعض آیات کی تاویل پر محمول ہے کہ امام نے اس گروہ کے متعلق فرمایا ہے کہ جن کی عقلیں ان آیات کی تاویل کی متحمل نہیں ہیں یا معرفت الٰہی کے بعض گہرے نکتے یا معرفت ربانی کے از کیسے وہ حالات جو حضرت رسول خدا اور آئمہ معصومین جانتے ہیں۔ اکثر مخلوقات ان کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ طاہرین سنیوں کے مقابلہ میں کم فہم شیعوں سے تقیہ فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ شیعہ ان حضرات کی بعض عجیب باتیں یا معجزات کو دیکھ کر غلو کی حد میں پہنچ کر جوش عقیدت میں خدائی کے قائل ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن حضرت سلیمان کے

قصہ سے امام کا استشہاد پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان کو امور دنیا میں اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے دیں یا نہ دیں اسی طرح ہم کو (آئمہ کو) علوم و حقائق کے اضافہ میں اختیار دیا گیا ہے یا یہ کہ حضرت سلیمانؑ کے حصہ میں بھی علوم معارف کی خصوصیت ہو یا اس سے بھی عام امور دنیا مراد ہوں یا یہ کہ آئمہ طاہرینؑ کے حق میں بھی امور دین و دنیا دونوں عام طریقہ سے مراد ہوں۔ اس سے یہ کیوں نہ مراد لی جائے کہ امام وہی ہوتا ہے جو ہر ایک کے ظاہر و باطن سے واقف ہوتا ہے۔ اگر امام کی نظر میں سائل کا ظرف اس کا اہل ہوگا کہ جواب سے فائدہ حاصل کر سکے تو جواب دیا جائے گا ورنہ خاموشی اختیار کی جائے گی جس طرح حکیم مریض کی حالت کو دیکھ کر اکثر اوقات مرض کی خطرناک کیفیات کو مریض کے سامنے بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ مریض اس کے سننے کا متحمل نہیں (مترجم اردو)

عیون اخبار رضا میں اس حدیث کے ذیل میں امام رضا نے فرمایا ہے۔ جہاں امام نے عترت طاہرہ کی فضیلت پر احتجاج کیا ہے کہ اگر رسولؐ نے یہ کہا ہے کہ اہل ذکر یہود و نصاریٰ ہیں۔ امام نے کہا سبحان اللہ (کیا مسلمانوں کی سمجھ ہے) کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم ان سے سوال کریں اور وہ ہم کو ہمارے دین کی دعوت دیں گے اور رہبری کریں گے تو اس صورت میں تو وہ کہیں گے کہ ہمارا دین بہتر ہے (کہ تم اپنے دین کی باتیں ہم سے پوچھتے ہو) مامون نے امام سے کہا کہ آیا آپ کے پاس مسلمانوں کے اس قول کے علاوہ کچھ اور ہے۔ حضرت نے کہا کہ ہاں ذکر رسول خدا ہیں اور ہم ان کے اہل بیت ہیں اور یہ مطلب کتاب خدا میں مفصل و مشرح بیان کیا گیا ہے جبکہ سورہ طلاق میں ارشاد ہوا کہ الذین امنو قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ پس اس سے واضح طریقہ سے معلوم ہو گیا کہ ذکر رسولؐ خدا ہیں اور ہم ان کے اہلبیت ہیں۔

قرب الاسناد۔ بصائر الدرجات اور کافی میں بسند صحیح روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے ابن ابی البصیر کو لکھا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ پھر ارشاد قدرت ہے وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ یتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (پ ۱۱ - ع ۴ - س توبہ) یعنی مومنین کے لئے مناسب نہیں کہ سب کے سب گھروں سے نکل پڑیں ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر فرقہ میں سے ایک جماعت دینی مسائل سیکھنے کے لئے جاتے اور پھر

واپس آکر اپنی قوم کو خدا کے عذاب سے ڈرائے تاکہ یہ لوگ خدا کی نافرمانی نہ کریں اور اللہ سے ڈریں۔
حضرتؑ نے فرمایا کہ تم پر سوال کرنا، سیکھنا، پوچھنا اور اپنے امور کو ہماری طرف پلٹانا واجب ہے
اور ہم پر اللہ تعالیٰ نے بولنا واجب نہیں کیا ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فان لم یستجیبوا لک
فاعلم انما یتبعون اھواءھم ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدی من اللہ (پ ع، س قصص)
اے رسول اگر یہ لوگ تمہاری بات کو قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ اپنی غلط خواہشات کی
پیروی کر رہے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو خدا کی راہ ہدایت کو چھوڑ کر اپنے خواہشات
کی پیروی کرے۔

مترجم گوید: حضرت امام رضاؑ کا اس آیت کی تاویل سے استدلال کرنے سے ظاہر ہوتا ہے
کہ جب تم یہ سمجھو کہ تمہاری بات کسی طرح نہیں مانی جاتی تو اس وقت ایسے لوگوں سے تبلیغ رسالت کا
تعلق نہیں رہتا اور اس میں کچھ مبالغہ نہیں کرنا چاہیئے۔ گویا یہ دلیل ہو گئی اس بات پر کہ ہم پر جواب دینا
واجب نہیں ہے۔

بصائر الدرجات میں چند موثق طریقوں سے امام نے فرمایا کہ تم شیعہ ہو (کہ ہم سے سوال کرو)
(راوی): میں نے کہا جس طرح ائمہ نے آپ کو مقرر کیا ہے کہ ہم آپ سے سوال کریں ہم تو یہ سمجھے
بیٹھے کہ جس راہ جس طرف سے بھی ہم سوال کریں گے آپ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ امام نے
فرمایا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم سے سوال کرو۔ لیکن ہم پر جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ جواب کا
اختیار ہمارے ہاتھ میں ہے چاہیں تو جواب دیں اور اگر نہ چاہیں تو نہ دیں۔

صفار نے بصائر الدرجات میں تیس معتبر سندوں سے بھی زیادہ اس مضمون کو روایت کیا ہے
علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب کشف الحق محمد بن موسیٰ شیرازی کی تفسیر سے علمائے اہلسنت کی بارہ تفسیروں
سے استخراج کر کے روایت کی ہے کہ اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اہل ذکر سے مراد۔ محمدؐ، علیؑ
فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام ہیں۔ یہی حضرات اہل ذکر، اہل علم وعقل ہیں اور اہل بیت نبوت و
معدن رسالت ہیں۔ اور فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ ہیں۔ بخدا اللہ نے مومن کا نام صرف
علی امیر المومنینؑ کی کرامت اور بزرگی کی وجہ سے مومن رکھا ہے۔

سفیان ثوری نے اس روایت کو سدی اور حارث اعور سے روایت کیا ہے۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق سے چار صحیح سندوں سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون کہ یہاں ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم وہ قوم ہیں کہ جن سے قرآن کے معانی و احکام کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

ایک دوسری صحیح روایت میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد ہم ہیں اور ہم وہ اہل ذکر ہیں جن سے سوال کیا جاسکتا ہے اور کرنا چاہیئے۔

بسند صحیح معتبر امیر المومنینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ کی قوم ہم ہیں۔

ابن ماہیار نے اپنی تفسیر میں ایسی ہی روایت سلیم بن قیس کے ذریعہ امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرؑ اس روایت کو پڑھ کر فرمایا کرتے تھے کہ رسولؐ خدا اور ان کے اہل بیت اہل ذکر ہیں اور یہی وہ ہیں جن سے سوال کیا جاسکتا ہے۔ خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے سوال کریں۔ بس یہی حضرات لوگوں کے والی اور ان کے امور کے ولی ہیں۔ پس کسی شخص کے لئے جائز و حلال نہیں ہے کہ یہ حق جو خدا نے اہل بیتؑ کے لئے واجب کیا ہے ان سے چھینے۔

دوسری حدیث معتبر میں انہی حضرت امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا کی قوم امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور لوگوں سے ان کی ولایت کے متعلق قیامت میں سوال کیا جائے گا

(کافی میں سند معتبر کے ساتھ موسیٰ بن اشیم سے روایت کی گئی ہے موسیٰ کہتا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے امام سے ایک آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا۔ حضرت نے جواب دے دیا۔ ایک دوسرا شخص مجلس امام میں آیا۔ اس نے اسی آیت کے متعلق سوال کیا۔ حضرت نے ایک دوسری تفسیر بیان کر دی۔ پہلی تفسیر کے خلاف یہ حالت دیکھ کر میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بس خدا ہی جانتا ہے یہاں تک کہ گویا میرے دل کو کسی نے چھری سے ٹکڑے کر دیا ہو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے شام میں ابو قتادہ جیسے شخص کو دیکھا ہے اور اس کا ایک حرف بھی میں نے غلط نہیں دیکھا اور میں اس شخص (امام) کے پاس آیا ہوں جو ایسی سخت ترین جفا کرتا ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اسی آیت کے متعلق سوال کیا۔ امام نے ایک دوسری تفسیر بیان کر دی۔ علاوہ ان دو جوابوں کے جو پہلے بیان فرمائے تھے (یہ دیکھ کر اب مجھے) اطمینان ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ غلطی نہیں ہے۔ بلکہ مصلحت

اور تقیہ کے طور پر جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے۔ جب حضرتؑ نے معلوم کر لیا کہ میرے دل میں کیا گزر رہا ہے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے پسر اشیم خدا نے تفویض کیا ہے اور فرمایا ہے وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھو۔ یعنی جو کچھ رسول تم کو دیدے اس کو لے لو اور اس پر عمل کرو اور جس چیز سے رسول منع کرے اس کو چھوڑ دو اور جو کچھ رسول کو خدا کی طرف سے دیا گیا تھا وہی ہم کو دیا گیا ہے۔ یہی حدیث کتاب اختصاص میں روایت کی گئی جس کے آخر میں یہ ہے کہ جب حاضرین مجلس باہر چلے گئے تو امام نے میری طرف نظر کر کے فرمایا اے ابن اشیم، تم کو یہ تفسیریں سن کر دکھ ہوا۔ ابن اشیم نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں میں ایک ہی قسم کے سوال کے مختلف جوابوں سے دل تنگ ہو گیا۔ امام نے فرمایا کہ اے ابن اشیم بدرستیکہ خدا نے حضرت سلیمان کو امور مملکت و بادشاہی سونپ کر ارشاد فرمایا ھذا عطاؤنا فامنن اوامسک بغیر حساب اور محمدؐ کو اپنے امور دین حوالہ کر کے فرمایا وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا اور خدا نے ہم آئمہ کو وہی تفویض کیا ہے جو حضرت محمدؐ کو سونپا تھا پس تم دلتنگ مت ہو۔ ٭

بصائر الدرجات میں حدیث حسن مثل صحیح روایت کی گئی ہے کہ صفوان نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ آیا ہو سکتا ہے کہ امام سے حلال و حرام کے مسائل پوچھے جائیں اور اس کے پاس ان کا جواب نہ ہو۔ امام نے فرمایا کہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ امام کے پاس جواب نہ ہو مگر کسی مصلحت کی وجہ سے بیان نہیں کرتا۔

حضرت صادقؑ سے بسند صحیح روایت کی گئی ہے کہ اہل ذکر اور اولو العلم ہم ہیں اور ہمارے پاس حلال و حرام کا علم موجود ہے۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل ذکر الٰہی سے مطمئن ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد امیر المومنینؑ اور آئمہ ہیں یعنی ان حضرات کی ولایت، کیونکہ ان کی یاد گویا یاد خدا ہے۔

ابن ماہیار نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے لقد انزلنا الیکم کتابا فیہ ذکرکم افلا تعقلون۔

بے شک ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم نہیں سمجھتے اور عقل سے کام نہیں لیتے۔ ذکر سے مراد امام کی اطاعت ہے جو پیغمبر کے بعد جو دین و دنیا کے شرف و فضل کا مورث ہے (یعنی امام کی اطاعت سے دین و دنیا کی عزت و شرف حاصل ہوتا ہے)۔

تیسری فصل

اس بیان میں کہ علم قرآن کے اہل ۔ راسخون فی العلم اور قرآن سے ڈرانے والے اہلِ بیت علیہم السلام ہی ہیں

ابن ماہیار نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں روایت کی ہے۔ فالذین آتیناھم الکتاب یومنون بہ ۔ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پہ ایمان رکھتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس آیت میں ان لوگوں سے مراد جن کو کتاب دی گئی ہے آل محمدؐ ہیں کہ ان کو علم قرآن عطا کیا گیا ہے ومن ھؤلاء من یومن بہ یعنی اس جماعت میں بعض وہ ہیں جو کتاب پر ایمان لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے قبیلہ کے بعض اہل ایمان مراد ہیں۔

کلینی وغیرہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم یعنی قرآن مجید کھلی ہوئی آیات ہیں ان سینوں میں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ (ان) سے مراد آئمہ اہلبیت ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ و معنی دونوں ان کے سینوں میں ہے۔

بصائر الدرجات میں سند معتبر کے ساتھ ابو بصیر کے سلسلہ سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام نے اس آیہ مذکورہ کی تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ وہ قرآن جو دو دفتیوں کے درمیان محلد ہے بلکہ ارشاد قدرت ہے کہ ان کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا ہے۔ ابو بصیر نے کہا کہ اس سے مراد آپ آئمہ کی ذوات مقدسہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے سوائے اور کون ہو سکتا ہے۔ تقریباً بیس سندوں سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت اہل بیت کی شان میں ہے۔ اس سے یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت کا مقصد یہ ہو کہ قرآن مجید کی توضیح و تشریح آئمہ کے سینوں میں ہے اور سوائے اہل بیت طاہرین کے دوسرا قرآن کے معنی اور رموز

کو نہیں جانتا۔ لہٰذا اگر کسی کو قرآن سمجھنا ہے تو اہل بیت سے سمجھنا چاہیئے۔

عیاشی نے حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں یہ روایت کی ہے۔ الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی اس طرح تلاوت کرتے ہیں جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کتاب پر ایمان (حقیقی) لائے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ حضرات جن کو کتاب دی گئی ہے وہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

(مترجم گوید) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں کتاب سے مراد توریت ہے اور وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے اس سے مراد وہ جماعت یہود و نصاریٰ ہے کہ جو آنحضرت صلعم پر ایمان لائی تھی۔

بعضوں کا کہنا ہے کہ یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور جو تفسیر امام نے فرمائی ہے وہ بھی اسی پر مبنی ہے اور یہ تفسیر آیت کے سیاق کے موافق بھی ہے اس لئے قرآن مجید کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جو قرآن کے اسرار و بطون سے واقفیت رکھتا ہو اور یہ خصوصیت صرف ان مومنین امت کو حاصل ہے جو آل محمد ہیں اور قرآن پاک پر پورے طریقے سے عمل کرنا صرف انہی حضرات کے ذریعہ ممکن ہو سکتا ہے۔

کلینی نے سند معتبر کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ وَاُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ الخ۔ یعنی وحی کی گئی ہے میرے اوپر اس قرآن کی تاکہ میں تم کو اور ان سب کو ڈراؤں جن تک پہنچے۔ حضرت نے فرمایا کہ آل محمد میں سے جو بھی حد امامت تک پہنچے وہ لوگوں کو قرآن سے ڈراتا ہے۔ جس طرح رسول خدا اس کے ذریعہ کیا کرتے تھے علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے ومن بلغ امام ہے اور فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ڈرایا کرتے تھے اسی طرح ہم بھی ڈراتے ہیں۔

(مترجم گوید) اکثر مفسرین کہتے ہیں ومن بلغ عطف ہے ضمیر مفعول لانذرکم پر یعنی اس وجہ سے کہ میں ڈراؤں ہر اس شخص کو جس تک یہ قرآن پہنچے قیامت تک احادیث کے بیانات کی بنا پر انذرکم کی ضمیر فاعل پر عطف ہوگا (یعنی میں ڈراؤں تم کو اور وہ ڈرائے گا جو میرے اہل بیت سے تم تک پہنچے گا۔ مترجم باردو)

علی بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید ڈرانے والا بھی ہے اور حکم دینے والا بھی، جنت کا حکم دیتا ہے اور جہنم سے ڈراتا ہے اس میں (قرآن میں) محکم آیات ہیں جو معنے سے مقصود پر واضح الدلالت ہیں اور آیات متشابہات ہیں جن میں بہت سے معنی کا احتمال ہوتا ہے اور اصل معنی کا سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن محکم پر آسانی سے ایمان لا سکتے ہو اور ان پر عمل بھی کر سکتے ہو اور ان پر اعتقاد بھی رکھ سکتے ہو لیکن متشابہات اس ان پر ایمان لا سکتے ہو لیکن عمل نہیں کر سکتے خدا کے اس قول کا مطلب یہی ہے فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کلٌّ من عند ربنا اور راسخ فی العلم آل محمدؐ ہیں۔

علی بن ابراہیم اور صاحب اختصاص نے بسند ہائے معتبر و صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا بہترین راسخین فی العلم تھے اور جو کچھ خدا نے ان پر نازل کیا تھا یا بھیجا تھا اس کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے تھے۔ تنزیل قرآن۔ تاویل قرآن یعنی قرآن کے ظاہر و باطن کے سلسلہ بہترین راسخ فی العلم تھے۔ اس طرح سے کہ کوئی آیت ایسی نہیں تھی جس کی تاویل کی تعلیم ان کو نہ کی گئی ہو۔ اور ان کے بعد ان کے اوصیاء تمام تنزیل و تاویل قرآن سے واقف ہیں۔

کافی اور بصائر کے تتمہ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ شیعوں میں سے عالم کی طرح تاویل قرآن نہیں جانتے یعنی امام اپنے علم و دانائی کے اعتبار سے ان کے (شیعوں کے) درمیان بیان کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس تمام بیان پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ قرآن کا خاص ہو عام ہو محکم ہو یا متشابہ ہو ناسخ ہو یا منسوخ ہو راسخین فی العلم سب کو جانتے ہیں۔ اسی لئے جناب امیرؑ عام مجمع میں فرمایا کرتے تھے کہ میں قرآن کی تمام حقیقتوں سے واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ کونسی آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور کون سی دن میں اور کون سی رات میں کونسی گھر میں اور کونسی سفر میں نازل ہوئی ہے اور یہ علم سوائے راسخ فی العلم کے دوسرے کا نہیں ہو سکتا ترجمہ ختم ہوا

مترجم گوید۔ پہلے آیات اس طرح ہیں ھو الذی انزل علیک الکتاب یعنی خدا وہ ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے۔ منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب تمامی قرآن میں چند ایسی آیتیں ہیں جو واضح الدلالت ہیں اور یہی اصل قرآن ہیں واخر متشابہات یعنی چند دوسری ایسی

آئتیں ہیں جن کے معنی ایک دوسرے سے متشابہ ہیں جن کا مقصود واضح اور روشن نہیں ہے۔ اما الذین فی قلوبھم زیغ۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے فیتبعون ما تشابہ منہ پیروی کرتے ہیں قرآن سے اس کی جو متشابہ ہے ابتغاء الفتنہ لوگوں کو شبہ اور گمراہی میں ڈالنے کے لئے وابتغاء تاویلہ اور اس وجہ سے کہ اپنی غلط خواہشات سے اس کی تاویل کرتے ہیں وما یعلم تاویلہ الا اللہ اور متشابہ آیات کی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ وہ لوگ ہیں جن کے علم کی بنیاد یقین پر ہے

اس مقام پر مفسرین کے درمیان اختلاف ہے بعض وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ پر وقف کر دیتے ہیں اور اس کو مبتدائے کلام قرار دے کر دیقولون امنا بہ کل من عند ربنا کو خبر قرار دیتے ہیں۔ یعنی تاویل متشابہات صرف اللہ جانتا ہے اور راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم متشابہات پر ایمان لائے کیونکہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے چاہے ہم اس کے معنی نہ جانتے ہوں بعض مفسرین وہ ہیں جو اللہ پر وقف نہیں کرتے بلکہ راسخون کو اللہ پر عطف کہتے ہیں یعنی آیات متشابہات کی تاویل یا خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم جانتے ہیں اور اس تفسیر کی تائید میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں کہ راسخون فی العلم سے مراد محمد و آل محمد ہیں بعض روایات میں وارد ہے۔ کہ یقولون کلام استیناف ہے اور اس کا فاعل شیعیان آل محمد ہیں یعنی جب اپنے ان آئمہ سے جو علم میں راسخ ہیں تاویل متشابہات سنتے ہیں تو ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے)۔

کلینی نے سند صحیح کے ساتھ معصوم سے روایت کی ہے کہ فرمایا معصوم نے راسخ فی العلم ہم ہیں اور ہم تاویل قرآن کو جانتے ہیں۔

حضرت رسول خدا سے سند معتبر کے ساتھ ایک دوسری روایت لی گئی ہے کہ راسخ فی العلم علی اور اس کے بعد کے امام ہیں۔

بصائر الدرجات میں سند صحیح کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو۔ کوئی حرف (حروف مقطعات سے) ایسا نہیں ہے کہ جس سے کسی حادث ہونے والے واقعہ کی طرف اشارہ نہ ہوا ہو

قرآن کا ظاہر و باطن امام زمانہ کے پاس ہے اور امام زندہ اس علم پر امام گزشتہ کے ذریعہ فائز ہوتا ہے۔ (یعنی ہر ایک امام یہ علوم اپنے بعد والے امام کو دیتا چلا جاتا ہے۔ مترجم باردو)

چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ان متشابہات کی تاویل سوائے خدا اور راسخون فی العلم اور کوئی نہیں جانتا اور ہم اس کی تاویل جانتے ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین یعنی وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے قیامت کے روز کہیں گے کہ آج کی رسوائی اور بدتر حال کافرین کے لئے ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ جماعت جس کو علم دیا گیا ہے آئمہ ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک ھو الحق۔ یعنی جن لوگوں کو ان چیزوں کا علم دیا گیا ہے جو تم پر نازل کی گئی ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ سب حق ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد جناب امیر ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے رسول خدا کی ہر اس بات کی تصدیق کی کہ جو خدا نے ان پر نازل کی۔

کلینی نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا ہے اس کو وہ جانتا ہے مگر یہ کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور جمع نہیں کیا کسی نے قرآن کو اور نہ حفظ کیا کسی نے قرآن کو اس طرح کہ جس طرح وہ نازل ہوا ہے سوائے علی ابن ابی طالب کے اور ان آئمہ کے کہ جو علی کے بعد ہیں۔

دوسری روایت میں امام نے اس طرح فرمایا ہے کہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس کل قرآن مع اپنے ظاہر اور باطن کے موجود ہے۔ سوائے پیغمبرؐ کے وصیوں کے۔ دوسری میں یوں ارشاد ہے کہ منجملہ ان علوم کے کہ جو خدا نے ہم کو دئیے ہیں قرآن کی تفسیر احکام قرآن، تغیرات زمانہ اور ان حادث زمانہ کا علم ہے جو واقع ہونے والے ہیں۔ یہ علوم ہم کو اللہ نے دیئے ہیں۔ پس اگر لوگ ان علوم کو برداشت کر سکیں یا ہم ایسے افراد پائیں جو ہمارے بھیدوں کو فاش نہ کر سکیں یا کوئی راز اس سے کہا جا سکتا تو بیشک ضرور ہم بتلا دیتے۔

سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ امام نے فرمایا خدا کی قسم ہم کتاب خدا

کو اول سے آخر تک اس طرح جانتے ہیں جیسے یہ دو ہاتھ میرے سامنے ہیں۔ قرآن مجید میں آسمانوں زمینوں اور گزشتہ و آئندہ تمام چیزوں کا علم ہے۔ خدا خود کہتا ہے فیہ تبیان کل شیٔ۔ یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔ دوسری حدیث میں امام نے فرمایا کہ خدا نے آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان کی شان میں فرمایا ہے اس شخص نے کہا کہ جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں تمہارے لئے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔ یہ کہکر امام نے اپنے سینۂ بے کینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ واللہ ہمارے پاس کل کتاب کا علم ہے۔

بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ معاویہ بن عمار نے امام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی و بینکم و من عندہٗ علم الکتاب۔ یعنی اے محمد کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے اور وہ گواہ ہے جس کے پاس علم کتاب ہے۔ وہ پیغمبر کے بعد سب سے افضل اور ہم سے بہتر ہے (یعنی علیؑ)

بصائر میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص امام موسیٰؑ کی خدمت میں آکر کہا کہ میں نے ایک دوسرے شخص سے سنا ہے کہ آپ لوگ قرآن مجید کی چند تفسیریں بیان کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ دوسروں سے پہلے قرآن مجید ہم پر نازل ہوا ہے اور قبل اس کے کہ قرآن کی تفسیر دوسروں تک پہنچے ہمارے لئے پہلے تفسیر ہوئی ہے۔ پس قرآن کے حلال و حرام کو اور اس کے ناسخ منسوخ کو ہم جانتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کونسی آیت سفر میں نازل ہوئی اور کونسی آیت گھر میں اُتری اور کون سی رات میں اور کون سی دن میں اور کون سی کس کی شان میں نازل ہوئی اور کس باب میں نازل ہوئی۔ پس ہم خدا کی زمین پر خدا کے حکیم و دانا ہیں اور خدا کی مخلوق پر خدا کی طرف سے گواہ ہیں۔ اور خدا کے اس قول سَتُکْتَبُ شَہَادَتُہُمْ وَ یُسْئَلُوْنَ کا مقصد یہی ہے۔ یعنی عنقریب ان کی شہادت لکھی جائے گی۔ اور ان سے سوال ہو گا امامؑ نے فرمایا کہ شہادت ہمارے لئے ہے اور سوال ان کے لئے ہے کہ جن پر شہادت ہے اور یہ تمامی امت ہوگی۔ پس یہ وہ علم ہے کہ جس سے میں نے تم کو باخبر کر دیا اور اس علم سے تم کو دے دیا اتنا کہ جتنا ہم پر لازم تھا۔ پس اگر تم کو یہ قبول ہے تو شکر کرو اور اگر ترک کر دو تو خدا ہر چیز پر گواہ ہے۔

چوتھی فصل

اس بیان میں کہ باعتبار باطن قرآن آیاتِ خدا بینات خدا اور کتاب خدا اہل بیت علیہم السلام ہی ہیں

علی بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ لوگوں نے امام محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم (پ ۷ ع ۱۰ س انعام) جس کے ظاہری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ ایسے بہرے ہیں کہ ہماری آیتوں کو اس طرح نہیں سنتے کہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور گونگے ہیں کہ حق کو چھوڑ کر جہالت وضلالت کی تاریکی میں حیران وسرگرداں ہیں۔ خدا جس کی گمراہی چاہتا ہے اس کو گمراہ کر دیتا ہے یعنی — جس میں الطاف الٰہی کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو خدا اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم پر قرار دیتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس جماعت کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جس نے نبیوں کے اوصیاء کو جھٹلایا اور وہی گونگے ہیں جیساکہ خدا نے کہا ہے اور تاریکی میں ہیں وہ جو شیطان کی اولاد ہیں۔ یہ اوصیاء کی تصدیق نہیں کرتے اور ان پر ایمان نہیں لاتے یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے گمراہ کیا ہے (یعنی نااہل ہونے کی وجہ سے رحمت ان سے سلب کر لی ہے) آدم کی اولاد میں سے ہر وہ شخص کہ جس کے نطفہ میں شیطان شریک نہیں ہوا ہے (یعنی اس کی پیدائش شرعاً درست ہے) وہ انبیاء کے اوصیاء پر ایمان لاتے ہیں اور یہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کذبوا بایاتنا ہے اس سے اوصیاء کی تکذیب ہی مراد ہے۔

(مترجم گوید) کہ امام نے جو آیات کی تکذیب کی تاویل اوصیاء کی تکذیب سے کی ہے اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ آیات سے مراد خدا کی عظمت و جلالت کی نشانیاں ہیں اور آئمہ خدا کی بزرگی کی سب سے بڑی علامت ہیں جیسا کہ اس کے بعد آئے گا۔ دوم یہ کہ آیات سے مراد صرف وہ آیات ہوں کہ جو اہل بیت کی شان میں قرآن میں ہیں اور ان آیات کی تکذیب گویا کل قرآن کی تکذیب ہے

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے والذین ھم عن ایاتنا غافلون یعنی وہ لوگ جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ آیات سے مراد امیر المومنین اور آئمہ معصومین ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ خدا کی مجھ سے زیادہ بڑی کوئی نشانی نہیں ہے۔

بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے۔ اس قول خدا کی تفسیر کے سلسلہ میں وما تغنی الایات والنذر عن قوم لا یومنون (پ ۱۱ ع ۱۵ س یونس) وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے ان کو ہماری نشانیاں اور ڈراوے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ امام نے فرمایا کہ آیات سے مراد آئمہ ہیں اور نذر سے انبیاء پھر اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا والذین کفروا وکذبوا بایاتنا فاولئک لھم عذاب مھین۔ یعنی جو لوگ کافر ہو گئے اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ لوگ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو امیر المومنین اور آئمہ کی ولایت پر ایمان نہیں لاتے۔ پھر اس کے ذیل میں فرمایا سیریکم آیاتہ فتعرفونہ۔ یعنی خدا تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ پس ان کو پہچان لوگے کہ اس سے امیر المومنین اور آئمہ مراد ہیں۔ جب جب یہ حضرات رجعت میں واپس آئیں گے تو ان کے دشمن ان کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے پھر حضرت امام جعفر صادق سے بسند حسن مثل صحیح روایت کی گئی ہے کہ امام نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا ان نشاء ننزل علیہم من السماء آیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں پر آسمان سے ایسی آیت نازل کریں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ گردن جھکانے والوں سے مراد بنی امیہ ہیں جبکہ امام عصر علیہ السلام کے ظہور کی ندا آسمان سے دی جائے گی۔

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں فرمایا گیا ہے وما یجحد بایاتنا الا الکافرون ہماری نشانیوں کا انکار کافر ہی کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ امیر المومنین اور آئمہ کا انکار کافر ہی

کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام موسیٰ کاظمؑ سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے ذالک بانہ کانت تاتیہم رسلہم بالبیّنات کہ بیّنات سے مراد آئمہ ہیں

کلینی نے اس آیت واذا تتلی علیہم آیاتنا بیّنات قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ۔ یعنی جبکہ ان لوگوں پر ہماری کھلی نشانیوں کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ لوگ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے کہا علی کو بدل دو گویا مقصد یہ ہوا کہ ایسا قرآن لاؤ جس میں علی کی ولایت کا ذکر نہ ہو یا اس قرآن میں علی کے بجائے دوسروں کو مقرر کر دو۔

ابن بابویہ وغیرہ کی روایتوں سے بہت سی حدیثوں میں امام جعفر صادقؑ امام رضاؑ سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوا ہے وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہر تغیر سے محفوظ ہے اور تمام آسمانی کتب میں بلند مرتبہ اور حکمتوں سے لبریز یا محکم ہے کہ یہ کسی غیر سے منسوخ نہیں ہوگا۔ امامؑ نے فرمایا کہ ام الکتاب سے مراد امیر المومنینؑ ہیں جیسا کہ سورۂ حمد جو کہ ام الکتاب ہے میں مذکور ہے۔ علی حکیم و دانا ہیں اور یہ اس لئے کہ امیر المومنینؑ کہ جن کی ولایت و متابعت صراط مستقیم ہے جیسا کہ منقول ہے کہ امام رضاؑ سے پوچھا کہ ام الکتاب میں علی کا ذکر کہاں ہے۔ امام نے فرمایا کہ اھدنا الصراط المستقیم اس لئے کہ علی صراط مستقیم ہیں اور روز غدیر کی دعا میں وارد ہوا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ہدایت کرنے والا امام ہے اور مومنوں کا امیر ہے کہ اس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم

پانچویں فصل

اس بیان میں کہ خدا کے برگزیدہ اور آل ابراہیم آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں

اس میں چند آیتیں ہیں

پہلی آیت: ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ذالک ھو الفضل الکبیر جنات عدن یدخلونہا الخ۔ (پ ۲۲ ع ۱۶۔ س فاطر) یعنی میں نے وارث بنایا ہے کتاب کا چاہے وہ قرآن ہو یا توریت ہو یا مطلق کتاب الٰہی ہو ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان سے مراد انبیا علیہم السلام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد امت محمدؐ کے علما ہیں اور بہت سی حدیثیں ذکر کی جائیں گی کہ الذین اصطفینا من عبادنا مخصوص ہے اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے لئے۔ فمنہم ظالم لنفسہ۔ پس بعض بندے ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ مفسرین میں اختلاف ہے اس بارہ میں کہ منہم کی ضمیر کس طرف ہے اور اس کا مرجع کیا ہے۔ سید مرتضیٰ اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ منہم کی ضمیر عباد کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی خدا کہتا ہے کہ ہمارے بعض بندے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا مرجع برگزیدگان ہیں۔ ومنہم مقتصد، بعض ان میں سے میانہ رو ہیں ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ اور بعض ان میں سے خدا کی توفیق سے نیکیوں کی طرف بڑھنے والے اور پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ ذالک ھو الفضل الکبیر یہ ایک عظیم ترین فضل ہے۔ مفسرین نے آیت میں مذکور تینوں فرقوں (ظالم لنفسہٖ۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات) کے متعلق اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ تینوں گروہ ناجی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو ظالم بنفسہٖ ہیں وہ عذاب الٰہی سے نجات نہیں پائیں گے۔ جیسا کہ قتادہ نے کہا ہے ظالم اصحاب مشئمہ ہیں اور مقتصد اصحاب میمنہ ہیں (جس کا ذکر س واقعہ پ ۲۷ ع ۱۲ میں ہے) اور سابق سابقون ہیں مقرب خدا ہیں۔ جنات عدن یدخلونہا۔ ان کا قیام جنت عدن میں ہوگا۔ اور ان کو اس میں داخل کیا

لوگوں میں اختلاف ہے کہ یدخلونہا کی ضمیر فاعل کا مرجع کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ضمیر تینوں فرقوں کی طرف جاتی ہے اور تینوں فرقے جنت میں داخل ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع مصطفے بندے ہیں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے الذین اصطفینا من عبادنا بعض کا کہنا ہے کہ یہ ضمیر مقتصد اور سابق کی طرف پھرتی ہے۔ اور ظالم اس میں داخل نہیں ہے مگر وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معانی الاخبار میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ ظالم وہ ہے جو مسلسل شہوات نفس کی پیروی کرتا ہے اور مقتصد وہ ہے جو اپنے دل میں غلط عقاید سے پلٹ جاتا ہے یعنی اپنے عقائد کی تصحیح کرتا ہے یا اپنے نفس کی اصلاح میں لگا ہوا ہے یا عبادت میں مصروف ہے اور اغراض دنیوی میں بھی اسی لئے ہے اس سے مقصود دین ہوتا ہے اور سابق بالخیرات وہ بندے ہیں جو ہر وقت اپنے پروردگار کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور اپنے بعض اغراض و مرادات کو بھی چھوڑے ہوئے اور سوائے رضائے الٰہی کے کوئی غرض ہی نہیں رکھتے (جیسے پروانہ شمع کے گرد کر ہر خواہش سے الگ ہو کر یہاں تک کہ زندگی سے بھی بے پرواہ ہو کر طواف کرتا رہتا ہے۔ ع اے سالک رب عشق زپروانہ بیاموز)*

امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ ظالم سے مراد رسول کی ذریت پاک سے وہ لوگ ہیں جو امام کے حق کو نہیں جانتے۔ اور مقتصد وہ ہیں جو امام کو پہچان کر ان کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے حقوق کو سمجھتے ہیں اور سابق بالخیرات خود امام ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادق سے اسی مضمون کی روایت بیان کی گئی ہے جس کے آخر میں امام نے فرمایا کہ ان میں سے سب بخشے ہوئے ہیں۔ جنات عدن ید خلونہا یعنی سابق اور مقتصد جنات عدن میں داخل ہوں گے۔

بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے امام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی امام نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا کہ میں نے امام سے پوچھا کہ آپ میں ظالم لنفسہ کون ہے۔ امام نے فرمایا ہم اہلبیت میں سے وہ شخص کہ جس کے ثواب اور گناہ کا پلہ برابر ہو یعنی ذریت رسولؐ مقبول پس یہ شخص اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے کہ اس نے عبادت خدا میں کمی کی ہے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا کہ میں نے کہا آپ میں سے مقتصد کون ہے۔ امام نے فرمایا وہ شخص جو سختی اور نرمی (عسرت و مالداری) ہر زمانہ میں اور اہل باطل کے غلبہ کے زمانہ میں مرنے کے وقت

تک خدا کی عبادت کرے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا کہ میں نے کہا کہ آپ اہل بیت میں سے سابق بالخیرات کون ہے۔ امام نے فرمایا وہ جو لوگوں کو خدا کے سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے اور لوگوں کو نیکیوں کی ہدایت کرے اور برائیوں اور گناہوں سے روکے۔ گمراہ کرنے والوں کا مددگار نہ ہو۔ خیانت کرنے والوں کی طرف سے مخاصمہ نہ کرے۔ اور فاسقوں کے حکم پر راضی نہ ہو۔ مگر یہ کہ کوئی شخص دین کے معاملہ میں اپنے نفس پر خوف محسوس کرے۔ اور ایسی مدد نہ کرے کہ اس سے معارضہ کیا جائے اور تقیہ کے طور پر ان سے مدارا کرتا رہے۔ علی ابن ابراہیم نے کہا الذین اصطفینا سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں اور ظالم لنفسہ سے بھی آل محمد غیر آئمہ مراد ہیں ایسے جو امام کے حق کا انکار کرتے ہیں لیکن یہ اقرار کرتے ہیں کہ امام آل محمد ہی سے ہونا چاہیئے اور سابق بالخیرات سے مراد امامؑ ہیں۔

کتاب احتجاج طبرسی میں ابوبصیر سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ابوبصیر نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس سے مراد اولاد جناب فاطمہ ہے۔ حضرت نے کہا کہ جو شخص تلوار بند کرکے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے اور گمراہی و ضلالت کے طریقہ سے ناحق امامت کا دعوےٰ کرے چاہے وہ اولاد فاطمہ سے ہو یا کسی اور کی اولاد سے وہ اس آیت میں داخل نہیں ہے

ابوبصیر: پھر اس آیت میں کون سے افراد داخل ہیں۔ امام نے کہا کہ اپنے نفس کا ظالم وہ شخص ہے جو لوگوں کو بجائے ہدایت کے ضلالت کی طرف دعوت کرے اور مقتصد ہم اہل بیت میں سے جو امام کے حق کو پہچانتا ہے اور سابق بالخیرات خود امام ہے۔

امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ الذین اصطفینا سے مراد آل محمد ہیں اور سابق بالخیرات امام ہے۔ دوسری سند سے انہی امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ سابق بخیرات امام ہے اور یہ آیت فرزندان علی و فاطمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت کی گئی ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے کہا کہ میں نے امام حسن عسکری سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں سوال کیا امام نے فرمایا کہ یہ تینوں فرقے آل محمد سے ہیں ظالم لنفسہ وہ ہے جو امام کا اقرار نہ کرے۔ ابو ہاشم نے کہا کہ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ یہ کیا بزرگی ہے جو خدا نے آل محمد کو دی ہے۔ امام نے اعجاز سے سمجھ

لیا کہ میرے دل میں کیا وسوسہ پیدا ہوا ہے۔ پس امام نے میری طرف نظر فرما کر ارشاد فرمایا کہ امامت ایک عظیم ترین مرتبہ ہے اور امام کا رتبہ بہت بڑا ہے۔ تیرے دل میں جو آل محمد کی عظمت شان کے متعلق خیال پیدا ہوا ہے پس تو خدا کی حمد کر کہ تجھ کو اہل بیت سے تمسک کا شرف حاصل ہوا ہے اور اللہ نے تجھے ان کی امامت کا معتقد قرار دیا ہے اور قیامت میں جبکہ لوگوں کو ان کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا تجھ کو آل محمد کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ اے ابو ہاشم شاد باش کہ تم مذہب حق پر ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں ابو درداء سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سابق جنت میں بے حساب داخل ہوں گے اور مقتصدین کا مختصر سا حساب ہوگا لیکن ظالم لنفسہ کو ایک طویل مدت تک مقام حساب میں کھڑا کیا جائے۔ پھر داخل بہشت ہوگا بس یہ لوگ ہیں جو کہیں گے الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن یعنی لائق حمد ہے وہ خدا جس نے ہم سے غم واندوہ اور برے انجام کو دور کر دیا۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ ظالم لنفسہ سے مراد وہ ہیں جو اچھے عمل کرتے ہیں اور دوسرے بُرے اور ناشائستہ عمل بھی کرتے ہیں۔ مقتصد وہ ہیں جو بجد کوشش کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور سابق بخیرات سے مراد علی اور حسن و حسین علیہم السلام اور آل محمد میں سے وہ افراد جو شہید ہوں۔

سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں محمد ابن عیاش کی تفسیر سے روایت کی ہے اور صاحب تاویل آیات باہرہ نے بھی بسند ابن اسحٰق سبیعی محمد بن عباس سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں حج پر گیا اور محمد بن علی یعنی محمد حنفیہ سے ملاقات کر کے اس آیت کی تفسیر پوچھی انہوں نے کہا کہ تمہاری قوم اس آیت کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ اس کی قوم سے مراد اہل کوفہ ہیں۔ اس نے کہا کہ کوفی کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیعیان علی ہیں۔ پس محمد حنفیہ نے کہا کہ جب یہ اہل بہشت سے ہیں تو پھر کیوں ڈرتے ہیں۔

راوی: میں نے کہا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ محمد نے کہا کہ یہ آیت ہم اہل بیت کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ سابق بخیرات سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور حسن و حسین علیہم السلام ہم میں کا ہر امام مراد ہیں اور بعض نسخوں میں ہے کہ ہمارا ہر شہید مراد ہے اور مقتصد وہ افراد ہیں جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو عبادت کرتے ہیں

اور ظالم لنفسہ تو یہ کارون کے حق میں نازل ہوا ہے۔ اور بعض روایات میں جو تمام لوگوں کے لئے ہے اور وہ بخشا ہوا ہے تو اے ابو اسحاق خدا ہماری وجہ سے تمہارے عیبوں کو دور کرتا ہے اور ہماری وجہ سے تمہاری گردنوں سے ذلت و رسوائی کو دور کرتا ہے اور ہماری وجہ سے خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہے یا تمہارے قرضے ادا کرتا ہے اور ہم ہی سے خدا خلافت و امامت کا افتتاح کرتا ہے اور ہم پر ہی اس کو ختم کرتا ہے نہ تم پر اور اصحاب کہف کی طرح ہم ہی تمہاری پناہ گاہ ہیں اور ہم ہی کشتی نوح کی طرح تمہارے لئے نجات کی کشتی ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے باب حطہ کی طرح ہم ہی تمہارے لئے درگاہ حطہ ہیں۔

سیدؒ نے فرمایا ہے کہ محمد بن العیاش نے اس آیت کی تاویل کی بیس طریقوں سے روایت کی ہے۔ کسی روایت میں کچھ تھوڑی سی زیادتی ہے یا کسی میں کچھ کمی ہے۔

قرات بن ابراہیم نے بھی مختصر سے فرق کے ساتھ کتاب تاویل الایات الباہرہ میں محمد بن العیاش کی تفسیر سے روایت کی ہے۔

بسند معتبر کے ساتھ سورۃ ابن کلیب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ ظالم لنفسہ سے وہ شخص مراد ہے جو امام کو نہ پہچانتا ہو۔

راوی: میں نے کہا کہ مقتصد کون ہے۔ امام نے کہا کہ جو امام کو پہچانتا ہو۔

راوی: سابق بخیرات کون ہے امام نے کہا کہ امام ہے۔

راوی: میں نے کہا کہ پھر آپ کے شیعوں کے لئے کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ ان کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور ان کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ ہم شیعوں کے لئے باب حطہ ہیں اور ہمارے ذریعے سے ان کے گناہ معاف ہوں گے۔

بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ الذین اصطفینا سے مراد آل محمد ہیں کہ جو خدا کے برگزیدہ ہیں اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہالک ہے اور مقتصد نیک اور صالح ہیں اور سابق بخیرات علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ پروردگار عالم کا ارشاد ہے کہ ذالک ھو الفضل الکبیر یعنی قرآن مجید جنات عدن یدخلونھا یعنی آل محمد اس جنت کے قصر میں داخل ہوں گے

جس کا ہر ایک قصر سفید موتی کے ایک ایک دانہ کا اس طرح بنا ہوگا کہ جس میں کوئی شگاف یا وصل نہیں ہے اور اتنا وسیع ہوگا کہ اگر تمام اہل اسلام اس میں داخل ہو جائیں پھر بھی اس میں گنجائش رہے گی اور اس قصر میں زبرجد کے کمرے ہوں گے اور ہر کمرے میں دو دو درگاہ ہوں گی۔ ہر درگاہ کا طول بارہ میل کا ہوگا جو چار فرسخ کے برابر ہے۔ اس کے بعد خدا کہتا ہے کہ جب یہ حضرات ایسی جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے کہ حمد و شکر ہے اس خدا کے لئے جس نے غم و اندوہ ہم سے دور کر دیا امام نے فرمایا کہ حزن وہ ہے جو ان حضرات کو دنیا میں سختیاں اور خوف و ہراس اٹھانا پڑا تھا۔

(مترجم گوید) ان احادیث کے ماحصل میں دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ تمام ضمیریں اہلبیت کی طرف پھرتی ہیں اور وہ تمام ذریت طیبہ ہو اور ظالم و فاسق سب انہی میں سے ہوں اور مقتصد و صالح یہی حضرات ہوں اور سابق بخیرات امام ہو اس بنا پر اس تقسیم میں وہ داخل نہیں ہو سکتا جو ناحق امامت کا دعویٰ کرے یا کسی اور طرح سے اس کے عقائد درست نہ ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ظالم وہ شخص ہو جس کے عقائد درست نہ ہوں اور کوئی امر اس سے ایسا صادر نہیں ہوا کہ جو ایمان کے خلاف ہو۔ پس اس صورت میں یدخلونہا کی ضمیر کا مرجع صرف مقتصد اور سابق بخیرات ہوں گے ظالم مراد نہیں ہو سکتا اور یہ دونوں ہی آیت کے ظاہری و باطنی اعتبار سے یا بطون مختلفہ کے اعتبار سے مراد ہو سکتے ہیں۔ بہرحال اصطفینا سے مراد یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ نے اس پاک ذریت کو اس طرح چن لیا ہے کہ انہی میں سے ائمہ و اوصیا قرار دیئے گئے ہیں اور ان ائمہ میں سے ہر ایک وہ ہے کہ جس کو ہم نے علم کتاب دیا ہے اور یہ شرف تمام اولاد کے لئے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس کو برباد نہ کریں۔

دوسری آیت: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پ ۳ ع ۱۲ س آل عمران) بیشک خدا نے چن لیا ہے تمام عالمین پر نبوت خلافت اور امامت کے لئے آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور آل ابراہیم (جو کہ ان کی اولاد ہے جیسے اسماعیل و اسحاق) کو اور رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ بھی اسی میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ آل ابراہیمؑ ہیں۔ لیکن آل عمران کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد موسیٰؑ اور ہارونؑ اور ان کی اولاد ہے اس لئے کہ یہ عمران کے بیٹے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس سے

مریم اور عیسیٰؑ مراد ہیں کیونکہ مریم عمران کی بیٹی ہیں۔ علامہ طبرسی نے کہا ہے کہ اہل بیت کی قرات اس طرح ہے وآل محمد علی العالمین (آل عمران کے بجائے) اور آئمہ طاہرین سے منقول ہے کہ آل ابراہیم آل محمدؐ ہے۔

علامہ طبرسی نے کہا ہے کہ جس جماعت کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے لازم ہے کہ وہ برائیوں سے الگ اور پاک و معصوم ہو اس لئے کہ خدا چن نہیں سکتا جب کہ ایسی صفت نہ ہو کہ طہارت و عصمت میں اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو لفظ اصطفینا کی بنا پر مخصوص وہی شخص ہوگا جو معصوم ہو آل ابراہیم اور آل عمران سے خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام ہو۔ ذریۃً یعنی اولاد و اطفال چند ہیں۔ بعضہا من بعض ان میں کے بعض بعض سے ہیں یعنی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں دین میں یا ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اس لئے کہ آدمؑ کی ذریت ہیں۔ پھر نوحؑ کی ذریت ہوئے پھر ابراہیم کی ذریت جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جن کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے وہ بعض بعض کی نسل سے ہیں۔" علامہ طبرسی کا کلام ختم ہوا۔

*(علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وآل ابراہیم وآل عمران وآل محمد علی العالمین۔ مسلمانوں نے آل محمد کو قرآن سے نکال دیا۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب مجالس میں بسند معتبر ابراہیم بن عبدالصمد سے روایت کی ہے ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے آیت کو اس طرح تلاوت فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً وآل ابراھیم وآل عمران وآل محمد علی العالمین۔ لیکن آل محمد کو قرآن سے نکال دیا گیا۔ اور امام نے یہ بھی فرمایا، کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے جیسے ہم نے پڑھی ہے۔ کتاب تاویل الآیات میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اس جماعت کا کیا حال ہے کہ جب آل ابراہیم اور آل عمران کا ذکر کرتی ہے تو خوش ہوتی ہے لیکن جب آل محمد کو یاد کرتے ہیں تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں (رنج محسوس کرتے ہیں) میں اس خدا کی قسم کے ساتھ ذکر کرتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ اگر اس جماعت مسلمین میں سے ایک شخص بھی ان میں سے قیامت میں ایسا آئے کہ جس کے اعمال ستر پیغمبروں کی برابر ہوں۔ لیکن خدا اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ علی ابن ابیطالب کی ولایت نہ ہو (اس کی موید وہ روایت بھی ہے جو صواعق محرقہ میں حضرت ابوبکر سے روایت کی گئی ہے کہ پل صراط سے اس وقت تک ایک فردِ واحد بھی نہیں گذر سکے گا جب تک علی سے پروانہ راہداری

حاصل نہ کرلے۔ (مترجم باردو)*

ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ میں امیرالمومنین کی خدمت میں گیا اور کہا کہ اے ابوالحسن مجھے بتلائیے کہ رسول خدا نے آپ سے کیا وصیت کی ہے۔ امیرالمومنین نے کہا کہ میں تم کو خبر دیتا ہوں اگر بیشک خدا نے تمہارے لئے دین حق کو برگزیدہ کیا اور تمہارے لئے اس کو پسند کیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا تم اس نعمت کے لائق اور اہل تھے۔ بیشک خدا نے اپنے رسول کی طرف وحی کی کہ پیغمبر مجھ سے وصیت کرے۔ پس حضرت رسول اکرم نے فرمایا کہ اے علی میری وصیت کو یاد رکھو اور میری امان کی رعایت کرنا اور میرے عہد اور وعدوں کو پورا کرنا اور میرے قرضوں کو ادا کرنا اور میری سنتوں کو زندہ رکھنا۔ اور لوگوں کو میرے دین کی دعوت دینا اس لئے کہ خدا نے مجھے برگزیدہ کیا ہے اور مجھے پسند کیا ہے۔ پس مجھے اپنے بھائی موسیٰ کی دعا یاد آگئی اور میں نے خدا سے کہا کہ اے خدا میرے اہل میں سے میرا وزیر مقرر فرما۔ جس طرح ہارونؑ کو موسیٰ کا وزیر قرار دیا۔ پس خدا نے میری طرف وحی کی کہ تیرا وزیر تیرا مددگار اور تیرے بعد تیرا خلیفہ علی ہے۔ اے علی تیرے بعد ہدایت کے امام تیری اولاد سے ہیں بیشک تم لوگ مسلمانوں کو ہدایت و تقویٰ کی طرف لانے والے ہو۔ دین ایک درخت ہے کہ جس کی میں جڑ ہوں اور تم اس کی شاخیں اور تنہ ہو۔ پس جس شخص نے اس درخت سے واسطہ پیدا کر لیا وہ نجات یافتہ ہے اور جو اس درخت کو چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو گیا اور ضلالت و گمراہی کے گڑھوں میں گر گیا۔ اور تم ہی وہ ہو کہ جن کی محبت و مودت خدا نے فرض کی ہے اور جن کی امامت کا اقرار لازم قرار دیا ہے اور تم ہی وہ جماعت ہو کہ جس کو خدا نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کو بتلانے کے لئے تعریف و توصیف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اور فرمایا ہے ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔ اور تم آدم نوح اور آل ابراہیم و آل عمران سے بھی زیادہ برگزیدہ ہو اور اسماعیل کے بہترین قبیلہ اور اس کے گروہ ہو اور محمد کی وہ عترت ہو جو ہدایت خلق کرنے والے ہو۔

عیاشی نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ ان اللہ اصطفیٰ الخ امام نے فرمایا کہ ہم اسی برگزیدہ ذریت سے اور اس پاکیزہ عترت سے ہیں۔

بسند دیگر روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ میری۔ روح۔ راحت۔ رحمت

مدد۔ آسانی۔ مالداری۔ خوشنودی۔ میرے دشمنوں پر غلبہ اور خدا اور رسول کی محبت اس شخص کے لئے ہے جو علی کو دوست رکھے اور علی کے بعد والے اوصیاء کی پیروی کرے۔ پس ایسے شخص کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو اپنی شفاعت میں داخل کروں اور میرے خدا پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں میری شفاعت کو قبول کرے۔ اس لئے کہ یہ لوگ میرے پیرو ہیں اور جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔ میرے معاملہ میں ابراہیم کی مثل جاری ہے کہ ابراہیم نے کہا فمن تبعنی فانہ منی۔ اس لئے کہ ابراہیم مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور میرا دین ان کا دین ہے اور ان کا دین میرا دین ہے اور ان کی سنت میری سنت ہے اور میری سنت ان کی سنت ہے اور میری فضیلت ان کی فضیلت ہے اور میں ان سے افضل ہوں اور یہ میرے خدا کے قول کی تصدیق ہے کہ ذریۃ بعضہا من بعض

ابن لبطریق نے کتاب عمدہ میں تفسیر ثعلبی سے ابی وائل سے روایت کی ہے۔ ابی وائل نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کے قرآن میں اسی آیت کو یوں پڑھا ہے۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراہیم وآل محمد علی العالمین۔

(اہل سنت کی کتاب مواہب لدنیہ اور تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۸ مطبوعہ مصر میں ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت رسول مقبول آل ابراہیم سے ہیں اور ابن عباس کا یہ قول بھی ہے کہ محمد و آل محمد حضرت ابراہیم کے اہل بیت ہیں۔ پس اس آیت سے صریحی طور سے واضح اور روشن ہو گیا کہ آل محمد تمام عالمین سے افضل و بہتر ہیں چاہے ملک ہوں یا جنات انسان ہوں یا حیوانات اور جو افضل ہے وہی امام اور ہادی خلق ہوگا۔ (مترجم اردو))

تیسری آیت: الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ یعنی حمد صرف رب العالمین کے لئے ہے اور سلام ہے خدا کے ان بندوں پر جو اس کے برگزیدہ ہیں۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندے آل محمد ہیں۔

چوتھی آیت: ربنا انی اسکنت من ذریتی تا آخر آیات جس وقت حضرت ابراہیم نے خدا کے حکم سے ہاجرہ اور اسماعیل کو مکہ معظمہ کے نزدیک چھوڑ دیا تو خدا سے کہا اے خدا میں نے اپنی اولاد اور ذریت سے بعض کو بواد غیر ذی زرع اس وادی میں چھوڑ دیا ہے جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور نہ

وہ زمین کھیتی کے قابل ہے۔ کیونکہ بنجر پتھریلا مقام ہے۔ عند بیتک المحرم جو ہمیشہ سے محترم اور مکرم ہے۔ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ اے رب اس وجہ سے کہ یہ نماز کو قائم کریں فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم پس کچھ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے یا کچھ لوگوں کے دل ایسا بنا دے کہ ان کی طرف متوجہ ہوں اور شوق و مودت کریں۔ وارزقھم من الثمرات اور ان کو پھلوں کی روزی عطا کر لعلھم یشکرون۔ شاید یہ لوگ ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

عیاشی اور ابن شہر آشوب امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ اس عترت کا بقیہ ہم ہیں۔ تفسیر ابن فرات میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ افئدۃ من الناس سے مراد ہمارے شیعوں کے دل ہیں کہ وہ ہماری طرف مائل ہوتے ہیں اور ہماری نسبت کی طرف جلدی کرتے ہیں۔

بسند دیگر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم اور یہ الیھم کی ضمیر کا مرجع ذریت ہو گی۔ خدا نے الیہ واحد نہیں کہا ہے کہ اس کی ضمیر کا مرجع مکہ کو قرار دیا جائے۔ پس تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا نے تم پر واجب کیا ہے کہ تم ان پتھروں کی طرف آؤ اور ان پہ ہاتھ ملو اور یہ واجب نہیں کیا ہے کہ تم ہماری طرف آؤ اور ہم سے مسائل کا سوال کرو۔ اور ہم اہل بیت سے محبت کرو۔ واللہ خدا نے تم پر سوائے ہمارے دین کے اور کچھ واجب نہیں کیا ہے۔

پانچویں آیت ۔ ان اولی الناس للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین (پ ۳ ع ۱۵ س عمران) یعنی لوگوں میں حضرت ابراہیم سے منسوب ہونے میں وہ گروہ زیادہ اولیٰ ہے جس نے ان کی پیروی کی۔ یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ مومنین کا ولی ہیں۔

کافی میں بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ان لوگوں سے مراد جو ابراہیم پر ایمان لائے ہیں آئمہ طاہرین اور ان کے متبعین ہیں۔

مجمع البیان میں عمر بن یزید سے روایت کی گئی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اے عمر بن یزید تم آل محمد سے ہو عمر بن یزید نے کہا کہ ہم خود امام نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہاں تم خود۔ میں نے امام کی طرف دیکھا امام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے عمر حق تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ان اولی الناس الی آخرہا

چھٹی آیت : اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین من ذریۃ آدم وممن حملنا مع نوح ومن ذریۃ ابراھیم واسرائیل وممن ھدینا واجتبینا اذا

تتلی علیهم آیاتُ الرحمٰن خرّوا سُجّداً و بکیا (پ ۱۶ ع ۷، س مریم)

ظاہر الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ لوگ وہ جماعت ہیں کہ جن پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں، پیغمبروں میں سے آدم کی اولاد سے اور اس جماعت سے کہ جن کو ہم نے نوح کی کشتی میں سوار کیا تھا اور ابراہیم و اسرائیل (حضرت یعقوب) کی ذریت سے ہیں اور اس جماعت سے کہ جس کو ہم نے ہدایت کی اور ہم نے منتخب کیا۔ یہ ایسا گروہ ہے کہ جب ان پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو زار و قطار روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

محمد بن العیاشی نے بسند معتبر امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ امام سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ ہم ذریت ابراہیم ہیں اور ہم وہ ہیں جو کشتی نوح میں سوار ہوئے تھے اور ہم ہی برگزیدہ خدا ہیں لیکن خدا کا یہ قول کہ ممن ھدینا و اجتبینا تو خدا یہ ہمارے شیعہ ہیں کہ خدا نے ان کی ہدایت کی ہے ہماری محبت و مودت کی طرف اور اللہ نے شیعوں کو ہمارے دین کے لئے منتخب کیا ہے کہ یہ ہمارے دین ہی پر جئیں گے اور ہمارے ہی دین پر مریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت، خضوع و خشوع اور رقت قلب کی تعریف کی ہے کہ فرمایا ہے اذا تتلی علیهم تا بکیا۔

مترجم گوید: امام نے جو تفسیر فرمائی ہے یہ اس صورت میں ہے جبکہ ممن ھدینا کو جملہ مستانفہ مانا جائے جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے کہا ہے (یہ نام کے شیعوں کے متعلق امام نے نہیں فرمایا ہے بلکہ شیعہ مراد ہیں جو اطاعت خدا و رسول اور فرمانبرداری آئمہ طاہرین میں زندگی بسر کرتے ہیں جیسا کہ خود مسجداً بتلاتا ہے۔ (مترجم باردو)

ساتویں آیت: ولقد اخترناھم علی علم علی العالمین (پ ۲۵ ع ۱۵، س دخان) یعنی ہم نے سمجھ بوجھ کر ان کو عالمین پر برگزیدہ اور اختیار کیا ہے۔ تفسیر محمد بن العیاشی میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے۔ یعنی ہم نے اماموں کو غیروں پر فضیلت دی ہے

مترجم گوید: اگرچہ آیت کے ظاہری الفاظ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم سے متعلق ہیں لیکن چونکہ ہمارے نبی مثیل موسیٰ ہیں اور بنی اسرائیل کا حکم اور اس امت کا حکم ایک ہے اور ان نبیوں کی جگہ جو امت موسیٰ میں تھے اور موسیٰ کے خلیفہ تھے۔ اس امت میں آئمہ طاہرین رسول کے قائم مقام اور تمام امتوں (بلکہ انبیاء ماسلف) سے افضل ترین ہیں۔ لہذا آئمہ طاہرین مراد ہو سکتے ہیں۔

چھٹی فصل

اس بیان میں محبت و مودت اہل بیت علیہم السلام واجب ہے اور یہ کہ ان کی مودت رسالت کی مزدوری ہے

حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ
اور فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً ان اللہ غفور شکور۔ (پ ۲۵ ع ۴ س شوریٰ)

شیخ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر میں پہلی آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کافرین رسول خدا پر بہت سی عورتوں سے شادی کرنے پر اعتراض کرتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو عورتوں کی طلب کے بجائے کارہائے پیغمبری میں مصروف ہوتے۔ اسی کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ا بیشک اے رسول ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے تھے ان کی بھی بیویاں اور اولاد تھی، حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ امام نے اس آیت کی تلاوت فرما کر اپنے سینہ علمی خزینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ ہم بخدا ذریت رسولؐ ہیں۔ دوسری آیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے کہ اس کی شان نزول کیا ہے۔ اس میں چند قول ہیں۔

قول اول: اے گروہ مسلین میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں چاہتا مگر یہ کہ ایسی چیزوں سے دوستی اور محبت کرو جو خدا کی قربت کا سبب ہوں

دوسرا قول: مجھے دوست رکھو اس رشتہ اور قرابت کی بنا پر جو مجھ کو تم سے ہے۔

تیسرا قول: میں تم سے اس کے سوا اور کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا کہ میرے عزیزوں اور عترت کو دوست رکھو اور اس سلسلہ میں ان کی عزت کرنا اور امام زین العابدینؑ سے منقول ہیں۔ سعید بن جبیر عمرو بن شعیب، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادق اور ایک جماعت نے شواہد التنزیل میں ابن عباس

میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا کہ اے رسول اللہ وہ جماعت کونسی ہے کہ جس کی دوستی کا حکم ہم کو دیا ہے۔ حضرت رسول مقبول نے ارشاد فرمایا کہ وہ جماعت علیؑ۔ فاطمہؑ اور ان کے فرزند ہیں۔

ابو امامہ باہلی سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے نبیوں کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے اور میں اور علی ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں اس درخت کی جڑ ہوں اور علیؑ اس کی فرع ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کا پھل اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پس جو شخص اس درخت کی کسی ایک شاخ کو پکڑے گا وہ نجات پائے گا اور جو شخص اس درخت سے روگردانی کرے گا تو خدائے تعالےٰ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور بندہ دس ہزار سال تک صفا و مروہ کے درمیان خدا کی عبادت کرے یہاں تک کہ مشک کی طرح بوسیدہ ہو جائے۔ اور ہماری محبت اس کے دل میں نہ ہو تو خداوند عالم اس کو اوندھے منہ جہنم میں داخل کرے گا۔ اس کے بعد اس آیہ مودت کی تلاوت فرمائی۔ قل لا اسئلکم

زادان نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ حٰم کے سوروں میں ایک آیت ہماری ہے اور ہماری محبت کا لحاظ نہیں کرے گا مگر مومن ہی اس کے بعد آیہ مودت کی تلاوت فرمائی۔

شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ بہر صورت اس مودت میں دو قول ہیں:۔

قول اول یہ کہ یہ استثنا منقطع ہے۔ اس لیئے کہ یہ مودت اسلام کی وجہ سے واجب ہے اس صورت میں نبوت کی مزدوری نہیں ہوگی۔

قول دوم: یہ استثنائے متصل ہے۔ یعنی میں تم سے کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا ہوں۔ مگر یہ مودت چاہتا ہوں اور اس مزدوری سے میں راضی ہوں اور اس کا نفع تم ہی کو پہنچے گا تو گویا میں نے کوئی مزدوری ہی نہیں لی۔

ابو حمزہ ثمالی نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ خدا مدینہ میں تشریف لاتے اور اسلام مضبوط ہو گیا تو انصار نے آپس میں کہا کہ رسول خدا کی خدمت میں چل کر عرض کریں کہ آپ نے بہت خرچ کیا ہے یہ ہمارے اموال حاضر ہیں۔ جس طرح آپ مناسب خیال فرمائیں صرف کر لیں۔ اس سلسلہ میں آپ پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ یہ آپ کے لیئے حرام ہے۔ جب انصار نے آنحضرتؐ سے کہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ قل لا اسئلکم الخ

پیغمبر نے انصار کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میرے بعد میرے عزیزوں کو دوست رکھنا انصار یہ سن کر آنحضرت کی خدمت سے اس طرح واپس آئے کہ ارشاد رسول کے مطیع تھے۔ یہ حال دیکھ کر منافقوں نے کہا کہ محمد نے اسی مجلس میں اس آیت کا افترا کیا ہے (معاذ اللہ) محمد چاہتے ہیں کہ ہم کو اپنے بعد اپنے عزیزوں کا ماتحت اور ذلیل کردیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی افتری علی اللہ کذبا۔ رسول نے منافقین کو بلا کر ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو منافقین رونے لگے اور اس آیت کے نازل ہونے سے ان کو کچھ خجالت ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ۔ یعنی خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرلیا کرتا ہے۔ پس رسول مقبول نے اس آیت کو ان کے پیچھے سے بھیجکر ان کو بشارت دی اور فرمایا کہ ویستجیب الذین آمنوا۔ یعنی خدا ایمان والوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ یا خدا ایمان والوں کو ثواب دیتا ہے یا ایمان والے خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ پھر کہا کہ یہ وہ جماعت مراد ہے کہ پہلے خدا کے گننے پر گردن جھکادی ومن یقترف حسنۃ نزد لہٗ فیھا حسنا۔ یعنی جو شخص اطاعت کرتا ہے ہم اس کی اطاعت پر نیکی یا ثواب واجب کرتے ہیں یا زیادہ کرتے ہیں اس کے ثواب کو۔

ابوحمزہ ثمالی نے سدی سے روایت کی ہے اقتراف حسنہ سے مراد آل محمد کی دوستی ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ امام حسنؑ نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو خطبہ میں فرمایا کہ ہم وہ اہل بیت ہیں کہ جن کی محبت خدا نے مسلمانوں پر فرض کی ہے۔ اور کہا گیا ہے قل لا اسئلکم الخ اور اقتراف حسنہ ہم اہل بیت کی دوستی ہے۔ حضرت صادق سے منقول ہے کہ آیۂ مودت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہم اہل عبا ہیں۔ یہاں تک تو شیخ طبرسی کا قول تھا۔

(علامہ حلی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب کشف الحق میں کہا ہے کہ اہل سنت نے صحیح بخاری و مسلم اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا کہ اے رسول اللہ وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں کہ جن کی مودت ہم پر خدا نے واجب کی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے فرزند ہیں اور مودت اطاعت چاہتی ہے۔ اسی روایت کو علامہ بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔)

(علامہ فخرالدین رازی نے جو علمائے اہل سنت کے بڑے علماء سے ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ابن عباس سے

روایت کی ہے کہ جب رسول خدا مدینہ میں تشریف لائے آنحضرتؐ کے پاس قبائل عرب کی آمد و رفت کی کثرت سے آپ پر خرچ واخراجات کا بہت بار ہونے لگا اور آپ کی مالی حالت اتنی نہ تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر انصار نے آپس میں کہا کہ خدا نے تم کو اس شخص کے ذریعہ ہدایت کی ہے اور یہ تمہارا خواہر زادہ بھی ہے۔ اب یہ تمہارے شہر میں تمہارا مہمان ہے۔ لہٰذا اپنے اموال میں سے کچھ جمع کرو۔ انہوں نے کچھ مال جمع کیا۔ اور رسول خدا کی خدمت میں لائے۔ مگر آنحضرت نے ان کے اموال کو قبول نہیں کیا اور ان کو واپس کر دیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی قل لا اسئلکم الخ یعنی میری وجہ سے جو تم ایمان لائے ہو اس پر میں تم سے کوئی اجرت یا مزدوری نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے اقارب و اعزہ کو دوست رکھنا۔ پس انصار کو تاکید کی اور ترغیب دلائی اپنے اقارب کی دوستی پر۔ پس صاحب تفسیر کشاف سے نقل ہے وہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص محبت اہلبیت پر مرتا ہے وہ شہید ہے۔ جو شخص محبت اہل بیت پر مرتا ہے وہ ایمان کامل کے ساتھ مرتا ہے۔ جو شخص محبت اہل بیت پر مرتا ہے ملک الموت اس کو جنت کی بشارت دیتا ہے اور منکر نکیر بھی اس کو بہشت کی بشارت دیتے ہیں۔ جو شخص محبت اہل بیت پہ مرتا ہے اس کو جنت میں اس طرح لے جائیں گے جس طرح دلہن کو دولہا کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور جو شخص محبت اہل بیت پر مرتا ہے وہ سنت وجماعت کے طریقہ پر مرتا ہے۔ جو شخص آل محمد کی دشمنی اور بغض پر مرتا ہے وہ کافر مرتا ہے۔ جو شخص آل محمدؐ کی دشمنی اور مخالفت پر مرجائے وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکتا۔ الخ

(فخر رازی کہتے ہیں کہ یہ وہ روایت ہے جس کو صاحب کشاف نے روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آل محمد سے مراد وہ جماعت ہے کہ جن کے امور آنحضرت کی طرف مائل اور راجع ہوں اور جن کے امور آنحضرت سے بہت ہی زیادہ متصل و مائل ہوں۔ لہٰذا وہی آل ہوگی۔ اور اس میں شک نہیں کہ علی و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ کے تعلقات بہت ہی زیادہ مستحکم و استوار تھے یہ بات تواتر سے معلوم ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا آل محمد انہی حضرات کو ہونا چاہیئے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵) ھ

لوگوں نے آل کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں آل رسولؐ کے اعزا ہیں بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت کی امت ہے پس اگر اقارب پر عمل کریں تو وہ آل ہیں اور اگر اس امت پر عمل کریں جنہوں نے آنحضرت کی دعوت کو قبول کیا پھر بھی اعزا آل میں (اس لئے کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کے اعزا ہی نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی تھی جیسے علی و خدیجہ (مترجم بار دوم) پس اقارب ہر طرح آل ہیں اور ان

کے سوا میں اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ حضرات بہر تقدیر اور بغیر اختلاف آل محمد رہے۔
صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ اے حضرت وہ آپ کے قرابتدار کون سے ہیں کہ جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی و فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) پس ثابت ہوا کہ یہی چار نفر رسول کے اقارب ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو واجب ہے کہ یہ حضرات زیادتی تعظیم میں مخصوص ہوں۔ اور ان کی تعظیم و تکریم کی اہمیت و زیادتی کی چند وجہیں ہیں:۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۶۷ مطبوعہ مصر۔

۱۔ خدا کا قول الا المودۃ فی القربیٰ جیسا کہ بیان ہوا۔

۲۔ یہ بات ثابت ہے کہ رسول خدا فاطمہ کو بہت دوست رکھتے تھے جیسا کہ فرمایا ہے فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی مایوذیھا یعنی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس چیز سے فاطمہ کو دکھ ہوتا ہے اس سے مجھے دکھ ہوتا ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ پیغمبر صلعم علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھتے تھے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو تمام امت پر واجب ہے اس حکم خدا کے ماتحت فاتبعوہ لعلکم تفلحون۔ رسول کی پیروی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ خدا نے فرمایا ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کسی فتنہ یا خدا کے عذاب الیم سے
خدا نے کہا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی کہہ دو محمد اے مسلمانو اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا تم کو دوست رکھے۔ پھر خدا کہتا ہے لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ بے شک تمہارے لئے رسول کی پیروی بہترین اسوہ ہے

۳۔ آل محمد کے لئے ہر مسلمان کا دعا کرنا۔ یہ ایک منصب عظیم ہے۔ اسی وجہ سے دعا کو ہر نماز میں تشہد کا خاتمہ قرار دیا ہے کہ کہا جاتا ہے اللہم صل علی محمد و آل محمد اور یہ عظمت و بزرگی آل کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ پس یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ محبت آل محمد واجب ہے۔ اس کے بعد امام شافعی کے چند اشعار نقل کئے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے:۔

ان کان رفضاً حب آل محمد — فلیشہد الثقلان انی رافض

یعنی اگر آل محمد کی محبت سے آدمی رافضی ہوتا ہے تو زمین و آسمان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ فخر الدین رازی اور صاحب کشاف کا کلام ختم ہوا۔ اس کے علاوہ فخر الدین رازی

نے امیرالمومنین سے یہ روایت زیادہ بیان کی ہے۔ علی کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے شکایت کی کہ لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ چار آدمیوں میں سے ایک ہو۔

پہلا وہ شخص جو بہشت میں داخل ہوگا میں ہوں اور تم اور حسن وحسین اور ہماری عورتیں ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہمارے فرزند ہماری عورتوں کے پیچھے ہوں گے۔ رسول مقبول سے روایت ہے کہ جنت اس شخص پر حرام ہے کہ جو میرے اہل بیت پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں دکھ پہنچائے اور جو شخص عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی ایک شخص کے ساتھ کوئی نیکی کرے اور وہ شخص اس کو بدلہ نہ دے تو اس نیکی کی جزا میں دوں گا

حضرت امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے قل ما سألتکم من اجر فھو لکم پ۲۲ ع ۱۲ س سبا امام نے فرمایا کہ رسول خدا نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ میرے اقارب کو دوست رکھنا اور ان کو اذیت نہ پہنچانا پس یہ آیت نازل ہوئی کہ جس مزدوری کا میں نے تم سے سوال کیا ہے اس کا نفع اور فائدہ تم ہی کو ہے۔

کافی اور مناقب ابن شہر آشوب، قرب الاسناد اور اختصاص میں بسند ہائے صحیح روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے مومن الطاق سے پوچھا کہ بصرہ گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں امام نے فرمایا کہ لوگوں کا سرعت کے ساتھ شیعیت کی طرف میلان اور ان کا دین حق کو اختیار کرنا کیسا دیکھا۔ مومن الطاق نے کہا کہ واللہ بہت کم ہے۔ بعضوں نے توجہ کی مگر بہت کم۔ امام نے فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ جوانوں کی توجہ جس طرف ہو اسی انداز سے بوڑھوں کے مقابلہ میں ان کی اصلاح کرو۔ اس کے بعد امام نے پوچھا کہ اہل بصرہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الخ مومن نے کہا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبرؐ کے اقارب اور ان کے اہل بیت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ آیت صرف ہم اہل بیت کے لئے نازل ہوئی ہے۔ وہ حسن وحسین اور علی وفاطمہ ہیں جو اصحاب عبا ہیں بلکہ قرب الاسناد اور اختصاص میں بسند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ قل لا اسئلکم رسول خدا پر نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کے مجمع میں

کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تحقیق کہ خدا نے میرے لئے تم پر ایک فرض واجب کیا ہے آیا تم اس کو ادا کرو گے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رسول واپس ہو گئے۔ دوسرے روز پھر اسی طرح کہا۔ پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسرے روز پھر پیغمبرؐ نے ایسا ہی کیا مگر پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رسول خدا نے کہا کہ وہ فرض چاندی سونے کھانے پینے کی چیزوں میں سے کسی سے متعلق نہیں ہے۔ اب لوگ بولے کہ ہاں فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ حقتعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے لوگوں نے کہا کہ اگر یہ ہے تو ہم کو یہ قبول ہے ہم اس کو ضرور ادا کریں گے اور ہم آپ کے اہل بیت کی مودت اپنے اوپر واجب کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت صادق نے ارشاد فرمایا کہ ان سات آدمیوں کے سوا کسی نے اس عہد کو پورا نہیں کیا۔ سلیمانؓ۔ ابوذرؓ۔ عمارؓ۔ مقدادؓ بن الاسود کندی۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری۔ رسولؐ خدا کا آزاد کردہ غلام شبیتؓ۔ زید بن ارقم۔)*

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں بسند مثل صحیح امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے الا المودۃ فی القربیٰ یعنی آنحضرت کے اہل بیت۔ امام نے فرمایا کہ انصار نے رسولؐ خدا کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی۔ پس آپ ہم سے کچھ مال لے لیجئے اور اس کو اپنی ضروریات میں صرف کیجئے۔ پس اللہ نے یہ آیت نازل کی قل لا اسئلکم الخ۔ یعنی میں تم سے پیغمبری کی مزدوری صرف اپنے اہل بیتؑ کی مودت چاہتا ہوں امام نے فرمایا نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی شخص کسی کو دوست رکھے اور اگر اس دوست کے دل میں اس شخص کے اہل بیت کی کوئی دشمنی یا کینہ ہوتا ہے تو اس شخص کا دل اس دوست کی طرف سے صاف نہیں ہوگا۔ پس خدا نے چاہا کہ رسولؐ کے دل میں ان کی امت کی طرف سے کوئی خدشہ نہ رہے اس وجہ سے آنحضرت کے عزیز و اقارب اور اہل بیت کی محبت واجب قرار دی اگر قبول کریں تو امر واجب کو قبول کیا اور اگر ترک کریں تو امر واجب کو ترک کیا۔

جس وقت آیت کو آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کے سامنے تلاوت کیا اور باہر تشریف لائے تو بعض نے کہا کہ ہم نے آنحضرتؐ کے سامنے اپنے اموال پیش کئے مگر وہ کہتے ہیں کہ میرے بعد میرے اہل بیت کی طرف سے خیال کرنا۔ ایک گروہ نے کہا کہ یہ آنحضرت نے اپنی طرف سے کہا ہے اور اس سے انکار کر دیا (یعنی اس گروہ نے مودت اہل بیت کو نہیں مانا) پس خدا نے یہ آیت نازل کی

ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذباً۔

بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ پر جھوٹ موٹ افترٰی کرتا ہے۔ پھر خدا نے کہا کہ فان یشا یختم علی قلبک۔ یعنی اے رسول اگر تم خدا پر افترا کرکے جھوٹی آیتیں بناتے تو خدا اتنی قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے دل پر مہر کر دیتا تاکہ تم کوئی افترا نہ کر سکتے تھے۔ ویمحو اللہ الباطل یعنی خدا باطل کو ختم کر دیتا ہے ویحق الحق بکلماتہ اور خدا اپنے حق کو کلمات کے ذریعہ ثابت کر دیتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ کلمات سے مراد آئمہ اور قائم آل محمد ہیں۔ ویستجیب الذین آمنوا۔ امام نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ فرمان رسول بالکل برحق ہے۔ ومن یقترف حسنۃ۔ امام نے فرمایا کہ حسنۃ اقرار امامت اہل بیت ہے اور اُن کے ساتھ نیکی کرنا۔ صلہ رحم کرنا اور اُن کے ساتھ احسان کرنا ہے نزدلہ فیھا حسنا۔ یعنی خدا کہتا ہے کہ ان مومنین کے احسان کا بدلہ میں دوں گا۔

بصائر میں امام محمدؑ باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے کہ امام نے کہا واللہ کہ خدا کی طرف سے خدا کے بندوں پر محمد کے اہل بیت کے لئے مودت واجب ہے۔ روایت محسن میں ہے کہ امام نے فرمایا قربیٰ سے مراد وہ آئمہ ہیں جن پر صدقہ حلال نہیں ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ امام جعفر صادق نے ابو جعفر منصور سے پوچھا کہ تمہارے پاس جو علمائے عامہ ہیں یہ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں اس نے کہا کہ حسن بصری نے کہا ہے کہ اس سے آنحضرت کے تمام اقارب عرب مراد ہیں۔ امام نے فرمایا کہ قریش کی وہ جماعت جو ہمارے پاس ہوتی ہے وہ کہتی ہے کہ یہ آیت ہمارے اور تمہارے (بنی عباس) سب کے لئے ہے (امام نے فرمایا) میں ان مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ جب رسولؐ پر مصیبت کا وقت آتا تھا تو اس وقت کس کو پیش کرتے تھے اور کون رسولؐ کے آڑے آتا تھا۔ پس اس وقت جب رسول نصارٰی نجران کے مقابلہ میں لعنت کیلئے نکلے تو علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ وحسین کو لیا اور ان افراد کو لعنت اور عذاب کے میدان میں لاکر کھڑا کر دیا۔ بدر کے دن سب سے پہلے لڑنے کو جس شخص کو بھیجا وہ علیؑ تھے۔ حمزہ اور عبیدہ بن حارث تھے پس میٹھا میٹھا تو تمہارے لئے ہوا اور کڑوے کے لئے ہم رہ گئے ہیں۔

(تفسیر فرات میں بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ ہم وہ درخت ہیں کہ جس

کی جڑ پیغمبر اور اس کی فرع علیؑ ہیں اور فاطمہؑ اس کی شاخ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کا میوہ ہیں۔ ہم نبوت کا درخت۔ رحمت کا گھر، حکمت کی کنجی۔ علم کا معدن، رسالت کا مقام، فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ۔ اسرار الٰہی اور خدا کی وہ امانت و ودیعت ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی گئی تھی۔ ہم خدا کا بڑا حرم اور اللہ کا بیت عتیق ہیں۔ ہمارے پاس لوگوں کے مرنے کا، ان کی بلاؤں کا علم ہے۔ ہم خدا کے نقباء قدر، پیغمبروں کی وصیت، فصل خطاب اور حق کو باطل سے الگ کرنے کا علم ہمارے پاس ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ کون اسلام پر پیدا ہوا ہے۔ اور عرب کا نسب کیا ہے تحقیق کہ آئمہ عرش الٰہی کے چاروں طرف ایک نور تھے۔ خدا نے ان کو حکم دیا کہ خدا کی تنزیہ کریں۔ پس آئمہ کی تسبیح سے اہل آسمان نے خدا کی تسبیح کی۔ خدا نے جو قرآن میں کہا ہے۔ صافون و مسبحون اس سے آئمہ ہی مراد ہیں۔ امام نے فرمایا کہ جو شخص آئمہ کے عہد کی وفا کرے اس نے گویا خدا کے عہد کی وفا کی۔ اور جو شخص ان کے حق کو پہچانے گویا اس نے خدا کے حق کو پہچانا ہے اور جو شخص آئمہ کا انکار کرے اس نے خدا کا انکار کیا۔ یہی خدا کے امر کے والی و وارث، وحی الٰہی کے خزانہ دار اور خدا کی کتاب کے وارث ہیں۔ یہی اہل بیت پیغمبر اور عترت رسول ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں کہ جن سے فرشتے اترنے میں انس حاصل کرتے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کو جبرائیل نے خدا کے حکم سے غذا دی ہے اور یہی وہ خدا کا آباد گھر ہیں۔ کہ جس کو خدا نے اپنے شرف سے محترم قرار دیا ہے۔ خدا نے ان کو اپنی کرامت کا شرف عطا کیا ہے۔ اور خدا نے آئمہ کو اپنی ہدایت کی عزت دی ہے اور ان کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اپنی وحی کے ذریعہ سے اور خدا نے ان کو ہدایت کرنے والوں کا پیشوا بنایا ہے۔ اور خدا نے آئمہ کو فتنوں کی تاریکی کے لئے نور بنایا ہے۔ اور خدا نے ان کو اپنے دین کے لئے مخصوص کیا ہے (کہ تبلیغ و ہدایت اور حفاظت دین کے یہی ذمہ دار ہیں) اور اللہ نے ان کو دوسروں کے مقابلہ میں اپنا علم زیادہ دیا ہے اور خدا نے آئمہ کو وہ دیا ہے جو عالم میں کسی کو نہیں دیا۔ اللہ نے ان کو اپنے دین کا موصوف قرار دیا ہے اور خدا نے ان کو اپنے پوشیدہ بھید سپرد کر دیئے ہیں اور اللہ نے آئمہ کو اپنی وحی کے منبر پر بٹھایا ہے اور اپنی مخلوق پر ان کو گواہ قرار دیا ہے۔ اور اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا ہے اور اپنے لئے مخصوص قرار دیا ہے اور ان کو ہر قسم کی زیادتی عطا کی ہے اور آئمہ کو اپنے لئے پسند کیا ہے اور ان کو ہر شہر کے لئے ایک نور

قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے لیے ستون اور اپنی بڑی حجت قرار دیا ہے۔ یہی نجات یا
اور خدا کے مقرب ہیں اور یہی محترم برگزیدہ ہیں۔ اور برحق حکم کرنے والے قاضی ہیں اور
وہ ستارے ہیں جو راہ دکھاتے ہیں یہی صراط مستقیم ہیں اور درست ترین راہ ان ہی کی راہ ہے
جو شخص ان کے راستہ سے الگ ہو جائے گا وہ دین سے نکل گیا اور جو شخص ان سے پیچھے رہ گیا
باطل ہے۔ جو شخص ان کے طریقہ کو پکڑ لے گا وہ ان سے مل جائے گا۔ یہی وہ نور خدا ہیں جو
کے دلوں میں منور ہے۔ یہ وہ صاف و شیریں دریا ہیں کہ جو پینے والوں کو پسند ہے اور جو شخص ان
سے التجا کرے اس کے لئے پناہ ہیں اور جو شخص ان سے تمسک کرے گا اس کے لئے امن ہوا
ہیں اور یہ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں اور یہ ہر حال میں خدا کے مطیع و منقاد رہتے ہیں اور
کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور خدا کے بیان کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ خدا نے انہی کے درمیان
پیغمبر کو مبعوث کیا ہے۔ انہی پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہی پر خدا کا سکینہ نازل ہو
ہے اور انہی کی طرف روح الامین بھیجا گیا ہے۔ ان پر خدا کی یہ نعمت ہے کہ ان آئمہ کو ان نعمتوں
کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور دوسروں پر ان کو فضیلت دی ہے اور ان کو تقویٰ دیا ہے اور
حکمت کے ساتھ مضبوط کیا ہے۔ یہ پاک و پاکیزہ فروع ہیں اور محترم و مبارک اصول ہیں۔ یہ علم کے خز
اور علم کے جاننے والے پرہیز گار اور عقل و نور اور روشنی خدا یہی ہیں۔ یہی نبیوں کے وارث اور او
کا لقب ہیں۔ ان ہی میں سے محمد جیسے طیب و طاہر مصطفیٰ برگزیدہ رسول ہی ہیں اور انہی میں
شیر بیشہ شجاعت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور عباس عم رسول اللہ ہیں۔ انہی میں سے وہ جعفر طیا
ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور دو ہجرت کی ہیں ایک حبشہ کی طرف دوسری مدینہ
طرف اور وہ دو بیعت کرنے والے ہیں اور انہی میں سے ہے وہ جو محمد کا دوست ان کا بھائی او
محمد کے بعد تبلیغ کرنے والا دلیلوں اور تاویل کے ساتھ اور محکم تفسیر کے ساتھ مومنوں کا امیر ان کا و
ان کے امر کا والی وصی رسول خدا علی ابن ابی طالب یہی وہ آئمہ ہیں جن کی مودت و ولایت خدا نے
مرد و زن پر فرض کی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا قل لا اسئلکم الخ امام نے فرمایا کہ اقتراف حسنہ
اہل بیت کی محبت ہے۔

امیر المومنینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جناب جبرئیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے تو کہا کہ

محمد ہر دین کی ایک جڑ، ایک ستون، ایک فرع اور ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس (تمہارے) دین کی اصل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور اس کی فرع تمہاری اور اہل بیتؑ کی محبت اور برحق باتوں میں پیروی کرنا ہے۔

(مترجم گوید) اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں مگر ہم نے اسی کو کافی سمجھا ہے۔

منجملہ ان آیات کے جن سے احادیث معتبرہ کی رو سے مودت و محبت اہل بیتؑ واجب ثابت ہوتی ہے۔ یہ آیۂ کریمہ ہے۔ وإذا المودة سئلت بأيّ ذنب قتلت۔ اگرچہ قرأت مشہور ہمزہ کے ساتھ ہے بروزن مفعول لیکن قرأت اہل بیتؑ میں واؤ کو زبر اور دال کو مشدد اور ہمزہ کے پڑھا گیا ہے۔ شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ موودہ اس لڑکی کو کہتے ہیں کہ جو زمانہ جاہلیت میں زندہ دفن کر دی جایا کرتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کی ولادت کا وقت قریب ہوتا تھا تو اس کے قریب ایک گڑھا کھود دیا جاتا تھا اگر عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اس کو زندہ ہی اس گڑھے میں ڈال کر اوپر سے یونہی مٹی ڈال دیا کرتے تھے وہی اس کی قبر ہوا کرتی تھی اور اگر لڑکا پیدا ہوتا تھا تو اس کی نگہداشت کی جایا کرتی تھی۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں ان بچیوں سے جو زندہ درگور کر دی جایا کرتی تھیں سوال کیا جائے گا کہ تم کو کس گناہ میں قتل کیا گیا تھا۔ اس سے اصل غرض قتل کرنے والوں کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قتل کرنے والوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان لڑکیوں کو کس جرم میں قتل کیا تھا۔

حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ حضرات آیت کو میم اور واؤ کے زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ پس ہمارے لئے اس سے رحم اور قرابتداری ہے اور قیامت میں اسی کے متعلق مسلمانوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اہل بیتؑ سے قطع رحم کیوں کیا۔ ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو محبت اہل بیتؑ میں مارا جائے۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ اس سے مراد قرابت رسولؐ ہے یعنی وہ شخص جو جہاد میں قتل ہو۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو شخص ہم اہل بیتؑ کی محبت اور ولایت میں قتل ہو۔ امام طبرسیؒ کا کلام ختم ہوا۔

علی ابن ابراہیم نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہماری محبت میں مارا جائے۔

محمد بن العیاش نے اپنی تفسیر میں جناب زید بن علی ابن الحسین سے روایت کی ہے کہ واللہ اس سے مراد ہماری مودت ہے اور یہ آیت صرف ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو ہماری محبت میں قتل کیا جائے۔ تو اس مقتول کے متعلق قاتل سے پوچھا جائے گا کہ اس کو کس جرم میں قتل کیا تھا۔

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہماری محبت میں مارا گیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مراد آل محمد کے شیعہ ہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس جرم میں مارے گئے تھے۔

بسند معتبر انہی امام سے روایت ہے کہ اس سے مراد ہماری محبت ہے اور یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں تفسیر فرات میں جناب محمد حنفیہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس سے مراد ہماری مودت ہے۔

حضرت امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ اس مودت کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا کہ جو تم پر فضل کے طور پر نازل کی گئی ہے کہ اے مسلمانوں تم نے کس جرم میں اس محبت کے رشتہ کو قطع کیا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس سے ہم اہل بیت کی محبت مراد ہے یہ ہمارا وہ حق ہے کہ جو لوگوں پر واجب ہے اور یہ ہماری محبت ہے کہ جو مخلوق پر واجب ہے۔ ان لوگوں نے ہماری محبت کے رشتہ کو قطع کر دیا۔

(مترجم گوید) یہ احادیث دوسری قرأت کی بنا پر ہیں اور ہمارے خیال سے اس کی چار وجہیں ہوسکتی ہیں:۔ اول یہ کہ کلام میں مضاف کو مقدر مانا جائے۔ یعنی اہل مودت کے متعلق سوال ہوگا کہ کس گناہ میں مارے گئے۔ دوسرے یہ کہ قتل مودت کے اسناد مجازی ہوں اور اس سے مراد محبت پر مرنے والے ہوں۔ (یعنی تم کس کی محبت میں مرے ہو۔ مترجم اردو) تیسرے یہ کہ ہم قتل میں ایک تجویز مرتب کریں اور محبت کی بربادی کو قتل کہا گیا ہو۔ اور محبت کے قتل سے مراد محبت کا باطل کرنا۔ اس پر باقی نہ رہنا اور حقوق محبت کو ادا نہ کرنا ہو۔ چوتھے یہ کہ بعض روایات کو قرأت مشہورہ پر

حمل کریں کہ موؤدۃ سے مراد وہ نفس ہو کہ جو مٹی میں دفن ہو گیا۔ مطلقاً مردہ دفن ہوا ہو یا زندہ اور اس کا اشارہ اس طرف ہو کہ چونکہ یہ خدا کی راہ میں قتل ہوئے ہیں لہذا مردہ نہیں بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور اللہ کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کا قول ہے لا تحسبن الذین قتلوا الخ گویا دفن کئے گئے ہیں۔ اور یہ وجہ بڑی پر لطف ہے۔

ساتویں فصل

والدین۔ ولد اور رسولؐ خدا و ائمہ ھدیٰ کے قرابتداروں کی تاویل کے بیان میں

حق تعالیٰ کہتا ہے۔ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔ یعنی میں باپ اور اس سے جو پیدا ہوا ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ والد حضرت آدمؑ ہیں اور وَمَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔ چاہے وہ نبی ہوں یا ان کے وصی سب مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ والد سے مراد حضرت ابراہیمؑ ہیں اور ولد سے ان کے بیٹے مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہر باپ اور اس کی اولاد مراد ہے۔

ابن شہر آشوب نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ والد رسولؐ ہیں اور ولد سے ان کی اولاد کی اولاد کے اوصیاء مراد ہیں۔

تفسیر محمد بن العیاش اور کافی میں بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ والد امیر المومنینؑ ہیں اور ولد سے مراد ائمہ ہیں۔

بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے وانت حل بھذا لبلد یعنی رسول اللہ اور والد علیؑ وما ولد آنحضرتؐ کی اولاد۔

کافی میں بسند معتبر اصبغ بن نباتہ سے روایت کی گئی ہے۔ اصبغ نے امیر المومنین سے اس قول خدا کی تفسیر پوچھی ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ وہ والدین کہ جن کا شکر خدا نے واجب کیا ہے وہ وہ باپ ہیں کہ جن سے علم پیدا ہوتا ہے اور حکمت

ل میراث ملتی ہے اور لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پس خدا کہتا ہے کہ الی المصیر بندوں کی بازگشت خدا کی طرف ہے اور اس تاویل کی دلیل لفظ والدان ہے۔ اس کے جناب امیر اول و دوم کی طرف اپنے کلام کا رُخ موڑ کر فرمایا وان جاھدٰک علیٰ ان تشرک یعنی اگر وہ دو تم سے مجادلہ کریں کہ تم شرک کرو یعنی اس وصیت میں دوسرے کو شریک کرو کہ خدا نے تم کو بھی مقرر کرنے کا جو حکم دیا ہے یعنی علی ابن ابی طالبؑ۔ پس اے رسولؐ ان لوگوں کا کہنا نہ ماننا اور ان کی بات مت سننا۔ پھر امام نے اپنے کلام کا رخ والدین کی طرف موڑ کر فرمایا وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ یعنی لوگوں کو ان کی فضیلت بتا دو اور لوگوں کو حکم دو کہ ان کی اطاعت کریں۔ اس قول خدا کے یہی معنی ہیں واتبع سبیل من اناب الیّ ثم الیّ مرجعکم یعنی خدا کی طرف۔ خدا سے ڈرو اور والدین کی نافرمانی اور مخالفت مت کرو۔ اس لئے کہ ان کی رضا خدا کی رضا کا سبب اور ان کے ناراض ہونے سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

(مترجم گوید): اس حدیث میں بڑے عجیب راز اور مشکل باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ ہے۔ جسمانی ماں باپ کا حق اس وجہ سے ہے کہ دنیا کی فانی اور جلد ختم ہو جانے والی زندگی سے تعلق ہے یا ممکن ہے کہ دنیا کے فانی مال سے کچھ میراث مل جائے جس سے اس فانی زندگی میں فائدہ اُٹھا لے لیکن روحانی باپ جو نبی یا امام ہے اور جو ایمان لانے معرفت حاصل کرنے اور اس عبادت کرنے کی وجہ سے جس سے جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کا سبب ہوتے ہیں۔ اور ان سے جو میراث ملتی ہے وہ ربانی حکمتیں ہیں کہ جن کا اثر نفس میں ابدالاباد تک رہتا ہے اس وجہ سے نبی اور امام کا حق جسمانی ماں باپ سے بھی زیادہ ہے اور ان کے حقوق کا لحاظ بدنی ماں باپ سے بھی اولیٰ اور احق ہے لیکن لفظ والد کا استعمال ہونا کوئی خاص ترجیح نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ والد کا لفظ تغلیباً ماں اور باپ دونوں پر درست و جائز ہے۔ لہٰذا اسی بنا پر لفظ والد کی تاویل میں روحانی والد پر اطلاق مجوزی حیثیت سے ہے اور جب دونوں جائز ہو سکتے ہیں تو ایک کو دوسرے پر اولویت نہیں ہے۔ اس وجہ سے معنوی ترجیحات جو مذکور ہوئیں والد روحانی کی طرف بھی ہیں اور اسی حدیث پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا جواب ہم نے اپنی کتاب بحار الانوار میں دے دیا۔ تفسیر فرات میں اس آیت کی تاویل کے سلسلہ میں ولا تشرکوا بہٖ شیئاً و بالوالدین احسانا

ل ارشاد پیغمبر ہے اباؤک ثلثة من ولدک ومن زوجک ومن علمک یعنی تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جہاں پیدا ہوئے۔ دوسرا جس نے بیٹی دی تیسرا وہ جس نے علم سکھایا اور بہترین باپ وہ ہے جس نے علم دیا۔ اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ محمدؐ و علیؑ جو بہترین معلم علم و حکمت ہیں سب سے بہتر باپ ہیں۔ (مترجم)

روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا اور علیؑ ابن ابی طالب والدین اور ذی القربیٰ سے مراد حسنؑ حسینؑ ہیں
امام حسن عسکری کی تفسیر میں اس آیت واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ
وبالوالدین احسانا کی تفسیر کے متعلق مذکور ہے کہ اے گروہ مسلمین تمہارے بہترین باپ اور شکریہ
کے لائق محمدؐ و علیؑ ہیں۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ میں اور علیؑ
اس امت کے دو باپ ہیں۔ اور پیدا کرنے والے ماں باپ کے مقابلہ میں ہمارا حق امت پر بہت
زیادہ ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ امت ہماری اطاعت کرے تو ہم ان کو آتش جہنم سے نجات دلا کر جنت
میں پہنچاتے ہیں کہ وہی اصلی رہنے کی جگہ ہے۔ اور فرمانبرداری کرنے سے بہترین خواہشات سے
ملحق کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ اس امت کے محمدؐ اور علیؑ دو ایسے باپ ہیں جو اس
کی کجی کو درست کرتے اور عذاب الیم سے نجات دلاتے ہیں۔ اگر امت ان کا کہنا مانے۔ اور اگر امت
ان دونوں میں موافقت کرے تو جنت کی ابدی نعمتوں کو اس کے لیے جائز اور مباح کرتے ہیں حضرت
امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا کہ محمدؐ اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔ کیا کہنا اس شخص کا جو ان کے حق کو
پہچانے اور ہر حال میں ان کا مطیع و فرمانبردار رہے۔ خدا اس شخص کو جنت والوں میں بہترین طریقہ سے
رکھے گا اور اپنی کرامتوں سے بکرم و سعادت مند کرے گا اور اپنی خوشنودی عطا کرے گا حضرت
امام حسینؑ نے فرمایا کہ جو شخص ان دو باپ محمدؐ و علیؑ کے حق و فضل کو جانے اور اس طرح اطاعت
کرے جس طرح اطاعت کرنے کا حق ہے تو قیامت میں اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں جس جگہ چاہو
اور جس طرح چاہو وسعت و کشادگی کے ساتھ ساکن ہو جاؤ۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ
اگر ماں باپ کے ذرا سے اس احسان کی وجہ سے کہ اولاد ان کی طرف منسوب ہوتی ہے بڑا احسان
ہے تو محمدؐ و علیؑ کا احسان اس امت پر جلیل تر اور عظیم تر ہے اور یہ دونوں باپ اس حیثیت اور رعایت
حق کے سلسلے میں لحاظ و خیال کے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی نظر میں
عزت و شرف حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے دو بہترین باپ محمدؐ و علیؑ کی قدر و منزلت
کرے۔ جتنی قدر و منزلت ان کی کرے گا اتنی ہی قدر اللہ کے نزدیک اس کی ہوگی۔ حضرت امام
جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے افضل دو باپ محمدؐ و علیؑ کے حق کی رعایت کرے گا۔ اگر
اپنے ماں باپ یا بندوں کے حقوق اس سے ضائع ہو جائیں تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس

لئے کہ اس نے اپنے دو بزرگ باپوں کو قیامت میں راضی کر لیا ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی نماز کا ثواب اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے کہ جتنا اپنے دو افضل باپوں محمد و علی پر صلوات بھیجتا ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا کیا تم لوگوں کو یہ بات بری نہیں لگتی کہ جن ماں باپ سے تم پیدا ہوئے ہو ان کی تم سے نفی کی جائے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم کو بہت برا معلوم ہوتا ہے امامؑ نے فرمایا واللہ الیا شخص کوشش کرتا ہے اس کے دو افضل باپ محمدؐ و علیؑ سے انکار کیا جائے جو جسمانی ماں باپ سے افضل ہیں۔

ایک روز ایک شخص نے امام محمد تقی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں محمدؐ و علیؑ کو اس طرح دوست رکھتا ہوں کہ اگر میرے اعضائے بدن کاٹ ڈالے جائیں یا میرا جسم قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے پھر بھی یہ دوستی مجھ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ امام نے فرمایا کہ محمد و علی تجھ کو تیری محبت کے مطابق جزا دیں گے۔ اور جتنی تیری ان سے محبت ہے اس سے اتنا زیادہ قیامت میں تیرے لئے کرامتیں اور درجات عظیمہ کی استدعا کریں گے۔ کہ اس عزت و شرف کا ایک حصہ تیری لاکھ درجہ محبت کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہوگا۔

حضرت امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دو دینی باپ محمدؐ و علیؑ کو عزیز تر نہیں رکھے گا تو اس کے نسبی ماں باپ کی وجہ سے بھی اللہ کی بارگاہ میں کوئی منزلت نہیں ہوگی۔

امام حسنؑ عسکری نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نسبی ماں باپ کے مقابلہ میں اپنے دینی دو باپ (محمد و علی) کی اطاعت اختیار کرے تو خدائے تعالیٰ اس کو خطاب کرتا ہے کہ میں نے تجھ کو اختیار کیا جس طرح تو نے (محمدؐ و علیؑ کی اطاعت کر کے) مجھکو اختیار کیا اور میں تجھ کو تیرے دو دینی باپوں کے سامنے عزت و شرف دیتا ہوں جس طرح تو نے اپنے نسبی ماں باپ کے مقابلہ میں ان دو باپوں کی محبت اختیار کر کے اپنے آپ کو شرف دیا ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ قول خدا ذوی القربیٰ۔ بس اس سے مراد تیرے وہ عزیز و اقارب ہیں جو تیرے دینی ماں باپ سے ہیں۔ خدا تجھ سے کہتا ہے کہ ان کے حق کو پہچان جس طرح بنی اسرائیل سے عہد لیا ہے۔ اسی طرح اے اُمت محمد تم سے عہد و پیمان لیا ہے کہ محمدؐ کی عزیز داری اور قرابت کو ان اماموں کے بارے میں ملحوظ رکھو کہ جو محمدؐ کے بعد تمہارے امام ہیں یا ان کے دین کے برگزیدہ لوگوں میں سے جو شخص ان کے بعد ہے (مساوات یہ ہے اس کی قدر کرو)

تحقیق رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے حقوق کا لحاظ کرے گا تو خدا اس کو جنت میں ایسے ہزار درجے عطا فرمائے گا کہ جس کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ کی مسافت ایک تیز و تند گھوڑے کی سو سال کی دوڑ کے برابر ہے ایک درجہ چاندی کا، دوسرا درجہ سونے کا۔ ایک درجہ سفید موتی کا ایک درجہ زبرجد کا ایک درجہ زمرد کا ایک درجہ مشک کا، ایک درجہ عنبر کا ایک درجہ کافور کا ہے اور تمام درجے اسی طرح مختلف صفات اور قسموں کے ہیں جو شخص محمدؐ و علیؑ کے حق کی رعایت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ثواب اور درجات اسی طرح زیادتی اور شرف عطا کرے گا کہ جتنا محمدؐ و علیؑ کو نسبی ماں باپ پر عزت و شرف حاصل ہے۔

حضرت فاطمہ زہرا نے بعض عورتوں سے کہا کہ نسبی ماں باپ کے غصے اور ناراضگی کو دور کرنے کے لئے اپنے دین کے دو باپوں محمدؐ و علیؑ کو راضی کر لو اور اگر محمدؐ و علی ناراض ہو گئے تو نسبی ماں باپ کے راضی کرنے کی کوشش مت کرو۔ اس لئے کہ اگر محمدؐ و علی کی اطاعت میں رہ کر نسبی ماں باپ ناراض ہو جائیں گے تو یہ دونوں ان کو تیری فرمانبرداری کے ہزارویں جزو ثواب سے راضی کر لیں گے۔ اور اگر تیرے دینی باپ محمدؐ و علیؑ ناراض ہو گئے تو تیرے نسبی ماں باپ ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ ان کو راضی کر سکیں اس لئے کہ تمام دنیا کی اطاعت کا ثواب بھی ان کے غضب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت امام حسنؑ کا ارشاد ہے کہ اے مسلمان تجھ کو چاہیئے کہ اپنے دینی باپ محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں کے ساتھ احسان کرے۔ چاہے اپنے نسبی ماں باپ کے قرابتداروں کو بھول جائے۔ خبردار اپنے نسبی ماں باپ کے عزیزوں کے خیال میں اپنے دینی باپوں کے قرابت داروں کو مت بھول جانا۔ اس لئے کہ قرابتداران پدران سے ساتھ شکریہ ادا کرنا محمدؐ و علیؑ کے نزدیک تیرے لئے دینی ماں باپ کے رشتہ داروں کے شکریہ کے مقابلہ میں زیادہ مفید اور کار آمد ہے اس لئے کہ اگر تو اپنے دو دینی باپوں محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں کو خوش کرے گا اور وہ تیرا شکریہ ادا کریں تو ان کی ذرا سی نظر شفقت تیرے تمام گناہوں کو دور کر دے گی۔ چاہے تیرے گناہ زمین سے لے کر آسمان تک ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اگر اپنے دینی باپوں کی رضاجوئی کو چھوڑ کر اپنے نسبی ماں باپ کی رضاجوئی میں لگا رہا تو یہ عمل تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا نسبی ماں اور باپ کے قرابتداروں کے مقابلہ میں دینی دو باپ محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں اور دوستوں کا حق زیادہ ہے۔ یقیناً یہ دو دینی باپ نسبی ماں باپ کو راضی کر لیں گے۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے دینی دو باپ محمدؐ و علیؑ کو سب سے افضل اور ان کے قرابتداروں کو نسبی ماں باپ اور رشتہ داروں سے زیادہ عزیز رکھتا ہو تو خدا اس سے خطاب کرے گا کہ تو نے فضیلت دی کاملوں کو اور اختیار کیا ان کو جو اختیار کرنے کے لائق تھے۔ پس تو اس قابل ہے کہ جنت میں جو دار قرار ہے میں تجھ کو جگہ دوں اور تجھے اپنے دوستوں کا مصاحب بنا دوں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے دو دینی باپ اور نسبی ماں باپ کی رعایت کرنے سے مجبور ہو۔ پس اس شخص کو چاہیئے کہ اپنے دو دینی باپوں کی رعایت کو مقدم رکھے۔ خدائے تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا کہ تو نے اپنے نسبی ماں باپ کے مقابلہ میں دینی باپوں کی رعایت کو مقدم رکھا۔ لہٰذا میری بہشتوں میں اس کو مقدم رکھو اور جو کچھ اس کے اعمال کے سلسلہ میں اس کو ملے گا اس کو ہزار ہزار گنا زیادہ کر دیا جائے گا۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے سامنے دو ایسے قیمتی مال پیش کئے جائیں جو ہزار درہم کے ہوں اور اس سے کہا جائے کہ ان میں سے کونسی دولت میرے لئے سودمند ہے اور کہا جاتے کہ اس دولت سے ہزار درجہ بہتر ایک اور دولت ہے۔ کیا از روئے عقل یہ کہنا ہی درست ہوگا نہ کہ ان میں سے بہتر کو اختیار کرے۔ حاضرین مجلس نے کہا کہ ہاں حضرتؑ نے فرمایا کہ اسی طرح ہے دو دینی باپوں کو اختیار کرنا جو محمدؐ و علیؑ ہیں اس کا ثواب مادر و پدر نسبی سے زیادہ ہے اس لئے کہ اس کی فضیلت محمدؐ و علیؑ کی فضیلت کے اختیار سے بڑھ جاتی ہے۔ جو ان حضرات کو نسبی ماں باپ پر حاصل ہے۔

ایک شخص نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ چاہتے ہیں میں زیاں کار اور میں مانزہ کے متعلق بتائیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ کون ہے اس شخص نے کہا کہ ایک شخص کے پاس دس ہزار اشرفیاں تھیں وہ وہ ہے کہ دس ہزار روپے لے لئے امامؑ نے فرمایا کہ جو شخص دس ہزار اشرفی بیچ کر دس ہزار روپے لیتا ہے۔ کیا یہ شخص انتہائی زیاں کار نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں یہ بہت نقصان ہے اس کے بعد امام نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا شخص بتلاتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ خسارہ اور حسرت و افسوس میں ہے۔ اگر ہزار

سونے کے پہاڑ ہوں اور ان کو ہزاروں چاندی کے میل کے ساتھ بیچ ڈالے۔ تب بھی اتنا افسوس اور رنج نہ ہوگا (جتنا اس میں ہے جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں) لوگوں نے کہا کہ ہاں فرمایئے۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ شخص وہ ہے جو نیکی۔ احسان اور نسبی ماں باپ کی قرابت کو دو دینی باپ محمدؐ و علیؑ پر اختیار کرے اس لئے کہ محمدؐ و علیؑ کی فضیلت نسبی ماں باپ پر اسی طرح بلند و بالا ہے جس طرح ایک چاندی کے معمولی سے ٹکڑے پر ہزار سونے کے پہاڑوں کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دو دینی باپوں محمدؐ و علیؑ کو نسبی ماں باپ پر اختیار کریگا تو خداوند عالم روز قیامت تمام لوگوں کے سامنے اس کو اختیار کرے گا۔ اور ان لوگوں کے درمیان اس کو اپنی کرامت کے خلعت سے مشہور کرے گا اور تمام لوگوں پر اس کو شرف دے گا سوائے ان کے جو ایسے ہی اور ہوں۔ اس فضیلت میں یا اس سے زیادہ ہوں۔

حضرت امام علی النقیؑ نے فرمایا کہ خدا کے جلال کو بزرگ سمجھنا یہ ہے کہ اپنے دو دینی باپوں محمدؐ و علیؑ کی قرابت کو اپنے نسبی ماں باپ کی قرابت پر اختیار کرے اور فضیلت دے۔ اور خدا کی بزرگی کو حقیر سمجھنا یہ ہے کہ اپنے نسبی ماں باپ کو دو دینی باپوں محمدؐ و علیؑ پر فضیلت دے۔

حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ کہ ایک شخص کے اہل و عیال بھوکے ہیں وہ شخص ان کی فکر معاش میں گھر سے باہر آتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک درہم حاصل کر کے کھانے پینے کا سامان لے کر اپنے بال بچوں کے لئے گھر کی طرف جاتا ہے کہ راستہ میں ایک مرد اور ایک عورت محمدؐ و علیؑ کے قرابتداروں سے مل جاتے ہیں جو بھوکے ہیں اس شخص نے یہ خیال کر کے کہ یہ میرے قرابتداروں سے زیادہ حقدار ہیں (کیونکہ یہ میرے نبی اور امام کے قرابتدار ہیں) یہ سوچ کر وہ سامان جو خریدا تھا ان کو دے دیا۔ مگر پھر حیران ہے کہ اپنے بچوں کو جا کر کیا جواب دے گا۔ یہی سوچتے ہوئے تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک قاصد ملا جو اس کو تلاش کر رہا تھا۔ جب لوگوں نے اس کا پتہ اس قاصد کو دیا تو اس نے اس کو ایک خط اور پانچسو اشرفیوں کی ایک تھیلی اس کو دیکر کہا کہ یہ تمہارے اس چچا کے مال کی باقی میراث ہے جو مصر میں فوت ہو گیا۔ بس یہ شخص پانچسو اشرفیاں لے کر اپنے بال بچوں کی روزی مہیا کرتا ہے اور رات کو خواب میں محمدؐ و علیؑ کو دیکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھا تو نے ہم نے تم کو کس طرح غنی کر دیا۔ اس لئے کہ تم نے اپنے قرابتداروں پر ہمارے عزیزوں کو مقدم رکھا تھا۔ بلاد مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جس کے پاس ایک لاکھ روپے ہوں اور اس پر کچھ حق واجب الادا

ہو مگر یہ کہ محمدؐ و علیؑ کو اس نے خواب میں دیکھا کہ اس سے فرماتے ہیں کہ اگر تو نے فلاں شخص کے چچا کی میراث اس کو نہ پہنچائی تو ہم تجھ کو برباد اور ہلاک کر دیں گے اور تیرا سارا مال و دولت ختم کر دیں گے۔ اور تیری عزت چھین کر ذلیل کر دیں گے۔ صبح کو ہر شخص نے کہ جس کے ذمہ اس شخص کے چچا کا جو کچھ نکلتا تھا۔ اس کے پاس لے کر آ گیا۔ یہاں تک اسی صبح کو اس کے پاس ایک لاکھ درہم ہو گئے اور مصر میں جس شخص کے پاس اس کے چچا کا مال تھا اس کو محمدؐ و علیؑ نے خواب میں جا کر ڈرا دھمکا کر حکم دیا کہ فلاں شخص کا مال جو تمہارے ذمہ ہے وہ مدینہ میں فلاں شخص کو جلد از جلد پہنچا دو۔ پھر محمدؐ و علیؑ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے خدا کی کاریگری اور حکمت کو دیکھا کہ مصر میں جس شخص کے پاس تیرا مال تھا وہ کتنی جلدی تیرے پاس پہنچا۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ مصر میں جو کچھ تمہاری ملک و ملکیت ہے اس کے متعلق حاکم مصر سے کہکر فروخت کرا دیں اور اس کی قیمت تم کو پہنچا دیں۔ اس نے کہا کہ ہاں پس محمدؐ و علیؑ حاکم مصر کے خواب میں پہنچے اور اس کو حکم دیا کہ اس شخص کی املاک کو فروخت کر کے رقم اس کے حوالہ کر دے۔ حاکم مصر نے تین لاکھ روپیہ میں ملکیت بیچ کر رقم اس کو بھیج دی جس سے یہ شخص مدینہ کے مالدار ترین لوگوں میں سے ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت پیغمبرؐ نے خواب میں فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو نے میرے قرابتداروں کو اپنے قرابت داروں پر جو اختیار کیا تھا یہ اس کی دنیا میں جزا ہے اور آخرت میں اس مال کے ایک ایک دانہ کے برابر تم کو جنت میں ایسے قصر عطا ہوں گے جن کا چھوٹا قصر تمام روئے زمین سے بڑا ہو گا اور اس قصر کی ایک ایک سوئی دنیا اور مال دنیا سے بہتر ہو گی۔) *

حضرت امام حسن عسکریؑ نے رحمٰن کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا کہ رحمٰن رحمت سے مشتق ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ رحمٰن رحم سے مشتق ہے حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں نے اپنا نام رحمٰن رحم کرنے کے لیے مشتق کیا ہے اور میں نے اس کا نام رحم رکھا ہے۔ پس جو شخص میرے رحم کو ملائے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص مجھ سے قطع رحم کرے گا میں اس کو رحمت سے دور رکھوں گا۔ پس حضرت امیرؑ نے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کون سا رحم ہے کہ جو شخص اس کو ملائے گا خدائے رحمٰن اس سے وصل کرے گا۔ اور جو شخص اس رحم کو قطع کرے گا خداوند رحمٰن اس سے قطع رحم کرے گا لوگوں نے کہا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے صلہ رحم کی ترغیب دی ہے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ

کیا خدا رغبت دلاتا ہے کہ اس کے کافروں کے ساتھ صلہ رحم کیا جائے۔ اور ہم اس شخص کی تعظیم کریں جو خدا کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس صحابی نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ مومن کے صلۂ رحم کی ترغیب دلائی ہے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اللہ نے ان رحموں کے حقوق کو واجب کیا ہے جن کا نسب ماں باپ کے ذریعہ متصل ہوتا ہے۔ اس شخص نے تعجب سے کہا کہ ہاں ! کیا ایسا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ ان کے صلۂ رحم میں ماں باپ کے حقوق کی رعایت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اے بھائی رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ ان کے ماں باپ نے ان کو غذا دی ہے۔ نگرانی کی ہے۔ دنیا کی مصیبتوں سے بچایا ہے اور ہر طرح دیکھ بھال رکھی ہے مگر یہ چند نعمتیں اور تکلیفیں وہ ہیں جو زائل ہو جانے والی ہیں۔ لیکن رسول خدا ان لوگوں کو ان نعمتوں کی طرف لے جانے والے ہیں جو ہمیشہ رہیں گی۔ تبلاؤ ان دونوں میں سے کونسی زیادہ عظیم ہے۔ اس شخص نے کہا کہ رسولؐ خدا کی نعمت عظیم تر ، بزرگ تر اور جلیل تر ہے۔ پھر امام نے فرمایا کہ کس طرح جائز ہے کہ خدا ایک معمولی حق کو تو ادا کرنے کا حکم دے (یعنی والدین کے حقوق کا ادا کرنا) اور جو حکم خدا کے نزدیک بزرگ ہے اس کے ادا کرنے کا حکم نہ دے (یعنی محمد و علی کے حقوق) راوی نے کہا کہ ایسا جائز نہیں ہے اس کے بعد امام نے فرمایا کہ پس رسول خدا کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ عظیم ہے۔ اور رسولؐ خدا کے عزیزوں اقربیوں کا حق اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے زیادہ حق ہے اور رسول خدا کے رحم کا صلہ کرنا بڑی عظمت ہے اور اس کا قطع کرنا بہت بڑا عذاب ہے۔ یاد رکھو کہ پورا پورا عذاب ہے اس شخص کے لئے جو رسولؐ خدا کے رحم کو قطع کرے اور ویل ہے اور عظیم تر عذاب ہے اس شخص کے لئے جو رسولؐ خدا کی حرمت کو قطع کرے اس لئے کہ حرمت رسولؐ خدا حرمت خدا ہے۔ اور حق تعالیٰ کا حق ہر منعم سے زیادہ عظیم ہے اس لئے کہ ہر منعم غیر خدا ہے اور جو منعم غیر خدا ہے وہ انعام بغیر توفیق الٰہی کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے خطاب کر کے کہا کہ اے موسیٰ تم جانتے ہو کہ میری رحمت تم پر کس درجہ ہے تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے خدا تیری رحمت میرے اوپر میری مہربان ماں سے بھی زیادہ ہے۔ خدا نے کہا کہ اے موسیٰؑ تمہاری ماں نے تم پر جو مہربانی کی تھی وہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے تم پہ اس کو مہربان کر دیا تھا اور میں نے اس کو ایسا کر دیا تھا۔ اس نے تمہاری تربیت کی فکر میں اپنی میٹھی نیند کی بھی فکر نہیں کی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تمہارے معاملہ میں تمہاری ماں اور دوسرے لوگ برابر ہوتے

اے موسیٰ جانتے ہو کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ اتنے گناہ کرتا ہے کہ آسمانوں تک اس اثر پہنچتا ہے۔ مگر میں بغیر کچھ پروا کیئے ہوئے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ موسیٰ نے کہا اے ایسا کیوں ہوتا ہے۔ خدا نے کہا کہ اس بندہ میں ایک ایسی شریف خصلت ہے جس کو میں دوست ہوں۔ اسی وجہ سے پروا نہیں کرتا اور وہ خصلت یہ ہے کہ وہ مومنین کو دوست رکھتا ہے اور ان ضروریات کو پورا کرتا ہے اور ان کو اپنے برابر کرتا ہے غرور بالکل نہیں کرتا چونکہ وہ ایسا کرتا ہے اس لئے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور پروا نہیں کرتا۔ اے موسیٰ تکبر و غرور میرے لئے مناسب جو شخص میری ان دو صفتوں میں مجھ سے جھگڑتا ہے اس کو اپنی آگ میں جلاؤں گا۔ اے موسیٰ میری عظمت میں سے ایک بات یہ ہے کہ میں اس کو دنیا کے فانی مال میں سے کچھ دے دیتا ہوں تاکہ میرے مومن کی قدر کرے اور اگر وہ بندۂ مومن پر غرور کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کوتاہ ہو جاتے ہیں اس لئے اس نے میرے عظیم جلال کو سبک شمار کیا۔ اس کے بعد حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ وہ رحم جس کو خدا نے رحمٰن سے مشتق کیا ہے وہ رحم محمدؐ ہے۔ خدا کو عظیم و بزرگ سمجھنا یہ بھی ہے کہ محمدؐ کو عظیم و بزرگ جاننا ہے اور محمدؐ کو عظیم سمجھنا یہ ہے کہ محمدؐ کے رحم و قرابت کو عظیم سمجھتا ہے۔ بیشک ہر مرد مومن اور زن مومنہ ہمارے شیعوں سے وہ رحم محمدؐ سے ہے۔ ان کی تعظیم کرنا محمدؐ کی تعظیم ہے۔ وائے اس شخص پر جو رحم محمدؐ کی ذرا بھی تخفیف کرے۔ مبارک ہے وہ شخص جو رحم محمدؐ کی تعظیم کرے عزت کرے اور قرابت محمدؐ سے صلۂ رحم کرے۔

کافی اور جملہ کتب میں اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ۔ کہ ذوی القربیٰ سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔ حصہ خمس امام زمانہ کا ہے اور دوسرا نصف یتیمان و مساکین سادات کا ہے۔

ایضاً: آیۂ انفال ما افاء اللہ علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کے تحت اخبار کثیرہ میں روایت کی گئی ہے ذوی القربیٰ سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔

بہت سی روایتوں میں روایت کیا گیا ہے کہ واولوالارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب یعنی اولوالارحام اور عزیز ایک دوسرے کے اولیٰ ہیں بعض بعض سے۔

کتاب خدا میں روایت ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزندوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ امامت و امارت و خلافت باپ سے بیٹے کو ملتی ہے بچایا بھتیجے کو نہیں۔ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر کی قرابت اور ان کے خویش ان کی خلافت کے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حقدار ہیں۔

تفسیر علی ابن ابراہیم اور تفسیر عیاشی میں امام موسیٰ کاظمؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں الَّذِيْنَ يصلون ما امر الله به ان يوصل۔ یعنی وہ گروہ جو وصل کرتے ہیں اس چیز کا جس کے وصل کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ آل محمد کا رحم عرش الٰہی سے چسپیدہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ اے خدا اس سے وصل کر جو مجھ سے وصل کرے اور قطع کر اسے جو مجھے قطع کرے۔ اور یہ آیت دوسرے رحموں پر بھی جاری ہوتی ہے۔

معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ رحم آلِ آل محمدؐ روز قیامت عرش الٰہی کو پکڑے ہوگا اور مومنوں کے رحم بھی عرش کو پکڑ کر کہتے ہونگے کہ خدایا اپنی رحمت سے وصل کر اس کو جس نے ہم سے وصل کیا ہو اور اپنی رحمت سے دور رکھ اس کو جس نے ہم سے قطع کیا ہو۔ پس حقتعالیٰ کہے گا کہ میں رحمٰن ہوں۔ میں نے تیرا نام رحم اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس جس شخص نے تجھ سے وصل کیا ہوگا میں بھی اس سے اپنی رحمت کے ساتھ وصل کروں گا اور جس نے تجھ سے قطع کیا ہوگا میں بھی اپنی رحمت اس سے قطع کروں گا۔ اسی وجہ سے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ رحم خداوند رحمٰن کی ایک قرابت ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان مشترک ہے۔

عیاشی نے حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کی تاویل کے بارے میں روایت کی ہے کہ صلۂ رحم اس آیت میں داخل ہے اور اس کی اصلی تاویل یہ ہے کہ ہم اہلبیت کے ساتھ تمہارا صلۂ رحم اور احسان مراد ہے۔ ابن شہر آشوب نے امام محمد باقر سے بالکل یہی روایت نقل کی ہے۔

ابن شہر آشوب امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کرتے ہیں۔ واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام کہ ارحام سے مراد قرابت پیغمبر ہے۔ جن میں سب سے بزرگ و سرفراز امیر المومنینؑ ہیں۔ خداوند عالم نے لوگوں کو قرابتداران محمد کی محبت کا حکم دیا۔ لیکن لوگوں نے اس چیز کی مخالفت کی جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔

تفسیر فرات میں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت رسولؐ خدا اور ان کے ذوی الارحام

کے متعلق نازل ہوئی ہے اس لئے کہ قیامت میں ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا۔ سوائے اس نسب اور سبب کے جس کی انتہا آنحضرتؐ کی طرف ہو۔

مترجم گوید: اکثر قاریوں نے والارحام کو نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے۔ لیکن حمزہ نحوی سات قاریوں میں سے ایک ہے والارحام کو کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا ہے۔ لیکن اوپر والی تفسیر پہلی قرائت نصب زبر والی کے تحت کی گئی ہے۔ یعنی رحموں اور ان کے قطع کرنے سے ڈرو۔

عیاشی نے اس آیت انّ اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن المنکر والبغی کی تفسیر کے سلسلہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے عدالت کا حکم دیا ہے کہ عقائد میں اعتدال اختیار کرو۔ افراط و تفریط سے بچو کہ نہ جبر ہے نہ تفویض۔ یعنی نہ خدا نے بندے کو مجبور کیا ہے اور نہ وہ امور کسی کو سونپ کر فارغ ہو گیا ہے) احسان کا حکم دیا ہے کہ عبادت میں نیکی اور خدا کے بندوں کے ساتھ نیکی اور اپنے قرابتداروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ یعنی عزیزوں کو وہ چیز دینا جس کی ان کو ضرورت ہو اور خدا نے منع کیا ہے منہیات سے یعنی غلط قسم کے خواہشات میں مبتلا نہ ہو اور زیادہ اظہار غضب وغصہ اور جبر و ظلم مت کرو۔ یہ آیت کے ظاہری لفظوں اور مفسرین کے قول کے مطابق تفسیر ہے۔

حضرت امام پنجم نے فرمایا کہ عدل محمدؐ ہیں اس لئے کہ اللہ نے محمدؐ کو عدالت کی جگہ قرار دیا ہے اور احسان علی ابن ابی طالب ہیں کہ جنھوں نے تمام عبادات و شرائع کو مخلوقات کے لئے تمام کیا ہے اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد ہماری قرابت ہے کہ خدا نے بندوں کو ہماری مودت اور ہمارے حقوق کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگوں کو فحشا اور بغی سے منع کیا ہے یعنی اہل بیت سے بغاوت کو منع کیا ہے اور دوسروں کو ان کے مقابلہ میں بلانے کو روکا ہے۔

محمد بن العیاشی وغیرہ نے سندہائے معتبر سے روایت کی ہے کہ جبرئیل حضرت رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کو تمہاری امت تمہارے بعد قتل کرے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ اس بیٹے سے امام پیدا ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جبرئیل آسمان پر چلے گئے اور پھر واپس ہو کر کہا کہ خدا تم کو سلام کہتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اس فرزند کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصیت

قرار دی گئی ہے۔ یہ سن کر رسولؐ خدا نے کہا کہ اچھا میں راضی ہوں۔ پھر پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کے پاس آ کر کہا تمہارے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کو میری امت میرے بعد قتل کرے گی۔ یہ سن کر فاطمہ زہراؑ نے کہا کہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں۔ اس جملہ کو فاطمہؑ نے تین مرتبہ کہا۔ پیغمبرؐ نے کہا کہ اس بیٹے سے ائمہ واوصیاء پیدا ہوں گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اے باباجان میں راضی ہوں۔ پس فاطمہ حضرت امام حسینؑ سے حاملہ ہوگئیں۔ خدائے تعالیٰ نے فاطمہؑ کے بطن کی شیطان کے شر سے حفاظت کی۔ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوئے دنیا میں کسی کے متعلق نہیں سنا کہ چھ مہینہ کا بچہ پیدا ہوا ہو اور زندہ رہا ہو۔ سوائے حضرت امام حسینؑ اور حضرت یحییٰ۔ جب حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے اور رسولؐ خدا نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دی۔ امام حسینؑ چوسنے لگے۔ حضرت پیغمبرؐ ان کے منہ میں شہد اور دودھ ڈالتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا ہے۔ ان کا گوشت و پوست اور خون سب کچھ رسولؐ خدا کے لعاب دہن سے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا یعنی ہم نے انسان کو وصیت کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ اٹھایا اور زمین پر لائی کراہت کے ساتھ۔ اس کی مدت حمل و دودھ پینے تک تیس مہینے ہے۔ یہ آیت چند وجہوں سے حضرت امام حسینؑ کے حال کے مناسب ہے۔ ۱۔ حضرت امام حسینؑ کی مدت حمل اور ولادت خبر شہادت کی وجہ سے بڑی تکلیف کا باعث تھی۔ ۲۔ مدت حمل اور دودھ چھوٹنے کا زمانہ تیس مہینہ کا ہے۔ کیونکہ دوسری آیت سے مدت رضاعت دو سال ہے یعنی چوبیس مہینے ہیں لہذا اشارہ ہے کہ مدت حمل چھ ماہ ہے اور یہ شرف اس امت میں صرف حضرت امام حسینؑ کو حاصل ہے۔ ۳۔ یہ کہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے۔ حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ یعنی وہ بچہ سن شعور کو پہنچا یہاں تک کہ وہ چالیس سال کا ہوا تو کہنے لگا کہ اے خدا تو مجھے توفیق دے اور الہام کر تاکہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر نازل کی ہیں۔ اے خدا تو مجھے ایسے عمل صالح کی توفیق عطا کر جس سے تو راضی ہو جائے۔ یہ آیت بھی حضرت امام حسینؑ کے حال کے مطابق ہے۔ کیونکہ جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو آپ کو امامت ملی۔ ۴۔ یہ کہ

خدا اس کے بعد فرماتا ہے واصلح لی فی ذریتی یعنی اے خدا میرے لئے میری بعض ذریت کی اصلاح کر اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ اپنی ذریت کے لئے امامت کی دعا کر رہے ہیں اور دعا بعض ذریت ہی کے لئے ہوگی۔ کیونکہ تمامی ذریت امام نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر اصلح فی ذریتی کے بجائے اصلح لی ذریتی فرمایا گیا ہوتا تو تمام ذریت امام ہوتی۔

اس آیۂ وات ذی القربیٰ حقہ والمسکین کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں عامہ وخاصہ کے طریقہ سے وارد ہوئی ہیں کہ ذوی القربیٰ سے مراد حضرت فاطمہؑ زہرا ہیں اور حق سے مراد فدک ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول خدا نے فاطمہ کو بلا کر فدک ان کے حوالہ کر دیا۔ اس سلسلہ کی حدیثیں کا بیان اپنے مقام پر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

آٹھویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن مجید میں امانت سے مراد امامت ہے

اس میں دو آیتیں ہیں

آیت ۱۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ (پ ۵۔ ع ۵۔ س نساء)

بیشک خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں ادا کرو اور یاد رکھو کہ جب بھی کوئی فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرنا۔ بیشک خدا نے تم کو یہ بڑی اچھی نصیحت کی ہے۔ بتحقیق کہ خدا تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اس آیت کی شان نزول کے بارے میں مفسرین کے چند قول ہیں۔

پہلا قول: یہ ہے کہ اس سے ہر وہ شخص مراد ہے کہ جس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو۔ خدا کی امانت

سے مراد اللہ کے اوامر و نواہی ہیں تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کر کے اور خدا کے فرائض کو پورا کر کے اس کی امانت ادا کر دو۔ اور بندوں کی امانت سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن کو بعض انسان بعض کے پاس امانت کے طور پر رکھتے ہیں جیسے مال وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ سے متعدد روایتوں سے منقول ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اگر امیر المومنینؑ کا قاتل وہی شمشیر جس سے امیر المومنینؑ کو قتل کیا ہو اگر وہ میرے پاس امانت کے طور پر رکھے تو میں اس کو واپس کر دوں گا۔

قول دوم، خلفا اور والیان امر کے بارے میں ہے۔ شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ رعیت کے حقوق کی پوری پابندی کریں اور رعایا کو احکام دین و شریعت پر قائم رکھیں۔ ہمارے اصحاب نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے آئمہ میں سے ہر ایک امام کو حکم دیا ہے کہ امر امامت کو اپنے بعد والے امام کے حوالہ کر دیں (امانت ادا کرنے کا مطلب یہی ہے) اور اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اس کے بعد رعیت کو والیان امر اور آئمہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ دو آیتیں ہیں ایک ہمارے لئے ہے (آئمہ کے لئے) اور دوسری تمہارے (رعیت) کے لئے ہے۔ حقتعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا تا آخر آیت۔ اور فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

علامہ طبرسی کہتے ہیں کہ یہ قول پہلے قول میں داخل ہے اس لئے کہ یہ ان چند چیزوں میں سے ہے کہ جن پر آئمہ طاہرین کو امین مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا ادا کرنا منجملہ امانت کی ادائیگی کے طور پر ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ والیان امر کو حکم دیا گیا ہے کہ تقسیم غنیمت و صدقات اور میراث وغیرہ اور جو کچھ بھی رعیت کے حقوق ہیں ادا کرتے رہیں

تیسرا قول: یہ ہے کہ یہ آنحضرت سے خطاب ہے کہ خانہ کعبہ کی کنجی جو آپ نے فتح مکہ کے وقت عثمان بن طلحہ سے لی تھی اور چاہتے تھے کہ اپنے چچا عباس کو دے دیں تو حکم خدا ہوا کہ یہ امانت عثمان بن طلحہ کو واپس کر دو۔

بصائر الدرجات میں بسند موثق امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور ہم خدا سے مدد چاہتے ہیں۔ بسند صحیح کے ساتھ انہی امام سے روایت

کی گئی ہے کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ امام کو چاہیئے کہ امامت اپنے بعد والے امام کو دے۔ اس امام کے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ امر امامت امام کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو دیوے۔

سند صحیح کے ساتھ ایک دوسری روایت ہے کہ اس سے ہم آئمہ مراد ہیں کہ جن کو حکم دیا گیا ہے کہ امر امامت اپنے بعد والے امام کو دیدیں اور حضرت رسولؐ خدا کے ہتھیار بھی دے دیں۔ واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ یعنی جب تم لوگوں میں ظاہر ہو کر حکم کرو تو اس عدالت کے ساتھ فیصلہ کرنا جو تمہارے پاس ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے بسند صحیح اس آیت کی تفسیر کے تحت روایت کی گئی ہے اِنَّ اللہ یامرکم اَنْ تودوا الامانات الی اھلھا۔ امام نے فرمایا بخدا اس سے امامت و وصیّت کا امام کی طرف ادا کرنا مراد ہے۔

امام محمد باقرؑ سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے آپ نے مالک جہنی سے سوال کیا کہ آیت ادائے امانت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مالک نے کہا کہتے ہیں یہ آیت تمام لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے سن کر امام نے فرمایا تو کیا پھر تمام لوگ لوگوں کے درمیان حکم کر سکتے ہیں اس لئے کہ واذا حکمتم کا خطاب تمام جماعت کے لئے نازل ہوا ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بسند موثق مثل صحیح امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام کو تین خصلتوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔

اول یہ کہ امام از روئے نسب اپنے پیش رو امام کے ساتھ تمام لوگوں سے بہتر ہو۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ کا ہتھیار ذوالفقار اس کے پاس ہو۔ تیسرے یہ کہ امام سابق نے اس کو وصی مقرر کیا ہو۔ یہی وہ باتیں ہیں کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے ان اللہ یا مرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ رسول اللہ کے ہتھیار ہمارے پاس ایسے ہی ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پاس تابوت سکینہ تھا۔ پس جس شخص کے پاس ہتھیار ہیں بادشاہی اور امامت اسی کی ہے جس طرح تابوت بنی اسرائیل تھا کہ جہاں وہ ہوتا تھا بادشاہی بھی وہیں ہوا کرتی تھی۔

معانی الاخبار میں امام موسیٰ کاظمؑ سے لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ یہ خطاب ہم اماموں سے ہے۔ خدا نے ہر ایک امام کو حکم دیا ہے کہ امر امامت کو (جو خدا کی امانت ہے) اپنے

اپنے بعد والے امام کے حوالہ کر دیں اور اس کو اپنا وصی قرار دیں۔ پس آیت لوگوں کی تمام امانتوں پر جاری ہوتی ہے۔ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کر کے خبر دی ہے کہ علی ابن الحسین نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم لوگوں کو امانت ادا کرنا چاہیئے۔ اگر میرے پاس میرے باپ حسین بن علی کا قاتل اسی تلوار کو جس سے میرے باپ کو قتل کیا تھا امانت کے طور پر رکھے تو میں یقیناً اس کو واپس کر دوں گا

نعمانی نے سند صحیح کے ساتھ امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ امر امامت کی امانت اپنے بعد والے امام کو ادا کر دیں نہ اس کے غیر کو کیا تم نے سنا نہیں کہ اس کے بعد ارشاد ہوا ہے واذا حکمتم بین الناس۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ احکام خدا کے متعلق خطاب ہے۔

فرات نے اپنی تفسیر میں شعبی سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کر کے کہا ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا کہ میں کہتا ہوں اور بخدا سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا کہ اس سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔

دوسری آیت: انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولا۔

(پ ۲۲ - ع ۶ - س احزاب)

اس آیت کی تاویل میں بہت سے قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیہ سابق ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما کی طرف اشارہ ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت کو امانت کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس اطاعت کی عظمت شان اس مرتبہ کی ہے کہ اگر ان عظیم اجسام پر بھی پیش کی جائے اور یہ صاحب شعور ہوں تو اس کے اٹھانے سے انکار کر دیں گے۔ اور اس سے خوف محسوس کریں گے اور انسان نے جو اس بنیادی کمزوری اور ضعیف الجثہ ہونے کے باوجود اس امانت کے اُٹھانے کی قوت و طاقت اور ہمت کی۔ لہذا اس کا ثواب دین و دنیا میں عظیم ہے۔ بیشک انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے کہ اس اطاعت خدا اور رسول کی جو رعایت کرنا چاہیئے تھی نہیں کی اور اس کے انجام سے بے خبر اور نادان تھا اور یہ تعریف افراد کی کثرت کی وجہ سے نوع انسان کی ہے۔

دوسرا قول: امانت سے مراد اطاعت ہے۔ عام اس سے کہ یہ اطاعت طبعی ہو یا اختیاری۔ اور پیش کرنے سے مراد یہ ہے کہ مختار سے طلب کی جائے یا غیر مختار سے اس کے صدور کا ارادہ کیا جائے حمل سے مراد امانت میں خیانت کرنا اور اس کا ادا نہ کرنا ہے جیسا کہ حامل امانت اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو امانت میں خیانت کرے اور امانت اس کے ذمہ باقی رہے۔ اور انکار کرنے سے مراد یہ ہے جو کچھ عملاً ممکن ہو اس کو کبھی نہ کرنا اور جہالت سے مراد خیانت اور امانت کے ادا کرنے میں تقصیر کرنا مراد ہے۔

تیسرا قول: خداوند عالم نے ان اجرام کو خلق کیا اور ان کو عقل و فہم اور شعور دیا اور کہا کہ میں نے فرض واجب کیا ہے اور جنت اس شخص کے لئے خلق کی ہے جو میری اطاعت کرے اور جہنم اس شخص کے لئے ہے جو میری نافرمانی کرے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم پابند ہیں اس چیز کے کہ جس کے لئے ہم کو پیدا کیا گیا ہے۔ ہم فریضہ کی طاقت نہیں رکھتے ہم ثواب اور عذاب نہیں چاہتے۔ جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان پر یہی چیز پیش کی گئی انہوں نے اس کو قبول کیا اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوئے کہ ان پر اس چیز کا بوجھ ڈالا گیا کہ جس چیز کو وہ اٹھا نہیں سکتے تھے اور وہ اس کے برے انجام سے ناواقف تھے۔

چوتھا قول: امانت سے مراد عقل ہے تکلیف کے ساتھ۔ عرض امانت سے مراد ان کی استعداد و قابلیت کے اعتبار سے اس امر میں رعایت کرنا مراد ہے اور ان کے انکار سے مراد یہ طبعی انکار ہے کہ جس کا معنی یہ ہے کہ لیاقت و استعداد نہیں تھی اور انسان کے اٹھانے سے مراد اہلیت و قابلیت رکھنا ہے۔ اور ظلوم و جہول سے مراد انسان پر شہوانی و غضبی قوتوں کا غلبہ ہے۔

بعض لوگوں نے امانت سے مراد محبت لی ہے۔ اور صوفیوں نے دوسرے وجوہ بیان کئے ہیں۔ لیکن اس آیت کی وہ تاویلیں جو احادیث کافی وغیرہ میں وارد ہیں یہ ہیں کہ حضرت امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے۔ کہ امانت سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔

عیون اور معانی الاخبار میں روایت ہے کہ حضرت امام رضا سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو امام نے فرمایا کہ امانت سے مراد ولایت ہے جو شخص بغیر استحقاق کے ولایت کا دعوے کریگا وہ کافر ہے۔

معانی الاخبار میں بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ امانت سے مراد ولایت ہے اور انسان ابو الشرور منافق ہے۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ امانت سے مراد امامت اور خدا کے اوامر و نواہی ہیں۔ امانت کا

امانت کے معنیٰ امامت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے آئمہ کو مخاطب کیا ہے۔ ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا اور امامت کا آسمانوں اور زمینوں پر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو زمینوں اور آسمانوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس لئے انکار کیا کہ وہ اس کے اہل نہیں سمجھتے تو حق اور غصب کے طور پر اس کے لینے کا کیوں دعویٰ کریں جو اس کے اہل ہیں انہی کو مناسب ہے اور یہ دونوں اہل امامت سے ڈرے (کہ کہیں ہم ان کے حقوق کے غاصبین میں نہ ہو جائیں) لیکن اس عہدہ کو انسان نے اٹھا لیا۔ بیشک وہ جاہل اور ظالم تھا۔ اس وجہ سے خدا منافق مرد اور عورتوں مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر عذاب کرے گا اور توبہ قبول کرے گا مومنین و مومنات کی۔ بیشک بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ یہ ترجمہ اس کے بعد والی آیت کا ہے۔

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ امانت سے مراد ولایت ہے آسمانوں وغیرہ نے اس وجہ سے اس کے اٹھانے سے انکار کیا کہ اس کو اٹھا کر کافر ہو جائیں۔

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں مقاتل محمد بن حنفیہ سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت انا عرضنا الامانۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت احدیت نے میری امامت کو ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں پر مع ثواب و عقاب کے پیش کیا۔ کہا کہ اے خدایا اس ثواب و عقاب کے ساتھ ہم اس کو نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن بغیر ثواب و عقاب کے اٹھا سکتے ہیں۔ پھر اللہ نے میری امامت و ولایت پرندوں پر پیش کی۔ پرندوں میں جو سب سے پہلے ایمان لایا وہ سفید باز اور قبرہ (قنبرہ) تھے (اسی قنبرہ اور قبرہ کے متعلق صاحب کتاب حیات الحیوان علامہ دمیری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ جانور صبح شام روزانہ پہلے محمد و آل محمد پر درود بھیجتا ہے اور پھر کہتا ہے۔ اللھم العن ظالمی آل محمد۔ اے خدا آل محمد پر ظلم کرنے والوں پر لعنت بھیج (دیکھو حیات الحیوان مترجم بار دوم) اور سب سے پہلے جن پرندوں نے انکار ولایت کیا وہ الو اور عنقا تھا۔ اسی وجہ سے تمام پرندے اس سے بغض رکھتے ہیں تو یہ دن میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ عنقا دریا میں اس طرح غائب ہوا کہ کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے بعد اللہ نے میری ولایت زمینوں پر پیش کی۔ پس جو بقعہ ہماری ولایت پر ایمان لایا اس کو پاک و پاکیزہ قرار دیا گیا اور اس کے پھل خوش رنگ و خوش ذائقہ اور لذیذ قرار دیئے گئے اور اس کا پانی صاف و شیریں

بنایا گیا۔ اور جس بقعہ ارض نے میری ولایت و امامت کا انکار کیا اس کو کھاری بنایا اور اس کی گھاس۔ پھل پھولوں کو کڑوا اور بدبو دار بنایا اور اس کے پانی کو نمکین دکھاری بنایا اس کے بعد فرمایا وحملھا الانسان یعنی اے محمد تیری امت نے امیر المومنین کی ولایت و امامت کو مع اس کے ثواب و عقاب کے اٹھا لیا۔ بیشک بہت سے وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور بہت سے اپنے پروردگار کے حکم کے بارے میں نادان تھے۔ یعنی جس شخص نے اس کے حق کو ادا نہیں کیا اور اس کے منشا کے مطابق حکم نہیں کیا وہ ظالم اور خدا سے دشمنی کرنے والا تھا۔

بصائر میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہماری ولایت کو آسمانوں۔ پہاڑوں اور شہروں پر پیش کیا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا جیسا کہ اہل کوفہ نے قبول کیا۔

تفسیر فرات میں حضرت فاطمہ زہرا سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب مجھے معراج میں آسمانوں پر لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر قاب قاسین او ادنیٰ تک پہنچا تو میں نے خدا کو دل کی آنکھوں سے دیکھا چہرہ کی آنکھوں سے نہیں۔ اسی دوران میں میں نے اذان و اقامت کی آواز سنی اور ایک منادی کی آواز سنی۔ جو کہہ رہا تھا اے میرے فرشتو۔ اے زمین و آسمانوں کے ساکنو اے میرے عرش کے اٹھانے والو گواہی دو کہ میں بے مثل و بے نظیر خدا ہوں اور میں اپنا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ فرشتوں نے کہا کہ اے خدا ہم نے گواہی دی اور اقرار کیا۔ پھر ندا آئی کہ اے میرے حاملان عرش اور ساکنان آسمان و زمین اور فرشتو گواہی دو کہ محمد میرا بندہ اور رسول ہے فرشتوں نے کہا کہ ہم نے گواہی دی اور اقرار کیا۔ حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ جس وقت ابن عباس اس حدیث کو ذکر کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ یہ وہی امانت ہے جس کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے انا عرضنا الامانۃ تا آخر آیت۔ بخدا اس کو روپیوں، اشرفیوں اور زمین کے کسی خزانہ سے مقابلہ یا حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا نے آدم کی خلقت سے پہلے زمینوں۔ آسمانوں اور پہاڑوں کو وحی کی کہ میں تمہارے درمیان محمد کی ذریت سے خلیفہ مقرر کرتا ہوں تم اس کے ساتھ کیا کرو گے۔ پس جس وقت وہ تم کو اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں پکارے تو تم اس کی آواز پر لبیک کہنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ پس آسمان و زمین اور پہاڑ اس اطاعت سے گھبرائے اور ڈرے لیکن اولاد آدم نے قبول کر لیا۔ پس یہ تکلیف ان کے ذمہ مقرر کر دی گئی۔ پھر امام محمد باقر نے فرمایا کہ اولاد آدم نے اقرار تو کر لیا مگر اس عہد کو وفا نہیں کیا۔

وہ تاویلات جو ان اخبارات شریفہ یا ان کی جلیسی احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ امانت سے مراد مطلق تکلیف مراد لی جائے اور ولایت کی تخصیص اس اعتبار سے ہو کہ ولایت تمام تکالیف کی جڑ اور عمدۂ سائر تکالیف ہے اور ان کی سب سے بڑی شرط ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے امت کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت ابوبکر وغیرہ کی تخصیص اس اعتبار سے ہوگی کہ ظاہری طور سے منافقانہ انداز پر لوگوں نے بیعت کی اور دوسروں سے پہلے بیعت توڑ دی۔ اور یہ حضرت ابوبکر کی بیعت کرنا اور ان کا امیرالمومنین کی بیعت توڑنا دوسروں کے لئے بھی بیعت توڑنے کا سبب بنا۔ پس حمل کرنے سے مراد ولایت کا قبول کرنا مراد ہے اور اس کی تائید کہ امانت سے مراد تکالیف اور حمل کرنے سے مراد قبول کرنا ہیں۔ اس روایت سے ہوتی ہے کہ جس کو ابن شہر آشوب وغیرہ نے جناب امیرؑ کے متعلق روایت کی ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ کا جسم مبارک لرزتا تھا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ جب لوگ اس کی وجہ معلوم کرتے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا جو آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی تو انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔ معلوم نہیں کہ اس بار کو جو ہم نے اٹھالیا ہے کما حقہ ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ الانسان کا الف اور لام عہد کا ہو اور اس سے مراد ابوبکر ہوں اور ولایت بمعنی خلافت وحکومت ہو عرض کرنے سے مراد یہ ہو کہ ان کے سامنے رکھا گیا آیا تم پسند کرتے ہو کہ ناحق امامت کا دعوےٰ کرو اور اللہ کے عذاب کے متحمل ہوسکتے ہو تو یہ عذاب الٰہی سے ڈرے اور اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر باوجود سزا اور عقوبت کے علم کے اس روز اس بار کو اٹھالیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان دونوں وجہوں کی بنا پر حمل سے مراد خیانت ہو یہ قبول کرنا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ دوسری وجہ زیادہ مناسب ہے۔

نویں فصل

ان آیات کے بیان میں جن سے اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت کا وجوب ثابت ہے

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا (پ ۵۔ ع ۵۔ س نساء)

پھر ارشاد ہے:۔ ولو ردوہ الی الرسول واولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (پ ۵۔ س ن۔ ع ۸)

پھر ارشاد ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ فقد آتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکا عظیما فمنھم من آمن ومنھم من صد عنہ وکفی بجھنم سعیرا (ع ۵۔ س نساء۔ پ ۵)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان لانے والو تم کو چاہیئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اپنے ان اولی الامر کی جن کا حکم اور امر تم پر جاری ہے۔ پس اگر تم میں آپس میں کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو رد کر دو اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔ اگر واقعی تم اللہ و رسول اور روز قیامت پر ایمان لائے ہو تو تمہارے لئے یہی بہتر ہے اور اس کا انجام بہت نیک ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ: اگر یہ لوگ مشہور کرنے سے پہلے اس خبر کو رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹا دیتے تو یقیناً پیغمبر اور اولی الامر اچھی طرح سمجھ لیتے (کہ) آیا اس کو مشہور کیا جائے یا نہیں جاننا چاہیئے کہ اولی الامر کے معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔

اہل سنت کے مفسرین کا کہنا ہے کہ امراء سپہ سالار اور بادشاہ اولی الامر ہیں۔ بعض مفسرین اہلسنت کا قول ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء امت ہیں۔

علماء مذہب امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولی الامر سے مراد آل محمد کے آئمہ ہیں۔ اسی وجہ سے کہ جو احادیث عنقریب بیان ہوں گے ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ اولی الامر اس کو کہتے ہیں کہ جس کو امر میں اختیار بھی حاصل ہو اور چونکہ امر کسی قید سے مقید نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اولی الامر وہ ہو جس کو دین و دنیا کے جملہ امور میں اختیار حاصل ہو اور ایسا شخص صرف امام ہے۔ یا یہ کہ جو شخص کسی امر میں صاحب اختیار ہو تو اسی امر میں اس کی اطاعت واجب ہو گی پس جو شخص جملہ امور میں صاحب اختیار ہو گا وہی مطاع مطلق ہو گا اور وہ امام ہے

رسول اور اولی الامر کا ایک لفظ اطیعوا کے تحت ذکر کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ مرتبۂ امامت مثل و نظیر نبوت ہے بلکہ جیسا کہ نبوت اللہ کی طرف سے ملک کے ذریعہ ایک رسالت ہے۔ امامت بھی فی الحقیقت نبوت کے واسطہ سے ایک نبوت ہے۔ اسی وجہ سے اولی الامر کی اطاعت نبی کی اطاعت ہے۔ اسی وجہ سے لفظ اطیعوا کا واسطہ نہیں رکھا گیا۔ خلافت نبوت کے وہ چاہے کسی مرتبہ پر کیوں نہ ہو مگر مرتبہ الوہیت کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے لئے لفظ اطیعوا الگ ہے اور رسول کے لئے الگ۔

چونکہ اولی الامر کی اطاعت کو خود خدا نے اپنی اور رسول کی اطاعت سے مقرون کیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ جماعت اللہ و رسول کی طرف سے ایسی منصوب و مقرر ہو کہ اس گروہ کا امر و حکم اللہ و رسول کا امر و حکم ہو۔ تاکہ اس جماعت کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہو اور ان سے ملی ہوئی رہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو گا تو اس کا لازم نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام جابر و ظالم بادشاہ جیسے سلاطین روم وغیرہ کی اطاعت بھی اولی الامر کی اطاعت میں داخل ہو۔ جو کہ خدا و رسول کی اطاعت کے منافی ہے اور اس قول کی برائی۔ خرابی اور قباحت کسی عقلمند سے مخفی نہیں ہے جیسا کہ شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ خدا کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی شخص کی اطاعت مطلق قرار دے۔ مگر یہ کہ وہ شخص معصوم ہو اور اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو اور اس سے کوئی غلطی یا فعل قبیح صادر نہ ہو سکتا ہو اور یہ صفات سوائے آئمہ معصومین علیہم السلام کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کبھی ایسے شخص کی اطاعت کا حکم نہیں دے سکتی جو اس کی نافرمانی کرے یا ایسی جماعت کے مطیع ہونے کا حکم کرے جن کا قول فعل متضاد ہو یعنی جو کہتے ہوں وہ کرتے نہ ہوں اور خدا کہتا ہے

كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللهِ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ اللہ کے نزدیک یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کر نہ سکو۔ (مترجم اردو) اور یہ اس لیئے کہ اختلاف کرنے والی جماعتوں کی اطاعت محال ہے جیسا کہ ان کا اس بات پر اجتماع محال ہے جس پر اختلاف کر رہے ہیں۔ منجملہ ان دلائل کے جو ہم نے بیان کیئے ہیں یہ ہے کہ حضرت احدیت نے اپنی اطاعت سے اپنے رسول کی اطاعت ملا کر رکھی ہے اس وجہ سے کہ اولی الامر مخلوقات سے بلند ہیں جس طرح رسول اور اولی الامر اور دیگر جمیع مخلوقات سے بلند ہیں۔ یہ صفت صرف آل محمد کے آئمہ کی ہے کہ جن کی عصمت و امامت ثابت شدہ ہے۔ اور ان کے علو مرتبہ اور عدالت پر امت کا اجماع ہے۔ فان تنازعتم فی شیء یعنی اگر امور دین میں سے کسی چیز میں تم کو اختلاف ہو تو فَرُدُّوهُ الی اللہ والرسول۔ پس جس میں تم کو نزاع ہے اس کو کتاب خدا اور سنت کی طرف لوٹا دو۔ یہ تو عام مسلمانوں کا کہنا ہے لیکن ہم شیعہ کہتے ہیں کہ اگر اختلاف ہو تو آئمہ کی طرف پلٹا دو کیونکہ یہ حضرات آنحضرت کی وفات کے بعد رسول کے قائم مقام ہیں۔ ان کی طرف لوٹانا بعینہ ایسا ہی ہے جیسے آنحضرت کی زندگی میں خود حضور کی طرف پلٹانا تھا۔ اس لیے کہ یہ حضرات آئمہ آنحضرتؐ کے بعد حضور کی امت کے درمیان آنحضرتؐ کی شریعت کے نگران اور حضورؐ انور کے خلفاء ہیں۔ یہاں تک علامہ طبرسیؒ کا کلام تھا۔ آیت کے پہلے حصہ میں اولی الامر کا ذکر ہے۔ لیکن دوسرے حصہ فردوہ میں اولی الامر کا ذکر نہیں ہے۔ بنا بر قراۃ مشہورہ۔ اور جو نکتہ شیخ طبرسی نے بیان کیا ہے وہ مذکور ہوا ممکن ہے کہ اس میں یہ نکتہ ہو کہ جب اولی الامر میں نزاع ہو تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔ پس چاہیئے کہ امام منصوص من اللہ اور من الرسول ہو۔ نہ اس طرح جس طرح مخالفین قائل ہیں کہ امامت کو اجماع سے مستند کرتے ہیں اور امام کا مقرر کرنا امت کے ہاتھوں میں سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آیت کے دوسرے حصہ میں بھی قرأت اہل بیت میں یوں ہے والی اولی الامر بھی آخر میں تھا جیسا کہ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد حضرت امیر المومنینؑ ہیں۔

پس حضرت امام جعفر صادقؑ سے ایسی روایت سے بیان کیا گیا ہے جو مثل صحیح کے ہے کہ یہ آیت اس طرح تھی فان تنازعتم فی شیٔ فارجعوا الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم عیاشی نے بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر اسی طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

کلینی نے بسند مثل صحیح روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر آیت کی یوں تلاوت فرمایا کرتے تھے ا طیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پس حضرت نے ارشاد فرمایا کس طرح ان کی اطاعت کا حکم دے اور کس طرح ان کے منازعہ میں اجازت ہو۔ یہ اس جماعت سے خطاب ہے جو خدا ورسول کی اطاعت پر مامور ہیں۔

مترجم گوید حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اولی الامر کا آیت کے آخر میں نہ ہونا اس بات کا مشعر ہے کہ امت کا اولی الامر کے معاملہ میں جھگڑنا مراد لیں تو یہ اطاعت اولی الامر کے منافی ہے جس کا حکم آیت کے شروع میں دیا گیا ہے (یعنی اگر عامہ مسلمین کے کہنے کے مطابق یہ منازعہ اولی الامر میں ہو تو پھر خدا کا اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینا بیکار ہوا جاتا ہے۔ بلکہ پہلے یوں ہوتا کہ اول اولی الامر کا جھگڑا طے کرو پھر اولی الامر کی اطاعت کرو لیکن ایسا نہیں جو دلیل ہے کہ یہ منازعہ اولی الامر میں نہیں ہے بلکہ اولی الامر کا معاملہ تو طے ہے جب ہی تو اطاعت کا حکم ہے (مترجم بارہ دوا)

عیاشی نے بسند دیگر روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ فان تنازعتم فی شیءٍ فارجعوہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم

عیون اخبار رضا میں حضرت امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے حضرت علی اور حسن وحسین کے بارے میں وصیت کی اور قول خدا کے بارے میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فرمایا کہ اولی الامر سے مراد علیؑ وفاطمہؑ کے وہ فرزند مراد ہیں جو قیامت تک یکے بعد دیگرے امام ہیں۔ اکمال الدین میں بھی اسی مضمون کی روایت بسند صحیح امام محمد باقر سے بیان کی گئی ہے۔

اعلام الوریٰ اور مناقب ابن شہر آشوب میں تفسیر جابر جعفی سے روایت کی گئی ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ میں نے رسول خدا سے پوچھا کہ یاایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ الخ میں خدا ورسول کو تو پہچان لیا لیکن یہ اولی الامر کون لوگ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے جابر میرے بعد میرے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں جن کا پہلا علی ابن ابی طالب ہے۔ پھر حسن پھر حسین پھر علی ابن الحسین، پھر محمد بن علی جن کا لقب توریت میں باقر ہے۔ اور اے جابر تم عنقریب اس کو پاؤ گے اور اے جابر جب تم اس سے ملو تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ پھر صادق جعفر بن محمد پھر موسیٰ بن جعفر ہے پھر علی بن

موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی۔ اس کے بعد میرا ہمنام اور ہم کنیت روئے زمین پر حجت خدا اور خلفائے خدا کا باقی اللہ کے بندوں کے درمیان حسن بن علی کا فرزند خدائے تعالیٰ اس کے ہاتھ پر زمین کے مشرق و مغرب کو فتح کرے گا وہ وہ ہے جو اپنے شیعوں سے غائب ہوگا اور اس پر وہی شخص ایمان لائے گا جس کا اللہ تعالیٰ امتحان لے چکا ہوگا (یعنی جس کا ایمان مضبوط ہوگا)

کلینی اور عیاشی میں زید بن معاویہ سے روایت کی گئی ہے۔ زید کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے اس آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ کی تفسیر پوچھی تو حضرت نے پہلی آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت الخ پڑھی کیا نہیں دیکھتے ہو ان لوگوں کو جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ قریش کے دو بت جبت اور طاغوت پر ایمان لائے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے کعب بن الاشرف اور یہودیوں کی وہ جماعت مراد ہے جس نے مکہ جا کر قریش کے بتوں کو سجدہ کیا تھا۔

یقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا۔ (پ ۵ - ع ۵)
مفسرین کے کہنے کے مطابق یعنی (یہ گروہ یہود) کہتا تھا کہ کفار جو ابوسفیان اور اس کے ساتھی تھے محمد اور اس کے اصحاب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں دین کے راستہ میں۔ امام نے فرمایا کہ اس سے مراد ظالم خلیفہ اور وہ گمراہ امام مراد ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گروہ آل محمد سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ اولئک الذین لعنھم اللہ یہی وہ جماعت ہے جس پر خدا کی لعنت ہے۔ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا، یعنی جس پر خدا لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ام لھم نصیب من الملک۔ کیا ان کے لئے ملک کی حکومت سے کچھ حصہ ہے حضرت نے فرمایا کہ ملک سے مراد امامت و خلافت ہے۔ فاذا لایؤتون الناس نقیرا۔ یعنی اگر ان کو ملک (خلافت) سے کچھ مل جاتے تو لوگوں کو قلیل و کثیر تو الگ رہا ذرہ برابر نہیں دیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں ان لوگوں سے جن کو کچھ نہیں ملے گا ہم اہلبیت مراد ہیں اور نقیر سے مراد کھجور کی گٹھلی کی جھلی ہے۔ ام یحسدون الناس علی ما اتاھم اللہ من فضلہ کیا یہ لوگ ان لوگوں پر حسد کرتے ہیں جن کو اللہ نے اپنا فضل عطا کیا ہے

(ابوالحسن مغازلی سے صاحب صواعق محرقہ نے اپنی کتاب صواعق محرقہ آیت ۶ فضائل

اہل بیت میں امام محمد باقرؑ سے روایت ملی ہے کہ یہاں ناس سے مراد عام لوگ نہیں ہیں بلکہ ہم اہل پیغمبر ہیں جن پر لوگ رشک و حسد کرتے ہیں (مترجم باردو)

بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد پیغمبر کی ذات ہے کہ لوگ حضرت کی نبوت پر حسد کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے ان کے لئے زوجہ حلال کی اس پر حسد کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد محمد اور ان کے اصحاب مراد ہیں اور بعضوں کا کہنا ہے کہ محمدؐ اور ان کی آل مراد ہے اور فضل سے مراد آنحضرت کی نبوت اور آل کی امامت ہے۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ (جیسا کہ آگے آئے گا) محسود ہم لوگ ہیں کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو امامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ہمارے سوا مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی۔ فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ واٰتیناھم ملکًا عظیمًا۔ تحقیق کہ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت جس سے مراد نبوت ہے دی اور ان کو ملک عظیم (بڑی بادشاہت) عطا کی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے آل ابراہیم سے نبی و رسول اور امام مقرر کئے۔ پس یہ لوگ ان چیزوں نبوت و رسالت اور امامت کا آل ابراہیم کے لئے تو اقرار کرتے ہیں اور آل محمد کے لئے انکار کرتے ہیں۔ فمنھم من اٰمن بہٖ و منھم من صدّ عنہ وکفٰی بجھنم سعیرًا۔ پس بعض امت ابراہیم سے ایمان لائے اور بعض نے روگردانی کی، اور ایمان نہیں لائے۔ پس ان کو جلانے کے لئے آتش جہنم کافی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اہل کتاب محمدؐ پر ایمان لائے اور بعض ایمان نہیں لائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ یہ ملک عظیم جو خدا نے آل ابراہیمؑ کو دیا ہے کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے درمیان ایسے امام مقرر کئے گئے کہ جس نے ان کی اطاعت کی گویا خدا کی اطاعت کی۔ اور جس شخص نے ان کی نافرمانی کی خدا کی نافرمانی کی یہی عظیم بادشاہی ہے پس حضرت نے کہا کہ حضرت باریتعالیٰ نے اس کے بعد جو فرمایا اس سے مراد ہم ہیں ہم کو چاہیئے کہ ہم میں سے امام سابق اپنے بعد کے امام لاحق کو تسلیم کرے کتابیں۔ علم اور رسول اللہ کے ہتھیار اس کے حوالہ کر دے، واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ یعنی جب تم لوگوں کو کسی بات کا حکم دو تو اس عدالت سے حکم کرو جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد اللہ نے تمام لوگوں کو خطاب کیا یا ایھا الذین اٰمنوا پس اللہ نے اس خطاب میں قیامت تک کے مومنین کو جمع کر دیا ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول او اولی الامر سے مراد ہم اہل بیت ہیں۔ اور فان تنازعتم فی الامر فارجعو
الی اللہ والی الرسول و اولی الامر منکم یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ
اولی الامر کی اطاعت کا تو مومنین کو حکم دیا جاتے اور جب کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو ان سے رجوع
نہ کی جائے۔ یہ خطاب مامور متوجہ ہے کہ ان کی (اہل بیت کی) اطاعت کا مومنین کو حکم دیا گیا ہے۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ابان بن تغلب نے امام رضا سے پوچھا کہ اولی الامر سے کیا مراد
ہے۔ حضرت یہ کہکر خاموش ہو گئے۔ علی ابن ابی طالب ہیں۔ ابان نے پوچھا کہ ان کے بعد کون تھے
حضرت نے کہا کہ حسنؑ پھر خاموش ہو گئے۔ ابان کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا ان کے بعد کون۔ حضرت
نے کہا کہ حسینؑ اور پھر ساکت ہو گئے۔ میں نے پھر کہا کہ ان کے بعد کون حضرت نے فرمایا علی بن
الحسین اور خاموش ہو گئے۔ ابان کہتے ہیں کہ میں ہر ایک کے بعد پوچھتا اور امام بتلا کر خاموش ہو
جاتے یہاں تک کہ امام نے آخر آئمہ تک اسی طرح بیان کیا۔

عمران حلبی سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے عمران سے کہا کہ تم گروہ شیعہ
نے دین کو اس کی جڑ سے لے لیا ہے اور خدا کے کہے ہوئے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر
منکم اور رسول خدا کے فرمان کے مطابق کہ میں دو چیزیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں تاکہ تم ان سے
متمسک رہو کر ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تم نے منافق لوگوں کے کہنے سے دین اختیار نہیں کیا۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے اسی آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت حضرت
علیؑ اور ان اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اولاد علی سے ہیں۔ خدا نے ان آئمہ کو پیغمبرؐ کی
جگہ قرار دیا ہے۔ بس فرق صرف یہ ہے کہ یہ حضرات کسی چیز کو حلال نہیں کر سکتے۔ بلکہ شریعت حضرت
ختمی مرتبتؐ کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

حکیم سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا کہ یا حضرت میں آپ
پر قربان ہو جاؤں یہ تو فرمائیے کہ یہ اولی الامر جن کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے کون لوگ ہیں۔ امام
نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب ہیں اور حسن و حسین و علی ابن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد کہ میں ہوں
بس تم کو اللہ کا شکر اور اس کی حمد کرنا چاہیئے کہ تم لوگ اپنے اماموں اور پیشواؤں کو اس وقت
پہچان سکے جبکہ لوگ ان کا انکار کر رہے تھے۔ دوسری روایت میں امام رضا سے روایت کی گئی

ہے کہ اولی الامر سے مراد علی ابن ابی طالب اور ان کے بعد چند اوصیا مراد ہیں۔

فرات بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق آل محمد سے پوچھا کہ اولی الامر کہ جن سے دانا و عالم مراد ہیں وہ مخصوص آپ حضرات کی ذات ہیں یا عام لوگ مراد ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اولی الامر کی آیت ہم اہل بیت کے لئے مخصوص ہے۔

حضرت امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ اس ایت میں اولی الامر سے مراد آل محمد ہیں۔ کتاب اختصاص میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ آیا اوصیا کی اطاعت واجب ہے امام نے فرمایا کہ ہاں یہی وہ افراد ہیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ تا اولی الامر منکم انہی کی شان میں کہا گیا ہے کہ انما ولیکم اللہ تا آخر آیت۔

فرات اور کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے معلوم کیا گیا کہ اسلام کے وہ ستون و عمود جن کے بارے میں کسی شخص کے لئے تقصیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس معاملہ میں تساہلی اور کمی برتی جائے تو اس شخص کا دین فاسد ہو جائے اور اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں اگر ان کو پہچانے اور پھر کسی اور چیز کو نہ جانے تو کوئی نقصان نہیں وہ کیا ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا اور رسول خدا پر ایمان لانا اور ان چیزوں کا اقرار کرنا جو آنحضرتؐ لائے ہیں اور اس حق کو ادا کرنا جو مال میں واجب ہے یعنی زکوٰۃ اور اس ولایت کو ماننا جس کا اللہ نے حکم دیا ہے ولایت آل محمد ہے لوگوں نے پوچھا کہ آیا ولایت کے بارے میں کوئی ایسی دلیل ہے کہ جس سے متمسک کیا جائے اور اس سے استدلال کیا جا سکے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اللہ کا فرمان ہے اطیعوا اللہ تا آخر آیت اور رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے اور مر جائے تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرتا ہے پس رسول خدا خود اپنے زمانہ کے امام زمانہ تھے۔ آنحضرتؐ کے بعد علیؑ تھے۔ بعضوں نے علی کی جگہ معاویہ کو امام جانا۔ پس علی کے بعد امام حسن امام زمانہ تھے اور ان کے بعد امام حسینؑ امام زمانہ تھے۔ دوسروں نے یزید بن معاویہ کو امام جانا یا معاویہ کو امیر المومنینؑ اور امام حسن کے برابر قرار دیا یا امام حسین اور یزید ملعون کو برابر قرار دیا حالانکہ مساوی نہیں ہیں۔ حسینؑ کے بعد علی ابن الحسین اور امام محمد باقر امام تھے۔ شیعہ مناسک حج، حلال و حرام اور اپنے واجبات نہیں جانتے۔ یہاں تک کہ ان کے محتاج ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کی امام کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اور ہر زمانہ میں ایسا ہی رہا ہے کہ علمائے

اہل بیت کے عالم کے مقابلہ میں جاہل اور ظالم خلفا سے کوئی نہ کوئی رہا ہے۔ آیت اور حدیث کے مقتضا کے موافق ہر زمانہ میں ایسے امام کا ہونا ضروری ہے کہ اگر اس کو نہ پہچانے اور مر جائے تو جاہلیت اور کفر کی موت مرتا ہے۔ تم ہر زمانہ میں دیکھتے ہو کہ اہل بیت کے اماموں کے مقابلہ میں ایک جماعت رہی ہے لیکن ہر عاقل سمجھتا رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ امامان اہل بیت اس گروہ کے گروہ سے بہتر ہیں۔ لہٰذا انہی اہل بیت کو اولی الامر ہونا چاہیئے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے حالات میں اس حق کے اس وقت محتاج ہوتے ہو جبکہ تمہاری جان حلق میں آکر اٹکتی ہے۔ یعنی جانکنی کے وقت امام برحق یاد آتا ہے اور اس وقت میں دنیا تم سے منقطع ہو رہی ہوتی ہے۔ اس وقت میں دین برحق کے آثار تم پر ظاہر ہوں گے اور تم کہو گے کہ میں بڑے اچھے دین پر تھا۔

عیاشی نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام رضا سے روایت کی ہے ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم امام نے فرمایا کہ یہ آل محمد ہیں، جو قرآن سے استنباط کرتے ہیں اور اس کے حلال و حرام کو جانتے ہیں۔ یہی مخلوق پر حجت خدا ہیں۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت میں اولی الامر سے مراد آئمہ ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں اس آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر میں کہا ہے کہ دو قول ہیں:-

اوّل یہ کہ اولی الامر آئمہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ امرائے لشکر ہیں اور جب ایک قول باطل ہو گیا تو دوسرا لازماً ثابت ہے۔ ورنہ یہ لازم آئے گا کہ حق امت سے خارج ہو جائے۔ اس کی دلیل کہ یہاں ہمارے آئمہ مراد ہیں یہ ہے کہ آیت کے ظاہر سے اولی الامر کی عمومی اطاعت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اولی الامر کی اطاعت کا عطف خدا نے اپنی اطاعت اور رسول کی اطاعت پر کیا ہے اور رسول کی اطاعت عام ہے جو ہر بات اور ہر معاملہ میں واجب ہے لہٰذا اولی الامر کی اطاعت بھی عام ہو گی۔ اگر خاص اطاعت ہوتی تو خدا کو چاہیئے تھا کہ اس کو بیان کرتا جبکہ اولی الامر کی اطاعت کا وجوب ہر چیز میں ثابت ہے تو ان کی امامت بھی ثابت ہے اس لئے کہ امامت کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ایک ریاست عامہ ہے اور جب آیت اولی الامر کی ہر چیز میں اطاعت کو مقتضی ہے تو ضروری ہے کہ اولی الامر معصوم ہو۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ خود امر

قبیح کا حکم دیتا ہے اس لئے کہ غیر معصوم امر شنیع کے کرنے سے محفوظ نہیں ہے اور جب برا کام اس سے سرزد ہوا تو اس میں بھی اس کی اطاعت واجب ہوگی۔ لہٰذا اولی الامر سے مراد امرائے لشکر اور شاہان وقت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ بالاتفاق یہ لوگ معصوم نہیں ہوتے اور نہ عصمت ان کے لئے شرط ہے اور آیت سے کسی خاص امر کی خصوصیت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد علمائے امت ہیں یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ علما مختلف الرائے ہیں اور جب ہم ایک عالم کی اطاعت کریں گے تو دوسرے کی مخالفت ہوگی اور خدائے تعالیٰ ایسا حکم نہیں دے سکتا کہ اس سے اس کی اطاعت بھی ہو اور معصیت بھی۔ علاوہ اس کے یہ ہے کہ خدا نے اولی الامر کی توصیف ایسی صفت سے کی ہے جو علم و امارت دونوں پر دلالت کرتی ہے۔ آیت میں یہ جو کہا گیا ہے واذا جاءھم امرٌ من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہٗ منھم۔ پس امن و خوف کو امراء کی طرف رد کیا ہے اور استنباط علما کی طرف ہے اور یہ دونوں صورتیں اسی حاکم و امیر میں جمع ہو سکتی ہیں جو عالم ہو۔ شعبی کا کہنا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ اولی الامر امرائے لشکر ہیں جن میں علی سب سے اول ہیں۔

حسن بن صالح نے امام جعفر صادق سے اولی الامر کی تفسیر پوچھی تو امامؑ نے فرمایا کہ اولی الامر اہل بیت رسول کے امام ہیں۔ مجاہد نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنینؑ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ رسولؐ خدا نے جنگ تبوک میں جاتے وقت حضرت علی کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا جبکہ جناب امیرؑ نے رسول سے کہا تھا کہ اے نبی خدا آپ جنگ پر تشریف لئے جاتے ہیں اور مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑے جاتے ہیں۔ آنحضرت نے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت مجھ سے ویسی ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ جبکہ موسیٰؑ نے ہارون سے کہا اخلفنی فی قومی واصلح یعنی اے ہارونؑ تم میری قوم کے درمیان میرے خلیفہ بن کر رہو اور ان کے درمیان اصلاح کرو اور یہ سن کر حضرت امیرؑ نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں پس واللہ یہ آیت نازل ہوئی واولی الامر منکم یعنی علی ابن ابی طالبؑ کہ جن کو اللہ نے محمد کے بعد امت کے امر کا حاکم مقرر کیا ہے اور اس کو محمد نے مدینہ کا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس اللہ نے حکم کیا ہے کہ میرے بندے اس کی اطاعت کو لازم سمجھیں اور اس کی مخالفت نہ کریں۔

فلکی نے ابانہ میں روایت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ ابوبردہ نے جناب امیر کی شکایت کی تھی۔ یہاں تک ابن شہر آشوب کا کلام تھا۔

لیکن تفسیری آیت تو اس کے متعلق ابن شہر آشوب اور عیاشی وغیرہ نے سندہائے معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم وہ قوم ہیں جن کی اللہ نے اطاعت واجب کی ہے۔ انفال اور پاکیزہ مال ہمارے لیئے ہے ہم ہی راسخون فی العلم ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں ہماری شان میں خدا نے فرمایا ہے: ام یحسدون الناس علی ما اٰتاھم اللہ من فضلہ

عیاشی اور دوسرے حضرات نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے و اٰتیناھم ملکاً عظیماً۔ یعنی ہم نے آل ابراہیم کو بڑی عظیم بادشاہی دی۔ امام نے فرمایا کہ ملک عظیم کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے یعنی آل ابراہیم میں سے امام بنانے کہ جو ان کی اطاعت کرے اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اصل میں یہی ملک عظیم ہے۔

بصائر الدرجات میں امام محمد باقر سے بسند صحیح اس آیت کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے ام یحسدون الناس ہم اہل بیت وہ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔

بسند کالصحیح امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام نے اپنے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ ہم ہی وہ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ ایک دوسری روایت صحیح میں امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے امام نے فرمایا کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ لوگ ہم پر اس امامت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو دی ہے اور کوئی شخص اُمت کا اس میں شریک نہیں ہے۔ بسند صحیح دوسری روایت میں ہے کہ ملک عظیم سے مراد اطاعت مفروضہ ہے۔ یعنی اللہ نے ان کی اطاعت اپنی مخلوق پر واجب کی ہے۔

بسند صحیح روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ ملک عظیم کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ فرض اطاعت ہے۔ یہاں تک کہ قیامت میں جہنم بھی ان کی اطاعت کرے گی کہ جس کو یہ حضرات معصومین کہیں گے کہ اس کو پکڑ تو دوزخ اس کو اپنے اندر کھینچ لے گی اور جس کو کہیں گے کہ اس کو چھوڑ دے تو جہنم اس کو چھوڑ دے گا۔ یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر جائے۔

بسند صحیح دوسری روایت امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے۔ حضرت نے اس آیت فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب کی تاویل کے سلسلہ میں فرمایا کہ کتاب سے مراد نبوت ہے اور الحکمۃ سے مراد فہم اور لوگوں کے درمیان حکم کرنا مقصود ہے وآتیناھم ملکاً عظیماً سے مراد وجوب اطاعت ہے۔ دوسری حدیث معتبر میں امام نے فرمایا بخدا ہم وہ لوگ ہیں جن پر لوگ حسد کرتے ہیں اور ہم اس بادشاہت کے اہل ہیں کہ جو قائم کے زمانہ میں ہم کو ملے گی۔

عیاشی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ کتاب پیغمبری ہے اور حکمت سے مراد برگزیدہ حکیمان پیغمبر ہیں اور ملک عظیم سے مراد وہ امام برگزیدہ ہیں جو ہدایت کرنے والے ہیں اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں مگر ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ عیاشی روایت کرتے ہیں کہ داؤد بن فرقد نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء۔ یعنی اے رسول کہہ دو کہ اللہ ہی تمام ملکوں کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ پس بادشاہی بنی امیہ کو دی ہے۔

حضرت صادق نے فرمایا کہ اس کی تفسیر اس طرح نہیں ہے جس طرح لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ خدا نے بادشاہی ہم کو دی ہے۔ لیکن بنی امیہ نے اس کو ہم سے غصب کر لیا ہے جس طرح کسی کے پاس لباس ہو اور دوسرا اس کو زبردستی چھین لے پس یہ غاصب اس جامہ کا مالک نہ ہو جائے گا۔

حضرت صادق سے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کو اپنی محبت والفت کے موافق ادب سکھایا اور کہا انک لعلی خلق عظیم۔ بیشک اے رسول تم خلق عظیم پر فائز ہو اور تمام اخلاق حسنہ میں کامل کئے گئے ہو۔ اس کے بعد لوگوں سے خطاب کیا ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ یعنی رسول جو تم کو دے اور جس چیز کے کرنے کا حکم کرے پس اس کو لے لو اور قبول کر لو اور جس چیز سے رسول منع کرے اس سے دور رہو اور اس کو ترک کر دو۔ اور فرمایا کہ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا نے امت کے امر کو علی کے حوالہ کیا اور ان کو دین خدا، احکام الٰہی اور امور امت پر امین مقرر کیا۔ پس تم نے اس کو قبول کیا اور مان لیا

لیکن تمام امت نے انکار کر دیا۔ بخدا ہم تم کو دوست رکھتے ہیں۔ تم بات کرتے ہو اس وقت جبکہ ہم بات کرتے ہیں اور تم خاموش ہوتے ہو اس وقت جبکہ ہم خاموش ہوتے ہیں۔ ہم خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ بخدا اللہ نے کسی کو ہمارے امور کی مخالفت کے متعلق کچھ نہیں دیا ہے۔

ابن شہر آشوب نے خدا کے اس قول مالک الملک یوتی الملک من تشاء کی تفسیر کے سلسلے میں روایت کی ہے یعنی خدا اپنی بادشاہی جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ معصوم کا ارشاد ہے کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

فرات بن ابراہیم نے اس آیت من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما۔ یعنی جس نے اللہ ورسول کی اطاعت کی پس اس کو عظیم کامیابی حاصل ہوئی کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس سے امیرالمومنین اور ان کے بعد والے اماموں کی ولایت کی اطاعت مراد ہے۔ تفسیر محمد بن العیاشی میں اس آیت قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم کی تفسیر کے سلسلہ میں امام موسیٰ کاظم سے روایت کی گئی ہے۔ یعنی اے محمد کہو کہ اے مسلمانوں اطاعت کرو خدا ورسول کی اگر منہ پھیریں اور انکار کریں تو رسول کو جو تبلیغ رسالت کی تکلیف دی گئی ہے پس وہ اسی کا ذمہ دار ہے اور تم پر وہ چیز فرض ہے کہ جس کی تم کو تکلیف دی گئی ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرو۔ امام نے فرمایا کہ فعلیہ ما حمل یعنی جس چیز کی اس کو تکلیف دی گئی ہے وہ اس پر فرض ہے کہ وہ نبی۔ اطاعت کرے۔ رسالت میں خیانت نہ کرے اور امت کی ایذا رسانی پر صبر کرے۔ اور تم پر فرض ہے کہ اس کی باتوں کو قبول کرو اپنے ان عہدوں کو پورا کرو جو اللہ نے تم سے علی کی امامت کے بارے میں لئے ہیں اور قرآن میں علی کی اطاعت کے واجب ہونے کو جو بیان کیا گیا ہے سو اس کی اطاعت کرو۔ وان تطیعوہ تھتدوا یعنی اگر تم لوگ علی کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ وما علی الرسول الا البلاغ۔ رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ حکم الٰہی تم تک پہنچا دیں۔

دسویں فصل

آیاتِ نور کی تاویل (کہ اس سے اہلبیتؑ مراد ہیں) کے بیان میں

اور اس بیان میں کہ اہل بیت ہی انوارِ ربانی ہیں

اور مسجد و نبوت کی تاویل کہ اس سے خانہائے اہل بیتؑ مراد ہیں

اور ظلمت سے ان کے دشمنوں کی تاویل کے بیان میں

پہلی آیت :- اللّٰہ نور السمٰوٰتِ والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکبٌ دریٌ یوقد من شجرۃٍ مبارکۃ زیتونۃٍ لا شرقیۃٍ ولا غربیۃٍ یکاد زیتھا یضیءُ ولو لم تمسسہ نار نورٌ علیٰ نور . یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاءُ ویضرب اللّٰہ الامثال للناس واللّٰہ بکل شیءٍ علیم (پ ۱۸ ع ۱۱ - س نور)

یہ آیت آیات متشابہات میں سے ہے اس کی تاویل میں بہت سی وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ آیت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم آسمانوں اور زمینوں کو نور وجود اور علم ہدایت اور کواکب کے انوار ظاہری سے منور کرنے والا ہے۔ اللہ کے نور کی مثل اور صفت مشکوٰۃ قندیل کی طرح ہے اور مشکوٰۃ وہ سوراخ یا مقام ہے جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ قندیل کے اندر ایک گولہ ہے کہ بتی اس کے اندر رکھتے ہیں اور اس مشکوٰۃ کے درمیان ایک چراغ ہو اور یہ چراغ بلور کے قندیل کے درمیان ہو اور وہ قندیل ایک روشن ستارے کی طرح چمکدار ہو یا ستارہ زہرا کی طرح روشن ہو۔ اور اس چراغ کو زیتون کے بابرکت درخت سے روشن کیا گیا ہو اور وہ درخت زیتون نہ مشرقی حدود سے محدود ہے اور نہ مغربی حد بندی میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں نہ اگا ہو کہ کبھی آفتاب اس پر چمکتا ہے اور کبھی نہیں۔ بلکہ کھلے میدان یا پہاڑ کی چوٹی پر ہو کہ آفتاب اس پر ہمیشہ چمکتا رہے۔ تاکہ

اس کا پھل بہترین اور تیل صاف شفاف ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ درخت مشرق و مغرب کی آبادی میں نہ ہو بلکہ دنیا کی آبادی کے بیچ میں ہو کہ وہ بلاد شام ہے جس کا زیتون بہترین ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایسی جگہ پیدا نہ ہوا ہو کہ جہاں ہمیشہ آفتاب چمکتا رہے تاکہ اس کو جلا نہ دے اور ایسی جگہ بھی نہ ہو کہ سورج اس جگہ بالکل نہ چمکے کہ کچا رہ جائے۔ بلکہ کبھی اس پر سورج چمکے اور کبھی نہ چمکے۔ قریب ہے کہ اس کا زیتون بغیر کسی آگ وغیرہ کے بھڑک اٹھے اور روشن ہو جائے اور اس کا نور، نور سے بلند اور برتر ہو اس لئے کہ چراغ کا نور اور شعاع زیتون کی صفائی اور قندیل کی چمک دمک سے دگنا ہو جاتا ہے اور چراغدان کے ضبط کرنے کی وجہ سے اس کا نور خدا اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ یہ مثالیں خدا انسانوں کے لئے بیان کرتا ہے اور خدا ہر چیز کا جاننے والا ہے اس آیت کی تاویل بہت سے وجوہ سے کی ہیں۔

اوّل: یہ کہ یہ مثال خدا نے اپنے رسولؐ کے متعلق دی ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد آنحضرتؐ کا سینہ حقیقت دفینہ ہے۔ زجاجہ سے مراد حضورؐ کا حکمت سے لبریز دل ہے اور مصباح سے مراد سرکار کی وہ نبوت ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ یعنی نہ یہودیت سے وابستہ ہے۔ اور نہ نصرانیت سے اس لئے کہ یہودی بجانب مغرب نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی طرف اور شجرہ سے مراد حضرت ابراہیم پیغمبر مراد ہیں اور قریب ہے کہ نور محمدؐ لوگوں پر ظاہر ہو جائے چاہے اس کے متعلق کچھ نہ کہا جائے۔

دوسری وجہ: مشکوٰۃ حضرت ابراہیمؑ ہیں زجاجہ حضرت اسماعیلؑ مصباح حضرت محمدؐ اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اس لئے کہ اکثر انبیاء انہی کے صلب سے ہیں اور شرقی و غربی نہ ہونے سے مراد ہے کہ نہ یہودی ہیں اور نہ نصرانی یکاد زیتہا یعنی قریب ہے کہ حضرت محمد کے محاسن بھی آنے سے پہلے ہی ظاہر ہو جائیں۔ نور علی نور یعنی نبوت نسل نبوت سے ہے۔

تیسری وجہ: مشکوٰۃ سے مراد عبدالمطلب ہیں۔ زجاجہ حضرت عبداللہ مصباح حضرت رسولؐ مقبول ہیں جو نہ شرقی ہیں نہ غربی بلکہ مکی ہیں جو دنیا کا وسطی حصہ ہے۔

چوتھی وجہ: یہ مثل خدا نے مرد مومن کے متعلق بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ مرد مومن کا نفس زجاجہ اس کا سینہ بے کینہ مصباح اس کا ایمان اور وہ قرآن جو اس کے دل میں ہے جو روشن ہوتا ہے۔ اس پاک

درخت سے جو خدائے تعالیٰ کے خلوص کا ہے۔ وہ درخت ہمیشہ اس طرح سرسبز و شاداب رہتا ہے جیسے وہ درخت ہو جس کے گرداگرد اور ہرے بھرے درخت ہوں اور سورج اس پر نہ طلوع ہونے کے وقت پڑتا ہے اور نہ غروب ہوتے وقت۔ اور مرد ایسا ہے کہ کسی قسم کے فتنہ و فساد اور مشکل اثر اس پر نہیں ہوتا پس وہ ہمیشہ ان چار صفتوں سے متصف رہتا ہے۔ (۱) اگر خدا اس کو دیتا ہے تو شکر کرتا ہے (۲) اگر کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے (۳) اگر وہ کہیں حاکم ہوتا ہے تو عدل و انصاف سے حکم کرتا ہے (۴) اور جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے۔ پس یہ مرد مومن دوسرے لوگوں کے مقابل زندہ ہے جو انسانوں کی مردہ قبروں کے درمیان چلتا پھرتا ہے (یعنی بدعمل اور بے ایمان لوگ چلتی پھرتی قبریں ہیں۔ کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں (ترجمہ اردو) نور علیٰ نور اس کا کلام نور ہے اور اس کا عمل بھی نور ہے اور قیامت میں اس کی بازگشت بھی نور ہی کی طرف ہے۔

پانچویں وجہ۔ خدا نے یہ مثل قرآن کے متعلق بیان کی ہے۔ مصباح قرآن مجید ہے زجاجہ مومن کا دل ہے۔ مشکوٰۃ مومن کا دہن اور زبان ہے۔ شجرہ مبارکہ وحی ہے۔ یکاد زیتہا یضیئ یعنی عنقریب قرآن کی دلیلیں واضح اور روشن ہو جائیں گی۔ چاہے وہ پڑھا نہ جائے۔ یا یہ کہ خدا کی حجتیں دنیا پر عنقریب روشن ہو جائیں گی۔ بغیر اس کے کہ اس میں غور و فکر کی جائے اور چاہے قرآن نازل نہ ہو۔ نور علیٰ نور یعنی قرآن ان تمام انوار پر نور ہے۔ جو اس سے پہلے موجود تھے۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ یعنی خدا اپنے دین و ایمان یا اپنے نبی و امام کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اس میں اور بھی تاویلیں کی گئی ہیں۔ مگر ان کا ذکر کرنا طوالت ہے۔ لیکن وہ احادیث جو اس آیت کی تاویل میں وارد ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مشکوٰۃ حضرت فاطمہؑ ہیں اور مصباح یہاں پر حضرت امام حسنؑ اور المصباح فی زجاجۃ یہ مصباح امام حسینؑ ہیں چونکہ دونوں ایک ہی نور سے ہیں لہٰذا دونوں کو مصباح سے تعبیر کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ زجاجہ سے مراد بھی حضرت فاطمہ زہرا ہیں۔ یعنی حضرت فاطمہ دُنیا کی عورتوں اور بہشت کی عورتوں میں ایک روشن ستارہ ہیں اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیم ہیں لا شرقیۃ الخ یعنی نہ یہودیت ہے اور نہ نصرانیت۔ یکاد زیتہا یضیئ یعنی قریب ہے کہ چشمہ علم اس (فاطمہ) سے اور اس کی ذریت سے ابل پڑے۔ نور علی نور یعنی ایک امام کے بعد دوسرا امام ہو گا۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی اللہ تعالیٰ جس کو مناسب سمجھتا ہے ائمہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ کلینی

اور فرات ابن ابراہیم نے بھی چند سندوں سے اس کو روایت کیا ہے۔

علامہ حلی نے کشف الحق میں۔ ابن البطریق نے کتاب عمدہ میں اور سید بن طاؤس نے طرائف میں ابن مغازلی شافعی سے قریب قریب اسی مضمون کو روایت کرکے کہا ہے کہ مشکوٰۃ فاطمہ ہیں اور مصباح حسن و حسین ہیں اور فاطمہ دین و دنیا کی عورتوں کے درمیان چمکتا ہوا ستارہ ہیں تا آخر روایت

مشبہ پر زیادہ توضیح: تشبیہ اور تطبیق ہونے کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم نبیوں کی جڑ اور خلاصہ تھے تو انبیا ان کی مثل شاخوں کے ہوئے اور ان شاخوں سے مختلف شاخیں حضرت اسحٰق کی نسل سے نبیوں اور وصیوں کی چوٹیں جو بنی اسرائیل ہیں۔ اور فرزندان اسمعیل میں بہترین حضرت رسول مقبول اور ان کے دہ اوصیا ہیں جن سے تینوں فرقوں یہود و نصاریٰ اور مسلمان کے اندر عظیم ترین انوار چمکے پس حضرت ابراہیمؑ ان شاخوں اور انوار کی وجہ سے بمنزلہ شجرہ زیتونہ ہیں چونکہ تحقق و ثمار شجرہ اور اس زیتونہ کے انوار کا نفوذ و سریان ہمارے نبی اور ان کے اہل بیت میں کامل تر اور بہت زیادہ تھا اس لئے کہ یہ حضرات انبیا و اوصیاء سے افضل اور ان کے لئے امت وسطہ و ائمہ وسطیٰ تھے اور ان کی شریعت۔ سیرت اور طریقت اعلیٰ ترین سیرت تھی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وکذالک جعلنا کم امۃً وسطاً۔ ائمہ کا وسط ہونا شریعتوں کا توسط ہے جیسا کہ یہود مغرب کی طرف نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف اور اس امت مسلمہ کا قبلہ یہود و نصاریٰ کے قبلوں کے درمیان قرار پایا۔ اسی طرح قصاص و دیت کا حکم ہے بلکہ تمام احکامات میں ان کو وسط قرار دیا گیا ہے۔ پس اللہ نے ان انوار عظیمہ کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی تشبیہ اس زیتونہ سے دی جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی یعنی حد اعتدال سے افراط و تفریط کی طرف منحرف نہ ہو جیسا کہ ...... یہود و نصاریٰ میں پایا جاتا ہے۔ شرقیہ سے نصاریٰ اور غربیہ سے یہود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے قبلوں کے اعتبار سے جو کہ مشرق و مغرب میں ہیں۔ ممکن ہے کہ آیۂ کریمہ میں زیتونہ سے مراد وہ شجرہ ہو جو وسط عالم میں ہو نہ مشرق میں ہو کہ سورج عصر کے وقت اس پر نہ پڑے اور نہ غرب عالم میں کہ سورج نکلتے وقت اس پر نہ چمکے پس اس طرح تشبیہ کامل تر و تمام تر ہو جاتی ہے اور زیتونہ سے مراد مشبہ میں مادۂ بعیدہ اس کا دہ علم ہے جو امامت اور خلافت کے لئے ہوتا ہے جس کی پیدائش اور انبعاث حضرت ابراہیم ہیں جیسا کہ خدا نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا ہے انی جاعلک للناس اماماً۔ جو ان کی پاک ذریت میں سرایت

کر گیا۔ زیت سے مراد وحی و الہام کا مواد غریبہ ہے اور زیت کی چمک اور ضو فشانی سے مراد علم کا پھیلاؤ اور چشمہ ہائے حکمت کا جاری ہونا ہے۔ ولولم تمسسہ نار سے مراد نار وحی یا تعلیم بشر یا سوال ہے اس لئے کہ سوال بھی آتش علم کو بھڑکا دیتا ہے۔ نور علیٰ نور کی تاویل ایک امام کے بعد دوسرے امام کا ہونا ہے اس لئے کہ ایک امام کے بعد جب دوسرا امام آتا ہے وہ علم و حکمت الٰہی کے انوار کو روشن کرتا ہے۔ اس طرح جس طرح ہم نے بیان کیا۔ اس تاویل کی متانت اور خوبی روز روشن کی طرح نمایاں ہے۔

دوم: ابن بابویہ نے توحید و معانی الاخبار میں بسند معتبر فضیل ابن یسار سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے اللہ نور السموات والارض کے متعلق پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح ہے کہ خدائے تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور اور روشنی ہے۔

راوی: میں نے کہا۔ کہ مثل نورہ؟

امام نے فرمایا کہ اس کا نور محمد ہیں

راوی: میں نے کہا کہ کمشکوٰۃ ۔ امام نے فرمایا سینۂ بے کینہ حضرت محمد ہے۔

راوی: میں نے کہا کہ فیہا مصباح

امام: یعنی اس میں نور علم ہے یعنی پیغمبری

راوی: المصباح فی زجاجۃ

امام: محمد کا علم علی کے دل میں منتقل ہو گیا۔

راوی: کانہا ۔ امام: کانہا تم پڑھتے ہو

راوی: ہم کس طرح پڑھتے ہیں۔

امام: کانہا کوکب دری

راوی: یوقد من شجرۃ مبارکۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ

امام: یہ علی ابن ابی طالب کی تعریف و توصیف ہے کہ وہ نہ یہودی ہے اور نہ نصرانی

راوی: یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ نار

امام: یعنی قریب ہے کہ علم عالم آل محمد کے دہان مبارک سے ظاہر ہو۔ قبل اس کے کہ اس سے سوال کیا جائے یا قبل اس کے کہ بذریعہ الہام اس پر یہ علم ظاہر کیا گیا ہو۔

راوی: نور علی نور

امام: امام کے بعد امام

مترجم گوید: قرائت کا نہ قرائت شاذ میں نقل نہیں کی ہے اور اس کی ضمیر کا مذکر ہونا باعتبار خبر یا اس کی تاویل نہ جاجۃ یا خود زجاجۃ کی وجہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ قرائت اہل بیت میں نہیں ہوگا۔

بصائر اور اختصاص میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ مثل نورہ نور محمد ہے فیہا مصباح، مصباح علم ہے۔ المصباح فی زجاجۃ امیر المومنینؑ ہیں کہ رسول خدا کا علم ان کے پاس ہے۔

فرات نے اپنی تفسیر میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح یعنی علم سینہ مبارک رسول خدا میں ہے اور زجاجۃ سینہ ہے کہ جناب امیرؑ ہے یوقد من شجرۃ مبارکۃ نور علم ہے لا شرقیۃ ولا غربیۃ یعنی آل ابراہیم سے محمد کی طرف آیا اور محمد سے علی کی طرف پہنچا۔ نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ یعنی نہ یہودی ہے اور نہ نصرانی۔ یکاد زیتہا یضیء یعنی قریب ہے کہ آل محمد کا عالم اپنے علم سے سوال کرنے سے پہلے بول اٹھے کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے روایت کی گئی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لکھ کر مشکوٰۃ کے معنی پوچھے گئے تو حضرت نے لکھ بھیجا کہ مشکوٰۃ محمد کا دل ہے

توحید میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ یعنی نور علم سینۂ پیغمبرؐ میں ہے المصباح فی زجاجۃ، زجاجہ علی کا سینہ ہے جس میں علم پیغمبرؐ ہے کہ پیغمبرؐ نے تمام علوم ان کو سکھا دیئے ہیں۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ نور علم ہے۔ لا شرقیۃ ولا غربیۃ نہ یہودی ہے اور نہ نصرانی یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار یعنی قریب ہے کہ آل محمد کا عالم اپنے علم و معلومات کی بنا پر سوال کرنے سے پہلے بات کرے۔ نور علی نور یعنی ہر ایک امام کی نور علم و حکمت سے تائید کی گئی ہے اور ان اماموں کا سلسلہ ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک اور یہ وہ اوصیا ہیں جن کو خدا نے اپنی زمین پر اپنا خلیفہ اور مخلوقات پر حجت قرار دیا ہے اور کسی زمانہ میں زمین ان سے خالی نہیں رہ سکتی۔

کافی میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسول مقبولؐ کے پاس جو علوم تھے وہ آنحضرتؐ نے اپنے وصی کے پاس ودیعت کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول اللہ نور السموات والارض کے معنی یہ ہیں۔ خدا کہتا ہے کہ میں زمین و آسمان والوں کا ہدایت کرنے والا ہوں۔ مثل اس علم کے کہ جو میں نے اس عطا کیا ہے اور وہ نور جس کے ذریعے سے مخلوقات ہدایت پاتی ہے مثل اس مشکوٰۃ کے ہے کہ جس میں مصباح ہو۔ پس مشکوٰۃ دل محمدؐ ہے اور مصباح وہ نور علم ہے جو اس قلب کے اندر ہے اور خدا کا یہ قول المصباح فی زجاجۃ یعنی محمدؐ کو اپنی طرف لئے جاتا ہوں اور وہ علم جو اس کے پاس ہے اس کے وصی کے پاس چھوڑے دیتا ہوں۔ جس طرح چراغ کو شیشہ کے قندیل میں رکھتے ہیں کانھا کوکب دری یعنی اس کے وصی علی ابن ابی طالب کی فضیلت ہے یوقد من شجرۃ مبارکۃ شجرہ مبارکہ کی مراد ابراہیم کی جڑ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید اور خدا نے فرمایا ہے کہ ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحًا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔ لا شرقیۃ ولا غربیۃ۔ یعنی نہ تم یہودی ہو کہ مغرب کی جانب نماز پڑھو اور نہ نصرانی ہو کہ مشرق کی طرف نماز ادا کرو بلکہ تم ملت و دین حنیف ابراہیم پر ہو۔ حقتعالیٰ کہتا ہے ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین یعنی ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی، بلکہ ان غلط اور باطل دینوں کو چھوڑ کر دین حق کے پابند مسلمان تھے وہ ہرگز مشرک نہیں تھے۔ خدا کا یہ قول یکاد زیتھا یضیی تا آخر آیت سے یہ مراد ہے کہ تمہاری وہ اولاد جو تم سے متولد ہو گی مثل زیت کے ہے جو زیتون سے حاصل کیا جاتا ہے قریب ہے کہ وہ تکلم کریں علم نبوتی سے چاہے ان پر ملک نازل نہ ہو

سوم۔ علی ابن ابراہیم اور فرات نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جندب نے امام رضاؑ کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میں اب پیر ضعیف اور بہت سی قوتوں میں عاجز ہو چکا ہوں میں آپ پر قربان آپ کوئی ایسی چیز تعلیم فرمائیں جس سے خدا کی قربت اور میرا علم و فہم زیادہ ہو جائے امام نے اس کی طرف لکھا کہ میں تمہاری طرف نامہ بھیج رہا ہوں کہ اس کو سمجھ کر پڑھو اور جان لو کہ اس میں شفا ہے اس شخص کے لئے جس کو خدا شفا دینا چاہے اور ہدایت ہے اس شخص کے لئے جس کو خدا ہدایت دینا چاہے یہ بہت پڑھا کرو: بسم اللہ الرحمن الرحیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی

العظیم۔ حضرت علی ابن الحسین نے کہا کہ تحقیق کہ محمد اللہ کی زمین پر اللہ کے امین تھے۔ جب اللہ نے محمد کو دنیا سے اٹھا لیا تو ہم اہلبیت خدا کی زمین پر اللہ کے امین ہیں۔ ہمارے پاس لوگوں کی مصیبت موت اور عرب کے نسب کا علم ہے۔ ہم کو علم ہے کہ کون اسلام پر پیدا ہوا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کون مومن ہے اور کون منافق ہے۔ ہمارے پاس ہمارے شیعوں اور ان کے ابا کے نام لکھے ہوئے ہیں خدا نے ہم سے اور ہمارے شیعوں سے عہد لیا ہوا ہے جہاں ہم وارد ہوتے ہیں وہیں ہمارے شیعہ وارد ہوتے ہیں اور جہاں ہم داخل ہوتے ہیں وہاں ہمارے شیعہ داخل ہوتے ہیں۔ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے سوا کوئی اور ملت ابراہیم پر نہیں ہے۔ قیامت کے روز ہم نور پیغمبر سے روشنی حاصل کریں گے اور پیغمبر نور خدا سے تمسک کریں گے اور ہمارے شیعہ ہمارے نور سے تمسک کریں گے۔ جو ہم سے جدا ہے وہ ہلاک ہے جس نے ہماری پیروی کی اس نے نجات پائی۔ اور جو شخص ہماری ولایت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ہماری پیروی کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اور ہم اس کی ہدایت کرنے والے ہیں جو ہم کو نہ چاہے وہ ہم سے نہیں ہے اور جو ہم سے نہیں ہے اس کو اسلام سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ نے دین کو ہمارے ذریعے سے شروع کیا ہے اور ہمارے ہی ذریعے اس کو ختم کیا ہے۔ ہماری برکت سے اللہ تمہاری روزی زمین سے اگاتا اور آسمان سے بارش برساتا ہے۔ خدا تم کو ہماری برکت سے دریا میں غرق ہونے، زمین میں دھنس جانے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری زندگی میں تمہاری قبروں میں، میدان حشر میں۔ صراط پر، میزان پر اور جنت میں داخل ہونے کے وقت ہماری وجہ سے نفع بخشے گا۔ ہماری مثال اللہ کی کتاب میں مشکوٰۃ جیسی ہے اور مشکوٰۃ قندیل میں ہے۔ پس ہم وہ مشکوٰۃ ہیں جس میں مصباح ہے اور مصباح محمد ہے اور مصباح زجاجہ میں ہے۔ کہ جس کی ظاہری غرض آنحضرتؐ ہیں اور روایت قرات میں ہے کہ امام نے کہا ہم وہ زجاجہ ہیں جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے۔ یعنی امام کے نسب شریف میں کوئی عیب نہیں ہے کہ کبھی مشرق کی طرف نسبت دی اور کبھی مغرب کی طرف یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ نار میں نار سے مراد قرآن ہے۔ نور علی نور یعنی ایک امام کے بعد دوسرا امام یہدی اللہ لنورہ من یشاء میں نور علی ابن ابیطالب کی ذات مقدس ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اس کو ہماری ولایت کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ خدا پر لازم ہے کہ ہمارے ولی اور ہمارے شیعوں کو اس طرح قیامت میں مبعوث کرے کہ ان کا چہرہ منور ہو اس کی برہان واضح اور اس کی محبت اللہ کے نزدیک عظیم ہو اور میدان حشر میں ہمارا دشمن اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ

ہوگا اور اس کی محبت باطل ہوگی۔ خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دوست کو نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی قرار دے اور یہ بہترین رفیق ہیں۔ خدا پر لازم ہے کہ ہمارے دشمن کو شیطان اور کافروں کا ساتھی قرار دے اور یہ بہت برے ساتھی ہیں۔ ہمارے شہید کو تمام شہداء پر فضیلت حاصل ہے اور ہمارے شیعوں کے شہید کو تمام شہداء پر سات درجہ فضیلت حاصل ہے۔ ہم نجیب ہیں ہم انبیاء اوصیاء کی اولاد ہیں ہم وہ ہیں جو کتاب خدا میں مخصوص ہیں۔ ہم کو نبی سے دوسروں کے مقابلہ میں اولویت حاصل ہے۔ ہم وہ ہیں کہ خدا نے اپنے دین کو ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے۔ ارشاد قدرت ہے شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصّینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین۔ یعنی اللہ نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا ہے جس کی نوح کو ہم نے وصیت کی تھی اور اے محمد جس کی تم پر ہم نے وحی کی ہے اور جس کی ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو وصیت کی تھی کہ دین کو قائم رکھیں۔ ولا تتفرقوا فیہ اور اس میں متفرق مت ہو۔ حضرت نے فرمایا یعنی کہ جماعت محمد پر رہو (الگ الگ جماعتیں نہ بناؤ) کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ یعنی یہ کہ جن لوگوں نے علی کی ولایت میں شرک کیا ہے ان کے لئے وہ چیزیں بہت بھاری اور دشوار ہیں جو تم ان کے سامنے علی کی ولایت کے سلسلے میں بیان کرتے ہو۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاءُ ویھدی الیہ من یشاءُ ویھدی الیہ من ینیب یعنی کہ خدا چن لیتا ہے اپنے لئے جس کو چاہتا ہے اور خدا اپنی طرف ہدایت کرتا ہے اس شخص کی جو علی ابن ابیطالب کی ولایت کے سلسلہ میں تمہاری باتوں پر لبیک کہتا ہے۔

محمد بن العیاش نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے فرمایا کہ ہماری مثال کتاب خدا میں مشکوٰۃ جیسی ہے اور مشکوٰۃ وہ سوراخ ہے جس میں چراغ رکھتے ہیں اور چراغ زجاجہ میں ہے اور زجاجہ محمدؐ ہیں کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ علی ابن ابیطالب ہیں۔ نورٌ علیٰ نور قرآن ہے۔ یھدی اللہ لنورہٖ من یشاء یعنی خدا ہدایت کرتا ہے ہماری ولایت کی طرف جس کو چاہتا ہے۔

چہارم: علی ابن ابراہیم نے حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر نے اس آیت اللہ نور السموٰت والارض کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ نے ابتدا کی اپنے نور سے جس طرح اللہ کی

ہدایت مومن کے دل میں پیدا ہوتی ہے کمشکوٰۃ فیہا مصباح مشکوٰۃ اندرون مومن ہے اور قندیل اس کا دل ہے اور مصباح وہ نور ہے جو خدا نے مومن کے دل میں پیدا کیا ہے۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ مومن کا درخت ہے لا شرقیۃ ولا غربیۃ یعنی پہاڑ کے درمیان ہو نہ شرقی ہو کر وقت غروب اس پہ آفتاب نہ چمکے اور نہ غربی ہو کر وقت طلوع آفتاب اس پر نہ پڑے۔ بلکہ طلوع و غروب کے وقت اور ہر وقت اس پہ چمکے یکاد زیتہا یضیٓء یعنی نزدیک ہے کہ وہ نور جو مومن کے دل میں خدا نے پیدا کیا ہے روشنی بخشے۔ چاہے وہ نہ بولے۔ نورٌ علیٰ نور یعنی ایک فرض کے بعد دوسرا فرض اور سنت و مستحب کے بعد دوسرا مستحب و سنت ہے یہدی اللہ لنورہٖ من یشاء یعنی خدا اپنے فرائض و مستحبات کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ویضرب اللہ الامثال للناس۔ یہ وہ مثال ہے جو اللہ نے مومن کے لئے بیان کی ہے پس ہر مومن پانچ نوروں میں گھرا رہتا ہے اور اس کے ہر کام میں نورؑ ہے اس کا باہر جانا نورؒ ہے۔ اس کی گفتگو نورؓ ہے۔ اس کا علم نورؔ ہے مومن کا قیامت کے روز جنت جانا نورؐ ہے۔

راوی نے امام جعفر صادق سے کہا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ خدا کے نور کی مثال ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کیا کہیں خدا کی مثل بھی ہوتی ہے فلا تضربوا للہ الامثال یعنی خدا کے لئے مثل نہ بیان کرو۔

دوسری آیت: قال اللہ تعالیٰ (من نورہٖ) فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیہم اللہ احسن ما عملوا ویزیدہم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ط (پ ۱۸ ع ۱۱ س نور)

یہ آیہ مبارکہ سابقہ آیت تشبیہ کا تتمہ ہے۔ یعنی یہ چراغ ہدایت و انوار امامت و خلافت ان چند گھروں میں روشن ہوتا ہے جن کے متعلق خدا نے اجازت دی ہے اور مقرر کر دیا ہے کہ ان کو بنانے اور تعظیم و تکریم کرنے میں بلند کریں۔ یا ان خانہائے آباد کی قدر و منزلت پہچانیں اور ان کی امامت و خلافت کا اعتقاد کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ مسجد زمین پر خدا کا وہ گھر ہے جو اہل آسمان کو اس طرح روشنی دیتا ہے جس طرح ستارے اہل زمین کو روشنی دیتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان گھروں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کے گھر ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت پھر ارشاد ہے رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت۔ شیخ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ اذن اللہ ان ترفع سے مراد انبیاء اور اوصیاء مطلق کے گھر ہیں اور ان کے رفع کرنے کا مقصد ان کی تعظیم کرنا۔ نجاست کو ان سے دور رکھنا اور ان کو گناہ و نافرمانی سے پاک رکھنا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رفع سے مراد یہ ہے کہ ان میں بیٹھ کر اللہ سے اپنے حوائج طلب کرو۔ یذکر فیھا اسمہ یعنی ان میں خدا کا ذکر ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ ان میں تلاوت قرآن پاک ہوتی ہے یا اسمائے حسنٰی ہائے خدا کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال۔ یعنی ان گھروں میں صبح شام تسبیح و تقدیس الٰہی ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے نماز پڑھنا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کو ان صفات سے منزہ رکھنا کہ جن صفات سے اس کو متصف کرنا جائز نہیں ہے اور متصف کرنا ان صفات سے جو اس کے لائق و مناسب ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے تمام افعال صحیح اور حکمت آمیز ہوتے ہیں۔

پھر ان لوگوں کا بیان ہے جو تسبیح کرتے ہیں کہ وہ کون ہیں کہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی وہ لوگ جن کو خرید و فروخت اور تجارت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہے بلکہ وہ نماز کو قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار اس عبادت کے باوجود اس دن کے خوف سے ڈرتے ہیں جس دن دل و دیدہ متغیر ہو جائیں گے تاکہ خدا ان کو ان کے عمل کی بہترین جزا دے۔ اور خدا اپنے فضل سے ان کی جزا زیادہ کرتا ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے اس کو بے حساب روزی دیتا ہے۔ عامہ اور خاصہ کی احادیث میں انس ابن مالک اور بریدہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو ایک مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسولؐ اللہ یہ کون سے گھر ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ پیغمبروں کے گھر ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر اٹھے اور علیؑ و فاطمہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا یہ گھر بھی ان گھروں میں سے ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں یہ گھر ان تمام گھروں سے بہترین ہے (تفسیر در منثور ج ۵ صفہ ۵

سطر ۳۰ مطبوعہ مصر (تفسیر ثعلبی مترجم باردو)

شاذان نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں میں مسجد میں تھا کہ کسی نے اس آیت کو پڑھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کونسے گھر مراد ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ پیغمبروں کے گھر ہیں اور اپنے ہاتھ سے فاطمہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

محمد بن العیاش نے بسند معتبر محمد بن الفضیل سے روایت کی ہے کہ اس نے امام موسیٰ کاظم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ اس سے مراد محمدؐ رسول اللہ کے گھر ہیں جن میں علی کا گھر بھی شامل ہے۔

دوسری روایت میں انہی حضرت موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ اس سے خانہائے آل محمد مراد ہیں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و حمزہؓ اور جعفرؓ۔

راوی: میں نے کہا کہ بالغدو والآصال امام نے فرمایا کہ نماز کو اس کے فضیلت کے وقت پر ادا کرنا۔ پس ان لوگوں کی اس طرح تعریف کی گئی ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ یعنی آل محمد وہ رجال ہیں جن کے ساتھ دوسروں کو نہ ملانا چاہیئے۔ پھر خدا کہتا ہے لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا و یزیدھم من فضلہ اس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو مخصوص طریقہ سے ان کو دی گئی ہیں۔ جیسے ان کی محبت و اطاعت کا واجب ہونا۔ ان پر درود و سلام ہونا اور ان کی بازگشت جنت کی طرف ہونا۔

کلینی نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ قتادہ بصری امام محمد باقر کی خدمت میں آیا تو امام نے اس سے پوچھا کہ تم ہی اہل بصرہ کے فقیہہ ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا اے قتادہ افسوس ہے تمہارے اوپر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو پیدا کر کے اس کو اپنی مخلوقات پر حجت قرار دیا وہ لوگ زمین کی اس طرح میخیں ہیں جس طرح پہاڑ وہ ہمیشہ امر الٰہی کے پابند رہتے ہیں اور وہ اپنے علم کے سبب نجیب و شریف ہیں۔ اللہ نے ان کو مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے برگزیدہ کر لیا ہے اور عرش الٰہی کے داہنی جانب اجسام لطیفہ کی شکل میں تھے۔ یہ سن کر قتادہ بڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔ بخدا میں فقہا میں بیٹھا ہوں اور ابن عباس کے پاس رہا ہوں۔ مگر ان میں سے کسی کے پاس رہ کر میرے دل پر ایسا رعب و اثر نہیں پڑا جیسا کہ آپ کی خدمت میں میرا دل مضطرب ہوا۔ حضرت نے فرمایا جانتے ہو کہاں بیٹھے ہو ان آباد گھر کے سامنے بیٹھے ہو کہ جس کے متعلق خدا فرماتا ہے اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ

الی آخرہ" اور ہم وہ گروہ ہیں جس کا اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے۔ قتادہ نے کہا بخدا آپ نے بالکل سچ کہا۔ اللہ مجھ کو آپ پر قربان کرے۔ یہ گھر مٹی اور پتھر کا نہیں ہے۔ یعنی یہ آباد گھر عزت و شرافت کا گھر ہے۔

کلینی نے امام جعفر صادق سے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ اس سے مراد خانہائے پیغمبراں ہیں۔ خصال میں امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے خاندانوں میں سے چار خاندانوں کو منتخب کیا ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے ان اللہ اصطفٰی ادم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین

احتجاج میں روایت ہے کہ ابن کوا نے جناب امیرؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورھا ولکن البر من اتقی و اتوا البیوت من ابوابھا (پ۲ع ۸ بقرہ) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ کوئی بھلائی کی بات نہیں ہے کہ تم گھروں میں پچھواڑے سے پھاند کر آؤ۔ بلکہ نیکی اس شخص کیلئے ہے جو پرہیزگار ہو اور گھروں میں دروازوں سے آئے۔ حضرت امیر نے فرمایا ہم ہیں وہ گھر جنہیں دروازوں سے آنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور ہم خدا کی بارگاہ اور وہ گھر ہیں کہ جن کے ذریعے سے خدا تک رسائی ہوتی ہے۔ پس جو شخص ہماری اطاعت کرے اور ہماری ولایت و امامت کا اقرار کرے وہ ان گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا ہے اور جو شخص ہماری مخالفت کرے اور دوسروں کو ہم پر فضیلت دے وہ گھروں میں پیچھے سے آیا ہے۔

مترجم گوید: ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے نور ہدایت و نبوت و امامت و خلافت کو خانہائے آبادہ میں روشن و منور کیا ہے جو آدمؑ کے زمانہ سے حضرت ابراہیمؑ تک دست بدست دیا جاتا رہا ہے اور حضرت ابراہیم کے بعد آباء طاہرین کے ذریعہ حضرت رسالت پناہ پر منتہی ہوا اور یہاں سے آنحضرتؐ کے اوصیاء کرام میں منتقل ہوا۔ اور خدا نے مقدر و معین کر دیا ہے کہ یہ خانۂ آبادہ ہمیشہ مشہور و معروف رہے اور محل خلافت و امامت ہو اور ان کے نور علم سے عالم منور ہوتا ہے اور ان کے گھر اور منزلیں ان کی زندگی لائق تعظیم و تکریم رہیں اور ان گھروں میں اللہ کے معارف حاصل کرنے اور دین مبین کی شریعتوں کو لینے کے لئے آنا چاہیئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کی مقدس تربتوں کی عظمت کرنا چاہیئے اور ان کو نجاست و کثافت سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اور ان کے خانۂ آبادہ کی تعظیم و تکریم کیلئے ان کی

اطاعت کو واجب سمجھنا چاہیئے۔ اور ان کی متابعت سے منہ نہ موڑنا چاہیئے۔

تیسری اور چوتھی آیت: والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئاً و وجد اللہ عندہ فوفٰہ حسابہ واللہ سریع الحساب او کظلمات فی بحرٍ لجیٍ یغشٰہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض۔ اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور (پ ۱۸ ع ۱۱۔ س نور)

چونکہ آیات ماسبق میں دو آیتیں کافروں کی تمثیل کے سلسلہ میں ہیں جو ان کی ضد و مخالف میں خدا بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ و رسول سے کفر کیا ہے ان کے اعمال میدان کے اس چمکتے ہوئے ریت کی طرح ہیں جو دور سے پیاسے کو پانی معلوم ہو رہا ہو اور جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس کو کچھ حاصل نہ ہو۔ لیں وہ عذاب الٰہی کو اپنے پاس پاتا ہے۔ خدا نے اس کا پورا پورا بدلہ دے دیا اور خدا تو بہت جلد حساب کرنے والا ہے یا ان کافروں کی مثال اس تاریکی جیسی ہے جو گہرے سمندر میں ہو جس کے اوپر لہر پر لہر ہو اور اس لہر پر دل کے دل کالے بادل اس طرح چھائے ہوں کہ اگر وہ اپنا ہاتھ جو ظاہر ترین اعضا ہے نکالے تو نہ دیکھ سکے۔ پس جس شخص کو اللہ نے خود ہی ہدایت کی روشنی نہ دی ہو تو اس کے لئے کہیں کوئی نور ہے ہی نہیں

ابن ماہیار نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے الذین کفروا سے مراد بنی امیہ اور ظمآن سے مراد تشنہ لب وہ سردار ہے جو بنی امیہ کو سراب کی طرف لئے جا رہا تھا کہ یہ پانی ہے لیکن جب اس کے قریب پہنچے تو سوائے عذاب الٰہی کے اور کچھ نہیں دیکھا

علی بن ابراہیم کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے۔ ظلمات سے بعض اصحاب کا فتنہ مراد ہے و یغشاہ موج من فوقہ موج سے بھی فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔ ظلمات بعضھا فوق بعض سے معاویہ اور تمام بنی امیہ کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس وقت مومن ان فتنوں کی تاریکی میں ہاتھ باہر لاتا ہے تو نہیں دیکھ سکتا و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور۔ یعنی جس شخص کے لئے خدا نے بنی فاطمہ سے کوئی امام قرار نہیں دیا ہے۔ پس اس کا قیامت میں کوئی ایسا امام نہیں ہوگا کہ جس کے نور سے راستہ طے کرے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد قدرت

ے نورھم یسعٰی بین ایدیھم و بایمانھم۔ یعنی مومنین کے آئمہ قیامت میں اس طرح ہوں گے
ان کا نور آگے آگے اور دائیں جانب جلوہ ریز ہوگا تاکہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں ان کے مقامات
اور درجات میں پہنچادیں۔

کلینی نے بھی بسند صحیح ہوتی کچھ معمولی اختلاف کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی کہ ظلمات فی بحر لجی سے بعض اصحاب
کی طرف اشارہ ہے من فوقہ موج سے جنگ جمل و صفین اور نہروان والوں کی طرف اشارہ ہے
من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض بنی امیہ ہیں اذا اخرج یدہٗ لم یکد یراھا
یعنی ان لوگوں کے فتنوں کے اندھیرے ہیں جب امیرالمومنین اپنا ہاتھ چلاتے تھے تو کچھ نظر نہیں آتا
تھا۔ یعنی اگر صلاح نیک اور حکمت آمیز گفتگو ان کے سامنے رکھتے تھے تو یہ لوگ اس کو قبول نہیں کرتے
تھے۔ البتہ جس شخص نے آپ کی ولایت و امامت کا اقرار کیا ہوا تھا وہ اس سے فائدہ اٹھاتا تھا)۔
ومن لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فما لہٗ من نور) یعنی جس شخص کے لئے اللہ نے دنیا میں کوئی امام ہی
مقرر نہ کیا ہو پس اس شخص کے لئے آخرت میں کوئی نور نہیں۔ یعنی اس کا کوئی ایسا امام نہیں جو اسس کو
جنت کی طرف رہنمائی کرے۔ (یعنی یہ لوگ ایسے امام کو نہیں مانتے جس کو اللہ نے معین و مقرر کیا ہے
بلکہ ایسے اماموں کو مانتے ہیں جن کو خود بناتے ہیں تو اب اللہ کا کہنا ٹھیک ہے کہ اللہ نے ان کا کوئی
ایسا امام مقرر نہیں کیا ہے۔ بلکہ خود انہوں نے اپنا امام مقرر کیا ہے۔ اور وہ امام ان کو جنت کی طرف
رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ راہ ہائے جنت سے ناواقف ہے (مترجم باردو)

پانچویں آیت: فآمنوا باللہ ورسولہٖ والنور الذی انزلنا۔ (پ ۲۸۔ س تغابن۔ ع ۱)
پس ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ
اس آیت میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔

کلینی۔ علی ابن ابراہیم اور دیگر مفسرین نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے
کہ امام نے فرمایا کہ بخدا اس آیت میں نور سے مراد آل محمد کے آئمہ مراد ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے
بخدا یہی وہ نور خدا ہیں جو اللہ نے بھیجا ہے۔ بخدا یہی وہ نور خدا ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ بخدا انوار امام
مومنین کے دل میں آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ بخدا اللہ تعالیٰ مومنین کے دلوں کو منور کرتا ہے اور جس کو

اللہ چاہتا ہے ائمہ کے نور سے محروم رکھتا ہے۔ پس ان کے دل تاریک ہو جاتے ہیں۔ بخدا کوئی بندہ ہم کو دوست نہیں رکھتا اور ہماری ولایت کو اختیار نہیں کرتا مگر وہی کہ جس کے دل کو اللہ نے پاک کیا ہے اور خدا بندہ کو پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہماری اطاعت نہ کرے اور ہمارے ساتھ مقام سالمہ میں نہ ہو اور جب بندہ ہمارا مطیع ہو جاتا ہے تو خدا اس کو حساب کتاب سے محفوظ رکھتا ہے اور قیامت کے عظیم ہول سے بچاتا ہے۔

مترجم گوید: اس تاویل کی بنا پر نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی پاک روحوں کو ان کے پاک و پاکیزہ جسموں میں داخل کرتا ہے یا پھر مقصد یہ ہے کہ ان کی نورانیت اور روحانیت کے بعد جو انتہائی قرب کا مقام ہے وہاں سے تبلیغ رسالت، ہدایت خلق کے لئے اور ان کے ساتھ بود و باش اختیار کرنے کے لئے آنا نازل ہونے کے برابر ہے۔ کہ بلند مرتبہ سے پست مرتبہ کی طرف نازل ہوئے۔ جس طرح خدائے تعالیٰ کہتا ہے انا انزلنا الیکم ذکرا رسولا یا اس اعتبار سے کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ کے انوار مقدسہ کو آدم کے صلب میں ساکن کر دیا یا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ان کی ولایت و محبت کو رسول پر نازل کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نور سے مراد قرآن ہو اور اس کا اطلاق ائمہ پر اس اعتبار سے ہو کہ جو ہم نے قرآن ناطق کے بیان میں ذکر کیا ہے (یعنی ائمہ کے قلبہائے مبارک ظرف قرآن ہیں۔ لہذا خدا نے کہا کہ اس قرآن پر ایمان لاؤ جو قرآن حقیقی یعنی ظرف قرآن ہیں) اور ائمہ طاہرین قرآن حقیقی اور حافظ و حامل و مفسر کتاب ہیں اور قرآن کا اکثر حصہ بحسب بطون ان کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اسی وجہ سے نور کی تاویل ائمہ سے کی گئی ہے۔ اور وجوہات میں یہ ظاہر وجہ ہے۔ اس آیت کی تاویل میں اسکی وجہ اور روایتیں ہیں جن میں سے بعض کا مذکور ہو گا۔

چھٹی آیت: الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون (پ ۹ ع ۹ س اعراف)

خداوند عالم ان مومنین متقین کی تعریف و توصیف کے سلسلے میں فرماتا ہے کہ جن کے لئے رحمت

مخصوص کر دی ہے۔ وہ رسول امی کی پیروی کرتے ہیں (جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا یا ام القریٰ مکہ کا رہنے والا تھا) وہ پیغمبر کہ جس کی تعریف و توصیف اپنے نزدیک توریت و انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں اور وہ رسول ایسا ہے جو لوگوں کو بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے اور پاک و پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور خراب و نجس چیزوں کو حرام کرتا ہے اور سخت احکامات یا عہد و پیمان کا بوجھ جو ان کے اوپر پڑا ہوا تھا اس کو کم کرتا ہے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے۔ اس کی تعظیم کی۔ اس کی مدد کی۔ اور اس نور کی پیروی کی جو رسول کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ یہی لوگ رستگار اور فلاح یافتہ ہیں۔ اکثر مفسرین نے نور کی تفسیر قرآن سے کی ہے

کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد امیر المومنین اور ائمہ علیہم السلام ہیں۔ علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نور سے مراد علیؑ ہیں۔ پس اللہ نے رسولؐ کے متعلق پیغمبروں سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو آنحضرت کے متعلق خبر دے دیں اور اس کی مدد کریں پس رسولوں نے قول سے مدد کی اور اپنی امتوں کو اس کا حکم کیا اور عنقریب رجعت میں رسولؐ خدا اور دیگر انبیاء دنیا میں واپس آکر رسولؐ کی مدد کریں گے۔

بسند صحیح و معتبر عیاشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

مترجم گوید: آیۂ نور جو ہمارے بیان کے سلسلہ کی پانچویں آیت ہے اس کی توجیہات کی تمام وجہیں یہاں جاری ہو سکتی ہیں۔ اس کی شان نزول سے بہت مناسبت رکھتی ہے اور تیسری اور پانچویں وجہ اس اعتبار سے کہ اول میں نبوت نازل ہوئی تو ولایت بھی اسی کے ساتھ نازل ہوئی۔

ساتویں آیت: یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (پ ۲۸ ع ۹۔ س صف)

یعنی دشمنان دین کوشش کرتے ہیں کہ خدا کے نور کو بجھا دیں اور اپنے باطل قول سے اس کو دبا دیں اس شخص کی طرح جیسے کوئی سورج کو اپنی پھونک سے بجھانا چاہے۔ حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔ چاہے کافروں کو کتنا ہی برا معلوم ہو۔

کلینی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے امام سے اس آیت

کی تفسیر پوچھی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے ولایت امیرالمومنینؑ کو دبانے کی کوشش کی اپنی اپنی تقریروں سے۔ لیکن خدا اپنی امانت کو تمام کر کے رہے گا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے الذین امنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔ یہاں نور سے مراد امامت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کے بعد والی آیت ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ سے کیا مراد ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اپنے وصی علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کا حکم دیا ہے اور ولایت دین حق ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے جبکہ قائم آل محمد کا ظہور ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا اپنے نور کو ولایت قائم کے ساتھ تمام کرے گا۔ ولوکرہ الکافرون بولایۃ علی ابن ابیطالب۔ یعنی کافر چاہے علی کی ولایت کو نہ مانیں (مگر خدا اس کو آخری حد تک پہنچا کر رہے گا) لوگوں نے پوچھا کیا آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی امام نے فرمایا ہاں۔

علی بن ابراہیم نے اس آیت واللہ متم نورہ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ خدا قائم آل رسولؐ سے اپنے نور کو تمام کرے گا جبکہ وہ ظہور کریں گے۔ اور خدا تمام ادیان پر اس کو اس طرح غالب کرے گا کہ کسی مقام پر غیر خدا کی عبادت نہیں ہوگی جیسا کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا ظہور قائم سے زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اکمال الدین میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ خدا کی زمین کبھی ایسی دانا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی جو حق کی مردہ باتوں کو زندہ کرے۔ اس کے بعد امام نے یہ آیت پڑھی یریدون لیطفئوا نور اللہ تا آخر آیت۔

محمد بن العیاش نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو بخدا اگر تم سب دین حق اور ولایت اہل بیت سے ہاتھ اٹھا لو۔ مگر خدا ہاتھ نہیں اٹھائے گا یعنی خدا ایک ایسے گروہ کو پیدا کرے گا جو اس دین کو اختیار کریں یا قائم آل محمد کو ظاہر کرے گا کہ تمام مخلوق کو اس دین میں لے آئے۔

جناب امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت پیغمبرؐ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ خدا نے تمام اہل زمین پر نظر انتخاب ڈالی اور سب میں مجھ کو منتخب فرما لیا۔ پھر نظر ڈالی تو علی کو منتخب

لیا۔ جو میرا بھائی۔ وزیر۔ وصی۔ وارث اور میرا خلیفہ ہے۔ میری امت پر اور میرے بعد ہر مومن کا ولی و امام ہے۔ جس شخص نے اس سے دوستی کی اس نے خدا سے دوستی کی اور جس شخص نے علیؑ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی۔ جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص اس کو دشمن رکھتا ہے خدا اس کو دشمن رکھتا ہے۔ بخدا علیؑ کو مومن ہی دوست رکھے گا اور اس کو دشمن نہیں رکھے گا۔ مگر کافر۔ علی میرے بعد نور زمین ہے۔ علی زمین کا رکن ہے اور وہ کلمہ تقویٰ اور عروۃ الوثقیٰ ہے کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے (یہ کہہ کر حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو میری یہ باتیں حاضرین غائبین کو پہنچا دینا۔ اے خدا میں ان پر تجھ کو گواہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر تیسری مرتبہ نظر کی اہل زمین پر اور میرے اور علیؑ کے بعد گیارہ اماموں کو منتخب فرمایا جو یکے بعد دیگرے امام ہوتے رہیں گے کہ ان میں سے اگر ایک دنیا سے اٹھے گا تو دوسرا اس کا قائم مقام ہو گا۔ ان اماموں کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے کہ اگر ایک ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ طلوع ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کے لیے ہادی ہیں جو خود ہدایت یافتہ ہیں ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا مگر وہی جو ان کے ساتھ مکر کرے اور ان کی مدد نہ کرے۔ یہ خدا کی زمین پر خدا کی حجت ہیں اور مخلوق خدا پر گواہ ہیں جو ان کی اطاعت کرے گا اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی معصیت کی یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ قرآن سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچیں۔

آٹھویں آیت: یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم (سورۂ حدید ۲۸)

مفسرین نے کہا ہے کہ اے خدا کی توحید پر ایمان لانے والی اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تصدیق کرنے والی جماعت خدا کے عذاب سے ڈر اور خدا کے رسول پر ایمان لا یا ظاہراً خدا و رسول پر ایمان لانے والو دل سے خدا اور رسول پر ایمان لاؤ تاکہ خدا تم کو اپنی رحمت کے دو حصے عطا کرے اور تمہارے لئے ایک نور مقرر کرے جس سے تم قیامت میں راہ چل سکو۔ بعض کا کہنا ہے کہ نور

سے مراد قرآن ہے اور خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا۔ خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

کلینی ابن ماہیار اور دوسرے حضرات نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ کفلین سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں ویجعل لکم نورا تمشون بہ سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے امام کے بعد امام مقرر کیا ہے تاکہ تم اس کی پیروی کرو۔

ابن ماہیار نے ایک دوسری سند سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کفلین سے مراد حسنینؑ ہیں ویجعل لکم نورا تمشون بہ یعنی اس امام کی پیروی کرو جو عادل ہے اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

جابر انصاری سے بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ کفلین حسنینؑ ہیں اور نور علیؑ ہے۔ فرات نے بھی ابن عباس سے اس مضمون کو نقل کیا ہے۔

حضرت محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ کفلین سے مراد حسنینؑ ہیں اس کے بعد فرمایا کہ خدا جس کو عزت دے یا ہمارے شیعوں میں قرار دے اس کو دنیا کی کوئی بلا ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ چاہے وہ مال دنیا سے کچھ نہ رکھتا ہو یہاں تک کہ گھاس کھا کر بسر کرتا ہو۔

مترجم گوید: رحمت سے مراد یا تو رحمت اخروی ہے یا دنیاوی اور چونکہ امام خدا کی رحمتوں اور نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت و رحمت ہے۔ اپنے بندوں پر ان احادیث میں دو رحمتوں کا ذکر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہر زمانہ کے امام ناطق اور امام صامت دونوں ہوں اور ان دو معصوموں (حسنؑ و حسینؑ) کا تذکرہ تمثیلاً بیان کیا گیا ہو کہ یہ حضرات آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفلین سے مراد دین و دنیا کی نعمت مراد ہو اور چونکہ امام حسنؑ نے صلح کر کے امت مسلمہ کو خونریزی سے بچا لیا لہٰذا آپ دنیاوی عظیم نعمت ہوئے اور امام حسینؑ کی وجہ سے آپ کے اصحاب کو شہادت کے بعد بلند درجات حاصل ہوئے لہٰذا آپ آخرت کی بڑی نعمت ہوئے اسی وجہ سے روایت میں تمشون کا لفظ جو آیا ہے اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد روحانی مشی ہو جس سے عقلی مراتب کمالات اور اخروی درجات حاصل ہوتے ہیں۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ مشی در قیامت مراد ہو جیسا کہ آیہ یسعیٰ نورھم میں ذکر ہوتا ہے۔

نویں اور دسویں آیت : یوم تری المومنین والمومنات یسعیٰ نورهم بین ایدیهم وبایمانهم بشریکم الیوم جنٰت تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ذالک هو الفوز العظیم ط یوم یقول المنافقون والمنفقٰت للذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً فضرب بینهم بسور له باب باطنه فیه الرحمة وظاهره من قبله العذاب ینادونهم الم نکن معکم قالوا بلیٰ ولٰکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتیٰ جاء امر الله وغرکم بالله الغرور فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة ولا من الذین کفروا مأوٰکم النار هی مولٰکم وبئس المصیر ط (س حدید ع ۱۸ پ ۲۷)

یعنی اس دن جبکہ مومنین و مومنات کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی جانب چلتا ہوگا۔ تو فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم کو ایسی جنت کی بشارت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اب تم اس میں ہمیشہ رہو یہ ہے عظیم کامیابی۔ اسی دن منافق مرد اور عورتیں ایمان والوں سے کہیں گی۔ کہ ہمارا انتظار کرو یا ہماری طرف دیکھو کہ ہم بھی تمہارے نور سے نور حاصل کرلیں۔ ان کو جواب دیا جائیگا کہ پیچھے پلٹ کر دنیا میں جاؤ اور نیکیاں کرکے نور حاصل کرو یا صحرائے محشر میں جاؤ یا جہاں چاہو چلو۔ ہم سے تم کو کچھ نہیں ملے گا۔ پس مومنین و منافقین کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا کہ جس سے مومنین اس دیوار میں داخل ہوں گے۔ اس کے اندر خدا کی رحمت ہی رحمت ہوگی یعنی بہشت اور اس کے باہر عذاب ہی عذاب یعنی جہنم ہوگا۔ یہ حال دیکھ کر منافقین مومنین کو پکار کر کہیں گے کہ کیا دار دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ مومنین کہیں گے کہ ہاں تم ہمارے ساتھ تو تھے مگر تم کو تمہارے نفسوں نے دھوکہ دیا تھا کہ مومنین کے لئے بلاؤں اور مصیبتوں کے انتظار میں رہا کرتے تھے اور دین کے معاملہ میں شک کرتے تھے۔ تم کو تمہاری خواہشوں نے فریب دیا۔ یہاں تک کہ حکم الٰہی یعنی موت آگئی اور شیطان نے تم کو خدا کی طرف سے غافل کر دیا یا دنیا کی محبت نے خدا کی طرف سے غافل کردیا۔ پس آج نہ تم سے اور نہ کافروں سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا لہٰذا تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارے لئے یہی مناسب مقام ہے اور یہ کیسی بری بازگشت ہے۔ دوسرے

مقام پر ارشاد ہے یاایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنات تجری من تحتہا الانہار یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورہم یسعیٰ بین ایدیہم وبایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علیٰ کل شیئ قدیر۔ (س تحریم۔ پ ۲۸۔ ع ۲۰)

یعنی اے ایمان لانے والو خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرو کہ پھر اس گناہ کا ارتکاب کرنا شاید تمہارا خدا تم پر نظر کر کے تمہارے گناہ معاف کر دے اور تم کو ان بہشتوں میں داخل کرے کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ خدا اس دن (قیامت) میں رسولؐ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا اور ان کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی جانب چلتا ہوگا۔ اور وہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے خدا ہمارے لئے ہمارے نور کو تمام کر دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت نورہم یسعیٰ بین ایدیہم کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مومنوں کے امام ان کے نور میں جو ان کے سامنے اور داہنی جانب سے کوشش کرتے ہوں گے کہ ان کو لے جا کر جنت میں ان کے مقامات پر پہنچا دیں۔

تفسیر فرات میں حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ میں نے امام سے اس آیت یوم تری المومنین والمومنات یسعیٰ نورہم کی تفسیر پوچھی تو امامؑ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یہ نور امام مومنین ہے جو قیامت میں اس وقت ان کے آگے آگے چلتا ہوگا جبکہ خدا ان کو اجازت دے گا کہ جنات عدن میں اپنے اپنے مقام پر جاؤ اور مومنین ان کے پیچھے پیچھے ہوں گے یہاں تک کہ امام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں۔ لیکن خدا کا یہ قول وبایمانہم پس تم لوگ قیامت میں دامن آل محمد پکڑ کر ان کا وسیلہ اختیار کرو گے اور آل محمد حسنؑ و حسینؑ کا دامن پکڑیں گے اور حسنؑ و حسینؑ امیر المومنین کا دامن پکڑیں گے اور امیر المومنین رسولؐ خدا کا دامن پکڑیں گے۔ یہاں تک کہ آنحضرت کے ساتھ جنت عدن میں داخل ہوں۔ پس اللہ کے اس قول بشریٰکم الیوم جنت کی تفسیر یہی ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سے ہمارے شیعوں کو ملحق کر دے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت انظرونا نقتبس من نورکم کے سلسلے میں روایت ہے کہ پروردگار عالم منافقین کے لئے نور تقسیم کرتا ہے۔ پس ان کے الٹے پاؤں کے انگوٹھے میں نور پیدا ہوگا جو فوراً ہی برطرف ہو جائے گا۔ یہ حالت دیکھ کر مومنین کہیں گے کہ خدایا ہمارے نور کو مکمل فرما۔

علی ابن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ قیامت میں جس کے اندر نور ہوگا اسی کو نجات ہوگی اور ہر مومن نور رکھتا ہوگا۔

اس آیت نورھم یسعیٰ بین ایدیھم کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ خدا قیامت میں لوگوں کے درمیان نور تقسیم کرے گا۔ ان کے ایمان کے اعتبار سے اور منافقوں میں بھی نور تقسیم ہوگا۔ پس ان کا نور انگوٹھے کے الٹے پیر میں ظاہر ہوگا جو فوراً ہی غائب ہو جائے گا۔ یہ حال دیکھ کر منافقین مومنین سے کہیں گے کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرو تاکہ تمہارے نور سے ہم بھی کچھ حاصل کر لیں۔ پس مومنین کہیں گے کہ جاؤ پیچھے پلٹ جاؤ اور نور طلب کرو۔ منافقین یہ سن کر پلٹ جائیں گے اور ان کے پیچھے ایک دیوار کھینچ دی جائے گی تو منافقین پس دیوار سے مومنین کو پکار کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے تو مومنین کہیں گے کہ ہاں تم ہمارے ساتھ تو تھے مگر تم کو تمہارے نفسوں نے دھوکا دیا کہ گناہ کرتے رہے اور دین میں شک کیا اور انتظار کرتے تھے کہ مومنین پر مصیبت آئے۔ فالیوم لا یوخذ منکم فدیۃ۔ بخدا اس سے یہود و نصاریٰ مراد نہیں ہیں بلکہ اہل قبلہ مراد ہیں ھی مولاکم یعنی تمہارے لئے جہنم ہی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت امیرؑ کے خطبہ غدیریہ میں مذکور ہے کہ اے لوگو اسی چیز کے حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ جس سے خدا کی بخشش تم کو حاصل ہو قبل اس کے کہ تمہارے سامنے وہ دیوار حائل ہو کہ جس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہاری آواز نہ سنے اور تم گریہ کرو اور کوئی تمہارے گریہ کی پروا نہ کرے۔

کتاب خصال میں روایت ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ قیامت میں میری امت کے پانچ علم ہوں گے۔ پہلا علم اس امت سے حضرت ابوبکر کا ہوگا۔ دوسرا علم اس امت سے حضرت

حضرت عمر کا علم ہوگا۔ تیسرا علم حضرت عثمان کا علم ہوگا۔ چوتھا علم معاویہ کا ہوگا اور اے علی پانچواں علم تیرا ہوگا۔ جس کے پیچھے مومنین ہوں گے اور تم ان کے امام ہوگے۔ پہلے چار علم والوں کو ندا آئیگی کہ تم پیچھے جاؤ اور نور طلب کرو۔ پس ان کے درمیان دیوار کھینچ دی جائے گی کہ جس میں ایک درگاہ ہوگی۔ کہ جس کے اندر رحمت ہے جو میرے دوستوں اور غلاموں کے لئے ہے اور وہ جماعت جس نے میرے ساتھ رہ کر گروہ باغیہ سے قتال کیا ہے اور راہ راست سے ہٹ جانے والوں سے جہاد کیا ہے وہ درگاہ رحمت میرے شیعوں کے لئے ہے۔ پس شیعوں کو یہ ندا کریں گے کہ آیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے آخر دانعات تک۔ اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا کہ ہمارے شیعہ اور میری امت محمدؐ کے حوض پر وارد ہوں گے۔ میرے ہاتھ میں درخت کا عصا ہوگا جس سے میں اپنے دشمنوں کو اس طرح ہنکاؤں گا جس طرح لاوارث اونٹ کو اس کے حوض سے ہنکایا جاتا ہے۔

خصال میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی گئی ہے کہ میں ایک روز امیرالمومنین کے ساتھ حضرت رسول مقبولؐ کی خدمت میں تھا کہ حضور نے فرمایا اے علی خدا نے تیرے دوستوں اور شیعوں کو سات خصلتیں عطا کی ہیں (۱) مرنے کے وقت ہمدردی و مدارات (۲) وحشت قبر کے وقت اطمینان (۳) اندھیرے میں نور کا عطا ہونا (۴) قیامت کے خوف و ہراس میں امن ملنا (۵) اعمال تولنے کے وقت عدل و انصاف (۶) صراط مستقیم سے گزرنا (۷) سب لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی نورهم يسعىٰ بين ايديهم وبايمانهم۔

گیارھویں آیت: الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات الى النور والذين كفروا اولياؤهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمات (س آل عمران پ ع ۲)

یعنی خدا اس گروہ کا ولی، دوست اور متولی امر ہے کہ جو ایمان لایا ہے۔ ان کو خدا تاریکی، کفر و ضلالت، جہالت سے نکال کر نور ایمان و ہدایت علم کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کا دوست اور مددگار طاغوت یعنی شیطان ہے جو اہل کفر و ضلالت کا پیشوا ہے جو ان کو نور ایمان، ہدایت و علم سے نکال کر کفر و ضلالت کے اندھیرے میں لے جاتا ہے یا نور براہین تعینیہ سے نکال کر شک و شبہ کے اندھیرے میں ڈال دیتا ہے۔

تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد آل محمد ہیں

ظلمت سے مراد ان کے دشمن ہیں۔

حضرت صادق سے روایت کی گئی ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان اماموں پر ایمان لائے گا جو خدا کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں، چاہے اس کے اعمال میں کچھ کمزوری ہو۔ خدا اس کو قیامت کے اندھیرے سے نکال کر عفو اور بخشش کے نور کی طرف لا کر جنت میں داخل کرے گا۔ اور جن لوگوں نے ان ائمہ برحق سے کفر کیا اور ان لوگوں کو امام مانا جو خدا کی طرف سے مقرر نہیں ہیں ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے اعمال میں کتنا ہی زہد و پرہیز گاری برتی ہو۔

کلینی نے بسند معتبر ابن ابی یعفور سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں عرض کیا کہ میں لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہوں مجھے اس گروہ پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو آپ کی ولایت نہیں رکھتے، بلکہ یہ لوگ امین، وفادار اور بڑے سچے بنتے ہیں۔ لیکن وہ گروہ جو آپ کی ولایت کا قائل ہے مگر امانت نہیں رکھتا ہے وفا ہے اور راستی کو بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر امام سنبھل کر بیٹھے اور بغصہ کی حالت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہے اس امام جابر کی ولایت کے ساتھ جس کو خدا نے معین نہیں کیا ہے وہ بے دین ہے اور اس شخص کا کوئی گناہ نہیں ہے جو اس امام عادل کو مانتا ہے جس کو خدا نے منصوب کیا ہے۔

راوی: میں نے تعجب سے کہا کہ اس کا دین نہیں اور اس پر عتاب نہیں۔ امام نے فرمایا کہ ہاں کیا تو نے خدا کا یہ قول نہیں سنا اللہ ولی الذین آمنو یخرجھم من الظلمت الی النور یعنی خدا ان کو گناہوں کے اندھیرے سے نکال کر توبہ اور معافی کے نور کی طرف لائے گا۔ اس وجہ سے کہ انہیں اس امام عادل پر اعتقاد ہے جس کو خدا نے معین کیا ہے۔ اور امام نے فرمایا ہے کہ والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات

راوی: میں نے عرض کیا کہ الذین کفروا سے کافر مراد نہیں ہیں؟

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کافروں کے پاس کونسا نور ہے کہ جس سے باہر نکال کر ظلمات کی طرف لے جائیں گے بلکہ اس سے وہ جماعت مراد ہے کہ جو نور اسلام پر تو تھے مگر چونکہ ہر اس امام جابر کی ولایت قبول کی کہ جس کو خدا نے معین نہیں کیا ہے۔ اس ولایت ہی کی وجہ سے نور اسلام سے ظلمات کی طرف چلے گئے۔ بس خدا نے ان پر آتش جہنم کو واجب کر دیا۔ پس یہی لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

شیخ طوسی نے مجالس میں جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے اس آیت کو ہم فیہا خالدون تک پڑھا تو لوگوں نے پوچھا کہ اصحاب نار کون لوگ ہیں۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے بعد علی سے جنگ کرے وہ سب جہنم کی آگ میں کافروں کے ساتھ جلیں گے اس لئے کہ یہ لوگ حق آجانے کے بعد حق کے منکر ہو گئے۔

بارھویں آیت: یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا به فسیدخلہم فی رحمۃ منہ وفضل ویہدیہم الیہ صراطاً مستقیماً (پ ۶ ع ۴۲ س نساء)

اے گروہ مردم! بیشک خدا کی جانب سے تمہاری طرف برہان آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایسا نور بھیج دیا جو ظاہر کرنے والا ہے۔ پس وہ لوگ جو خدا پر ایمان لاتے ہیں اور خدا ہی پر ہاتھ ڈال رکھا ہے۔ پس عنقریب خدا ان کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنے صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت کرے گا۔ یعنی وہ سیدھا راستہ جو دنیا میں اسلام و ایمان اور اس کی اطاعت کا ہے اور آخرت میں بہشت کا راستہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ مفسرین میں سے بعض نے برہان سے مراد معجزہ لیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دین ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ہیں اور مفسرین کہتے ہیں کہ نور سے مراد قرآن ہے اور کتاب تاویل الآیات میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ برہان سے مراد حضرت پیغمبر اور نور سے مراد جناب امیرالمومنینؑ ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ نور امامت امیرالمومنینؑ ہیں اور والذین امنوا باللہ واعتصموا به سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جنہوں نے جناب امیر اور دیگر گیارہ ائمہ کی ولایت سے تمسک کیا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ برہان حضرت محمدؐ ہیں اور نور و صراط مستقیم علیؑ ہیں۔

تیرھویں آیت: من کان میتاً فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی به فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منہا کذلک زین للکافرین ما کانوا یعملون۔ (پ ۸ ع ۲ س انعام)

یعنی وہ شخص کہ جو مردہ (کافر) ہو اس کو ہم زندہ کرینگے کہ اس کی ایمان کی طرف ہدایت کرینگے اور اس کے لئے ایک ایسا نور مقرر کرینگے کہ جس سے وہ لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے۔

بعض مفسرین نے نور سے مراد علم و حکمت لی ہے۔ بعض نے قرآن مراد لیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نور سے ایمان مراد ہے۔ اس شخص کی طرح جس کی مثال اور صفت ایسی ہے کہ کفر و ضلالت اور جہالت کی تاریکیوں میں ایسا پھنسا ہوا ہے کہ ان سے نکل نہیں سکتا۔ کافروں کے اعمال ایسے ہی زینت دیے گئے ہیں۔ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ وجعلنا له نورا کی تفسیر وہ نور امامت ہے کہ جس کی وہ اقتدا کرتا ہے کمن مثله فی الظلمات سے وہ شخص مراد ہے کہ جو امام کو نہ پہچانتا ہو۔ بسند معتبر دوسری روایت کی گئی ہے کہ جب خدا نے حضرت آدم کو پیدا کرنا چاہا جمعہ کے روز پہلی ساعت میں حضرت جبرئیل کو بھیجا کہ انہوں نے سیدھے ہاتھ سے ساتویں آسمان سے لے کر پہلے آسمان تک ایک مٹھی بھری اور بائیں ہاتھ سے زمین کے پہلے طبقہ سے لے کر ساتویں طبقہ تک مٹھی بھری تو خدا نے خطاب کیا کہ تیرے سیدھے ہاتھ میں جو ہے اس سے انبیاء، اوصیاء صدیق، مومن اور سعادت مند پیدا کروں گا اور جو تیرے الٹے ہاتھ میں ہے اس سے جابر، مشرک، کافر اور شقی پیدا کروں گا۔ اس کے بعد ان دونوں طینتوں کو ملا دیا جو ولایت کے موقع پر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی یعنی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے باہر لاتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ وہ زندہ جو مردہ سے باہر لایا جاتا ہے وہ مومن ہے جس کو کافر کی طینت سے باہر لاتا ہے اور وہ مردہ جو زندہ سے باہر لایا جاتا ہے۔ وہ کافر ہے جس کو کافر کی طینت سے الگ کیا جاتا ہے۔ پس زندہ مومن ہے اور مردہ کافر ہے اور یہی معنی ہیں خدا کے اس قول کے۔ من کان میتا فاحییناہ پس اس کے مردہ ہونے کا مقصد یہ ہے کہ مومن کی طینت کافر کی طینت سے مل گئی ہے اور اس کی زندگی یہ ہے کہ خدا مومن کی طینت کو کافر کی طینت سے اپنی قدرت کاملہ سے جدا کرتا ہے۔ اسی طرح خداوند عالم مومن کو وقت ولادت کافر کی طینت ظلمت سے باہر لاتا ہے۔ جبکہ وہ اس میں داخل ہو چکی ہوتی ہے نور کی طرف اور کافر کو نور سے جو طینت مومن ہے ظلمت کفر کی طرف لاتا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے لتنذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین۔ یعنی خدا نے پیغمبر کو بھیجا تاکہ زندہ یعنی مومن کو ڈرائے اور کافروں پر عذاب کا وعدہ سچا ہو جائے یا ان پر حجت تمام ہو جائے۔

عیاشی نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ میت سے وہ شخص مراد ہے

جو ہمارے امر امامت کو نہ جانے اور اس کے زندہ ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ امامت کی معرفت حاصل ہو گئی اور نور سے مراد علی ابن ابیطالب ہیں اور یہ کہ اس کی مثال یہ ہے کہ ظلمت میں ہے۔ اس سے وہ مخلوق مراد ہے جو کچھ نہیں جانتی اور اپنے امام کو نہیں پہچانتی یہ کہہ کر آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ ابن شہر آشوب نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی روایت کی ہے۔

علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ اومن کان میتاً یعنی حق سے جاہل ہو جائے۔ فاحییناہ یعنی اس کی حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں وجعلنا لہ نوراً یعنی اس کے لئے نور ولایت مقرر کرتے ہیں۔ کمن مثلہ فی الظلمت یعنی ولایت آئمہ کے بارے میں ناحق پر ہوں۔

چودہویں آیت: ولمن دخل بیتی مومناً وللمومنین والمومنات ولا تزد الظلمین الا تبارا۔ (س نوح۔ پ ۲۹۔ ع ۱۰)

اے میرے خدا مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ان کو جو با ایمان میرے گھر میں داخل ہوں ان کو اور مومنین و مومنات کو بخش دے اور ظالمین کیلئے ہلاکت پر ہلاکت زیادہ کر۔

علی ابن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس بیت سے مراد بیت ولایت ہے۔ جو شخص داخل ولایت ہو گیا وہ نبیوں کے گھر میں داخل ہو گیا۔

مترجم گوید: گھر سے معنوی گھر مراد ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے یعنی ہمیشہ آباد رہنے والا عزت و کرامت اور اسلام و ایمان کا گھر پس جو شخص ان کی (اہل بیت کی) ولایت اختیار کرے وہ ان کے آباد گھر میں داخل ہو گیا اور ان سے ملحق ہو گیا۔ پس شیعہ جو ان کی ولایت کے قائل ہیں اس گھر میں داخل ہیں اور حضرت نوح کی دعا میں شامل ہیں۔

شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ گھر سے مراد یا تو حضرت نوح کا گھر ہے یا مسجد یا کشتی اور بعض کہتے ہیں کہ اس گھر سے مراد خانہ محمد ہے اور مومنین سے مراد یا تو سب مومن ہیں یا امت محمدیہ کے مومن مراد ہیں۔

پندرھویں آیت: وہ احادیث ہیں کہ جن میں مسجد کی تاویل اہل بیت اور ان کے گھر سے کی گئی ہے۔ کلینی اور ابن ماہیار نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے اس آیت کی تاویل کے سلسلہ میں کہ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً۔ یعنی مسجد خدا کا گھر ہے اس میں کسی اور کو مت پکارو امام نے فرمایا کہ مسجد سے مراد اوصیاء ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ مساجد ائمہ ہیں۔

ابن اسباط نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ مساجد سے مراد اوصیا اور ائمہ مراد ہیں جو ایک کے بعد دوسرا امام ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ جو شخص ان کے غیر کی طرف بلاتا ہے وہ گویا ایسے ہے کہ اس نے دوسرے خدا کی طرف دعوت دی

مترجم گوید: مفسرین نے مساجد کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے جو اس آیت میں لفظ مساجد آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مکانات و مقامات ہیں۔ جو عبادت خدا کے لئے بنائے جاتے ہیں اور یہی بعض احادیث میں بھی وارد ہوا ہے لیکن بہت سی حدیثیں جو جناب امیر امام جعفر صادق اور امام محمد تقی سے مروی ہیں۔ ان میں مساجد سے مراد جسم انسانی کے وہ سات عضو ہیں جن پر سجدہ واجب ہے۔ پیشانی۔ ہاتھ کی دونوں ہتھیلی۔ گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے لیکن وہ تاویل جو احادیث میں وارد ہوئی ہے اس کی یہ چند وجہیں ہیں۔

اول یہ کہ ان کے گھروں سے مراد زندگی میں گھر ہوں اور بعد وفات ان کے روضہ ہائے مقدس ہوں اس وجہ کی بنا پر ممکن ہے کہ مراد تمام بقعہ ہائے مشرف ہوں اور کسی ایک فرد کے ذکر سے مراد یہ ہو کہ تمام فردوں میں اشرف ہے۔

دوم آنکہ معنوی گھر مراد ہوں جیسا کہ سابقاً ذکر ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اضافت تقدیری ہو اس لئے اہل مساجد حقیقتاً یہی حضرات ہیں۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے و اقیموا عند کل مسجد اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے چہروں کو ہر مسجد یا نماز کی جگہ یا وقت نماز جھکا رکھو۔ امام نے فرمایا عند کل آئمہ ہر امام کے سامنے

مترجم گوید: ممکن ہے کہ مسجد سے مراد آئمہ کے گھر ہوں جس سے مراد یہ ہو کہ ان کی زندگی کے زمانہ میں ان کے گھروں کی طرف رجوع کرو ان سے علوم دین حاصل کرنے کے لئے اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہنا۔ یا مسجد سے مراد اہل مسجد ہوں اس لئے کہ اہل مساجد ہی خدا کی مسجدوں کو آباد کرنے والے ہیں۔ یا ممکن ہے مراد ان کو مجازاً مسجد کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کے نزدیک انکساری کرو اور ان کی تعظیم کرو۔ اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ہر

نماز کے وقت یا مطلقاً قبلہ کی طرف منہ رکھا کرو۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے اس آیت خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ہر مسجد کے نزدیک زینت کرو امام نے فرمایا کہ اس سے آئمہ مراد ہیں۔ اس حدیث کی چند توجیہہ ہو سکتی ہیں۔

اول آنکہ مسجد کی تفسیر سے آئمہ طاہرین کے روشن گھر اور معطر مشاہد مراد ہوں۔

دوم آنکہ یہ مراد ہو کہ آیت کا خطاب ان کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آیت جمعہ و عیدین کے لئے مخصوص ہے۔ دوسروں کے مقابلہ میں ان پر حاضر ہونا مقدم ہے۔

سوم آنکہ مراد یہ ہو کہ زینت کی تاویل روایت سے کی جائے۔ جیسا کہ بعض احادیث سے بھی ظاہر ہے۔ لیکن بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کے وقت بہترین لباس پہننا اور بعض احادیث میں خوشبو لگانا اور بعض میں نماز کے وقت کنگھی کرنا مراد ہے مگر حقیر کی خاطر قاصر میں ان احادیث کے جمع کی یہ صورت ہے کہ اس سے عام زینت روحانی اور جسمانی مراد ہے اور روایت اشرف و افضل ترین زینتہائے روحانی ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر بھی ہے اور حدیث میں جو راوی کے فہم اور اس کے حال کے مطابق ہو اس کو بیان کر دیا گیا۔

گیارھویں فصل

اس بیان میں کہ آئمہ مخلوقات کے گواہ ہیں اور بندوں کے اعمال ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں

آیات یہ ہیں:-

۱- وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً۔ (پ ۲- ع ۱- س بقر)

۲- فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیداً
(پ ۵- ع ۳- س نساء)

۳۔ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون وتردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ (پ ۱۱ ع ۱ س توبہ)

۴۔ ویوم نبعث فی کل امۃٍ شہیداً علیھم من انفسہم وجئنا بک شہیداً علی ھؤلاء (پ ۱۴ ع ۱۸ س نحل)

۵۔ ونزعنا من کل امۃٍ شہیداً فقلنا ھاتوا برھانکم فعلموا ان الحق للہ وضل عنہم ما کانوا یفترون۔ (پ ۲۰ ع ۱۰ س قصص)

۶۔ وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شہیداً علیکم وتکونوا شہداء علی الناس۔ (پ ۱۷ ع ۱۷ س حج)

۷۔ واشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق وھم لا یظلمون (پ ۲۴ ع ۴ س زمر)

۸۔ ویقول الاشہاد ھؤلاء الذین کذبوا علی ربہم الا لعنۃ اللہ علی الظالمین (پ ۱۲ ع ۲ س ھود)

۹۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ (پ ۱۲ ع ۲ س ھود)

۱۰۔ وجاءت کل نفس معھا سائق وشہید۔ (پ ۲۶ ع ۱۶ س ق)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم نے تم کو اس طرح امت وسط یعنی امت عدل یا متوسط درمیان افراط و تفریط قرار دیا ہے جیسا کہ سابق مذکور ہوا۔ یا یہ کہ تم کو بہترین امت قرار دیا گیا۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں گے۔[1]

شیخ طبرسی کہتے ہیں ان کے گواہ ہونے کے متعلق تین قول ہیں پہلا یہ کہ یہ حضرات لوگوں کے ان اعمال کے گواہ ہیں جو ان کے خلاف کئے ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں میں جیسا کہ خدا کہتا ہے وجیٔ بالنبیین۔ دوسرے یہ کہ مراد یہ ہو کہ تم حجت رہو لوگوں پر اور ان کے سامنے حق و دین

---

[1] اے رسول کیا حال ہوگا اس وقت تمہارا جبکہ ہم امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور تم کو ان گواہوں پر گواہ بنائیں گے۔

بیان کرے اور رسول تم پر گواہ ہو یعنی رسول تمہارے لئے دین کو بیان کرے تیسرے یہ کہ یہ حضرات نبیوں کی گواہی دیں گے۔ ان کی امتوں کے متعلق کہ انبیاء نے تبلیغ رسالت کی اور امتوں نے جھٹلایا اور رسولؐ کا گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کا گواہ یا ان پر حجت ہے یا رسول قیامت میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔ اس طرح علیکم یعنی لکم ہوں گے۔

مترجم گوید: بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ اس آیت میں آئمہ سے خطاب ہے۔ اور یہی مخلوقات پر گواہ ہیں۔ ان احادیث کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:۔

اوّل یہ کہ یہ خطاب مخصوص آئمہ سے ہو اور امت سے مراد یہ ہوں جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی وکذالک جعلناکم آئمۃ وسطا۔ دوسرے یہ کہ یہ خطاب تمام امت سے ہو اور آئمہ اس میں داخل ہیں۔ پس آئمہ کا یہ فرمانا کہ امت وسط ہم ہیں اس سے یہ مطلب ہو کہ ہماری وجہ سے یہ امت اس صفت سے متصف ہوئی۔

کلینی و صفار ابن شہر آشوب اور عیاشی نے بسند ہائے بسیار معتبر امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا کہ امت وسط ہم ہیں اور مخلوقات پر گواہ ہم ہیں اور زمین پر خدا کی حجت ہم ہیں۔

فرات نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے اس کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہم اہل بیت میں سے ہر زمانہ میں ایک گواہ اور شہید ہے۔ علیؑ اپنے زمانہ کے گواہ ہیں حسنؑ اپنے زمانہ کے ہر وہ امام جو لوگوں کو حق کی دعوت دے وہ اپنے زمانہ کا گواہ ہے۔

بصائر میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ امام نے فرمایا کہ امت وسط یعنی اہل آئمہ ہیں جو لوگوں پر گواہ ہیں اور رسول آئمہ پر گواہ ہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں کے پاس جو حلال و حرام ہے یا جو کچھ احکام الٰہی سے انہوں نے ضائع کر دیا ہے ہم اس کے گواہ ہیں۔

کافی اور بصائر میں جناب امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے ہم کو برائیوں سے پاک کیا ہے اور گناہوں سے معصوم کیا ہے اور ہم کو اپنی مخلوق پر گواہ قرار دیا ہے اور ہم اس کی زمین پر حجت خدا ہیں ہم کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ قرار دیا ہے۔ ہم قرآن سے جدا نہیں ہوں گے اور قرآن

ہم سے جدا نہیں ہوگا۔

عیاشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہم اوسط ہیں اور ہم وہ بہترین فرش و مسند ہیں جو صدر مجلس میں بچھائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً۔ غلو کرنے والا ہماری طرف پلٹے گا اور تقصیر کرنے والا ہم سے ملحق ہوگا۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام اس آیت وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً کی تلاوت فرما کر فرماتے کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اس آیت میں گواہوں سے مراد جمیع اہل قبلہ ہیں۔ اس وجہ سے کہ خدا کو یکتا جانتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں جن لوگوں کی گواہی ایک صاع خرمے پر قبول نہیں کی جاتی۔ خداوند عالم قیامت میں اس کی گواہی قبول کرے گا جبکہ تمام امتوں کا مجمع ہوگا ایسا نہیں ہے۔ خدا نے جمیع اہل قبلہ مراد نہیں لئے ہیں بلکہ اس سے وہ امت مراد ہے کہ جس کے حق میں حضرت ابراہیم کی دعا قبول ہو چکی ہے وہ لوگ مراد ہیں اور خدا ان سے خطاب کرتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی تم بہترین امت ہو جو باہر لائے گئے ہو لوگوں کے لئے اس کے بعد اس امت کی صفت بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں یہی وسط امت اور بہترین امت ہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں کے گواہ صرف انبیاء اور امام ہیں اس لئے کہ یہ ہرگز جائز نہیں کہ خدا تمامی امت سے گواہی طلب کرے۔ حالانکہ امت میں اکثر لوگ ایسے بھی ہیں کہ دنیا میں ان کی گواہی ایک مٹھی سبزی پر قابل قبول نہیں ہے۔

ابو القاسم حکانی نے شواہد التنزیل میں جناب امیر سے روایت کی ہے کہ خدا نے ہمارا ارادہ اور ہم سے خطاب کیا ہے۔ جبکہ ارشاد فرمایا ہے لتکونوا شہداء علی الناس پس رسول خدا ہم پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی طرف سے اس کی مخلوق پر گواہ ہیں اور روئے زمین پر حجت خدا ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن کے متعلق ارشاد ہوا ہے وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کا کیا ہوگا جبکہ ہم (قیامت میں) ہر امت سے گواہ لائیں گے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ ہر نبی اپنی اپنی امت کا گواہ ہوگا۔ اور اے محمدؐ تم کو ان سب پر گواہ بنا کر

لائیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محمد تو اپنی امت پر گواہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محمد تم ان گواہوں پر گواہ ہو۔ جیسا کہ کلینی نے امام جعفر صادق سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ یہ آیت امت محمد کے بارے میں نازل ہوئی ہے بس، اور ہر قرن و زمانہ میں اس امت پر ہم میں سے ایک امام ہے جو ان پر گواہ ہے اور محمد ہم پر گواہ ہیں۔

کتاب احتجاج میں ایک بڑی طولانی حدیث میں جناب امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ رسولوں کو مقام موقف پر کھڑا کرکے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے وہ رسالت جو ہم نے تم کو تمہاری امتوں کے متعلق دی تھی ادا کر دی تھی۔ انبیاء کہیں گے کہ ہاں ہم نے ادا کر دی تھی۔ پھر امتوں سے پوچھا جائے گا کہ آیا نبیوں نے ہماری رسالت کو تم تک پہنچایا تھا کافر کہیں گے کہ نہیں پہنچایا۔ جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے۔ فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین۔ کافر کہیں گے ماجاء من بشیر ولا نذیر۔ پس انبیاء رجال مقبول کو گواہی میں پیش کریں گے۔ پس رسول گواہی دیں گے کہ رسول سچ کہتے ہیں اور ان کی امتوں سے جو لوگ تبلیغ رسالت کا انکار کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد خدا انبیاء کی ہر امت سے خطاب فرمائے گا بلیٰ قد جاءکم بشیر و نذیر واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ یعنی بیشک تمہاری طرف ایسے پیغمبر ضرور آئے تھے جو بشیر و نذیر تھے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ امام نے فرمایا کہ قادر اس معنی سے کہ تمہارے اعضاء وجوارح کو قوت گویائی دے کر گواہی دلا سکتا ہے کہ خدا کے رسولوں نے خدا کی رسالت تم تک پہنچا دی تھی۔ اور خدا کے اس قول میں فکیف اذا جئنا تا آخر آیت اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس وقت ان امتوں کے چھوٹے آدمیوں کو جرات نہیں ہوگی کہ حضرت رسالت پناہ کی گواہی کو رد کر سکیں اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے منہ پر مہر لگا دی جائے اور ہمارے اعضاء جوارح ہمارے کردار کی گواہی دے دیں۔ اس کے بعد رسول اللہ اپنی امت کے منافقوں اور کافروں کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہ ملحد ہو گئے تھے اور دین سے پھر گئے تھے آنحضرتؐ کے اوصیاء سے دشمنی کی اور ان کے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور آنحضرتؐ کی سنت کو بدل دیا اور ان کے اہل بیت پر ظلم و ستم کیا اور الٹے پاؤں پلٹ گئے اور مرتد ہو گئے اور گذشتہ امتوں میں سے ان کی

پیروی کی کہ جنہوں نے اپنے نبیوں کے ساتھ خیانت کی اور ان کے وصیوں پر ستم کیا اس وقت یہ سب لوگ اپنی گمراہی اور کفر کا اقرار کریں گے۔ کہ ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین لے خدا ہم پر ہماری شقاوت غالب آگئی اور ہم آنحضرتؐ کے بعد گمراہ ہو گئے۔ وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔ خدا فرماتا ہے کہ یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول و تسوی بھم الارض ولا یکتمون اللہ حدیثا۔ (پ ۵۔ ع ۳۔ س نساء)

یعنی اس روز جبکہ شہدا ان کے اوپر گواہی دیں گے تو یہ کہیں گے کہ کاش ہم ملیامیٹ ہو جاتے اور یہ لوگ خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ آرزو کریں گے کہ کاش ہم علی ابن ابی طالب کا حق غصب نہ کرتے اور جس مقام پر جمع ہو کر انہوں نے علیؑ کا حق غصب کیا تھا زمین ان کو دھنسا لیتی اور یہ لوگ اس بات کو جو آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کے حق خلافت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا اس کو چھپا نہ سکیں گے۔

تیسری آیت: اے محمد ان سے کہہ دو کہ جو تمہارا جی چاہے کرو عنقریب خدا اور رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور عنقریب تم لوگ اس خدا کی طرف پلٹائے جاؤ گے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اور جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو اس کی جزا دی جائے گی۔

مفسرین نے مومنین کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ شہدا راہ خدا ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ فرشتے ہیں جو ایمان لکھتے ہیں۔

عامہ اور خاصہ (سنی اور شیعہ) طریقہ سے بہت سی احادیث میں ہے کہ اس سے آئمہ مراد ہیں جیسا کہ صفار۔ ابن شہر آشوب، عیاشی، کلینی اور دیگر حضرات نے بہت سی سندوں سے امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں مومنوں سے مراد ہم ہیں۔

مجالس شیخ طوسی، بصائر الدرجات اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز رسول خداؐ اصحاب کی جماعت میں تشریف فرما تھے۔ کہ ارشاد فرمایا کہ میرا تمہارے درمیان میں ہونا تمہارے لئے خیر ہے اور میرا تم سے جدا ہونا بھی تمہارے لئے خیر ہے۔ یہ سن کر جابر بن عبداللہ انصاری اٹھ کھڑے ہوتے اور کہا کہ اے رسول خدا یہ ہم کو معلوم ہے کہ آپ کا ہمارے درمیان ہونا ہمارے لئے

خیر و برکت ہے۔ لیکن آپ کی جدائی ہمارے لئے کس طرح خیر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرا تمہارے درمیان ہونا تمہارے لئے خیر ہے۔ اس وجہ سے کہ خدا فرماتا ہے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم وما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون۔ یعنی خدا ان لوگوں پر ہرگز عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو اور خدا ان پر عذاب نہیں کرے گا۔ جبکہ یہ توبہ کر لیں۔ یعنی ان پر تلوار سے عذاب کرتے ہیں۔ اور میری جدائی تمہارے لئے اس وجہ سے خیر ہے کہ تمہارے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اگر تمہارے نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کی حمد کرتا ہوں اور اگر برے اعمال کو دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں۔

مجالس شیخ اور بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ ابن اذنیہ نے امام جعفر صادقؑ سے اس آیت قل اعملوا الخ کی تفسیر پوچھی۔ امام نے فرمایا کہ مومنوں سے مراد ہم ہیں۔

شیخ نے مجالس میں اور دوسرے حضرات نے بسند معتبر داؤد بن کثیر سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ امام نے بغیر میرے پوچھے ہوئے فرمایا کہ جمعرات کے روز تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ پس میں نے دیکھا جو تو نے اپنے فلاں چچازاد بھائی کے ساتھ صلہ رحم اور احسان کیا ہے۔ پس تو نے مجھ کو اس سے خوش کیا اور میں نے سمجھ لیا کہ اس تیرے صلہ سے اس کی عمر جلد ختم ہو گی اور اس کی مدت عمر ختم ہو جائے گی

داؤد کہتا ہے کہ میرا ایک چچازاد بھائی تھا جو میرا بڑا دشمن اور خبیث تھا۔ مجھے خبر معلوم ہوئی کہ وہ اور اس کے بال بچے سخت پریشان ہیں۔ پس میں نے مکہ معظمہ روانہ ہونے سے پہلے اس کو کچھ دے دیا جب میں مدینہ پہنچا تو حضرت نے اس کی خبر مجھ کو دی۔

علی ابن ابراہیم نے بسند صحیح حضرت صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں مومنوں سے مراد ہم آئمہ طاہرین ہیں۔ انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ بندوں کے اعمال ہر روز صبح کو حضرت رسول خداؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ بندوں کے اچھے اعمال ہوں یا برے سب آنحضرتؐ کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ پس تم میں سے ہر شخص کو خوف و شرم ہونی چاہیے۔ اس بات سے کہ اس کے پیغمبرؐ کے سامنے اس کے برے اعمال پیش ہوں اور انہی حضرت سے روایت ہے کہ کوئی مومن اور کافر قبر میں نہیں رکھا جاتا۔ مگر یہ کہ اس کے اعمال رسول خداؐ اور امیر المومنین تا آخر آئمہ کہ جن کی اطاعت

...رانے اپنی مخلوق پر فرض کی ہے کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور اللہ کے اس قول کا مطلب یہی ہے
...ل اعملوا تا آخر آیت ۔

معانی الاخبار اور تفسیر عیاشی میں ابو بصیر سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضرت صادق کی خدمت میں عرض کیا کہ ابو الخطاب کہتا ہے کہ ہر جمعرات کو امت کے اعمال رسول خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہر صبح کو امت کے اچھے برے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ پس تم ...ل ڈرو اس کے بعد امامؑ اس آیت قل اعملوا کی تلاوت فرمائی اور خاموش ہو گئے۔ ابو بصیر نے کہا ...مومنوں سے آئمہ مراد ہیں۔

بصائر میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ ہر صبح کو امت کے نیک و بد اعمال رسول خدا کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں ہے۔

راوی: پھر میں نے پوچھا کہ قل اعملوا کی تفسیر کیا ہے تو امام نے فرمایا کہ مومنوں سے مراد آئمہ ہیں جو ...خدا کی طرف سے اس کی زمین پر گواہ ہیں۔ پھر انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ ہر جمعرات کو بندوں کے اعمال رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہر جمعرات کو رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بندوں کے اعمال ہر جمعرات رسول خدا کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ اور جب روز عرفہ (۹ ذی الحج) ہوتا ہے تو خدا ہمارے اور ہمارے شیعوں کے دشمنوں کے اعمال باطل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباءً منثورا۔ یعنی ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے ان کے اعمال کو ...لکے اندر مٹی کے ذروں کی طرح کر دیا یعنی ملیا میٹ کر دیا کہ کوئی ان میں سے قبضہ کرنے کے قابل نہیں تھا اور کسی ایک عمل سے کوئی فائدہ نہیں تھا: دوسری روایت میں آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں ہے کہ ہر جمعرات رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے مومنوں سے مراد آئمہ ہیں۔ کہ بندوں کے اعمال ہر روز ان کے سامنے پیش ہوتے ہیں تا روز قیامت۔

روایت ہے کہ امام رضا کے خاص اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت سے التماس کیا کہ میرے اور میرے اہل بیت کے لئے دعا کیجئے۔ امام نے فرمایا کہ میں نہیں کرتا اس لئے کہ ہر رات دن تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اس بات کو بہت عظیم سمجھا تو حضرت نے

نے ارشاد فرمایا کہ تم نے یہ آیت نہیں پڑھی قل اعملوا الخ

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ رسولؐ خدا کو آزردہ کیوں کرتے ہو۔ اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا حضرت میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہم کس طرح رسول کو آزردہ کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ کیا تم نہیں سمجھتے ہو کہ تمہارے اعمال آنحضرت کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور جب آنحضرتؐ تمہارے اعمال میں برائی اور نافرمانی دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی معصیت سے ناخوش نہ کرو۔ بلکہ آنحضرت کو اچھے اعمال کر کے خوشحال کرو۔ کلینی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی (قل اعملوا) تو حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے جیسے تم پڑھتے ہو بلکہ آیت میں مومنوں کے بجائے والماموں ہے اور ماموں یعنی امین خدا ہم ہیں اللہ کے دین پر اللہ کی شریعت پر اللہ کے علوم پر اور اللہ کے احکامات پر۔

سید ابن طاؤس نے رسالہ محاسبۃ النفس میں تفسیر ابن ماہیار سے روایت کی ہے کہ عمارؓ یاسر نے رسول خدا سے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ کی عمر ہمارے درمیان حضرت نوح جیسی ہو۔ پس آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمار میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے واسطے بد نہیں ہے۔ میری زندگی تو یہ ہے کہ تم برے کام کرتے ہو تو میں تمہارے واسطے استغفار کرتا ہوں لیکن میری وفات کے بعد تم لوگ خدا سے ڈرنا اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر خوب صلوٰۃ بھیجنا تحقیق کہ تم اپنے اور اپنے والد کے ناموں کے ساتھ میرے سامنے پیش کئے جاتے رہو گے اگر تمہاری نیکی میرے سامنے پیش ہوتی ہے تو میں خدا کی حمد کرتا ہوں اور اگر تمہاری بدی پیش ہوتی ہے تو میں تمہارے واسطے خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ پس منافق اور وہ لوگ جو آنحضرتؐ میں شک رکھتے تھے یا جن کے دل میں مرض کفر و نفاق تھا کہنے لگے کہ کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ بندوں کے اعمال بعد وفات رسولؐ کے سامنے ان کے اور ان کے باپ اور قبیلے کے نام کے ساتھ پیش ہوں گے۔ یہ بات تو جھوٹ ہے پس خدا نے یہ آیت قل اعملوا الخ نازل فرمائی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہاری اطاعت اور نافرمانی کی خبر دیتا ہے۔ اس مضمون کی احادیث بہت ہیں مگر اتحاد مضامین کی وجہ سے ہم نے اسی پر اکتفا کی۔

چوتھی آیت: اے رسول اس دن کو یاد کرو جبکہ ہر امت سے اسی کی صنف سے گواہ مبعوث کرینگے
علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ آئمہ مراد ہیں اور کہا کہ اللہ نے اپنے رسول سے کہا اے محمد ہم تم
کو ان پر یعنی آئمہ پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ پس رسول خدا آئمہ پر گواہ ہیں اور آئمہ لوگوں پر گواہ ہیں۔

پانچویں آیت: اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے جو اچھوں اور
بروں کی گواہی دے گا۔ اور ہم ان سے کہیں گے کہ لاؤ تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ پس اب یہ سمجھیں
گے کہ حق اللہ کے ساتھ ہے اور ان کی افترا پردازیوں کی عمارت ڈھے جائے گی۔

شیخ طبرسی اور علی ابن ابراہیم نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہر زمانہ اور ہر امت کا
ایک امام ہے اور ہر امت اپنے امام کے ساتھ قیامت میں مبعوث ہو گی۔ مناقب ابن شہر آشوب
میں امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اس
امت کے گواہ ہم ہیں۔

چھٹی آیت: (ترجمہ یہ ہے) خدا کی راہ میں جہاد کرو اس طرح کہ جو جہاد کرنے کا حق ہے اللہ
نے تم کو چن لیا ہے اور اس نے تمہارے لئے دین میں کوئی سختی قرار نہیں دی۔ یہ تمہارے باپ
ابراہیم کی ملت ہے۔ اللہ نے تمہارا نام قرآن نازل کرنے سے پہلے اور قرآن نازل ہونے کے
بعد مسلمان رکھا ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے لئے مخصوص ہے۔ رسول آل محمد پر
گواہ ہیں اور آل محمد رسول کے بعد لوگوں پر گواہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ خدا سے کہیں گے کہ اے خدا
جب تک میں اپنی امت میں تھا ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا تو تو ہر چیز پر
گواہ تھا۔ خدا نے رسول کے بعد اس امت پر رسول کے اہل بیت اور اس کی عترت کو گواہ قرار دیا
ہے۔ جب تک دنیا میں ان میں سے ایک فرد بھی باقی ہے۔ پس جب اہل بیت کا کوئی فرد
نہیں رہے گا تو تمام اہل زمین ہلاک ہو جائیں گے۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ خدا نے ستاروں کو اہل آسمان
کے لئے امان قرار دیا ہے اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ھو سماکم المسلمین من قبل سے حضرت ابراہیم اسماعیل
کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے آل محمد کے لئے حرم میں کی تھی۔ یہاں تک کہ رسول خدا پر

ایمان لائے۔ پیغمبر آلِ محمد پر گواہ ہیں اور آلِ محمد رسول کے بعد لوگوں پر گواہ ہیں۔

تفسیر فرات میں روایت کی گئی ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں حضرت امام محمد باقر سے سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ ان آیات سے ہم مراد ہیں اور ہم ہی برگزیدہ ہیں اور ہمارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں ہے ملۃ ابیکم ابراھیم سے صرف ہم مراد ہیں اور اس سے پہلے خدا نے کتب گزشتہ اور قرآن میں ہمارا نام مسلمین رکھا ہے۔ لیکون الرسول علیکم شہیدا پس ہم نے جو کچھ خدا کی جانب سے پہنچایا ہے رسول اس کے ہم پر گواہ ہیں۔ اور ہم لوگوں کے گواہ ہیں پس جو شخص روز قیامت سچ بولے ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو شخص جھوٹ بولے گا ہم گواہی دیں گے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔

قرب الاسناد میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حضرت احدیت نے میری امت کو کچھ ایسی سہولتیں اور شرافتیں عطا کی ہیں جو گزشتہ امتوں میں سے سوائے ان کے نبیوں کے کسی امت کو نہیں ملی۔ پہلا شرف یہ ہے کہ خدا نے جب نبی کو بھیجا اس کو حکم دیا کہ تم دین میں کوشش کرو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ خدا نے میری امت سے بھی کہا وماجعل علیکم فی الدین من حرج اور حرج سے مراد تنگ ہے۔

دوسرا یہ کہ خدا جب کسی نبی کو بھیجتا تھا تو اس سے فرماتا تھا کہ اگر کوئی بات تیری رنجش کا سبب ہو تو تم مجھ سے دعا کرنا میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ یہی شرف خدا نے میری امت کو دیا ہے جیسا فرمایا ہے کہ ادعونی استجب لکم یعنی تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔

تیسرا یہ کہ خدا جب کسی نبی کو مبعوث فرماتا تو اس کو اس کی قوم پر گواہ قرار دیتا اور خدا نے میری امت کو مخلوقات پر گواہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے لیکون الرسول شہیداً علیکم وتکونوا شہداء علی الناس۔

ابن بابویہ نے اکمال الدین میں روایت کی ہے کہ حضرت امیرؑ نے حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مہاجرین وانصار کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ خدا نے سورۂ حج میں جو فرمایا ہے تم جانتے ہو یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ تا آخر سورت۔ رسول خدا نے اصحاب کے مجمع میں اس آیت کی تلاوت فرمائی تو سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یارسول اللہ وہ کون

ف میں جن کی آپ گواہی دیں گے اور وہ لوگ لوگوں کے گواہ ہیں اور اللہ نے ان کو برگزیدہ کر کے ان کے لئے دین میں کوئی حرج قرار نہیں دیا اور ان کے باپ ابراہیم کی ملت ان کو عطا کی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس امت میں سے صرف تیرہ نفر ہیں اس میں تمام امت داخل نہیں ہے۔ سلمان نے کہا کہ یا حضرت وہ افراد ہم کو بتلایئے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ میں اور میرا بھائی علی اور گیارہ نفر میرے فرزند ہیں ہے۔ جناب امیرؑ کی یہ بات سن کر سب نے کہا کہ ہاں ہم نے رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

چھٹی آیت: اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم امت سے ایک گواہ باہر لائیں گے۔ پھر ہم امت سے ان کے اختیار کردہ دین کی صحیح دلیل طلب کریں گے۔ پس وہ اس وقت سمجھیں گے کہ حق اللہ کی طرف ہے اور جو کچھ وہ افترا پردازیاں کرتے تھے سب دور ہو جائیں گی۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ اس امت کے ہر فرقہ سے ان کے امام کو حاضر کیا جائے گا تاکہ وہ اس فرقہ پر گواہی دے۔

ساتویں آیت: ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے روز زمین اللہ کے عدل و انصاف کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ جیسا کہ مفسرین کہتے ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رب زمین سے مراد زمین کا امام ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ امام جو باہر لایا جائے گا کس طرح ہوگا۔ امام نے فرمایا کہ لوگ آفتاب و ماہتاب کے نور سے مستغنی ہو جائیں گے اور امام کا نور ان کے لئے کافی ہوگا۔

ارشاد مفید میں انہی امام سے روایت ہے کہ جس وقت قائم آل محمدؐ کا ظہور ہوگا تو زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اس طرح کہ لوگ سورج اور چاند کی روشنی سے بے پرواہ ہو جائیں گے وضع الکتاب یعنی نامۂ اعمال کو کھول دیا جائے گا اور انبیاء و شہداء لائے جائیں گے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ گواہ یا ملائکہ ہیں یا مومنین۔

علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ شہداء آئمہ ہیں۔ وقضی بینہم بالحق۔ یعنی ان کے درمیان برحق فیصلہ کیا جائے گا۔ وھم لا یظلمون۔ ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

آٹھویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ گواہان کہیں گے کہ یہ وہ جماعت ہے کہ جس نے اپنے خدا پر جھوٹ کا الزام لگایا تھا۔ بیشک ظالموں پر لعنت ہے۔

علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ گواہوں سے مراد ائمہؑ ہیں۔ اور ظالم وہ ہیں جنہوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کے حق کو غصب کیا۔

نویں آیت: اس کا ترجمہ اکثر مفسرین کی تفسیر کے مطابق یہ ہے۔ جو شخص خدا کی طرف دلیل و بینہ رکھتا ہو اور اس کے پیچھے خدا کی جانب سے گواہ آئے کیا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ شخص دنیا اور اس کی لذتوں کا تابع ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ بینہ قرآن ہے اور گواہ جبرئیل ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گواہ محمدؐ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گواہ وہ ملک ہے جو اس کی حفاظت کرتا اور اس کو صراطِ مستقیم پر رکھتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ گواہ علی ابن ابیطالب ہیں کہ جو رسول کی حقانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں جیسا کہ شیخ طبرسی نے امام رضا اور محمد تقی سے روایت کی ہے۔ کلینی نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ رسولؐ پر امیرالمومنین گواہ ہیں اور رسول خدا کی جانب سے بینہ و برہان پر ہیں۔

بصائر الدرجات میں روایت کی گئی ہے کہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ بخدا قرآن کی کوئی آیت رات میں یا دن میں نازل نہیں ہوئی۔ مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کونسی آیت کب نازل ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کے سر پر تلوار چلی ہو مگر یہ کہ کوئی آیت اس کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ آیا اس کو جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں۔ یہ سن کر ایک شخص نے اُٹھ کر پوچھا کہ اے امیرالمومنین آپ کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ تو نے نہیں سنا کہ خدا کہتا ہے افمن کان علی بینۃ الخ۔ پس رسولؐ خدا خدا کی طرف سے بینہ پر ہیں اور میں ان کا گواہ ہوں۔

شیخ طوسی نے بھی اس روایت کو مجالس میں ذکر کیا ہے۔ تفسیر عیاشی میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص خدا کی طرف سے بینہ پر ہے وہ رسولؐ خدا ہیں اور جو ان کے پیچھے ہے اور ان پر گواہ ہے وہ حضرت امیرالمومنینؑ ہیں۔ اس کے بعد ان کے اوصیاء میں سے یکے بعد دیگرے گواہ ہے۔ اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے بعض جناب امیرؑ کے حالات کی جلد میں ذکر ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دسویں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت میں ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ کھینچنے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ تفسیر علی ابن ابراہیم اور نہج البلاغہ میں جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ سائق اس کو

میدان حشر میں کھینچ کر لائے گا اور گواہ اس پر اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔

کتاب تاویل الآیات میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ سابق جناب امیر ہیں اور شہید رسول خدا۔

بارھویں فصل

اس بیان میں کہ قرآنی آیات میں مومنین، ایمان، مسلمین اور اسلام کی تاویل اہلبیت اور ان کی ولایت ہے۔ اور جن آیتوں میں کفار و مشرکین اور کفر و شرک کا ذکر ہے اس سے اہل بیت کے دشمن اور منکرین ولایت اہل بیت مراد ہیں

ابن شہر آشوب نے امام زین العابدینؑ سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ (پ ۱ ع ۱۱ س بقرہ) بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیا ان ینزل من فضلہ علی من یشاء من عبادہ یعنی بدترین چیز ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے خریدی ہے اس لئے کہ انہوں نے بغاوت اور حسد کی وجہ سے اس چیز کا انکار کر دیا جو خدا اپنے فضل سے وحی نازل کیا کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔ حضرت سید سجاد نے فرمایا کہ ہم سے امیر المومنین اور ان کے فرزندوں میں سے اوصیاء پر حسد کرنا مراد ہے علی بن ابراہیم نے اس قول خدا کی تاویل میں وکذالک انزلنا الیک الکتاب فالذین اتینا ھم الکتاب یومنون بہ ومن ھؤلاء من یومن بہ وما یجحد بایتنا الا الکافرون۔ (پ ۲۱ ع ۱) یعنی ہم نے اسی طرح تم پر کتاب نازل کی جس طرح پہلے نبیوں پر نازل کی۔ پس جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس گروہ میں سے بھی بعض ایمان رکھتے ہیں۔ اور اے رسولؐ ہماری نشانیوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ جن کو کتاب دی گئی ہے ان سے مراد آل محمدؐ ہیں کہ کتاب کے الفاظ اور معنی دونوں ان کے پاس ہیں بمقابلہ تمام اہل قبلہ کی جماعت کے۔

اس آیت کی لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یعنی بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں انہی کی جانوں میں سے رسول بنا کر بھیجا۔ تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے کہ مومنین سے مراد آل محمد ہیں۔ یہ تفسیر اس سے بہتر ہے کہ جو مفسرین نے تکلف کر کے کہا ہے کہ من انفسہم سے مراد جنس عرب ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التناھم من عملھم من شئی (پ ۲۷، ع ۳ س طور) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان کی ذریت کو ایمان میں ان کے تابع کر دیا اور ہم نے ان کی ذریت کو درجات جنت میں ان سے ملحق کر دیا اور اس الحاق میں ہم نے ماں باپ اور ذریت کے اعمال میں کوئی فرق اور کمی نہیں کی۔

مفسرین میں مشہور ہے کہ اس آیت میں مومنین کے اطفال مراد ہیں کہ جن کو خدا ان کے ماں باپ سے جنت میں ملا دے گا۔ اور ہمارے احادیث میں بھی یہی تفسیر وارد ہوتی ہے۔ لیکن علی ابراہیم نے روایت کی ہے والذین امنوا سے رسول اور امیر المومنین مراد ہیں۔ اور ان کی ذریت سے مراد ان کی اولاد میں سے وہ ہیں جو ائمہ و اوصیا ہیں جو امامت و خلافت میں امیر المومنین سے ملحق کئے گئے ہیں اور اللہ و رسول نے اس نص کے بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جو امیر المومنین اور ان کی ذریت کے بارے میں تھی اور ان کی امامت کی حجت یکساں ہے۔ ان سب کی اطاعت ایک ہے اور ان سب کی پیروی واجب ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قولو امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (پ ۱۔ ع ۱۶۔ س بقرہ)

یعنی کہہ دو کہ ہم تو اس پر ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل ہوا ہے (یعنی قرآن پر) اور جو کچھ ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق۔ یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لائے ہیں اور اس پر بھی ایمان لائے ہیں جو موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا ہے یا دوسرے نبیوں کو ان کے خدا کی طرف سے دیا

گیا ہے۔ ہم ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا ہی کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ پس اگر وہ بھی تمہاری طرح ایمان لائیں تو بیشک ہدایت یافتہ ہیں۔ اور اگر وہ روگردانی کریں اور ایمان نہ لائیں پس وہ دشمنی اور عداوت کے مقام پر ہیں۔ بے شک اے رسولؐ خدا عنقریب تم کو ان کے شر سے بچائے گا۔ خدا تمہاری گفتگو کو سننے والا اور تمہارے خلوص کو جاننے والا ہے۔

کلینی۔ عیاشی اور دیگر حضرات نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قولوا کا خطاب آل محمدؐ سے ہے یعنی علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ اور ان کے بعد والے آئمہؑ فان آمنو یعنی دیگر جملہ لوگ ایمان لائیں تو ان کو تمہاری طرح ایمان لانا چاہیئے اور عقائد و اعمال میں آئمہؑ کی پیروی کریں۔

اکثر مفسرین نے قولوا کا خطاب جمیع مومنین کی طرف قرار دیا ہے اور فان آمنوا سے مراد اہل کتاب کو لیا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ لیکن اس آیت کی تاویل جو احادیث میں ہے وہ زیادہ روشن اور مناسب ہے بہ نسبت مفسرین کی تاویل کے۔ اس وجہ سے کہ ما انزلنا الینا یعنی جو ہم پر نازل ہوا کی قید بتلاتی ہے کہ اس سے وہ افراد مراد ہیں جن پر اور جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اولاً بلا واسطہ رسولؐ خدا پر نازل ہوا ہے اور اہل بیت پر بھی قرآن نازل ہوا۔ کیونکہ یہ حضرات اس گھر میں تھے جہاں وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ اس کے بعد تمام لوگوں تک قرآن پہنچا ہے اور اسی سے ابراہیم و اسماعیل اور تمام انبیاء کرام پر نازل شدہ چیزوں کو متصل کیا ہے پس جس طرح ان دو فقروں میں پیغمبروں اور رسولوں کا ذکر ہوا ہے۔ لہذا یہاں (الینا میں) بھی مناسب یہی ہے کہ یہاں پر بھی منزل الیہم انبیاء و رسل اور اوصیاء کے مثل ہوں۔ حدیث تشبیہ اسکی دلیل ہے

کلینی اور نعمانی نے امام محمد باقرؑ سے اس آیت ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے۔ یعنی لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کے سوا بتوں کو اختیار کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی طرح دوست رکھتے ہیں۔ اور اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعاً و ان اللہ شدید العذاب اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا و راوا العذاب و تقطعت بہم الاسباب وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرا منہم کما تبروا منا کذلک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم وما ہم بخارجین (پ ۲ ع ۴ س بقر)

کاش ظالموں کو اور خدا کا شریک قرار دینے والوں کو عذاب دیکھنے کے بعد جو چیز سوجھتی ہے اس وقت سوجھی ہوتی (جبکہ خدا کا شریک قرار دیا تھا) کہ خدا کی بڑی طاقت ہے اور خدا شدید عذاب والا ہے۔ اور کیا سخت وقت ہوگا جبکہ پیشوا اور پیر اپنے پیروؤں اور مریدوں سے پیچھا چھڑائیں گے جبکہ اپنی آنکھوں سے عذاب دیکھیں گے اور ان کے تمام چیلے حوالے منقطع ہو جائیں گے یعنی دنیا میں جن کو اپنا سہارا سمجھتے تھے اب وہ کچھ کام نہیں آئیں گے اور مرید کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں ایک دفعہ اور پلٹ جاتے تو ہم ان سے اسی طرح اظہار بیزاری کرتے جس طرح انہوں نے ہم سے بیزاری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کارستانیوں کو اسی طرح حسرت بنا کر ان کو دکھاتا ہے اور یہ لوگ جہنم کی آگ سے باہر نہ نکل سکیں گے۔ امام نے فرمایا کہ بخدا یہ وہ ظالم اور ان کے مرید ہیں جنہوں نے حق اہل بیت غصب کیا ہے۔

کتاب تاویل الآیات میں امام جعفر صادق سے اس آیت کی تاویل الہ مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون۔ کیا رب العالمین کے سوا کوئی اور خدا ہے اکثر لوگ حق کو نہیں سمجھتے کے سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ کیا امام ہدایت امام ضلالت کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے برابر ہوں (ہرگز نہیں)

ابن ماہیار نے بسند معتبر جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھ سے کہا کہ اے علیؑ اس شخص کے درمیان جو تم کو دیکھتا ہے کوئی فرق نہیں ہے اس شخص سے کہ جس کی آنکھیں روشن ہوں اور موت کو دیکھے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ربنا اخرجنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل۔ یعنی جب ہمارے دشمن جہنم میں داخل ہوں گے تو کہیں گے کہ خدایا ہم کو جہنم سے باہر کر دے تاکہ علی کی ولایت کے سلسلہ میں وہ کریں کہ جو ہم کو کرنا چاہیئے تھا (حالانکہ ہم نے اس وقت نہیں کیا جبکہ ہم دنیا میں تھے) پس ان کے جواب میں کہا جائے گا۔ اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر کیا میں نے تم کو اتنی عمر نہیں دی کہ نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے اور ڈرانے والا تمہارے پاس آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آل محمد پر ظلم کرنے والے کا کوئی مددگار مدد کرنے والا نہیں ہوگا کہ عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا و انابوا الی اللہ لھم البشریٰ۔ یعنی جن لوگوں نے شیطان اور باطل پیشواؤں کی پیروی سے اجتناب

کیا اور خدا سے لو لگائی ان کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ امام نے شیعوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جن لوگوں نے طاغوت کی اطاعت سے پرہیز کیا وہ تم لوگ ہو کہ تم نے خلفائے جور کی اطاعت نہیں کی اور جس شخص نے ظالم و جابر کی اطاعت کی اس نے اس کی پوجا اور پرستش کی۔

ابن ماہیار نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ جو شخص خدا کا شریک قرار دے گا تو یقیناً اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور یہ شخص نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ بعض احادیث میں ہے کہ یہ بظاہر خطاب رسول مقبول سے ہے لیکن اصلاً دوسروں کی تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ محاورہ میں ہوتا ہے کہ مخاطب سامنے کوئی اور قرار دے لیا اور اصل مقصود پڑوسی یا کسی دوسرے کو سنانا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں امام نے فرمایا کہ یہ مراد نہیں ہے کہ جو تم لوگ سمجھے ہو یا خیال کرتے ہو بلکہ خدائے تعالیٰ نے جس وقت پیغمبر کی طرف وحی کی کہ حضرت امیر المومنین کو علم و ہدایت مردم کا مرکز بنا دیں اور اپنا وصی و جانشین مقرر کر دیں تو معاذ بن جبل نے خفیہ طریقہ سے ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں بھیج کر کہلوایا کہ علی کی ولایت میں اور لوگوں کو بھی شریک کر دیجئے تاکہ لوگ آپ کی بات مان لیں اور آپ کی تصدیق کریں۔ پس خداوند عالم نے امیر المومنین کو جانشین مقرر کرنے کا اعلان کرنے کے لئے حکم پہنچایا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یعنی اے رسول جو کچھ آپ پر آپ کے خدا کی طرف سے نازل ہو چکا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ تو اس وقت رسول خدا نے حضرت جبرئیل سے شکایت کی کہ لوگ علی کی خلافت کے بارے میں میری تکذیب کرتے ہیں اور میری بات نہیں مانتے پس اللہ نے یہ آیت لئن اشرکت نازل کی۔ یعنی اگر علی کی ولایت میں کسی اور کو شریک قرار دیا تو تمہارے سب اعمال ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا دنیا والوں کے پاس نبی بھیجے اور وہ ان گنہگاروں کی شفاعت کرے کہ جن کے متعلق اس کو ڈر ہو کہ وہ خدا کا شریک قرار دیں گے اور رسول خدا پر تو اللہ کو بالکل بھروسہ اور اعتبار ہے ان کے متعلق شرک کی تہدید کس طرح ممکن ہے۔ حالانکہ رسول تو شرک باطل کرنے اور ہر غلط معبود کو ترک کرنے کی تلقین و تبلیغ کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ لہذا مراد

یہ ہے کہ علی کی ولایت میں کسی اور کو شریک قرار دیا تو سارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ اعمال حبط ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اے رسول اگر تم نے اپنے بعد علی کی ولایت کا اعلان نہیں کیا تو تمہاری اور تمہارے پہلے والے تمام انبیا کی محنتیں بیکار ہو جائیں گی۔ کیونکہ تمہارے بعد علی سے بہتر کوئی محافظ دین و ایمان نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے اس لئے کہ آج بھی مسلمان ہر رنگ دھڑنگ کو ولی مانتے ہیں جبکہ رسول کے بعد پاک و پاکیزہ ولیوں کے حالات سنتے اور سناتے ہیں۔ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو سوچئے کہ رسالت و نبوت کا کیا حشر ہوتا (مترجم باردوم)

امام محمد باقر سے اس آیت کی تاویل کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے۔ وکذٰلک حقت کلمۃ ربک علی الذین کفروا انہم اصحاب النار۔ یعنی اسی طرح ان پر خدا کا حکم واجب اور لازم ہو گیا ہے کہ جو لوگ کافر ہیں بیشک وہ جہنمی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ یہی ہیں جو کافر ہو گئے اور یہی اصحاب جہنم ہیں۔ پھر خدا نے کہا کہ الذین یحملون العرش۔ وہ جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں یعنی رسول خدا اور ان کے اوصیاء علم الٰہی کے عرش کے حامل ہیں خدا نے فرمایا ملائکۃ و یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین امنوا۔ یعنی اپنے خدا کی پاکیزگی کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ امام نے کہا کہ الذین آمنوا سے آل محمد کے شیعہ مراد ہیں۔ ربنا وسعت کل شیء رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا۔ اے خدا تیری رحمت و علم عام ہے توبہ کرنے والوں کو بخش دے۔ امام نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے خلفائے جور کی ولایت و محبت سے توبہ کی ہے۔ واتبعوا سبیلک اور تیرے راستہ کی پیروی کی یعنی امیر المومنین جو سبیل خدا ہے کی پیروی کی وقہم عذاب الجحیم۔ ربنا وادخلہم جنات عدن التی وعدتہم ومن صلح من آبائہم وازواجہم وذریاتہم انک انت العزیز الحکیم وقہم السیئات۔ یعنی اے خدا ان کو عذاب جہنم سے بچا اور ان کو ان جنات عدن میں داخل کر کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اس کو بھی اس سدا بہار باغ میں داخل کر کہ جو ان کے باپ دادا، بیوی بیٹے اور اہل و عیال نیک ہوں۔ اے خدا بے شک تو غالب اور حکیم ہے اور اے ہمارے خدا ان کو برائیوں سے بچا۔ امام نے فرمایا کہ یہاں سیئات سے مراد بنی امیہ اور خلفائے جور اور ان کے دوست

من تق السیات یومئذٍ فقد رحمتہٗ وذالک الفوز العظیم۔ ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل (پ۲۴ ع مومن) اے خدا جس کو تو نے اس دن یعنی قیامت کے دن برائیوں و عذاب سے بچا لیا۔ بس تو نے اس پر بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ کافروں کو ندا دی جائے گی کہ جتنے آج تم اپنی جانوں سے بیزار ہو خدا اس سے بھی زیادہ تم سے بیزار تھا جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا مگر تم کفر اختیار کرتے تھے۔ اس وقت یہ کافر کہیں گے کہ خدایا تو نے ہم کو دو مرتبہ مارا دنیا میں اور قبر میں سوال کے بعد اور دو مرتبہ زندہ کیا ایک دنیا میں دوسرے قیامت میں یا قبر و رجعت میں پس ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا اب کوئی جہنم سے باہر آنے کا راستہ ہے۔ امام نے فرمایا کافروں سے مراد بنی امیہ ہیں اور ایمان سے مراد علی ہیں ذالکم بانہٗ اذا دعی اللہ وحدہٗ کفرتم وان یشرک بہٖ تومنوا فالحکم للہ العلی الکبیر (پ۲۴ ع مومن) یہ عذاب تم پر اس لئے ہے کہ جب خدائے واحد کی طرف پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر شرک کی بات ہوتی تھی تو تم مان لیتے تھے۔ بس آج خدائے علی الکبیر کی حکومت ہے یا آج خدائے علی الکبیر کا بول بولا ہے۔ امام نے فرمایا کہ اللہ کا یہ خطاب مخالفین آل محمد سے ہے کہ جب تنہائی میں میں جیسا کہ علی کی ولایت کے ساتھ خدا کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل اس ولایت کو قبول نہیں کرتے بلکہ ناحق لوگوں کو اس میں شریک قرار دیتے ہیں اور علی کے سوا دوسرا امام بنا لیتے اور اس کی امامت پر ایمان لاتے ہیں۔

فلنذیقن الذین کفروا عذابًا شدیدًا ولنجزینھم اسوأ الذی کانوا یعملون ذالک جزاء اعداء اللہ النار لھم فیھا دار الخلد جزاءً بما کانوا بایٰتنا یجحدون۔ (پ۲۴۔ ع ۱۸۔ س حم سجدہ)

اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ بیشک ہم ان لوگوں کو جنہوں نے امیر المومنین کی ولایت کا انکار کیا دنیا میں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے یقیناً ہم ان کے کرتوتوں کی بدترین جزا دیں گے۔ دشمنان خدا کی جزا یہی ہے اور جہنم کی آگ

انہی کے لئے ہے اور اس سرائے آتشی میں ہمیشہ رہیں گے جہاں سے باہر نہ نکل سکیں گے۔ یہ جزا ان کو اس لئے دی گئی ہے کہ انہوں نے دنیا میں ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا۔ امام نے کہا کہ آیاتِ خدا ائمہ طاہرین ہیں۔

ابن ماہیار نے حضرت سید سجاد سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کے ولی ہیں اور دین خدا کے اہل ہم ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جن کے لئے دین ظاہر کیا گیا اور بیان کیا گیا جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ شرع لکم من الدین۔ یعنی اے آل محمد خدا نے تمہارے لئے دین کو ظاہر کیا اور بیان کیا ما وصی بہ نوحًا جس کی نوح کو وصیت کی گئی تھی کہ اس پر عمل کریں اور اس کی حفاظت کریں۔ امام نے فرمایا کہ خدا نے جس چیز کی وصیت حضرت نوح کو کی تھی اسی کی وصیت ہم کو کی ہے۔ والذی اوحینا الیک اے محمد جس چیز کی تمہاری طرف وحی کی ہے یہ وہی ہے۔ ما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ جس کی ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو وصیت کی تھی۔ امامؑ نے فرمایا کہ ہم کو انبیا کا علم ہے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ ہم نے پہنچا دیا اور ہم کو انبیا کا علم سونپا گیا ہے۔ ہم ہی انبیا اور اولوالعزم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ اقیموا الدین اے آل محمد دین کو قائم کرو۔ ولا تتفرقوا فیہ دین حق کے معاملے میں متفرق اور منتشر ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ متحد اور مطمئن رہو۔ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ جس کی طرف اے رسول تم بلاتے ہو تو مشرکین کو بڑا گراں گزرتا ہے۔ امام نے فرمایا ما تدعوھم سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب۔ یعنی خدا چن لیتا ہے اپنے لئے جس کو چاہتا ہے اور وہ انکساری و عاجزی کرنے والے کی اپنی طرف ہدایت کرتا ہے۔ امام نے فرمایا خدا کہتا ہے کہ اے رسولؐ ولایت علی کے بارے میں تمہاری ہر بات قبول ہے۔

ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے جناب محمد بن حنفیہ سے کہا کہ ہم اہلبیت کی محبت ایک ایسی چیز ہے جس کو خدا مومن کے قلب پر داہنی جانب لکھ دیتا ہے اور جس شخص کے دل پہ خدا اس محبت کو لکھ دے کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا۔ کیا تم نے سنا نہیں ہے خدا فرماتا ہے۔ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ اور ہم اہل بیت کی محبت ہی ایمان ہے (قرآن میں دوسرے مقام پہ ہے ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم (پ ۲۶ ع ۱۳)

اے گروہ مومنین ہم نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا ہے اور ایمان سے تمہارے دلوں کو زینت دی ہے۔ اور رسول خدا نے یوم جنگ خندق علی ابن ابی طالب کو کل ایمان کہا ہے۔ برز الایمان کلہ۔ مترجم)

بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق اور امام رضا سے اس آیت أرأیت الذی یکذب بالدین کے سلسلہ میں روایت ہے کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کو جھٹلایا اور تکذیب کی۔ امام علیہما السلام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دین سے مراد ولایت علی ہے۔

فرات بن ابراہیم نے اس آیت صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ یعنی خدا کی رنگ آمیزی کو طلب کرو اور خدا کی دین و ایمانی کی رنگ آمیزی سے بہتر یہ گروہ ترسا اپنے بچوں کی رنگ آمیزی نہیں کر سکتے۔ جو اپنے بچوں کو پانی میں غوطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہم ان کو نصرانیت میں رنگتے ہیں، کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ یہاں رنگ کرنے سے مراد مومنین کو ولایت اہلبیت میں رنگنا اور ان کا اقرار امامت کرنا مراد ہے کہ روز الست ان سے علی کی ولایت کا عہد لیا گیا ہے۔

ابان ابن تغلب سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ (پ ۷، ع ۱۵) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک و ظلم کی آلودگیوں سے ملوث نہیں کیا ان کے لئے اطمینان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اے ابان تم لوگ کہتے ہو کہ اس آیت میں ظلم یعنی شرک باللہ مراد ہے اور ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ یہ آیت علی ابن ابی طالب اور ان کے اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے چشم زدن کے لئے بھی شرک باللہ نہیں کیا اور انہوں نے ہرگز ہرگز لات و عزیٰ کی عبادت نہیں کی۔ جناب امیرؑ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول کی تصدیق کی اور ان کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ آیت ان کی (علیؑ) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

کلینی نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ جو کچھ محمد ولایت و امامت علی اور ان کی پاک اولاد کے سلسلے میں لائے ہیں۔ اس پر ایمان لانے

والے مراد ہیں کہ انھوں نے آئمہ کی ولایت میں دوسروں کو شریک نہیں کیا۔

تفسیر فرات میں حضرت صادق آل محمد سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں روایت کی گئی ہے الذین آمنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنی جو ایمان لائے اور ان کے دل ذکر الہی سے مطمئن ہوتے ہیں۔ بیشک خدا ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ رسول خدا نے علی سے کہا کہ اے علی جانتے ہو یہ آیت کس کی شان میں نازل کی ہے۔ علی نے کہا کہ خدا اور اس کا رسول سب سے زیادہ اور بہتر جاننے والے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیت اس شخص کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جو میری تصدیق کرے اور مجھ پر ایمان لائے اور تجھ کو اور تیرے فرزندوں کو دوست رکھے اور تیری اور تیرے بعد والے اماموں کی امامت قبول کرے۔ عیاشی نے حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ ذکر خدا محمد ہیں کہ جن کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ آنحضرت ذکر خدا اور حجاب خدا ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ الذین آمنو سے مراد شیعہ اور ذکر خدا امیر مومنان اور آئمہ ہدیٰ ہیں

فرات نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا ہماری محبت ایمان ہے اور ہماری عداوت و بغض کفر ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون۔ یعنی خدا نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب قرار دیا ہے اور ایمان ہی سے تمہارے دلوں کو مزین کیا ہے اور تمہارے نزدیک اللہ نے کفر، فسق اور نافرمانی کو مکروہ و ناپسند قرار دیا ہے یہ وہ گروہ ہے جو صلاح و رستگاری کی راہ کی طرف ہدایت یافتہ ہے۔

کلینی اور علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تاویل کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ ایمان امیر المومنین ہیں۔ کلینی نے اس آیت کی تاویل کے بارے میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الی صراط الحمید یعنی وہ اچھی اچھی باتوں کی طرف ہدایت یافتہ ہیں اور اس خدا کے صراط سے بخوبی واقف ہیں جو لائق حمد و ثنا ہے۔

امام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سلمان

حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت عمار کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یہ لوگ علی کی ولایت کی طرف ہدایت یافتہ ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے خدا کے اس قول کی تاویل کے بارے میں انہم یکیدون کیدًا۔ امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ کافر بڑا مکر کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ یہاں جملہ منافقین مراد ہیں کہ جنہوں نے رسول خدا، امیرالمومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ سے مکر کیا واکید کیدًا خدا کہتا ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ بڑی تدبیریں کرتا ہوں کہ دنیا میں حکم اسلام ان پر جاری رکھتا ہوں اور آخرت میں ان کو فروں کے ساتھ جہنم میں دھکیل دیتا ہوں یا ان کے مکر وفریب کی جزا دیتا ہوں۔ فمہل الکافرین امہلھم رویدًا۔ پس ان کافروں کو تھوڑی مہلت دو۔ امام نے فرمایا کہ یہ مہلت ان کو ظہور قائم تک دی گئی ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو وہ جباروں ظالموں، قریش کے رہنمایان باطل بنی امیہ اور تمام ظالم لوگوں سے ہمارا بدلہ لیں گے۔

ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے اس آیت کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم۔ یعنی اہل کتاب سے جو کافر ہو گئے ہیں اور مشرک جہنم میں ہیں امام نے فرمایا کہ اہل کتاب سے مراد وہ قرآنی جماعت ہے جو مرتد ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے کہ رسولؐ کی رحلت کے بعد امیرالمومنینؑ کی نافرمانی کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ الذین کفروا من اھل الکتاب سے مراد وہ گروہ ہے جو شیعوں کو جھٹلاتا ہے اور مشرک وہ ہیں جو امیرالمومنینؑ کی خلافت میں شرکت کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو شیعوں کو جھٹلانے والے ہیں اور علی کی خلافت کے منکر ہیں۔ یہاں تک کہ بینہ آئے۔

امام نے فرمایا کہ ان کے لئے حق واضح ہو جائے۔ رسول من اللہ یعنی محمد یتلوا صُحُفًا مطھرۃً یعنی پاک وپاکیزہ صحیفے تلاوت کرتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ رسول لوگوں کو اپنے بعد اولوالامر کی طرف ہدایت کرتا ہے جو ائمہ طاہرین ہیں اور یہی صحف مطہرہ ہیں فیھا کتبٌ قیمۃٌ امام نے فرمایا کہ ان کے پاس روشن حق ہے وما تفرق الذین اوتوا الکتاب یعنی جن لوگوں نے شیعوں کی تکذیب کی وہ متفرق نہیں ہوئے مگر الامن بعد ماجاءتھم البینۃ۔ مگر جب کہ ان کے پاس حق آگیا (یعنی امیرالمومنین کی خلافت کا اعلان ان کے سامنے کیا گیا) وما امروا

اَلَّا لیعبُدُو اللہ مخلصین لہُ الدّین۔ امام نے فرمایا کہ یعنی یہ گروہ مسلمین مامور کیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت خلوص سے کریں یعنی یہ کہ رسولؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام پر ایمان لائیں۔ وذالک دین القیمۃ" یہی دین قیم ہے۔ امام نے فرمایا کہ قیمہ فاطمہ زہرا ہیں۔ دوسری روایت میں قیم سے مراد حضرت قائم آل محمد ہیں۔ اِنَّ الذین اٰمنُو وعملو الصالحات امام نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ و رسولؐ اور اولوا الامر پہ ایمان لائے اور جو حکم ائمہؑ دیتے ہیں اس کی پیروی کرتے ہیں اُولٰئک ھم خیر البریّۃ" یعنی وہ بہترین مخلوقات ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ امالی شیخ میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی گئی ہے کہ میں ایک روز خدمت رسولؐ خدا میں حاضر تھا کہ جناب امیر کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے لوگو تمہاری طرف میرا بھائی آرہا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس خدائے برحق کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز رستگار ہیں۔ بے شک یہ سب سے زیادہ حق و عدل سے فیصلہ کرنے والا ہے اور یہ سب سے پہلے ہر ایک کے حق کی رعایت کرنے والا ہے اور اس کی عزت و فضیلت خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (اولئک ھم خیر البریۃ) جس وقت اصحاب محمدؐ علیؑ کو دیکھتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ خیر البریہ آگیا۔

حضرت امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہر ہد ہد کے پروں پہ سریانی زبان میں لکھا ہے کہ آل محمد خیر البریہ ہیں۔

یعقوب پسر میثم تمار سے روایت کی گئی ہے۔ یعقوب کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے آقائے محترم میں آپ پر قربان۔ اے فرزند رسول میں نے اپنے باپ (میثم) کی بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے میرے باپ میثم سے کہا کہ اے میثم آل محمدؐ کے دوست کو دوست رکھو۔ چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اور آل محمد کے دشمن کو دشمن رکھو چاہے وہ کتنا ہی روزہ دار اور نمازی کیوں نہ ہو اس لئے کہ میں نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اِنَّ الَّذِینَ اٰمنُوا ھم خیر البریۃ اے علی بخدا یہ تیرے دوست اور شیعہ ہیں۔ اے علی تیری اور تیرے دوستوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے

کہ نورانی چہروں کے ساتھ سروں پر تاج رکھے ہوئے آئیں گے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کتاب علی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اس آیت کے سلسلہ میں کہ یہ جناب امیر اور ان کے شیعوں کے متعلق ہے بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے بعض کو ہم پہلی جلد کے اس حصہ میں ذکر کریں گے۔ جہاں جناب امیر کے حالات بیان ہوں گے۔ اس کے بعد ارشاد قدرت ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ خدا مومن سے دنیا و آخرت میں راضی ہے اگرچہ مومن دنیا میں خدا سے راضی ہے لیکن اس کے دل میں مصائب و آلام اور ابتلاء و امتحان کے سلسلے میں کچھ خیال ہوتا ہے (کہ نیک اعمال اور دوستی اہل بیت کے باوجود غربت افلاس، بیماریاں پریشانیاں اور طرح طرح کی زحمتیں ہمارے ہی لئے ہیں) مگر وہ ثواب جو خدا نے بندہ مومن کے لئے رکھا ہے قیامت میں دیکھے گا۔ اس وقت خدا سے بالکل راضی ہو جائے گا۔

ابان بن تغلب سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ وویلٌ للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون۔ افسوس ان مشرکوں پر جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ امام نے فرمایا کہ ابان کیا تم خیال کرتے ہو کہ خدا مشرکوں اور بت پرستوں سے اموال کی زکوٰۃ طلب کرے گا وہ تو بجائے خدا دوسرے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ ابان نے کہا کہ یا حضرت پھر وہ کون لوگ ہیں۔ امام نے فرمایا کہ افسوس اور وائے ہے ان لوگوں پر جنہوں نے پہلے امام میں دوسروں کو شریک کیا اور امام آخر کے متعلق دیر کی جو کچھ ان سے اس (امام) کے بارے میں کہا گیا تھا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امام اول و آخر کے متعلق کفر کیا اور اس میں دوسروں کو شریک قرار دیا۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ومیثاقہ الذی واثقکم بہ اذ قلتم سمعنا واطعنا (پ ۶ ع ۶) کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ یعنی تم خدا کی نعمتوں اور اس کے اس مضبوط عہد کو یاد کرو جو تم سے لیا گیا تھا جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور اور اطاعت کی جبکہ رسول مقبولؐ نے علیؑ کی ولایت و امامت کے بارے میں لوگوں سے عہد پیمان لیا تھا تو سب نے کہا تھا (قالوا بلیٰ) ہم نے سنا اور اطاعت کی لیکن آنحضرتؐ کے فوراً بعد

اس عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

کلینی نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے ھوالذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن۔ یعنی خدا وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ پس تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن۔ امام نے فرمایا کہ خدا روز الست ہی ہماری ولایت کے بارے میں تمہارے ایمان اور کفر کو جانتا تھا۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے قرآن میں جناب امیرؑ سے خطاب فرمایا ہے جبکہ کہا ہے ولو انہم ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (پ ۵ ۔ ع ۶) اے رسول اگر وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا۔ اگر وہ تمہارے پاس آتے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے اور اے رسولؐ تم بھی ان کے لئے معافی طلب کرتے تو بیشک یہ لوگ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاتے۔ اے رسول تیرے حق کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم کو اپنے جھگڑوں اور اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور جو تم فیصلہ کر دو پھر اس کے بارے میں تمہاری طرف سے ان کے دل میں کوئی شک نہ ہو اور تیرے حکم سے کسی طرح بھی حکم عدولی نہ کریں۔ امام نے فرمایا کہ اللہ کا یہ خطاب جناب امیرؑ سے ہے۔ اس صحیفہ ملعونہ کے سلسلہ میں منافقین کے راس رئیس اور ایک گروہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور انہوں نے آپس میں عہد و پیمان کر رکھا تھا کہ رسولؐ کو دنیا سے اٹھنے دو پھر ہم دیکھیں کہ خلافت کو بنی ہاشم میں کون لے جاتا ہے۔ فیما شجر بینہم سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی یہ کہ وہ کافر ہو گئے اور ان کا اس طرح کا عمل و ایمان درست نہیں ہے مگر یہ کہ امیرالمومنین کے پاس آئیں اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کریں اور رسولؐ ان کیلئے معفرت طلب کریں۔ اور یہی قرینہ ہے اس کا کہ یہاں رسول مخاطب نہیں ہیں۔ ورنہ یوں ہوتا استغفرت لہم (تم ان کے لئے استغفار کرو یعنی خطاب کے ساتھ لیکن ایسا نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسولؐ کے بعد کے لیئے ہے)۔ تو یقیناً ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اس کے بعد خدا نے ان کی توبہ کی کیفیت بیان کی ہے

کہ ان کی توبہ اور ایمان اس وقت قبول ہو گا جبکہ جناب امیر کی خدمت میں آکر اپنے گناہوں کا اقرار کریں۔ اور ان سے کہیں کہ ہم کو آپ ہماری نافرمانی کے بدلے چاہے قتل کر دیں یا معاف کر دیں اور علی ان کے بارے میں جو حکم کریں وہ اس پر راضی رہیں اور کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ جب اس طرح توبہ کریں گے تو یقیناً ان کی توبہ قبول ہو گی۔ اس کے بعد خدا کہتا ہے کہ ولو انہم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیراً لھم۔ امام نے کہا یعنی ان کو حضرت علی کے بارے میں جو نصیحت کی گئی ہے اس پر عمل کریں جیسا کہ آیت سابقہ مذکورہ میں ذکر ہوا تو ان کے لئے بہتر ہو گا۔

امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا۔ وہ دنیا کی زندگی اختیار کرتے ہیں یعنی ان خلفائے ظلم و جور کی ولایت و خلافت اختیار کرتے ہیں جن کے پاس دنیا ہے والاٰخرۃ خیرٌ وابقٰی آخرت کی زندگی بہتر اور باقی رہنے والی ہے امام نے فرمایا کہ اس سے امیر المومنین کی ولایت مراد ہے جس کا ثواب آخرت میں ملے گا۔

امام محمد باقر سے اس آیت فاقم وجھک للدین حنیفاً یعنی اپنے چہروں کو دین برحق کے لئے سیدھا کرو کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے کہ اپنے چہرہ کو اس وقت دین حنیف کی طرف جھکاؤ جبکہ تم باطل دینوں کی طرف رخ کرنے والے ہو۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ یعنی وہ طریقہ خلقت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

علی ابن ابراہیم صفار اور ابن بابویہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام رضا اور حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا نے لوگوں کو اپنی معرفت پر پیدا کیا ہے کہ روز الست ان سے عہد لیا تھا توحید پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و علی امیر المومنین ولی اللہ۔ یہاں تک کلمہ پڑھنے سے انسان دائرہ اسلام و توحید میں داخل ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر کسی نے علی بن ابیطالب کی امامت کا اقرار نہیں کیا تو اس کا خدا کی یکتائی کا اقرار کرنا درست نہیں ہے اور وہ مشرک ہے۔

(صاحب ینابیع المودۃ نے لکھا ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہی پورا کلمہ لکھا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ جنت کے مستحقین صرف وہی لوگ ہیں جو پورا کلمہ علی ولی اللہ تک پڑھتے ہیں (مترجم)

بسند معتبر امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔ ان الذین امنو ثم کفروا ثم آمنوا ثم ازدادوا کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا ۔ جو لوگ ایمان لائے اور کافر ہو گئے۔ پھر ایمان لائے اور پھر کفر میں زیادتی کی ، اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ان کو صراط مستقیم ہی مل سکتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو پہلی مرتبہ رسول پر زبانی ایمان لائے لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر رسالت میں شک کر کے کفر کیا۔ پھر ایمان لائے۔ لیکن جب رسول نے یہ کہکر کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ علی کی ولایت پیش کی اور آنحضرتؐ نے بیعت کرنے کا حکم دیا تو مجبوراً بخ بخ کہکر زبانی بیعت تو کر لی مگر آنحضرتؐ کے دنیا سے تشریف لے جاتے ہی کفر کر بیٹھے۔ بلکہ کفر میں یوں زیادتی کہ غدیر خم میں علی کی ولایت کا اقرار کیا لیکن بعد میں انکار کر بیٹھے۔ پس اس گروہ کو ایمان سے کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔

امام نے اس قول خدا کی تفسیر کے بارے میں فرمایا ان الذین ارتدوا علی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطان سول لھم (پ ۲۶ ع ۷) بیشک جو لوگ دین سے اُلٹے پاؤں پلٹ گئے یعنی اپنے پہلے والے اصل کفر پر چلے گئے جبکہ ان کے سامنے راہ ہدایت ظاہر و باہر ہو چکی تھی اور شیطان نے گمراہی و ضلالت کو ان کے سامنے اچھا کر دیا اور اب ان کی خواہشیں بڑی لمبی اور چوڑی ہو گئیں۔ امام نے فرمایا کہ یہ لوگ فلاں فلاں ہیں کہ جو علی کی ولایت کو چھوڑ کر پھر اپنے آبائی کفر میں پہنچ گئے۔

امام نے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں فرمایا ہے ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم (پ ۱۷ ع ۱۰) جو شخص حرام کاری کا ارادہ کرے اور ظلم و ستم کے ساتھ حق سے روگردانی کرے اسکو دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

امام نے فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے کعبہ میں داخل ہو کر امیر المومنین کی شان میں نازل ہونے والی چیزوں کے انکار کرنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ پس یہ لوگ خانہ کعبہ میں ملحد ہو گئے۔ اس ظلم کی وجہ سے جو انہوں نے رسول خدا اور ان کے ولی علی ابن ابیطالب پر کیا۔ پس اللہ کی رحمت نے ظالمین کے گروہ کو دور کر دیا۔

امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے۔ اس آیت الکریمہ قول مختلف یوفک عنہ من افک۔ (پ ۲۶ ع ۱۸) یقیناً تم لوگ مختلف باتیں بناتے ہو امام نے فرمایا کہ ان کی مختلف گفتار علی ابن ابی طالب کی ولایت کے سلسلے میں تھی اس سے وہی لوٹایا جائے گا جو علی کی ولایت سے منحرف ہے۔

کلینی اور ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی فابی اکثر الناس بولایۃ علی ابن ابی طالب۔ یعنی اکثر لوگوں نے علی کی ولایت کا انکار کیا۔ امام نے فرمایا یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے وقل الحق من ربکم فی بولایۃ علی ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین ال محمد ناراً احاط بہم سرادقہا۔ یعنی اے رسول کہہ دو کہ حق اور سچی بات علی کی ولایت کے بارے میں تمہارے خدا کی طرف سے ہے۔ پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لائے اور جس کی مرضی کفر کی ہو وہ کافر ہو جائے۔ ہم نے آل محمد پر ظلم کرنے والوں کے لئے ایسی آگ مہیا کر رکھی ہے کہ جس پر آگ ہی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اخطب خوارزم جو علمائے اہل سنت سے ہیں کتاب تاویل الآیات میں ان سے روایت کی گئی ہے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک گروہ نے رسول خدا سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجراً عظیماً۔ یعنی خدا نے ایمانداروں اور نیکوکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کو اجر عظیم دیا جائے گا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز نور کا ایک سفید علم نصب کیا جائے گا اور ایک منادی ندا کرے گا کہ اے مومنوں کے سردار اٹھ اور اس کے ساتھ وہ اٹھیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہ محمد کے مبعوث ہونے کے بعد ہوگا۔ اس ندا کے بعد علی ابن ابی طالب اٹھیں گے اور ایک نورانی سفید علم ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور سابقین ولواحقین اور مہاجرین اولین اور اولین انصار اس علم کے نیچے جمع ہوں گے۔ ان میں کوئی اور شامل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت امیر نور ربانی کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے اور سب لوگ ایک ایک کر کے حضرت کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ جناب امیر ہر ایک کو اس کی مزدوری (ثواب) اور اس کا نور عطا کریں گے یہاں تک جب سب کو یہ مل جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کیا تم نے اپنے مرتبہ کو جانا اور جنت میں اپنی جگہ کو پہچانا۔ بیشک تمہارا خدا کہتا ہے کہ تمہارے لئے میرے پاس بخشش اور ثواب عظیم ہے

یہ کہہ کر جناب امیر منبر سے اترے علم کے سایہ میں اس گروہ کو لیجا کر جنت میں داخل کریں گے۔ ان کے م
جو ہو گا اس کو جہنم میں داخل کریں گے اس کو امام شافعی نے بھی کہا ہے۔ علی حبه جنة. قسیم النار
والجنة ۔ وصی مصطفےٰ حقا۔ امام الانس والجنة۔ دیکھو صواعق محرقہ۔ علی کی محبت آتش جہنم
کے لیئے سپر ہے۔ علی جنت اور دوزخ کو بانٹنے والا ہے۔ بیشک علی برحق وصی مصطفےٰ ہے۔ اور
علی تمام جنات اور انسانوں کا امام ہے۔ مترجم (اردو) اللہ کے اس قول کا مطلب یہی ہے :۔
والذین امنوا باللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم
اجرھم ونورھم (پ ۲۷۔ ع ۱۸۔ س حدید) یعنی جو لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ
کے نزدیک وہی نبیوں کی زیادہ تصدیق کرنے والے اور شہید ہیں۔ بیشک ان کے ہی لیئے اجر اور
نور ہے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو امیر المومنین کی ولایت کے سلسلے میں سابقین واولین
مومنین ہیں۔ والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحاب الجحیم ۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار
کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے علی کی ولایت کا انکار کیا اور
ان باتوں کو جھوٹ سمجھ کر علی کے حق کا انکار کیا وہ جہنم میں جائیں گے۔

مترجم گوید: اس قسم کی آیتوں کی تاویل کے بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں کہ جن کا ذکر ہم نے اپنی
کتاب بحار الانوار میں کیا ہے۔ جن میں سے بعض جلد دوم میں جہاں جناب امیر کا ذکر آئے گا بیان
کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

آیات ایمان کی تاویل ولایت اہل بیت علیہم السلام سے جو کی گئی ہے وہ ظاہر ہے اس لیئے
کہ ایمان کا بہترین جز ان حضرات کی ولایت ہے اور یہی ولایت تمام اجزائے ایمان کو مستلزم ہے
ایمان کے جملہ اصول وفروع ان حضرات کے بیان ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایمان کی تاویل ولایت
سے کرنا اسی وجہ سے ہے اور اہل بیت میں ایمان کا کمال واضح ہے اور کفر کی تاویل انکار ولایت
سے کرنا بھی معلوم ہے۔ اس لیئے ایمان کا بہترین جز ولایت اہل بیت کا مسلوب ہونا کفر ہی ہے۔ علاوہ
پیغمبر کی لائی ہوئی چیزوں کا انکار کرنا بھی عین کفر ہے اور مشرک کی تاویل ان لوگوں سے کرنا جنہوں نے
ولایت میں غیروں کو شریک کیا۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

۱۔ اس امام کے مقابلہ میں جس کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ دوسرے کو مقرر کرنا خدا کا شریک کرنا ہے۔

۲۔ ان لوگوں کے حکم کی فرمانبرداری کرنا جن کی اطاعت کا حکم خدا نے نہیں دیا۔ جیسا کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور خدا نے اپنی اطاعت کو عبادت قرار دیا ہے اور خدا نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے علماء اور رہبان نے اپنے آپ کو خدا بنا رکھا ہے۔ اس لئے کہ اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور خدا نے ایسی اطاعت کو شرک قرار دیا ہے۔

تیسرے خدا نے بہت سی ایسی چیزوں کو کہ جن کا تعلق اس کے دوستوں سے ہے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ دوستوں پر ظلم کرنے کو اپنے اوپر ظلم کرنے کے برابر قرار دیا ہے۔ اور ان کی بیعت و اطاعت کو اپنی بیعت و اطاعت قرار دیا ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ خدا نے اپنے دوستوں کے ساتھ شریک قرار دینے کو اپنا شریک قرار دیا ہو۔

تیرھویں فصل

ان آیات اور احادیث کے بیان میں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متقین سابقین اور مقربین سے مراد اہل بیتؑ اور اصحاب یمین سے مراد ان کے شیعہ

اور ان کے دشمن اشرار، دنجیاء اور اصحاب شمال ہیں۔:

ابن ماہیار نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں کہا ہے والسابقون السابقون اولئك المقربون فی جنات نعیم۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان اور اطاعت میں سبقت حاصل کی ہے وہی لوگ قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور یہی لوگ بہشت نعیم میں مقرب ہیں۔

جناب امیرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ہر سابق سے سابق ہوں خدا و رسولؐ کی طرف اور سب سے زیادہ خدا و رسولؐ کے نزدیک ہوں۔

جناب ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ سبقت لے جانے والے تین شخص ہیں۔

۱۔ جناب خرقیل مومن آل فرعون کہ جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔

۲۔ حبیب نجار صاحب یٰسین کہ جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے

۳۔ علی ابن ابی طالب جو حضرت محمد مصطفیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علی ان دونوں سے افضل ہیں۔

ابن شہر آشوب نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم اہل بیت سابقون ہیں جو تمام امتوں پر ہر کمال میں سبقت رکھتے ہیں اور ہم ہی آخرون ہیں کہ سب کے بعد دولت ما بعد ہوگی۔

ابن ماہیار نے شیخ طوسی سے انہی کی سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ والسابقون الخ۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ علی اور اس کے شیعہ ہیں جو جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور چونکہ خدا ان کو محبوب رکھتا ہے لہذا خدا کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔

امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔ فاما ان کان من المقربین فروح و ریحان و جنة نعیم (پ ۲۷ ع ۱۶۔ س واقعہ) اگر مرنے والا مقربین میں سے ہے پس اس کے لیے راحت و آرام اور بہشت کی خوشبوئیں ہیں ریحان یعنی پاک صاف روزی ہے یا جنت کا پھول ہے جو مرنے کے وقت اس کو دیا جاتا ہے کہ سونگھتا رہے اور عیش و آرام کے لیے جنت ہے۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت امیر المومنین اور ان کے بعد والے اماموں کی شان میں ہے۔

عیون اخبار رضا میں جناب امیر سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت والسابقون السابقون الخ میری شان میں نازل ہوئی ہے۔

سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب میں روایت کی گئی ہے کہ جس وقت جناب امیر نے مہاجرین و انصار کے سامنے اپنی حجت تمام کی تو یوں ارشاد فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جس وقت آیت والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار و السابقون الخ نازل ہوئی جانتے ہو کہ رسول خدا سے ان دونوں آیتوں کی تفسیر پوچھی تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے یہ اپنے نبیوں اور ان کے اوصیا کے متعلق ارشاد کیا ہے۔ لیس میں اللہ کے رسولوں اور نبیوں میں سب سے بہتر ہوں اور علی ابن ابی طالب میرا

وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے تو انصار و مہاجرین کے مجمع نے کہا کہ ہاں ہم نے رسول خدا سے یہ سُنا ہے۔

شیخ طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے سابقین چار آدمی ہیں ہابیل پسر آدم جو قتل ہوا سابق اُمت موسیٰ مومن آل فرعون ہے۔ سابق امت عیسیٰ حبیب نجار ہے اور سابق امت محمد علی ابن ابی طالب ہیں۔

کلینی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کیا ہے کہ اپنے شیعوں کی جماعت سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ خدا کے شیعہ ہو تم خدا کے مددگار ہو۔ تم سابقون اولون اور سابقون آخرون ہو، اور تم دنیا میں سابقون ہو اور آخرت میں جنت کی طرف سابق ہو۔ میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں۔ اللہ و رسول کی ضمانت کے ساتھ۔ علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اصحاب میمنہ وہ مومنین ہیں جن سے گناہ ہوا ہے اور وہ حساب و کتاب کے مقام پر روکے جائیں گے اور سابقین وہ لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب امیر کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے مومنوں کے امیر ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر انسان مومن ہے تو زنا نہیں کر سکتا۔ خونریزی نہیں کر سکتا اور چوری نہیں کر سکتا۔ مگر اس بات سے میں مطمئن نہیں ہوتا اور میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے کہ میں کہوں کہ یہ بندہ میرے جیسے کو نماز سکھاتا ہے۔ میرے جیسے کو دعوت اسلام دیتا ہے وہ مجھے لڑکی دیتا ہے اور میں اسے لڑکی دیتا ہوں۔ وہ میری میراث پاتا ہے اور میں اس کی میراث پاتا ہوں۔ صرف ایک ذرا سے گناہ سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے کہا سچ ہے اور میں نے رسول خدا کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس پر خدا کی کتاب دلیل ہے۔ اللہ نے انسانوں کو تین طبقوں پر پیدا کیا ہے اور ان کے تین درجے قرار دیئے ہیں۔ قرآن میں اصحاب میمنہ۔ اصحاب مشئمہ اور سابقون اور سابقین کے متعلق جو ذکر ہوا ہے پس وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ جن میں بعض مرسل ہیں۔ اور بعض غیر مرسل۔ ان میں پانچ روحیں قرار دی گئی ہیں۔ روح القدس۔ روح الایمان۔ روح القوت روح الشہوت اور روح البدن۔ روح القدس کے ذریعہ انبیاء مبعوث بنبوت ہوتے

ہیں۔ بعض مرسل اور بعض غیر مرسل اسی روح قدس کے ذریعہ خبریں دیتے ہیں اور روح ایمان کے ذریعہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہیں دیتے اور روح قوت کے ذریعہ اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے اور اپنے لئے تحصیل معاش کرتے ہیں اور روح شہوت کے ذریعہ طعام لذیذ کی طرف توجہ کرتے اور حلال طریقہ سے جوان عورت سے نکاح کرتے ہیں اور روح بدن سے راہیں طے کرتے ہیں۔ پس یہ گروہ بخشش یافتہ ہے۔ بعض معصوم ہیں اگر اتفاق سے کوئی ترک اولیٰ ہو جاتا ہے یا کوئی فعل مکروہ سرزد ہو جاتا ہے تو خدا معاف کر دیتا ہے اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اس کے بعد جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات واتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس۔ یعنی ان نبیوں کو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض ان میں سے خدا سے کلام کرتے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ یا حضرت محمدؐ اور بعض کے درجات بہت بلند کئے ہیں جیسے حضرت محمدؐ اور عیسیٰؑ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات دئے اور روح قدس کے ذریعہ ان کو طاقتور کیا اور تمام انبیا کے لئے فرمایا وایدھم بروح منہ یعنی خدا نے ان پیغمبروں کی اپنی خاص روح سے تائید کی ہے۔ یا یہ روح خدا کا خاص عطیہ ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ خدا نے انبیاء کو اس روح کے ذریعہ معزز قرار دیا۔ پس انبیاء کو غیر انبیاء پر فضیلت دی۔ اس کے بعد جناب امیرؑ نے اصحاب میمنہ کا ذکر کیا کہ یہ مومنین ہیں جیسا کہ سزاوار ایمان ہے اور ان میں چار روحیں ہیں۔ روح ایمان۔ روح قوت۔ روح شہوت اور روح بدن مرد مسلسل ان چاروں روحوں کو مکمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں چند کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں پس اس شخص نے کہا کہ اے مولا وہ چار حالتیں کیا ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ان میں کی پہلی تو یہ ہے جس کو خدا بیان کرتا ہے۔ ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً یعنی تم میں سے بعض لوگ خسیس ترین عمر کو پہنچے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانو۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ اس مرد سے یہ چاروں روحیں کم ہو جاتی ہیں۔ لیکن دین خدا سے باہر نہیں ہوتا اس لئے کہ خدا ہی نے اس کو اس سن تک پہنچایا ہے پس یہ شخص نماز کے وقت کو نہیں جانتا اور رات دن میں کسی نماز کے لئے اٹھنے کی طاقت نہیں ہوتی اور نہ ہی جماعت کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے

پ ۳ ع ۱ س آل عمران

پس یہ اس کی روح ایمان کا نقصان ہے اور اس سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ بعض انسانوں میں سے ایسے ہیں جن کی روح قوت کم ہو جاتی ہے جو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہتے اور اپنی روزی طلب نہیں کر سکتے۔ اور بعض وہ ہیں جن کی روح شہوت کم ہو جاتی ہے کہ اگر خوبصورت ترین عورت بھی ان کی طرف سے گزر کرے تو ان کو اس کی طرف کوئی میلان نہیں ہوتا۔ پس اس میں روح بدن باقی نہیں رہتی ہے۔ راستہ چلتا ہے۔ مگر لڑکھڑاتا ہے۔ یہاں تک کہ ملک الموت اس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس مرد کا حال اس لئے اچھا ہے کہ خدا نے اس کو یہاں تک پہنچایا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طاقت و شباب کے زمانہ میں اس پر کچھ ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ وہ گناہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں روح قوت اس کو گناہ پر جری کر دیتی ہے اور روح شہوت زیب و زینت دیتی ہے اور روح بدن اس کو گرا کر زنا کاری کا عادی بنا دیتی ہے۔ جب اس سے فعل حرام سرزد ہوتا ہے تو روح ایمان رخصت ہو جاتی ہے اور جب تک توبہ نہیں کرتا اور خدا اس کی توبہ قبول نہیں کرتا یہ روح ایمانی واپس نہیں آتی۔ اور اگر توبہ نہ کرے اور گناہ پر گناہ کئے جائے تو خدا اس کو آتش جہنم میں داخل کر دے گا۔ لیکن اصحاب مشئمہ یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ خدا فرماتا ہے الذین آتینا ھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) محمدؐ اور ان کی رسالت و ولایت اور ان کے اہل بیت کی ولایت توریت و انجیل میں اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو اپنے گھر میں پہچانتے ہیں۔ وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ( ) بیشک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ الحق من ربک یعنی اے رسول یہ تمہارے خدا کی طرف سے ہے کہ تم اس کی ان کی طرف برحق رسول ہو۔ فلا تکونن من الممترین۔ پس تم اس معاملہ میں کوئی شک مت کرو۔ چونکہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر انکار رسالت محمد کیا۔ لہٰذا خدا نے ان کو اسی بلا میں چھوڑ دیا۔ اور روح ایمان کو ان سے سلب کر کے ان کے جسموں میں تین روحیں، روح قوت، روح شہوت اور روح بدن چھوڑ دیں اور ان کی نسبت خدا نے ان کو چوپایوں سے منسوب کر دیا ان ھم الا کالانعام یعنی یہ لوگ جانور ہیں۔ اس لئے کہ چوپایہ روح قوت سے بوجھ اٹھاتا ہے۔

روح شہوت سے گھاس کھاتا ہے اور روح بدن سے راستہ چلتا ہے۔ پس اس سائل نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ نے میرے دل کو خدا کے حکم اور اس کی توفیق سے زندہ کر دیا۔

ابن ماہیار نے اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ فاما ان کان من اصحاب الیمین فسلامٌ لک من اصحاب الیمین۔ اور اگر یہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو کہا جائے گا اے صاحب یمین تم پر اصحاب یمین جو تیرے بھائی ہیں کا سلام ہو۔

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ امام نے فرمایا اصحاب یمین شیعہ ہیں۔ حقتعالیٰ اپنے پیغمبر کو خوشخبری دے کر کہتا ہے کہ اے ہمارے نبی تم پر اصحاب یمین کی طرف سے سلامتی ہو کہ تو ان کی طرف سے اپنے فرزندوں کے قتل سے مطمئن رہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہمارے شیعہ اور دوست ہیں۔

کتاب تاویل الآیات میں امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میری مخلوقات میں سے محبوب ترین بندہ مجھ سے دعا کرنے والا بندہ کہ مجھ سے محمد و آل محمد کے ذریعہ دعا کرے ان کلمات کے ساتھ کہ جو حضرت آدم نے خدا سے سیکھ کر دعا کی تھی اور ان کے ذریعہ آدم کی توبہ قبول ہوئی۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ اللھم انت ولی نعمتی والقادر علی طلبتی وقد تعلم حاجتی فاسئلک بحق محمد و آل محمد الا مارحمتنی مغفرت لی زلتی۔ اے خدا تو ہی میری نعمتوں میں ولی ہے۔ اے خدا تو ہی میرے سوال و حاجت پر قادر ہے۔ بلیشک تو میری حاجت کو جانتا ہے میں تجھ سے محمد و آل محمد کے ذریعہ سوال کرتا ہوں۔ خدایا میرے اوپر رحم کر اور میری لغزش سے درگزر کر۔

اللہ نے آدم پر وحی کی کہ اے آدم میں تیری نعمتوں کا ولی ہوں اور تیری حاجت پوری کرنے پر قادر ہوں اور میں حاجت سمجھتا ہوں مگر یہ بتلا کہ تو نے اس گروہ کے واسطے سے کس طرح سوال کیا۔ آدم نے کہا اے میرے رب جب تو نے میرے جسم میں روح پھونکی تو میں نے تیرے عرش کی طرف سر بلند کیا تو دیکھا کہ اس کے چاروں طرف لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس میں نے سمجھا کہ محمد تیرے عزیز بندہ بزرگ ہیں۔ پھر تو نے ان کے نام پیش کئے منجملہ ان ناموں کے جو میرے سامنے آئے آل محمد اور شیعہ تھے۔ پس میں نے یہ سمجھا کہ یہ بندے تیرے نزدیک تمام مخلوقات میں محبوب ترین ہیں خدا نے کہا کہ اے آدم تم سچ کہتے ہو۔

انہی حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے امیرالمومنین سے فرمایا کہ تم ہی وہ ہو کہ جس کو خدا نے اپنی تمام مخلوق پہ ابتدائے آفرینش میں جبکہ سب کو اپنے نزدیک روکے رکھا حجت قرار دیا ہے۔ ان کو چند شبیے ہوئے۔ پس خدا نے ان سے کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ اللہ نے کہا کہ کیا محمدؐ میرا رسول نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں محمدؐ رسول ہے۔ خدا نے کہا کہ کیا علی مومنوں کا امیر و بادشاہ نہیں ہے تو اے علی تمام مخلوق نے تیری ولایت سے انکار کر کے تکبر و نافرمانی اختیار کی۔ سوائے چند قلیل در قلیل افراد کے اور یہی اصحاب یمین ہیں۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ سے اس قول خدا کی تفسیر پوچھی گئی فاماان کان من المقربین تو امام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو امام کی بارگاہ میں قرب و منزلت رکھتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ اصحاب یمین کون ہیں تو امام نے فرمایا کہ جو شخص آئمہ برحق کی امامت کا اقرار کرتا ہے وہ سب اصحاب یمین میں داخل ہیں۔ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر پوچھی واماان کان من المکذبین الضالین۔ یعنی اگر مرنے والا پیغمبروں کی تکذیب کرنے والا گمراہ ہو تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس کی تواضع دوزخ کے گرم پانی سے کی جائے گی۔ امام نے فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہے کہ جس نے امام کی تکذیب کی ہے۔

کلینی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ما سلککم فی سقر۔ قالوا لم نک من المصلین۔ یعنی اصحاب یمین مجرم اور کافروں سے سوال کریں گے کہ تم کو کونسی بات نے جہنم میں پہنچا دیا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے بنابر مشہور کے۔ اس روایت میں حضرت نے فرمایا کہ اس آیت میں مصلی کے معنی نمازی کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لفظ سابق کے برابر ہے کہ جب دس گھوڑوں کو دوڑانے کے لئے برابر کھڑا کیا جاتا ہے تو ان میں سے ہر ایک گھوڑے کا نام الگ الگ ہوتا ہے جو ان میں سب سے آگے ہوتا ہے تو اس کو سابق کہتے ہیں اور مجلی بھی کہا جاتا ہے اور اس کے بعد مصلی ہوتا ہے کہ جس کا سر سابق کی دم والی داہنی بائیں دونوں ہڈیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ پس سابق آئمہ ہیں جن کو تمام امت پر سبقت حاصل ہے۔

عقائد الاعمال میں کہا گیا ہے کہ مصلی سے مراد آئمہ کے شیعہ ہیں جو اپنے آپ کو ان سے ملحق کرتا

چلتے ہیں اور ان کی پیروی کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کا درجہ پست ہے اور یہی معنی آیت کے سیاق کے لحاظ سے مناسب ہیں۔ اس لئے کہ اصول دین میں مخالفت کرنا یہ مشرک اور مجرموں کی نسبت ہے بہ نسبت فروع دین کی مخالفت کے جیسے نماز وغیرہ۔ اسی طرح لم نک نطعم المسکین ہے یعنی ہم غریبوں کو کھانا نہیں دیتے تھے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آل محمد کا خمس نہیں دیا کرتے تھے۔ اس کو بھی اصول دین کی طرف پلٹایا جا سکتا ہے۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ امام نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین یعنی ہر شخص اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑا جائے گا سوائے اصحاب یمین کے اصحاب یمین ہمارے شیعہ ہیں۔ پھر اس آیت کی تفسیر فرمائی۔ فی جنات یتساءلون عن المجرمین کہ رسول خدا نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ اے علی مجرم وہ ہیں جنہوں نے تمہاری ولایت کا انکار کیا ہے۔ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے پہنچایا تو مجرم کہیں گے کہ ہم نماز گزاروں میں سے نہیں تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور باطل پرستوں کے ساتھ ہم بھی باطل میں پڑ گئے تھے۔ یہ سن کر اصحاب یمین کہیں گے کہ یہ باتیں تو ایسی نہیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے۔ سچ بتاؤ اور کیا کرتے تھے تو اس وقت مجرم کہیں گے کنا نکذب بیوم الدین حتی اتانا الیقین یعنی ہم قیامت کا انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ موت نے آ گھیرا۔ رسول فرماتے ہیں کہ جب مجرم یہ کہیں گے تو اصحاب یمین کہیں گے کہ ہاں یہ بات ہے اے اشقیا کہ جس نے تم کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یوم الدین وہ دن ہے کہ جس روز اے علی تمہاری ولایت کا اقرار لیا گیا تھا۔ اس دن انہوں نے تمہاری ولایت کی تکذیب کی تھی اور ان کو اس کا اعتبار نہیں تھا اور یہ مغرور ہو گئے۔

علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے کلا ان کتاب الفجار لفی سجین۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قیامت برپا نہیں ہو گی۔ ضرور ہو گی۔ اور بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔ یا ان کے نامہ اعمال میں لکھا جا چکا ہے کہ ان کی روح وہاں ہے۔ سجین زمین کے ساتویں سب سے نیچے کے طبقہ میں ہے۔ یا ایک کنواں ہے جہنم میں یا سجین مجرموں کے نامہ عمل کا نام ہے۔ امام نے فرمایا اس آیت میں فجار سے مراد ہمارے دشمن اور ان کے ماننے والے ہیں ابن

کے بعد فرمایا ہے ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین وائے ہو اس روز قیامت کے روز) ان جھٹلانے والوں پر جو روز جزا کو جھٹلاتے اور اس کو غلط سمجھتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے دشمن ہیں۔ وما یکذب بہ الا کل معتد اثیم اذا تتلی علیہ ایاتنا قال اساطیر الاولین۔ روز جزا کی تکذیب بس کرتا ہے جو حد سے زیادہ گنہگار ہے۔ جبکہ اس کے سامنے خدا کی آیتوں کی تلاوت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ گزرے ہوؤں کے قصے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا نے کہا ثم انہم لصالوا الجحیم۔ بیشک یہی وہ لوگ ہیں جو آتش جہنم کو بھڑکانے والے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تمام آیتیں ہمارے دشمنوں کی شان میں ہیں۔ اس لئے کہ یہ رسول کی تکذیب کرتے تھے۔ اس کے بعد خدا کہتا ہے۔ عینا یشرب بہا المقربون۔ امام نے فرمایا کہ مقربون رسول مقبول۔ امیرالمومنین۔ فاطمہ زہرا اور حسن حسین علیہم السلام ہیں

بسند معتبر انہی حضرات سے روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اعلیٰ علیین کے بلند مراتب سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کے دل اس سے بنائے جس سے ہمارے بدن خلق کئے گئے ہیں۔ پھر امام نے اس آیت کی تلاوت کی۔ کلا ان کتاب الابرار لفی علیین وما ادراک ما علیون کتاب مرقوم یشہدہ المقربون۔ بیشک ایسا ہی ہے کہ ابرار کے نامۂ اعمال علیین میں ہیں اور سمجھتے ہو کہ علیین کیا ہے۔ علیین ایک لکھا ہوا نامہ ہے جو واضح ہے اور اس کے نزدیک نامے موجود ہیں کہ جس کی حفاظت کرتے ہیں یا روز قیامت اس کی گواہی دیں گے مقربین یا یہ کہ علیین اس کتاب کے محل کا نام ہے اور وہ آسمان ہفتم ہے یا سدرۃ المنتہیٰ یا بہشت پھر فرمایا یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک۔ یعنی وہ لوگ اس شراب خالص سے پئیں گے جس پر مہر لگی ہو گی اور وہ مہر مشک پر کی ہو گی۔ امام نے فرمایا کہ یہ وہ پانی ہے کہ جب بھی مومن اس کو پئے گا اس سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون پس اس میں رغبت کرنے والے رغبت کریں گے۔ امام نے فرمایا کہ جن آیات کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں وہ ثواب ہے جو مومنین حاصل کریں گے ومزاجہ من تسنیم اور اس میں نہر تسنیم کا پانی ملایا گیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ اہل بہشت کے لئے بہترین پینے کی چیز آب تسنیم ہے اور اس کو تسنیم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پانی بلند مقام سے گر کر جنت والوں کے گھروں میں جاتا ہے۔

عینا یّشرب بہا المقربون۔ امام نے فرمایا کہ تسنیم وہ چشمہ ہے کہ جس سے صرف مقربانِ خالص ہی پی سکیں گے اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہو گی۔ اور مقربین آل محمد ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے السابقون السابقون اُولئک المقربون۔ یعنی رسول خدا اور خدیجۃ الکبریٰ، علی ابن ابی طالب اور ان کی ذریت کے امام بھی انہی سے ملحق ہیں۔ حقتعالیٰ فرماتا ہے الحقنا بھم ذریتھم یعنی ہم نے ان کی ذریت کو بھی ان سے ملحق کر دیا۔ مقربان محض آب چشمۂ تسنیم نوش کریں گے اور مومنین اس سے ملا ہوا پئیں گے۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے خدا نے مجرموں کی یہ کیفیت بیان کی ہے کہ مومنین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور ان پر ہنستے ہیں اور ان پر اشارہ بازی کرتے ہیں۔ خدا کہتا ہے۔ ان الذین اجرموا کانوا من الذین آمنو یضحکون مجرم مشرکین کی یہ حالت ہے کہ مومنین کی تضحیک کرتے ہیں۔ واذا مروا بہم یتغامزون اور جب ان کی طرف سے مومنین کا گزر ہوتا ہے۔ اشارہ بازی کرتے ہیں۔ واذا انقلبوا فکھین اور جب اپنے خیالوں میں جاتے ہیں تو مومنین کی مذمت کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ واذا راوھم قالوا ان ھٰؤلاء لضالون اور جب مومنین کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ گمراہوں کی جماعت ہے وما ارسلوا علیہم حافظین ان مجرموں کو ہم نے مومنین کے اعمال کا نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ فالیوم الذین امنوا من الکفار یضحکون۔ پس جب قیامت ہو گی تو مومنین کافرین کے حال پر ہنسیں گے۔ علی الارائک ینظرون اور مومنین تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے جہنمیوں کے حالات دیکھتے ہوں گے۔ ھل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون۔ امام نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے کیا ہم نے کفار کو خبر نہیں دے دی ہے اس چیز کی جو انہوں نے کیا والذین اجرموا جو لوگ مجرم ہیں جو رسول اور مومنین پر ہنستے ہیں اور اشارہ بازی کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں روایت کی گئی ہے کہ کانوا من الذین امنوا یضحکون امیر المومنین کی شان میں نازل ہوا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ جناب امیر مسلمانوں کے ایک گروہ میں تھے کہ رسول خدا کی خدمت میں آئے یہ دیکھ کر منافقین استہزاء کرنے لگے اور ہنسی مذاق کر کے اشارہ بازی کرنے لگے اور اپنے دوستوں کی طرف پلٹ کر کہنے لگے کہ آج ہم نے اصلع رجب کے سر پہ

آ گئے بال نہ ہوں) کو دیکھا اور ہم اس پر ہنسے۔ پس اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کو مقاتل اور کلینی سے روایت کیا گیا ہے۔

ابوالقاسم حسکانی نے شواہد التنزیل میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الذین اجرموا سے مراد قریش کے منافقین ہیں اور والذین آمنوا علی ابن ابیطالب ہیں۔

ابن شہر آشوب نے امام حسن سے روایت کی ہے کہ سچا قرآن مجید میں جہاں کہیں ان الابرار آیا ہے وہاں ہر جگہ علی ابن ابیطالب، فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام مراد ہیں اس لئے کہ ہم ماں باپ دونوں کی طرف سے نیکوکار ہیں اور ہمارے دل اطاعت و نیکیوں کی وجہ سے بہت بلند ہیں اور دنیا اور اس کی محبت سے ہم لوگ بیزار ہیں اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہے۔

امام موسیٰ کاظم سے روایت کی گئی ہے کہ فجار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آئمہ طاہرین کے حق میں فجور کیا ہے اور ان سے مخالفت و دشمنی اختیار کی ہے۔

مجمع البیان میں ہے کہ سجین جہنم میں پست ترین کنواں ہے کہ جس کا سر کھلا ہوا ہے اور فلق جہنم کا وہ کنواں ہے کہ جس کا سر ڈھکا ہوا ہے۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ مومنین کے اعمال اور روحوں کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں لیکن جب کفار کی روحوں اور اعمال کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ ان کو سجین میں لے جاؤ اور سجین حضر موت میں ایک وادی کا نام ہے جس کو وادی برہوت کہتے ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ سجین زمین کا ساتواں طبقہ ہے اور علیین ساتواں آسمان ہے۔ امام حسن مجتبیٰ سے روایت ہے کہ لوگ بیت المقدس کے ایک پتھر کے نزدیک محشور ہوں گے۔ اہل بہشت اس پتھر کے داہنی جانب سے محشور ہوں گے اور اہل دوزخ بائیں جانب سے اور یہ پتھر زمین کے ساتویں طبقہ میں گرا ہوا ہے۔ فال اور سجین بھی اسی طبقہ میں ہے۔

کلینی نے بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ جب ملک خوشی خوشی (بندہ غیر مومن) کے اعمال اوپر لے جاتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کے اعمال سجین میں لے جاؤ۔ اس لئے کہ اس کے یہ اعمال میرے لئے نہیں کئے گئے ہیں بلکہ دوسروں کو دکھانے کے لئے کئے گئے ہیں۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں اِنَّ الابرار لفی نعیم و اِنّ الفجار لفی جحیم۔ بیشک ابرار نیکو کار نعیم بہشت میں ہوں گے اور فجار بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوں گے۔ امام نے فرمایا کہ ابرار ہم لوگ ہیں اور فجار ہمارے دشمن ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے۔ ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار۔ کیا وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے ان لوگوں کی طرح قرار دیئے جائیں گے جو روئے زمین پر فتنہ و فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا پرہیزگار بدکار مل کی طرح ہو جائیں گے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں۔ ایماندار اور نیکوکار سے مراد علی۔ حمزہ اور عبیدہ ہیں۔ اور فساد کنندگان سے مراد عتبہ۔ شیبہ اور ولید ہیں جو اُن کے علی وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور پرہیزگار سے مراد علی اور ان کے اصحاب ہیں اور فجار دشمنان علی ہیں۔

چودھویں فصل

ان احادیث کے بیان میں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صراط اور سبیل وغیرہ والی آیات آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے لئے وارد ہوئی ہیں

تفسیر امام حسن عسکریؑ اور معانی الاخبار میں وارد ہوا ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا اھدنا الصراط المستقیم یعنی اے خدا تو اپنی توفیق سے ہمیں ہمیشہ اپنی اطاعت پر رکھ جس طرح سے گزشتہ ایام میں رکھا تاکہ آئندہ بھی تیری اطاعت کرتے رہیں اور صراط مستقیم تمام میں صراط دو ہیں۔ ایک صراط دنیا میں ہے اور دوسرا آخرت میں۔ لیکن صراط دنیا یہ ہے کہ بلندیوں سے پست تر اور غلطی سے بلند تر اور سیدھی ہو اور باطل کی طرف کسی قسم کا لگاؤ نہ ہو۔

دوسرا صراط مومنین کا جنت کی طرف جانے کا راستہ ہے جو بالکل سیدھا ایسا کہ جنت کے

سوا جہنم یا غیر جہنم کی طرف مائل نہیں۔
امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اے خدا ہدایت کر ہماری سیدھے راستہ کی طرف اور ایسے لوگوں کی پیروی کی توفیق عطا کر کہ جس سے تیری محبت ملے۔ اور تیرے دین کی طرف رہنمائی ہو، اور مجھے اپنی خواہشات کی پیروی سے باز رکھ اور ایسا نہ ہو کہ میں اپنی خود رائی پر عمل کر کے ہلاک ہو جاؤں۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ فرمایا کہ یوں کہو ہدایت کر ہماری اس جماعت کی طرف کہ جس پر تو نے انعام کیا ہے اس وجہ سے کہ تو نے اپنے دین دینے کی توفیق دی۔ ان کے اطاعت کرنے کی وجہ سے اور یہ وہ جماعت ہے کہ جس کے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً یعنی جو لوگ اللہ والوں کی اطاعت کریں گے وہ اس جماعت کے ساتھ ہوں گے کہ جس پر خدا نے انعام کیا ہے نبیوں میں سے اور جو لوگ نبیوں کی بہت تصدیق کرنے والے ہیں اور شہداء اور صالحین میں سے۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اس جماعت سے مراد جس پر انعام ہوا ہے وہ جماعت نہیں کہ جن کے پاس مال و متاع دنیا زیادہ ہو یا وہ صحت و تندرستی کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ظاہری نعمتیں ہیں جو کافروں اور مشرک و فاسق سب کو ملتی ہیں۔ خدا تم سے یہ نہیں کہتا کہ مالدار کافر یا فاسقوں کے ساتھ ہونے کی دعا کرو بلکہ اس جماعت سے مراد وہ گروہ ہے جس کو ایمان باللہ و تصدیق برسولان اور ولایت محمد و آل محمد اور نیکوکار و برگزیدہ اصحاب کا انعام حاصل ہوا ہے اور ایسی نیکی کی پیروی کہ جس سے بندگان خدا برائی اور شر سے محفوظ رہیں اور دشمنان خدا سے جو ان کے کفر کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں ان سے بچے رہیں۔ اس طرح کہ ان سے ایسا برتاؤ کیا جائے جس سے ان کو اپنے اور مومنین کو آزار پہنچانے کی خواہش نہ ہو سکے۔ اور اپنے برادران مومنین کے حقوق کو پہچانیں۔ اس لئے کہ کوئی بندہ اور کنیز خدا ایسا نہیں ہے جو محمد و آل محمد سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرے۔ مگر یہ کہ وہ ایک محفوظ احاطہ اور مضبوط ترین قلعہ میں آگیا اور پھر وہ بندہ اور کنیز جو خدا کے بندوں کے ساتھ ایسی مدارات کرے کہ جس کی وجہ سے وہ باطل میں داخل نہ ہو سکے اور حق سے باہر نہ جا سکے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تسبیح کا ثواب دے کر اس کے عمل کو قبول کرتا ہے اور اس کو اس صبر کی وجہ سے جو اس نے ہمارے دشمنوں سے ہماری مخالفت وغیرہ کے سلسلہ میں سن سن کر

اور بھیدوں کو چھپا چھپا کر برداشت کیا ہے ایسے شخص کا درجہ دے گا جو خدا کی راہ میں جہاد کرکے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان دیدے۔ جو شخص اپنے امکان بھر برادران مومنین کے حقوق کو ادا کرے اور اپنی طاقت بھر ان کو دیتا رہے اور ان سے اس طرح راضی رہے کہ ان کی خطائیں اور غلطیوں کو معاف کرتا رہے اور اس کا بدلہ لینے میں مبالغہ نہ کرے تو قیامت کے روز خدا اس کو ندا کرے گا۔ کہ اے بندۂ مومن تو نے برادران مومنین کے حقوق ادا کئے اور جو تیرے حقوق ان پر تھے اس میں تو نے تنگی نہیں کی۔ میں بڑا بخشنے والا اور کرم کرنے والا ہوں۔ لہٰذا تو اس لائق ہے کہ تیرے ساتھ بخشش اور کرم کیا جائے۔ لہٰذا آج میں تجھ کو وہ دیتا ہوں کہ جس کا میں نے وعدہ کیا تھا بلکہ اپنے وسیع فضل و کرم سے تجھ کو اس سے زیادہ دیتا ہوں اور تیری ان غلطیوں سے میں رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں جو تجھ سے میرے بعض حقوق کے ادا کرنے میں ہوتی ہیں۔ پس خدا اس بندۂ مومن کو محمدؐ و آل کے ساتھ ملحق کر دے گا اور اس کا مقام شیعیان محمد و آل محمد کے درمیان ہوگا

معانی الاخبار میں بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے لوگوں نے امام سے صراط کے متعلق معلوم کیا تو امام نے فرمایا کہ وہ راستہ جس سے خدا کی معرفت حاصل ہو اور صراط دو ہیں ایک صراط دنیا، دوسرا صراط آخرت۔ دنیا کا صراط وہ امام ہے کہ جس کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے کہ جس کو اس کی معرفت ہو اور جو شخص اس کو پہچان کر اس کی ہدایات پر عمل کرے گا وہ اس پل سے آسانی سے گزر جائے گا جو روز آخرت جہنم کے اوپر نصب ہوگا اور جس شخص کو اس امام کی معرفت نہ ہوگی اس کے قدم اس جہنم کے پل پر اس طرح تھرتھرا جائیں گے کہ یہ آتش جہنم میں گر جائے گا۔

امام جعفر صادق سے بسند حسن اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے اھدنا الصراط المستقیم۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر۔ امام نے فرمایا کہ صراط مستقیم امیر المومنین ہیں اور اس کی دلیل خدا کا یہ فرمان ہے وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم۔ یعنی امیر المومنین ام الکتاب جو سورۂ حمد میں مذکور ہے۔ آیہ اھدنا الصراط المستقیم میں اور صراط مستقیم علی ہے جو خدا کے تمام احکام و اوامر اور معارف کا عالم ہے۔ مفسرین نے انہ کی ضمیر قرآن کی طرف پھیری ہے۔ اور ام الکتاب لوح محفوظ قرار دی ہے

اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ قرآن مجید اس لوح محفوظ میں ہے جو ہمارے پاس ہے وہ بلند مرتبہ اور علم یا حکمتوں کا ظاہر کرنے والا ہے۔ ہم نے جو اس سے قبل اپنی تحقیق لکھی ہے کہ امیرالمومنین قرآن ناطق ہے۔ لہذا آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی امیرالمومنین کی ذات ثابت ہوتی ہے (ظرف قرآن کے ساتھ ملاحظہ ہو)۔

امام زین العابدین سے روایت کی گئی ہے کہ خدا اور اس کی حجت جو امام زمانہ ہے کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے ہم ہیں خدا کے علوم کے دروازے۔ ہم ہیں صراط مستقیم ہم ہیں علوم خدا کا صندوق ہم ہی خدا کی وحی (قرآن) کی تفسیر بیان کرنے والے ہیں۔ ہم ہی خدا کی توحید اور خدا کے راز کا محل و مقام ہیں۔

امام جعفر صادق سے بسند معتبر اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے صراط الذین انعمت علیہم۔ یعنی ان افراد کا راستہ کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ الذین سے مراد محمدؐ اور ان کی ذریت ہے۔

علی ابن ابراہیم نے بسند مثل صحیح امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا بخدا ہم ہی وہ ہیں کہ جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے جس کا جی چاہے اس راہ پر چلے خدا کی قسم ہر شخص کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ واللہ ہم ہی وہ سبیل اور راستہ ہیں کہ جن کی اطاعت و پیروی کا تم کو حکم دیا ہے۔ واللہ ہم صراط مستقیم ہیں

بسند مثل صحیح انہی حضرات سے روایت کی گئی ہے کہ سورہ حمد کے آخر کو اس طرح پڑھتے تھے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا غیر الضالین۔ یعنی مجھے ہدایت کر سیدھے راستہ کی ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے نہ گمراہوں کے راستہ کی۔ امام نے فرمایا کہ مغضوب علیہم ناصبی ہیں جو لوگ کھلم کھلا دشمن اہل بیت ہیں اور گمراہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

بسند مثل صحیح دوسری روایت انہی حضرت سے کی گئی ہے کہ مغضوب علیہم ناصبی ہیں اور ضالین وہ شک کرنے والے ہیں جو امام کو نہیں پہچانتے۔

ابن شہر آشوب نے علمائے اہل سنت کے عالم وکیع کی تفسیر سے ابن عباس سے روایت کی ہے اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر یوں ہے کہ اے بندگان خدا یوں کہو کہ اے خدا ہم کو رشد و

ہدایت کر محبت محمد و آل کی طرف۔

تفسیر ثعلبی میں ابی بریدہ سے روایت کی گئی ہے کہ صراط مستقیم محمد و آل محمد کا راستہ ہے کشف الغمہ میں غیر ولد سے محدث حنبلی نے بریدہ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے: وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پ ۶ ع) بیشک یہی میرا راستہ سیدھا ہے۔ تم لوگوں کو اسی کی پیروی کرنا چاہئے اور راستوں پر مت چلو۔ ورنہ خدا کے سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔ خدا نے تم کو اسی کی پیروی کی وصیت کی ہے تاکہ تم برائیوں سے بچ جاؤ۔ امام نے فرمایا کہ اس آیت میں صراط سے مراد امام ہے۔ اور وہ راستے جن پر چلنے کو خدا نے منع کیا ہے۔ ناحق امام کے راستے ہیں۔ فتفرق بکم کا مطلب یہ ہے کہ امام سے اختلاف مت کرو۔ اور برحق امام کو چھوڑ کر ادھر ادھر مت بھٹکو۔

امام محمد باقرؑ سے اس کی تفسیر میں روایت ہے امام نے فرمایا کہ ہم خدا کا راستہ ہیں اس شخص کے لئے جو دوسرے ان راستوں پر نہ جائے کہ جن پر چلنے کو خدا نے منع کیا ہے

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ بیشک خدا ایمان والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے یعنی امام یقین کی طرف ہدایت کرتا ہے

کتاب تاویل الآیات میں امام محمد باقرؑ سے بروایت فضل اس آیت کے سلسلے میں روایت کی گئی ہے۔ وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا کہ راہ سے مراد امامت ہے۔ لہٰذا اس کی پیروی کرو۔ ولا تتبعوا السبل اور امام برحق کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر مت چلو۔

کتاب نہج الایمان میں بریدہ اسلمی سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ اس آیت کو علی کی شان میں قرار دے تو خدا نے ایسا ہی

تفسیر فرات میں امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے وان هذا صراطی مستقیما اس میں علی ابن ابی طالب اور اولاد فاطمہ سے اماموں کی امامت مراد ہے اور جو شخص ان کا طلبگار رہیگا وہ دوسرے راستہ پر نہیں جا سکتا۔

ابن شہر آشوب نے اس آیت ولا تتبعوا السبل کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں خدا کا راستہ اس شخص کے لئے جو ہماری اقتدا کرے اور ہم جنت کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں اور ہم اسلام کی رسیاں اور زنجیریں ہیں۔

انہی امام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہمارے دین کے راستہ پر جہاد کرتے ہیں بیشک ہم ان کو اپنی راہیں دکھلاتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت آل محمد اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

انہی امام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے واتبع سبیل من اناب الی یعنی اس شخص کے راستہ کی پیروی کرو جس کی بازگشت ہماری طرف ہو۔ امام نے فرمایا کہ پیروی کرو محمد و علی کے راستہ کی۔

علی ابن ابراہیم نے وانک لتدعوھم الی صراط مستقیم بیشک اے رسولؐ تم ان لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہو، کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے امام نے فرمایا اے رسولؐ تم ان لوگوں کو ولایت علی ابن ابی طالب کی طرف بلاتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے وان الذین لا یومنون بالاخرۃ عن الصراط لناکبون۔ یعنی جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ امام سے منحرف ہیں۔

مناقب میں امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں یہ روایت ہے کہ یہ لوگ ہماری ولایت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

محمد بن العباس نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ صراط سے مراد اہل بیت کی ولایت ہے۔

مناقب میں ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اھتدی۔ یعنی عنقریب معلوم کرلوگے کہ سیدھے راستہ پر اور ہدایت یافتہ کون کون لوگ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بخدا اصحاب صراط سوی محمد اور ان کے اہل بیت ہیں اور ہدایت یافتہ اصحاب محمد ہیں۔

امام حسن عسکری کی تفسیر میں مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو بندہ اور کنیز خدا علی ابن ابی طالب کی ظاہری طور سے بیعت کرے اور باطن میں توڑدے اور اس نفاق پر ملک الموت کے آنے تک باقی رہے تو جس وقت ملک الموت قبض روح کرتے ہیں تو اس وقت اس شخص کے سامنے شیطان اور اس کے مددگار آجاتے ہیں اور آتش جہنم اور مختلف عذاب اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ (اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص امیرالمومنین کی ولایت کا دل وجان سے اقرار نہیں کرے گا۔ اس کے لئے دنیا ہی میں مختلف قسم کے عذاب پیش کر دئے جائیں گے (مترجم باردو)

اگر یہ شخص اپنی بیعت میں وفا کرتا اور اپنے ایمان پہ باقی رہتا تو جنت کے منازل میں ساکن ہوتا۔ اب ملک الموت اس سے کہتے ہیں کہ ان جنتوں کی طرف دیکھو کہ جن کے راحت و سکون اور فرحت و سرور کو سوائے رب العالمین کے دوسرا نہیں جانتا یہ سب کچھ تیرے لئے تھا۔ اگر تو محمد رسول خدا کے بھائی کی ولایت پر باقی رہتا تو روز قیامت تجھ کو ان میں رہنے کا حق ہوتا۔ لیکن چونکہ تو نے بیعت کو توڑ دیا اور بد عہدی کی۔ لہٰذا اب تیرے لئے یہ جہنم کے عذاب ہیں جس میں منہ کھولے ہوئے بڑے بڑے خطرناک سانپ، اژدھے۔ بچھو اور مختلف زہریلے جانور لٹکے ہوئے ہیں اور اب تیری بازگشت ان عذابوں کی طرف ہے۔ یہ حال دیکھ کر کہے گا۔ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ کاش میں رسولؐ کے طریقہ کو اختیار کر لیتا اور کاش میں رسولؐ کا کہنا مان لیتا۔ یعنی علی ابن ابیطالب کا منکر نہ ہوتا۔

ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تلاوت کی یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ یعنی جب قیامت کے روز ظالم اپنی انگلیوں کو اپنے دانتوں سے کاٹ کر کہے گا کہ کاش میں نے رسول کے بتلائے ہوئے رستہ کو اختیار کیا ہوتا اور کاش میں نے فلاں کی دوستی اختیار نہ کی ہوتی۔

کلینی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام محمد باقر نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں فرمایا کہ جن لوگوں نے ہم سے خلافت کا لباس چھین کر خود پہن لیا اور اس امر میں ہم سے جھگڑا کیا جس میں ان کو جھگڑنے کا حق نہیں تھا اور انہوں نے اس حرکت سے اپنے لئے عذاب مہیا کیا اور جب یہ آپس میں ملیں گے تو ایک دوسرے سے اظہار بیزاری کر کے یوں کہیں گے یالیتنی بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین۔ یعنی کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرق و مغرب کا فرق ہوتا اور تمہاری دوستی نے مجھے بڑا نقصان دیا۔ پس بدبخت بڑی کس مپرسی کے عالم میں کہے گا یالیتنی لم اتخذک خلیلا لقد اضلنی لعن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولا۔ اے کاش میں تجھے اپنا یار نہ بناتا۔ بے شک ذکر خدا آجانے کے بعد تم نے مجھ کو اس سے گمراہ کر دیا۔ تحقیق کہ شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہم وہ ذکر خدا ہیں کہ جس کو یہ لوگ چھوڑ کر گمراہ ہوئے۔ ہم وہ سبیل و راہ خدا ہیں جس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا۔ ہم وہ ایمان ہیں جس سے یہ کافر ہو گئے۔ ہم ہی وہ قرآن ہیں کہ جس سے انہوں نے علیحدگی اختیار کی۔ ہم ہی وہ دین ہیں کہ جس کی انہوں نے تکذیب کی اور ہم ہی وہ راستہ ہیں کہ جس کو ان لوگوں نے ترک کر کے دوسری راہ اختیار کی۔

مناقب میں امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے افمن یمشی مکبا علی وجہہ اھدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص جو اوندھے منہ الٹا چلتا ہے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ شخص جو صراط مستقیم پر چلتا ہے [redacted] زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ امام نے فرمایا کہ جو لوگ اندھے اور الٹے چلتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں اور جو لوگ سیدھے چلتے ہیں وہ امیر المومنین کے اصحاب خاص سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار ہیں۔

محمد بن العباس نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جو لوگ شب تار میں سیدھے راستے پر چلتے ہیں بخدا وہ علی اور ان کے اوصیا ہیں۔

علی بن ابراہیم نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا انظر کیف ضربوا لک الامثال

الامثال فضلّوا فلا یستطیعون سبیلا۔ (پ ۱۸ ع ۱۵) یعنی ظالم کہتے ہیں کہ تم اس جادوگر شخص کی پیروی کرتے ہو۔ اے رسولؐ دیکھو یہ تمہاری کیسی کیسی مثال دیتے ہیں۔ اے رسول یہ گمراہ ہو گئے ہیں پس ان کو تیری طعنہ زنی پر کوئی صحیح راہ نہیں مل سکتی۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ وقال الظالمون آل محمد حقہم یعنی ان ظالموں نے کہا کہ جنہوں نے آل محمد کے حق کے بارے میں ظلم کیا اور اللہ سے ان کا حق غصب کیا۔ امام نے فرمایا کہ دوسرا ٹکڑا اس طرح تھا فلا یستطیعون الی ولایۃ علیٍ سبیلا۔ یہ لوگ علی کی ولایت والی راہ نہیں پا سکتے۔ بیشک علی خدا کی راہ اور سبیل ہے۔

مترجم گوید: اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ الفاظ آیت اس طرح تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ مفہوم و تفسیر آیت اس طرح تھی اور ہے۔

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے۔ قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی (پ ۱۳۔ ع ۶) یعنی اے محمد کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہی ہے کہ میں لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والا بڑے بالبصیرت اور سمجھدار ہیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ لوگ کون ہیں جنہوں نے رسول کی متابعت کی اور رسول کی نیابت میں لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دیتے ہیں (ہم اہل بیت ہیں)

تفسیر فرات میں امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت میں سبیل سے مراد ولایت اہلبیت ہے جس کا منکر گمراہ اور ذلیل ہے۔

دوسری سند سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔ فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراطٍ مستقیم۔ اے رسول تم ہماری وحی کو مضبوطی سے پانبدھ بیشک تم صراط مستقیم پر ہو۔ امام نے فرمایا کہ علی کی ولایت کی وحی کو مضبوطی سے پکڑے رہو چاہے دنیا کچھ کہے اور علی صراط مستقیم ہے۔ خداوند عالم سورۂ حجر میں ارشاد فرماتا ہے ھذا صراطٌ علیّ مستقیم۔ اکثر مفسرین نے علی کے لام کو زبر اور ی کو مشدد پڑھا ہے اور یوں کہا ہے کہ یہ خدا الیسا راستہ جس کی رعایت مجھ پر لازم ہے اور بعض شاذ روایتوں میں علی بکسر لام اور رفع یا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی یہ راہ بلند ہے۔

طرائف میں حسن بصری نے روایت کی ہے کہ علی کو بکسر لام اور تشدید یاء مکسورہ پڑھا گیا ہے جس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ علی ابن ابیطالب کا راستہ ---------- دین مستقیم اور روشن ہے اس میں کجی نام کو نہیں لہٰذا اس سے تمسک کرو اور اسی کی پیروی کرو (اس آیت کی یہی تفسیر صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی کی ہے جو علمائے اہل سنت کے بڑے عالم ہیں۔ (مترجم باردو)

کلینی نے بھی امام جعفر صادق سے روایت کر کے یہی قرأت کی ہے۔ سورۂ حٰم سجدہ میں فرمایا گیا ہے اِنَّ الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون (پ ۲۴ - ع ۱۸) یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب تو صرف خدا ہے اور توحید یا عبادت کی مضبوطی سے پابندی کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈرو مت اور غمگین نہ ہو۔ تم کو وہ جنت مبارک ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز موجود ہے جس کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی ملے گا۔

مترجم گوید: اس آیہ کریمہ کی تاویل کے سلسلہ میں مختلف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل بیت کی شان میں ہے اور فرشتوں کا یہ خطاب اہل بیت سے دنیا میں ہے جیسا کہ بصائر الدرجات میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ عمران نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ مولا میں آپ کے قربان ہو جاؤں میں نے سنا ہے کہ فرشتے آپ پر نازل ہوتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ہاں واللہ ہم پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ہمارے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ کیا تم نے کتاب خدا نہیں پڑھی۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ الخ۔ بعض وہ احادیث جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے آئمہ طاہرین علیہم السلام پر نازل ہوتے ہیں عنقریب مذکور ہوں گی۔ اس تاویل کی بنا پر استقامت سے مراد عصمت ہوگی۔

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور فرشتوں کا یہ خطاب جانکنی کے وقت کا ہے یا قیامت میں یا قبر اور قیامت دونوں میں۔ جیسا کہ ابن ماہیار نے امام باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہے۔ انّ الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم

استقاموا یعنی جن لوگوں نے خدا۔ اس کے رسول اور ولایت آل محمد کی اطاعت مکمل طریقہ سے کی ہے اور اسی پر ثابت قدم رہے تتنزل علیہم الملائکۃ الخ امام نے فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہے کہ جب روز حشر قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ڈریں گے۔ اس وقت ان پر فرشتے نازل ہو کر ان کا استقبال کر کے کہیں گے کہ ڈرو نہیں اور خوف مت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ دنیا کی زندگی میں بھی تھے اور اب بھی ہم تم سے اس مدت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ اور تم کو اس جنت کی خوشخبری ہو کہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ابن ماہیار اور کلینی نے اسی آیت کی تفسیر کے بارے میں امام جعفر صادق سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ استقامت سے مراد یہ ہے کہ ایک امام کے بعد دوسرے امام کا مسلسل بارہ تک اعتقاد رکھے۔ ابن ماہیار نے ایک دوسری روایت بسند معتبر امام محمد باقر سے بیان کی ہے کہ امام نے فرمایا بخدا اس سے مراد مذہب حقہ ہے کہ جس پر تم شیعہ ہو اور فرشتوں کا نازل ہونا اور ان کا بشارت دینا یہ وقت مرگ اور روز قیامت سے متعلق ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام رضا سے روایت کی گئی ہے کہ اس سے مراد شیعہ ہیں۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ فرشتوں کی یہ بشارت جانکنی کے وقت کی ہے۔

امام محمد باقر سے اس آیت کے ذیل میں روایت کی گئی ہے نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔ امام نے فرمایا کہ ہم تمہاری وقت مرگ اور آخرت میں حفاظت کرتے ہیں اور کریں گے۔

تفسیر امام حسن عسکری میں رسول خدا سے روایت ہے کہ مومن کی نشان ہی یہ ہے کہ عاقبت سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے اور ان کو قبض روح کے وقت بھی خدا کی طرف سے خوشخبری کا یقین نہیں ہوتا یہاں تک کہ ملک الموت اس کے پاس آ کر ظاہر ہوتا ہے اور مومن کو مال و اولاد سے جدائی کی وجہ سے سینہ میں تنگی ہوتی ہے اور قبض روح سے اس کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اب اس کو طرح طرح کے خوف و ہراس ہوتے ہیں تو یہ سخت پریشان ہوتا ہے۔ یہ اضطراب دیکھ کر ملک الموت اس سے کہتا ہے کہ تو دنیا کے ایک درہم کے لئے اس طرح پریشان ہوتا ہے۔ اس کے عوض میں تجھ کو ہزار در ہزار درہم ملیں گے۔ اس وقت بندۂ مومن کہتا ہے کہ اے ملک الموت میں اس دنیا کے مال و منال کی وجہ

سے نہیں گھبراتا ہوں بلکہ تم ذرا اوپر کی طرف دیکھو جب ملک الموت دیکھے گا تو حور و قصور اور درجات جنت نظر آئیں گے۔ ملک الموت کہیں گے کہ یہ مال و منال، عیال اور عورت بچے سب تیرے ہیں اور تیری اولاد میں سے جو نیک صالح ہوں گے وہ ان نعمتوں اور جنتوں میں تیرے ساتھ رہیں گے کیا تو راضی ہے کہ جو چیزیں تو دنیا میں چھوڑ رہا ہے اس کے بدلے میں یہ لے۔ مومن کہے گا کہ ہاں واللہ میں راضی ہوں۔ یہ سن کر ملک الموت پھر کہے گا کہ پھر اوپر کی طرف دیکھ مومن جب پھر اوپر دیکھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ محمد و علی اور ان کی آل پاک ان کے ساتھ اعلیٰ علیین مشاہدہ کرتے ہیں پھر ملک الموت کہتا ہے کہ یہی تیرے وہ آقا اور پیشوا ہیں جو ان جنتوں میں تیرے ہم نشین اور ساتھ ہوں گے۔ کیا تو راضی نہیں ہے کہ تجھ کو دنیا کے دوستوں کے مقابلے میں یہ احباب ملیں۔ مومن کہتا ہے کہ خدا کے حق کی قسم میں راضی ہوں۔ خدا کے اس قول تتنزل علیہم الملائکۃ کے معنی یہی ہیں۔ یعنی جو خوف و خطرہ تم کو درپیش ہے اس سے مت گھبراؤ تم اس سے محفوظ ہو۔ ولا تحزنوا یعنی جو تم دنیا میں چھوڑ کر آئے ہو۔ مال، اولاد، احباب اور عزیز و اقارب اس کا غم مت کرو اس لئے کہ یہ جنتیں تم کو اس کا بدل ہیں اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کی تم کو بشارت اور ایسے ایسے بزرگوار جن کو تم نے دیکھا تیرے جلیس ہم نشین ہوں گے حق تعالیٰ پ ۲۹ س جن میں فرماتا ہے وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینھم ماء غدقا لنفتنھم فیہ اگر یہ لوگ ایمان کے راستہ پر ثابت قدم رہیں تو ہم ان کو پانی پلائیں گے یعنی آسمان سے ان کے لئے بہت سا پانی بھیجیں گے اور اس میں ان کا امتحان لیں گے۔ اس کی تاویل میں اہل بیت سے اس طرح وارد ہوا ہے۔

اول یہ کہ ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب خدا نے عالم ارواح میں ان لوگوں سے اپنی توحید رسول کی رسالت اور آئمہ طاہرین کی امامت کا عہد لیا تھا کہ یہ لوگ ان کی ولایت پر ثابت قدم رہیں گے تو ان کی طینت و ذریت پر آب شیریں ڈالا جا رہا ہے گا۔ نہ وہ آب شور جو کافروں اور منافقوں کی طینت پہ ڈالا جاتا ہے۔ امام محمد باقر سے بھی اسی مضمون کی روایت کی گئی ہے مگر اس کے آخر میں کہا گیا ہے کہ یہ امتحان ولایت علی ابن ابی طالب کے بارے میں ہے۔

دوم یہ کہ پانی سے مراد علم ہے اس لئے کہ علم روح کی بالیدگی کا سبب ہے۔ جس طرح دنیا کے

پانی سے جسم میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق کی چند معتبر روایات میں وارد ہوا ہے۔ یعنی اگر یہ لوگ ولایت اہل بیت پر ثابت قدم رہے تو ان کو ائمہ کے ذریعہ بہت سے علوم دئے جائیں گے، کہ جن کو یہ یاد کر کے فائدہ اٹھائیں گے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ لنفتنہم کی ضمیر کا مرجع منافقین ہیں یعنی ہم ایسا اس لیئے کریں گے کہ اس کے ذریعہ سے منافقین کا امتحان لیں۔

پندرھویں فصل

صدق۔ صادق اور صدیق

جو آیات میں وارد ہوا ہے کی تاویل کے بیان میں

اس قسم کے آیات بہت ہیں

پہلی آیت: یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ (پ ۱۱ ع ۴)
اے ایماندارو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ شیخ طبرسی نے کہا ہے کہ ابن مسعود کے صحف اور قرأت ابن عباس کو نوا مع الصادقین یعنی سچوں کے ساتھ رہو یعنی اس شخص کے مذہب پر رہو جو تمام اپنے اقوال و افعال میں سچا ہو۔ تم اس کی مصاحبت و رفاقت میں رہو۔

ابن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ علی اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہو۔

امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آل محمد کے ساتھ رہو۔

بصائر میں امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ صادقین سے مراد ہم اہل بیت ہیں۔

امام رضا سے روایت کی گئی ہے کہ صادقون آئمہ علیہم السلام ہیں جو خدا اور رسول کی سب سے زیادہ تصدیق کرنے والے ہیں اپنی اطاعت سے۔

مناقب میں علمائے اہل سنت کے طریقہ سے عبداللہ بن عمر سے روایت کی گئی ہے کہ محمد اور ان کے اہل بیت کے ساتھ رہو۔

کتاب اکمال الدین میں جناب امیر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سلمان نے پوچھا یا رسول اللہ یہ آیت عام ہے یا خاص۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مامورین عام ہیں یعنی تمام مومنین کو حکم دیا گیا ہے اس میں استثنٰی کسی کا نہیں ہے۔ لیکن صادقین مخصوص میرے بھائی علی اور اس کے وہ اوصیا ہیں جو اس کے بعد ہیں قیامت تک۔

شیخ طوسی نے مجالس میں امام محمد باقر کی روایت بیان کی ہے کونوا مع الصادقین یعنی علی ابن ابی طالب کے ساتھ ہو جاؤ۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ صادقون ائمہ علیہم السلام ہیں۔

مترجم گوید: یہ آیہ کریمہ ان آیات میں سے ہے کہ جس سے علماء نے ائمہ کی وجوب اطاعت پر استدلال کیا ہے۔ طریق استدلال یہ ہے کہ خداوند عالم نے جملہ مومنین کو حکم دیا ہے کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور ظاہر ہے کہ ساتھ ہونے سے مراد جسم و بدن کے ساتھ ساتھ ہونا نہیں ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو اختیار کرو اور جملہ عقائد و اعمال و افعال میں ان کی پیروی کرو اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ خداوند عالم کسی ایسے شخص کی اس طرح عام اطاعت کا حکم ہرگز نہیں دے سکتا کہ جس سے نافرمانی بدکرداری صادر ہو سکتی ہو۔ اس لئے کہ خدا نے نافرمانی، بدکرداری اور معصیت سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ صادقین وہ ہیں جو فسق و فجور اور نافرمانی سے پاک و منزہ ہوں۔ ان کے جملہ افعال و اقوال میں خطا نہ ہو تاکہ تمام امور میں ان کی اطاعت واجب ہو۔ نیز یہ کہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کا خطاب عام ہے۔ جو ہر زمانہ کو شامل ہے۔ صرف کسی ایک زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسا معصوم امام ہو کہ مومنین اس کی پیروی کریں۔ امیرالمومنین کے حالات میں انشاء اللہ اس سے زیادہ بیان کیا جائے گا۔

دوسری آیت: (پ ۵۔ ع ۶۔ س نساء) ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ یعنی جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا وہ گروہ وہ ہے کہ جس پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں میں سے اور جنہوں نے بہت زیادہ تصدیق کرنے والوں میں سے اور شہیدوں یعنی گواہوں اور نیکوکاروں میں سے ہیں۔ اور رفیق ہونے کی وجہ سے یہ جماعت کیسی بھلی

اور نیکو کار ہے۔

کتاب مصباح الانوار میں انس سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز رسول خدا نے نماز صبح ہمارے ساتھ ادا کر کے ہم لوگوں کی طرف رخ کیا تو میں نے (انس نے) آنحضرت سے اس آیت کی تفسیر پوچھی حضور نے فرمایا کہ نبیوں میں ہوں، صدیقون میرا بھائی علی ہے۔ شہداء میرا چچا حمزہ ہے اور صالحون فاطمہ زہرا اور اس کے بیٹے حسنؑ وحسینؑ ہیں۔

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے جناب امیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت خدا اولین اور آخرین کو جمع کرے گا تو ان سب سے بہتر و افضل ہم سات نفر ہوں گے جو عبد المطلب کی اولاد سے ہیں۔ انبیاء اللہ کے نزدیک باعزت ہیں۔ لیکن ہمارے پیغمبر سب نبیوں سے بہتر ہیں۔ پھر انبیاء کے وصی سب سے بہتر ہیں لیکن ہمارے نبی کا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے۔ اوصیاء کے بعد شہداء سب سے افضل ہیں۔ لیکن حضرت حمزہ سب شہیدوں میں بزرگ ہیں اور حضرت جعفر جو دو پروں کے ساتھ فرشتوں کے گروہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ خداوند عالم نے یہ رتبہ جعفر سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہے اور یہ وہ بات اور خصوصیت ہے کہ جو صرف حضرت محمد مصطفےٰ کو خدا نے عطا کی ہے اور دو نواسے محمد کے بیٹے حسنؑ وحسینؑ ہیں اور مہدی اس امت کا وہ ہے جو اپنے ظہور کے وقت اہل بیت میں سے جس کو چاہے گا پلٹائے گا۔ اس کے بعد جناب امیر نے یہ آیت پڑھی۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ الخ

سلیمان دیلمی سے روایت کی گئی ہے کہ میں حضرت صادق کی خدمت میں تھا کہ اتفاقاً امام کے معتبر ترین صحابی ابو بصیر داخل ہوئے ان کی سانس پھولی ہوئی تھی آکر اپنی جگہ پر بیٹھے امام نے فرمایا کہ اے ابو محمد ہانپتے کانپتے کیسے آئے ہو۔ انہوں نے کہا اے فرزند رسول بڑھاپا ہے سانس پھول جاتا ہے۔ موت نزدیک ہے۔ معلوم نہیں آخرت میں کیا حشر ہو۔ امام نے فرمایا کہ اے ابو محمد تم ایسی بات کہتے ہو۔ ابو بصیر نے کہا کہ میں کیوں نہ کہوں۔ امام نے فرمایا کہ خدا نے تم کو اس آیت میں یاد کیا ہے۔ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم۔ پس آیت میں نبیین سے مراد رسول خدا ہیں اور ہم صدیقین ہیں اور تم صالحین ہو۔ پس تم اپنا نام صالح رکھ لو۔ جیسا کہ خدا نے تم کو صالح کے نام سے یاد کیا ہے

کلینی نے بسند معتبر ابو الصباح سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر نے اس سے کہا کہ تم لوگ پرہیزگاری کے ساتھ ہماری مدد کرو۔ اس سے تم کو کشادگی حاصل ہو گی۔ اس لئے کہ خدا فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول الخ۔ یعنی نبی ہم سے ہے اور صدیقین ہم سے ہیں اور شہداء و صالحین ہم سے ہیں۔

امام رضا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا پر لازم ہے کہ وہ ہمارے دوستوں اور شیعوں کو نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ محشور کرے۔ اس لئے کہ یہ بہترین ساتھی ہیں

کتاب خصال میں حضرت رسول مقبول سے روایت کی گئی ہے کہ صدیق تین نفر ہیں۔ علی ابن ابی طالبؑ۔ حبیب نجار اور جناب حزقیل مومن آل فرعون اور علی ان میں افضل ہیں۔

عیون اخبار رضا میں انہی حضرت سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ہر امت میں صدیق اور فارق رہا ہے اور اس (میری) امت کا صدیق اور فارق علی ابن ابی طالب ہے

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ نبیین رسولؐ خدا ہیں۔ صدیقین علی ابن ابی طالب شہداء حسنؑ و حسین اور صالحین باقی ائمہ علیہم السلام ہیں اور حسن اولئک رفیقا قائم آل محمد ہیں۔

ابن ماہیار نے ابوایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ صدیقین تین شخص ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون۔ حبیب نجار صاحب یٰسین اور علی ابن ابی طالب اور علی ان تینوں میں بہترین ہے۔

امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا پر ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا کہ جس کے بیس ہزار سر تھے۔ آنحضرتؐ نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہا۔ مگر اس نے ایسا نہیں ہونے دیا اور کہا کہ آپ خدا کے نزدیک تمام اہل زمین و اہل آسمان سے زیادہ معزز ہیں اس ملک کا نام محمود تھا۔ جب ملک نے رسول کی طرف پشت کی تو آنحضرت نے دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی صدیق الاکبر لکھا ہوا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے حبیب دوست محمود یہ کلمات تمہارے کاندھے پر کب سے لکھے ہوئے ہیں۔ ملک نے کہا کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے سے بارہ ہزار سال پہلے سے۔

تیسری آیت : من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہٗ ومنھم من ینتظرُ وما بدّلوا تبدیلًا (پ ۲۱ ع ۱۸ س احزاب)

گروہ مومنین میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے خدا سے کئے ہوئے عہد کو پورا کر دکھایا ان

میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے عہد الٰہی پر باقی رہتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے اپنی زندگی پوری کر دی اور بعض ان میں سے شہادت کے انتظار میں ہیں اور انہوں نے عہد میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس آیت کی شان نزول میں دو قسم کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

اول یہ کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ اور ان کے اقارب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ مجمع البیان میں امیرالمومنینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے میرے چچا حمزہؓ نے میرے بھائی جعفرؓ نے اور میرے چچا کے بیٹے عبیدہؓ نے رسولؐ سے عہد کیا تھا پس اس کو ہم نے خدا و رسولؐ کے لئے پورا کر دیا۔ میرے احباب اور اقارب نے مجھ پر سبقت کی اور وہ راہ خدا میں پہلے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد میں رہ گیا بعض ان امور کی تکمیل کے لئے کہ خدا نے چاہا ان کی تکمیل میرے ہاتھوں سے ہو۔ پس اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ من المومنین رجال الخ۔ وہ لوگ جو اپنی ذمہ دارانہ زندگی پوری کر گئے وہ حمزہ، جعفر اور عبیدہ تھے۔ بخدا اب میں شہادت کا انتظار کر رہا ہوں اور میں نے امور دین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے۔ اسی قسم کی ایک روایت ابن ماہیار اور علی ابن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقرؑ سے بیان کی ہے۔ علی بن ابراہیم کی روایت میں نحب کے معنی اجل کے کئے گئے ہیں۔

مترجم گوید: یہ آیت یا تو مومنین کامل الایمان کی شان میں ہے یا مطلق مومنین کی۔ جیسا کہ کلینی نے بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مومنین دو قسم کے ہیں۔ ایک مومن وہ ہے جو خدا سے عہد کرتا اور پھر اس عہد کو کامل طریقہ سے پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کہتا ہے رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ الخ یہ وہ مومن ہے کہ جس پر دنیا و آخرت کا کوئی ہول اثر نہیں کرتا اور مومن دیگر وہ ہے کہ جس کو دنیا کا ہول بھی پریشان کرتا ہے اور آخرت کا خطرہ بھی

دوسرا مومن وہ ہے کہ جو کھیت کی اس گھاس کی طرح ہے کہ جو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ جھک جاتی ہے۔ یہ مومن کبھی ہوا و ہوس نفسانی پر چلتا ہے اور کبھی ثابت قدم رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی اس کو دنیا اور آخرت کے خطرات پریشان کرتے ہیں۔ یہ مرد مومن شفاعت کا محتاج ہے۔ یہ خود کسی اور کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ البتہ اس کا انجام بخیر ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے ابوبصیر سے کہا: اے ابوبصیر اللہ نے تم کو قرآن میں یاد کیا ہے۔ جہاں کہا ہے من المومنین رجال الخ امام نے کہا کہ تم نے خدا سے کئے ہوئے

عہد کو پورا کیا اور وہ عہد ہم اہل بیت کی ولایت ہے۔ تم نے ہمارے سوا تنہے ہمارے عہد کو اختیار نہیں کیا۔

انہی امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا اے علی جس نے تم کو دوست رکھا اس نے قضیٰ نحب کر دیا اور جو تم کو دوست نہیں رکھتا وہ مرتا نہیں اور انتظار کرتا ہے اور ہر روز جو سورج اس پر طلوع کرتا ہے ایمان اور طلوع کے ساتھ نکلتا ہے (اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ ہر روز ایمان کے معاملہ میں تذبذب ارہتا ہے۔ مترجم باردو) اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں۔

چوتھی آیت ؛ (پ ۲۷ ع ۱۸ سورہ حدید) وَالَّذِینَ اٰمَنُوا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیقُونَ وَالشُّھَدَآءُ عِندَ رَبِّھِمۡ لَھُمۡ اَجۡرُھُمۡ وَنُورُھُمۡ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی خدا کے نزدیک نبیوں کی زیادہ تصدیق کرنے والے اور گواہ ہیں انہی کے لئے اجر ہے اور انہی کے لئے نور ہے۔

خصال میں جناب امیر سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی شیعہ ایسا نہیں ہے جو کسی ایسے امر کا مرتکب ہو کہ جس کی ہم نے نہی کی ہے مگر یہ کہ وہ اس گناہ کے کفارہ کے لیئے کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے یا اس کا مال تلف ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی بیٹا مر جاتا ہے۔ یا اس کی جان و بدن کو کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا سے اس طرح ملاقات کرتا ہے کہ گناہ سے بالکل پاک ہوتا ہے اور اگر پھر بھی کوئی گناہ رہ جاتا ہے تو جانکنی سخت کر کے اس کے گناہ ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے شیعوں سے جو مرتا ہے وہ صدیق و شہید ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے ہمارے امر ولایت و امامت کی تصدیق کی ہے اور اس کی دوستی و دشمنی ہمارے لئے ہوتی ہے اور تمام چیزوں کی غرض رضائے خدا ہوتی ہے۔ اس کا خدا و رسول پر ایمان درست اور صحیح ہوتا ہے خدا انہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ

تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر کے بارے میں لھم اجرھم ونورھم رسول خدا سے روایت کی ہے کہ ان کے لئے ان کی طاعت و پیروی کی جزا ہے اور ان کے ایمان کا نور ایسا ہوگا کہ یہ اس سے جنت کا راستہ طے کریں گے۔

تفسیر عیاشی میں منہال قصاب سے روایت ہے کہ اس نے امام جعفر صادق سے عرض کیا

مولا میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے شہادت نصیب ہو۔ امام نے فرمایا کہ مومن جس حال میں بھی مرتا ہے شہید ہے۔ پھر امام نے ثبوت کے لئے یہ آیت والذین آمنوا الخ تلاوت فرمائی۔

حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر تھا کہ امام نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم میں سے جو دین تشیع سے واقف ہو اور ہماری راحت و سکون کا منتظر ہو کر کار خیر کرتا رہے اس کا مرتبہ ایسا ہے کہ اس نے گویا قائم آل محمد کے ساتھ رہ کر اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ واللہ وہ ایسا ہے کہ رسول خدا کے ساتھ اپنی تلوار سے جہاد کیا بلکہ بخدا ایسا ہے کہ رسول خدا کے ساتھ ان کے خیمے کے سامنے شہید ہوا ہو اور تمہاری شان میں خدا کی کتاب میں ایک آیت ہے۔ راوی نے پوچھا میں آپ پر قربان وہ کونسی آیت ہے۔ امام نے فرمایا والذین آمنوا باللہ ورسلہ الخ۔ پھر امام نے فرمایا کہ بخدا تم لوگ اللہ کے نزدیک شہید و صدیق ہو۔

تہذیب میں روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر تھا کہ شہید کے بارے میں باتیں ہونے لگیں۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ شہید وہ ہے جو دستوں کی بیماری میں مر جائے کسی نے کہا کہ شہید وہ ہے جس کو درندہ کھا جائے دوسروں نے کچھ اور کہا پھر ایک شخص نے کہا کہ میرے خیال میں شہید صرف وہ ہے جو راہ خدا میں شہید ہو۔ یہ سن کر امام نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہے تو شہید تو بہت کم رہ جائیں گے۔ پھر امام نے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا کہ یہ آیت ہماری اور ہمارے شیعوں کی شان میں ہے۔

برقی نے محاسن میں امام حسین سے روایت کی ہے۔ امام نے فرمایا ہمارے شیعوں میں سے ہر شیعہ صدیق بھی ہے اور شہید بھی۔ یہ سن کر زید بن ارقم نے کہا کہ میں آپ پر قربان شہید کس طرح ہیں۔ حالانکہ اکثر شیعہ اپنے بستروں پر مرتے ہیں۔ امام حسین نے فرمایا کہ اے زید کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا ہے کہ خدا سورہ حدید میں فرماتا ہے والذین آمنوا باللہ ورسلہ الخ۔ یہ سن کر زید نے کہا کہ گویا قرآن میں یہ آیت میں نے پڑھی ہی نہیں تھی۔ پھر امام نے کہا کہ اگر شہید وہی ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو پھر شہید تو بالکل کم ہو جائیں گے۔

پانچویں آیت: پ ۲۴ ع ۱۱ سورہ زمر فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق

اذ جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکافرین والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون "اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو خدا پر بہتان باندھے اور جب ہماری سیدھی سچی بات اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرتا ہے۔ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے (ضرور ہے) وہ جو صدق و راستی کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔

مجالس شیخ اور مناقب ابن شہر آشوب میں جناب امیر سے روایت ہے کہ صدق سے مراد ہم اہل بیت کی ولایت ہے۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا نے دشمنان آل محمد کا ذکر کیا ہے کہ جو شخص خدا اور اس کے رسول پر جھوٹا بہتان باندھے اور اس مرتبہ کا دعوے کرے کہ جو اس کا حق نہیں ہے وہ دشمن آل محمد ہے۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ الخ یعنی رسولؐ نے جو امیر المومنین علی کی ولایت کے بارے میں بتلایا ہے۔ اس کی تکذیب کرنے والا ظالم ہے۔ اس کے بعد خدا نے رسولؐ اور امیر المومنین کا ذکر کیا ہے والذی جاء بالصدق وصدق بہ یعنی امیر المومنین مجمع البیان میں آئمہ علیہم السلام کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ الذی جاء بالصدق سے مراد محمد ہیں اور (صدق بہ) سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

چھٹی آیت: (پ ۱۱۔ ع ۶۔ س یونس) وبشر الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم۔ "اے رسول ان لوگوں کو خوشخبری دے دو کہ جو ایمان لائے ہیں کہ ان کے لئے ان کے خدا کے نزدیک بڑی نیک منزل ہے۔

کلینی، علی ابن ابراہیم اور عیاشی نے بسند مثل صحیح روایت کی ہے کہ قدم صدق سے مراد رسول اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ اس طرح گویا ان کی ولایت یا شفاعت ہوگی۔ جیسا کہ کلینی نے بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے اور عیاشی میں بھی ایسی ہی روایت ہے۔

سولھویں فصل

ان احادیث کے بیان میں کہ قرآن میں حسنہ جو آیا ہے اس سے مراد ولایت اہلبیت علیہم السلام اور سیئہ سے مراد ان کی دشمنی ہے

اس فصل میں چند آیتیں ہیں!

پہلی آیت: (پارہ ۲۰ سورہ نمل) مَن جاءَ بالحسنة فلهُ خيرٌ منها وَهُم من فزعٍ يومئذٍ آمنون وَمن جاءَ بالسيئة فكُبّت وجوههم في النار هل تجزون الا ما كنتم تعملون۔ جو قیامت میں حسنہ اور نیک خصلت کے ساتھ آئے گا تو اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور شخص قیامت کے ہول اور خوف سے محفوظ رہے گا اور جو شخص سیئہ اور بد خصلتی کے ساتھ آئے پس وہ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دئے جائیں گے۔ یہ بدلہ تمہارے کرتوتوں کا ہے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله خير منها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الذين عملوا السيئات الا ما كانوا يعملون ط اس کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو پہلی آیت کا ہے۔

ابن ماہیار اور ابن شہر آشوب نے کتاب عمدہ اور مستدرک میں تفسیر ثعلبی سے اور حلیہ حافظ ابو نعیم سے چند سندوں کے ساتھ ابو عبد اللہ جدلی سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے اس سے کہا میں تم کو بتلاؤں کہ وہ حسنہ کیا ہے کہ جس کے ساتھ قیامت میں آئیں گے اور اس کی وجہ سے قیامت کے خوف و خطر سے محفوظ رہیں گے اور وہ سیئہ بتلاؤں کہ جس کی وجہ سے اوندھے منہ آتش جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ ابو عبد اللہ نے کہا ہاں فرمایئے۔ جناب امیر نے فرمایا کہ وہ حسنہ ہم اہلبیت کی محبت اور سیئہ ہم اہل بیت کی دشمنی ہے۔

ابن ماہیار نے دوسری روایت بسند معتبر عمار ساباطی سے بیان کی ہے۔ اس نے کہا

ابن ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ امام نے جواب دیا کہ اس آیت میں حسنہ امام کا پہچاننا ہے اور امام کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ایک دوسری روایت میں امام نے فرمایا کہ حسنہ ولایت امیر المومنین ہے۔ شیخ طوسی نے مجالس میں بسند معتبر عمار ساباطی سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدا بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول نہیں کرتا۔ اگر وہ اس حاکم جور کی ولایت قبول کریں جس کو خدا نے مقرر نہیں فرمایا ابن ابی یعفور نے کہا کہ خدا تو فرماتا ہے من جاء بالحسنة فلہ خیر منھا تا آخر آیت پھر وہ شخص جو حاکم جابر کی ولایت کا قائل ہو اور نیک عمل کرتا ہو۔ تو اس کو کیسے فائدہ نہ پہنچے گا امام نے فرمایا کہ جانتے ہو جو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے وہ حسنہ کیا ہے وہ امام کا پہچاننا اور اس کی اطاعت کرنا ہے اور سیئہ جو اس کے بعد فرمایا ہے وہ خدا کے مقرر کردہ امام کا انکار کرنا ہے۔ پس جو شخص قیامت میں اس حاکم جور کی ولایت کے ساتھ آئے گا کہ جس کو خدا نے مقرر نہیں کیا اور وہ ہم اہل بیت کے حق کا منکر ہو اور وہ ہماری ولایت و امامت کا انکار کرے خداوند عالم قیامت کے روز اس کو اوندھے منہ جہنم میں داخل کردے گا۔

دوسری آیت: ومن یقترف حسنة نزد لہ فیھا حسنا۔ جو شخص نیک عمل کرے گا تو ہم اس کے نیک اعمال میں زیادتی کریں گے۔

ثعلبی وغیرہ نے جو علمائے اہل سنت سے ہیں حضرت امام حسن و ابن عباس اور دوسرے حضرات سے روایت کی ہے اقتراف حسنہ سے محبت و ولایت اہل بیت مراد ہے۔ شیعہ اور سنی دونوں نے روایت کی ہے کہ معاویہ کی صلح کے بعد امام حسن نے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس خطبہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہم ان اہل بیت سے ہیں کہ جن کی محبت خداوند عالم نے واجب قرار دی ہے اس کے بعد آیۂ مودۃ قل لا اسئلکم الخ تلاوت فرمائی اور کہا کہ اقتراف حسنہ ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

تیسری آیت: ولا تستوی الحسنة ولا السیئة۔ یعنی نیکی اور بدی برابر نہیں امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ ہم اہل بیت حسنہ ہیں اور ہمارے دشمن سیئہ ہیں۔ اس لئے کہ اہل بیت تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہیں اور بنی امیہ تمام برائیوں کی جڑ ہیں

ایک دوسری معتبر روایت میں وارد ہوا ہے کہ حسنہ تقیہ ہے اور سیئہ ائمہ طاہرین کے بھید کو فاش کرنا

اس بے تفسیر نے صحابہ کو گالی دی ہے اللہ کی ... پر لعنت ...

کو ظاہر کر دیتا ہے۔

چوتھی آیت: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی۔ مفسرین نے کہا ہے کہ جو شخص خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کی اطاعت میں خرچ کرے اور خدا کی نافرمانی سے بچا رہے اور حسنیٰ کی تصدیق کرے یعنی عمدہ ترین بات یا عمدہ ترین وعدہ کی تصدیق کرے۔ پس عنقریب ہم ایسے شخص کے لئے ایسے اسباب مہیا کریں گے کہ وہ راحت و سکون یعنی بہشت میں داخل ہو جائے اور وہ شخص جو خدا کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرتا ہے اور نعمات آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی لذتوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور حسنیٰ کی تکذیب کرتا ہے۔ عنقریب اس کے لئے ایسے اسباب مہیا ہو جائیں گے کہ یہ شخص سختیوں یعنی جہنم میں ڈال دیا جائے۔ بہت سے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اس آیت میں دونوں مقام پر حسنیٰ سے مراد ولایت اہل بیت علیہم السلام ہے۔ جیسا کہ علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں اور بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے اور کتاب تاویل الآیات میں انہی حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت ہے فاما من اعطی یعنی جو شخص آل محمد کا خمس ادا کرے واتقی۔ باغیوں اور نافرمانوں کی دوستی سے پرہیز کرے یعنی خلفائے جور اور آئمہ باطل سے الگ رہے۔ صدق بالحسنیٰ اور ولایت و امامت آئمہ حق کی تصدیق کرنے والا ہے۔ فسنیسرہ للیسریٰ پس جس نیک کام کا وہ ارادہ کرے گا تو خدا کے فضل سے اس کو حاصل ہو جائے گا۔ واما من بخل واستغنی یعنی جو شخص بخل کرے اور ہمارا حق نہ دے۔ اور خود ہی خود مزے اڑا لے اور علم کے معاملہ میں آئمہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ وکذب بالحسنیٰ آئمہ حق کی امامت کی تکذیب کرے فسنیسرہ للعسریٰ۔ تو ایسا شخص جس بُرائی کا ارادہ کرے گا۔ فوراً اس کو کر بیٹھے گا۔ وسیجنبها الاتقی۔ بیشک متقی ترین عنقریب آتش جہنم سے محفوظ رہے گا۔ امام نے فرمایا کہ پرہیزگار سے مراد رسول خدا ہیں۔ یعنی جو شخص اپنے تمام اقوال و افعال میں رسول کی پیروی کرے گا۔ الذی یؤتی ماله یتزکی یعنی جو شخص اپنا مال زکوٰۃ دیتے وقت یا تزکیہ نفس کے لئے دیتا ہے ریاکاری کے لئے نہیں۔ امام نے فرمایا اس سے مراد امیر المومنین ہیں کہ جنہوں نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ وما لاحد من

نعمۃ تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس سے رسول خدا مراد ہیں کہ جن پر کسی طرح کسی شخص کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔ بلکہ آنحضرتؐ کے احسانات تمام دنیا پر جاری و ساری ہیں۔

قرات ابن ابراہیم نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ کذب بالحسنیٰ کے معنی ہیں جو شخص ولایت علی کی تکذیب کرے فسنیسرہ للعسریٰ یعنی اس کے لئے آتش جہنم ہے وما یغنی مالہ اذا تردیٰ یعنی جب وہ مر جاتا ہے تو اس کا مال اس کو آتش جہنم سے چھڑا نہیں سکتا۔ امام نے فرمایا کہ اس کا عمل اس کے مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا وان علینا للھدیٰ۔ امام نے فرمایا کہ اہل بیت کی قرائت میں یوں ہے وان علیاً للھدیٰ یعنی بیشک علی کی ولایت ہی ہدایت ہے۔ فانذرتکم نارا تلظیٰ یعنی ہم تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈراتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس سے قائم آل محمد کی آگ ہے۔ جبکہ وہ ظہور فرما کر اپنی تلوار سے ایک ہزار نو سو نناوے آدمیوں کو قتل کریں گے۔ لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولیٰ۔ یعنی قائم آل محمد کی تلوار کی آگ میں وہی ڈالا جائے گا جو شقی ترین جھٹلا کر منہ پھیرنے والا ہے اور سیجنبھا الاتقی اور اس سے وہ پرہیزگار بچے رہیں گے جن کے قائم آل محمد کا علم عطا ہوگا وما لاحد من نعمۃ تجزیٰ یعنی جو کچھ وہ کرتا ہے صرف خدا کے لئے کرتا ہے۔ ولسوف یرضیٰ امام نے فرمایا کہ اس کو خدا کی طرف سے اتنا ثواب ملے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

ترجمہ اور تفسیر غلط کی ہے 'نارا تلظیٰ' سے مراد
دوزخ کی آگ ہے جو اللہ نے لوگوں کی ...
اس سے مراد قائم آل محمد کی تلواریں۔ یاد رہے قائم آل محمد
سے مراد ... کے نزدیک امام غائب کو کہتے ہیں

[illegible]

سترھویں فصل

اس بیان میں کہ آیات قرآنیہ میں نعیم و نعمت جو آیا ہے اس کی تاویل مفسرین نے اہل بیت علیہم السلام سے کی ہے

اور اسی فصل میں یہ بھی بیان ہوگا کہ اہل بیت کی ولایت سب سے بڑی نعمت ہے

اس میں چند آیات ہیں

پہلی آیت: الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفراً و احلوا قومھم دار البوار جھنم۔ یصلونھا وبئس القرار۔ (پ ۱۳ ع ۱۷ س ابراہیم) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خدا کی نعمتوں کو شکر کے بجائے کفر سے بدل دیا اور انہوں نے اپنی قوم کو مقام ہلاکت یعنی جہنم میں دھکیل دیا اور یہ بڑا بدترین ٹھکانا ہے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے قریش مراد ہیں کیونکہ رسول خدا بہترین نعمت تھے۔ ان لوگوں نے آپ کا کفران کیا کہ آپ کو نہیں مانا آپ سے دشمنی کی اور لڑائیاں لڑیں۔ یہ تفسیر امیر المومنین۔ ابن عباس اور ابن جبیر سے کی گئی ہے بعض نے کہا ہے کہ اصل نعمت کا کفران کیا اور جب کفران کیا تو نعمت تو ان سے سلب کر لی گئی کفران کے ساتھ باقی رہ گیا۔

صاحب تفسیر کشاف اور جملہ مفسرین نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت قریش کے بنی امیہ اور بنی مغیرہ کے دو فاجر ترین شخصوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن بنی امیہ کو ایک وقت مقررہ تک مہلت ملی ہوئی ہے اور بنی مغیرہ کو اللہ نے ان کے شر سے جنگ بدر میں بچا لیا اس لئے کہ ابوجہل اور اس کے عزیز قریب سب جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اس حدیث کو عیاشی اور دیگر محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لوگوں نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت

قریش کے دو فاجر ترین بنی امیہ اور بنی مغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن مغیرہ تو خدا نے جنگ بدر میں ان سب کو ہلاک کر دیا۔ رہے بنی امیہ تو ان کو ایک مدت تک مہلت ملی ہے۔ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ خدا کی وہ نعمت کہ جس کا انعام اللہ نے اپنے بندوں پر کیا ہے ہم ہیں جس کو نجات ملے گی ہمارے ہی ذریعے سے نجات ملے گی۔

کلینی نے بسند معتبر جناب امیر سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ کیوں رسول خدا سے خفا ہوتے ہیں اور ان کے وصی سے روگردانی کر کے کیوں دوسری طرف جاتے ہیں۔ ان کو ڈر نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ ان پر عذاب نازل ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ ہم ہی خدا کی وہ نعمت ہیں کہ جس کا انعام اللہ نے اپنے بندوں پر کیا ہے اور ہماری ہی برکت سے ان کو قیامت میں نعمتیں ملیں گی۔

بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ اس آیت سے وہ تمام قریش مراد ہیں کہ انہوں نے رسول خدا سے دشمنی کر کے جنگ کی اور ان کے مقرر کیے ہوئے وصی کی امامت کا انکار کیا۔ ایک دوسری روایت بسند معتبر امام جعفر صادق سے ہے کہ لوگوں نے آپ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے پوچھا عام مسلمان اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ راوی نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی امیہ اور بنی مغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سن کر امام نے فرمایا کہ بخدا یہ آیت تمام قریش کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے خطاب کیا کہ میں نے قریش کو تمام عرب پر فضیلت دی ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کی ہے ان کے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے اور ان کی طرف ایک رسول بھیجا گیا مگر انہوں نے میری نعمتوں کو کفر سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں دھکیل دیا۔

صحیفہ کاملہ میں بروایت حسنی امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خبر دے دی تھی کہ جو کہ بنی امیہ سے ان کی حکومت کے زمانہ میں رسول اور آل رسول پر گزرنے والی ہے اسی وجہ سے خدا نے ان کی شان میں کہا ہے الم تر الی الذین بدلوا الخ خدا کی نعمت محمد اور ان کے اہل بیت ہیں۔ اہل بیت کی محبت ایمان ہے اور یہی محبت جنت میں لے جائے گی۔ اور اہل بیت کی دشمنی۔ مخالفت اور بغض دکفر نفاق ہے جو جہنم میں لے جائے گا۔

دوسری آیت: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پ ۳۰ ۔ ۱۰۲ س تکاثر)

یعنی قیامت میں ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ جن نعمتوں سے دنیا میں متنعم ہوتے
اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ نعیم سے مراد دنیا کی نعمتیں ہیں (جیسے پانی ہوا پھل پھول وغیرہ) بعض
مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے صحت بدن و تندرستی جسم کی نعمت مراد ہے۔ اس کے متعلق امام جعفر صادق
سے بھی روایت کی گئی ہے۔

شیخ طبرسی، عیاشی اور راوندی نے دعوات میں روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ نے امام
جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے
اعتقاد میں نعیم سے مراد کیا ہے۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ یہی کھانا پینا گرم روٹی اور ٹھنڈا پانی۔ امام نے
فرمایا کہ اگر خدا تم کو روز قیامت اپنے سامنے روک کر ہر کھانے اور پینے والی چیز کے متعلق پوچھے
تو تم کو خدا کے سامنے کافی دیر کھڑا رہنا پڑے گا۔ یہ سن کر ابو حنیفہ نے کہا کہ میں آپ پر قربان
پھر نعیم کیا ہے حضرت صادق نے فرمایا کہ نعیم ہم اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہم کو اپنے بندوں
کے لئے نعمت قرار دیا ہے۔ اور ان کے درمیان ہماری محبت پیدا کی ہے اور ہمارے ذریعے
ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے جبکہ وہ الگ الگ تھے۔ ان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے
جبکہ یہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ہمارے ذریعہ سے ان کی ہدایت کی ہے۔ وہ نعمت جو خدا کی
طرف سے ان کو ملی ہے وہ محمد اور آل محمد ہیں۔

عیون اخبار رضا میں روایت ہے کہ ایک روز ایک جماعت حضرت امام رضا کی خدمت
میں بیٹھی تھی کہ آپ نے فرمایا دنیا میں نعیم حقیقی نہیں ہے۔ ایک سنی عالم جو مجلس میں بیٹھا تھا کہنے لگا
حق تعالیٰ فرماتا ہے ثم لتسئلن عن النعیم۔ کیا یہ ٹھنڈا پانی دنیا میں نعمت نہیں ہے۔ یہ سن
کر حضرت نے بآواز بلند فرمایا کہ تم لوگ آیات کی اس طرح تاویل کرتے ہو۔ مختلف قسم کی تعبیر کرتے ہو۔
ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لذیذ کھانے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ
یہ میٹھی نیند ہے۔ تحقیق کہ مجھے میرے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ یہ تمہارے تمام اقوال اس آیت کی
تفسیر کے بارے میں کے بعد حضرت صادق کی خدمت میں پیش ہوئے تو حضرت غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ خدا
نے جو چیزیں اپنے بندوں کو اپنے فضل و کرم سے عطا کی ہیں ان کا سوال نہیں کرے گا اور نہ ان کا

احسان جتلائے گا۔ بندے ایک دوسرے کو کھلا کر احسان نہیں جتلاتے تو خدا کھلا پلا کر کس طرح پوچھے گا کہ تم نے کیا کھایا اور کیا پیا۔ اصل میں نعیم سے مراد ہم اہل بیت کی محبت اور ہماری امامت کا اقرار ہے کہ جس کے متعلق خدا اپنی توحید اور نبوت کے بعد بندوں سے سوال کرے گا کہ اگر بندہ نے اس عہد کو پورا کیا ہے تو اس کو اس جنت کی نعمتوں میں پہنچا دیا جائے گا کہ جس کی نعمتیں کم ہونے والی نہیں ہیں۔ تحقیق کہ مجھ کو میرے پدر محترم نے اپنے پدر ان سے خبر دی ہے۔ ان کو علی ابن ابی طالب نے خبر دی ہے کہ رسول خدا نے علیؑ سے کہا اے علیؑ مرنے کے بعد سب سے پہلے بندہ سے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول کے متعلق سوال کیا جائے گا اور یہ کہ تو اس وجہ سے کہ خدا نے اور میں نے مقرر کیا ہے ہر مومن کا امام و آقا ہے پس جو شخص (خدا کی توحید، رسول کی رسالت اور علی کی امامت) کا اقرار کرے گا اور دین و دنیا میں اس پر اعتقاد رکھے گا تو مرنے کے بعد اس کو جنت کی ان نعمتوں میں پہنچا دیا جائے گا جو ہرگز زائل ہونے والی نہیں ہیں۔

ابو ذکوان جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے اور شاعر اہل بیت بھی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس حدیث کو سننے کے بعد نظم کرنے میں مصروف تھا اور ابھی پوری حدیث نقل نہیں کی تھی کہ رسول خداؐ کو ایک رات خواب میں دیکھا کہ لوگ آنحضرتؐ کو سلام کر رہے ہیں اور حضور جواب دے رہے ہیں لیکن جب میں نے سلام کیا تو حضرتؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ یا حضرتؐ کیا میں آپ کی امت سے نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں تو میری امت سے ہے۔ مگر تجھ پر فرض ہے کہ جو حدیث نعیم تو نے (علی رضا سے سنی ہے) اس کو لوگوں تک پہنچا دے۔

ابراہیم اور شیخ طبرسی سے مجالس میں حضرت صادق سے روایت کی گئی ہے کہ نعیم سے مراد وہ ولایت ہے کہ جس سے سوال کیا جائے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے وقفوھم انھم لمسئولون ان کو روکو ان سے سوال کیا جائے گا۔ یعنی ولایت اہل بیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ اس امت سے سوال ہوگا اس نعمت کے متعلق کہ جو خدا نے ان کو دی ہے یہ کہ تم پر ولایت و محبت محمد و آل محمد انعام کی گئی ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی گئی ہے کہ ہم مومن کے لئے نعیم ہیں اور کافر کے گلے میں خنظل ہیں۔ ابو خالد کابلی کہتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں گیا۔ امام کے حکم سے میرے لئے کھانا

لایا گیا ۔ کھانا ایسا لذیذ تھا کہ اس سے بہتر میں نے کبھی نہیں کھایا۔ امام نے پوچھا اے ابو خالد ہمارا کھانا کیسا ہے۔ ابو خالد نے کہا بہت بہتر تھا۔ اس وقت مجھے قرآن کی آیت یاد آگئی جس سے اچھی بات بھی ناگوار ہوئی۔ امام نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے۔ ابو خالد نے یہی آیت ثم لتسئلن الخ پڑھی یہ سن کر امام نے فرمایا کہ اے ابو خالد بخدا تجھ سے اس کھانے کا سوال نہیں ہوگا امام یہ کہکر اس طرح ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہوگئے۔ پھر فرمایا جانتے ہو کہ نعیم کیا ہے۔ ابو خالد نے کہا میں نہیں جانتا۔ امام نے فرمایا کہ نعیم ہم ہیں یعنی لوگوں سے ہماری ولایت و امامت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مناقب میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ نعیم سے مراد طمانینت، محبت اور ولایت علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ ایک دوسری روایت جو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے ہے کہ نعیم سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔

کافی میں بسند معتبر ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ ہم ایک جماعت کے ساتھ امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہم لوگوں کے لئے کھانا لایا گیا کہ جس سے زیادہ خوشبودار اور لذیذ کھانا ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور ایسے صاف ستھرے اور چمکدار خرمے لائے گئے کہ جن میں ہم اپنا منہ دیکھ سکتے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ جو ایسی ایسی لذیذ نعمتیں فرزند رسول خدا کے پاس کھاتے ہو اس کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا یہ سن کر امام نے فرمایا کہ خدا کی ذات اس سے بہت بزرگ و برتر ہے کہ وہ تم کو کھانا دے اور تمہارے لئے اس کو حلال بھی قرار دے اور پھر پوچھے کہ تم نے کیوں کھایا کتنا کھایا؟ ہاں البتہ تم سے ان نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائیگا جو تم کو محمد و آل محمد کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں۔ امام محمد باقر سے اسی مضمون کی روایت نقل ہے مگر اس کے آخر میں یہ اور ہے تم سے صرف اس حق کے متعلق پوچھا جائے گا کہ جو تم پر ولایت و امامت کا ہے۔ اس مضمون کی روایتیں بہت ہیں۔

بعض اہل سنت کی احادیث میں ہے کہ بندے سے قیامت کے دن پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا (۱) شکم سیری (۲) ٹھنڈا پانی (۳) میٹھی نیند (۴) وہ گھر جس میں رہتا ہے (۵) صحیح و سالم اور بے عیب پیدا ہونا۔

تیسری آیت: واسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃً وباطنۃً۔ یعنی خدا نے تم پر اپنی ظاہری

اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا۔ پ ۲۱ ع ۱۲ س لقمان

بعض قراء نے نعمت کو ت کے ساتھ پڑھا ہے۔ بعض نے جمع کے ساتھ باضافہ ضمیر پڑھا ہے۔ نعمت ظاہر کا مطلب ہے کہ جو محسوس ہو اور باطن سے مراد نعمت معقول ہے یا ظاہر سے مراد وہ نعمت ہے جو انسان جانتا ہو اور باطن سے مراد وہ ہے جو انسان نہ جانتا ہو۔

اکمال الدین اور مناقب ابن شہر آشوب میں بسند معتبر امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد امام ظاہر ہے اور نعمت باطن سے امام غائب مراد ہے۔

علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ نعمت ظاہر سے مراد رسولؐ خدا ہیں جو خدا کی جانب سے بندوں کے لئے اللہ کی معرفت اور اس کی یگانگی کے متعلق نشانیاں لائے ہیں اور نعمت باطن سے مراد ہم اہل بیت کی ولایت ہے کہ مومنین کے دلوں میں ہماری محبت قرار دی گئی ہے۔ بحد البعض لوگوں نے اس نعمت کا ظاہراً اقرار کیا اور دل میں اس کا اعتقاد نہیں کیا اس وجہ سے خدا نے یہ آیت نازل کی یا ایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم (پ ۶ ع ۱۰ س مائدہ)

لے رسول تم کو رنج نہ ہونا چاہیئے ان لوگوں کے متعلق جو کفر کی طرف لپک کر جاتے ہیں بعض لوگ صرف زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ امام نے فرمایا کہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی رسول بہت خوش ہوئے اس لئے کہ خدا کسی کا ایمان اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک مومن کے دل میں ہماری ولایت و محبت نہ ہو۔

چوتھی آیت: فبای آلاء ربکما تکذبان ۵ (پ ۲۷ س رحمان) لے گروہ جن وانس خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ خطاب اگرچہ بظاہر جن وانس سے ہے لیکن باطن میں دشمنان اہل بیت سے خطاب ہے۔ اس آیت کے معنی کے سلسلہ میں حضرت صادق آل محمد سے روایت ہے کہ محمدؐ و علیؑ ان دونوں نعمتوں میں سے کس کا انکار کرو گے۔

کلینی کہتے ہیں کہ کیا محمد کا انکار کرو گے یا اس کے وصی کا۔ ابن ماہیار کی روایت ہے خدا کہتا ہے کہ میری ان دو نعمتوں میں سے کسی کا انکار مت کرو محمدؐ اور علیؑ کا کیونکہ میں نے ان دونوں کے ذریعہ

اپنے بندوں پر نعمتیں نازل کی ہیں۔

کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون۔ خدا کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ امام نے فرمایا جانتے ہو کہ آلاء خدا کیا ہے۔ راوی نے کہا کہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس آلاء سے مراد خدا کی عظیم ترین نعمت ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں پر کی ہے اور وہ ہماری ولایت ہے۔

مترجم گوید: ظاہراً خطاب اگرچہ دوسری امتوں سے ہے مگر امتوں کا ذکر اس امت کی تنبیہ کے لئے ہے۔ لہٰذا اس امت میں اس کا مصداق ولایت و امامت اہل بیت علیہم السلام ہے یا یہ کہ تمام امتیں رسول کی رسالت اور ولایت اہل بیت کی مکلف تھیں۔ اسی وجہ سے اس طرح خطاب کیا گیا ہے الغرض تمام اہل زمین و آسمان گزشتہ و آیندہ سب کے سب رسول کی امت میں ہیں اس وجہ سے ایسا خطاب ہوا ہے)

پانچویں آیت: یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونہا و اکثرھم الکافرون ہ (پ ۱۴۔ ع ۱۷۔ س نحل) یہ لوگ جان بوجھ کر خدا کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں اکثر لوگ کافر ہیں۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ نعمت خدا سے مراد آئمہ ہیں۔

کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب آیہ انما ولیکم اللہ الخ امامت امیر المومنین کے بارے میں نازل ہوئی تو اصحاب رسول سے بعض منافقین مسجد مدینہ میں داخل ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو بعض نے کہا کہ اگر اس آیت کا انکار کرتے ہیں تو قرآن کی بہت سی آیتوں کا انکار کرنا پڑتا ہے اور اگر اقرار کر کے ایمان اختیار کرتے ہیں تو اس میں ہماری ذلت ہے کہ ابو طالب کا بیٹا ہم پر مسلط کیا جاتا ہے۔ پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں محمد اپنے قول میں سچے ہیں۔ لہٰذا ہم علی کی ولایت زبان سے قبول کئے لیتے ہیں مگر علی جس چیز کا حکم دیں گے اس میں ان کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اسی پر یہ آیت یعرفون الخ نازل ہوئی یعنی علی کی ولایت کو جانتے ہیں۔ مگر پھر انکار کرتے ہیں۔ اس میں اکثر علی کی ولایت کے کافر ہیں۔

چھٹی آیت: قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (پ ۱۱۔ ع ۱۱۔ س یونس) اے رسول کہہ دو کہ خدا کے فضل و رحمت سے یہ لوگ خوش

ہو جائیں جو کہ مال و منال دنیا یہ جمع کرتے ہیں اس سے یہ بہتر ہے۔
ابن بابویہ نے بسند معتبر مجالس میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا باہر تشریف لائے۔ امیر المومنین پیدل ہمراہ تھے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی جب میں سوار ہوا کروں تم بھی سوار ہو کرو اور جب میں پیدل چلا کروں تو تم بھی پیدل چلا کرو اور جب بیٹھا کروں تو تم بھی بیٹھ جایا کرو۔ سوائے ان حدود الٰہی کے کہ جن میں تم کو کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی مجبوری ہو (مثلاً نماز یا جہاد وغیرہ کی حالت ہو) خدا نے جس کرامت و بزرگی سے مجھے نوازا ہے وہی عزت تم کو بھی ملی ہے۔ خدا نے مجھے نبوت و رسالت کے لئے مخصوص کیا ہے تو تجھ کو میرا معین و مددگار قرار دیا ہے کہ تم حدود خدا کے اندر سخت و دشوار کاموں کو پورا کرتے ہو۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے مجھ کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے کہ وہ شخص میری نبوت پر ایمان نہیں لایا جو تیرا انکار کرتا ہے اور جو تیری امامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ نبوت پر ایمان نہیں رکھتا اور جو شخص مجھ سے کفر کرتا ہے وہ خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ بیشک تیرا فضل میرا فضل ہے اور میرا فضل خدا کا فضل ہے۔ خدا کے اس قول کے قل بفضل اللہ کے معنی یہی ہیں۔ خدا کا فضل تمہارا نبی ہے اور اس کی رحمت علی ابن ابی طالب ہیں۔ امام نے فرمایا فبذالک لیعنی نبوت و ولایت کے ذریعہ فلیفرحوا پس شیعیان علی کو خوش ہونا چاہیئے۔ خیر مما یجمعون یعنی شیعوں کے لئے یہی بہتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو مخالفین دنیا میں مال اور اہل و عیال جمع کرتے ہیں۔ اے علی تم پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہو کہ خدا کی عبادت کی جائے اور تیرے ہی ذریعہ سے دین کے اصول جانے جائیں اور علی تیرے ہی ذریعہ سے دین کی مٹی ہوئی راہیں درست ہوں گی۔ بیشک وہ گمراہ ہے جو تیری ولایت سے گمراہ ہے اس کو خدا کی راہ ہرگز نہیں مل سکتی جس کو تمہاری ہدایت حاصل نہ ہو خدا کے اس قول انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ کے معنی یہی ہیں۔ یعنی توبہ کرنے والے۔ ایمان لانے اور نیک کام کرنے والوں کو بخش دیتا ہوں پس وہ ہدایت پاتا ہے یعنی اے علی تیری ولایت کی طرف ہدایت پاتا ہے۔ تحقیق کہ مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے حق سے واجب قرار دوں وہ چیز جو میرے حق سے واجب ہے (یعنی جتنا میرا حق امت پر واجب ہے اتنا ہی تمہارا حق واجب ہے) بیشک

تمہارا حق واجب و لازم ہے ہر اس شخص پر جو مجھ پر ایمان لائے۔ اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو خدا کے دشمن پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ علی کا دشمن دشمن خدا ہے) جو شخص خدا سے ملاقات کرے اور تیری ولایت نہ رکھتا ہو تو اس کے پاس دین نہ ایمان سے کچھ نہیں ہے اور ایسا شخص دنیا سے بے ایمان جاتا ہے۔ بے شک خدا نے مجھے حکم دیا ہے یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یعنی اے رسول جو چیز تم پر تمہارے خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے اس کو پہنچا دو، یعنی اے علی تیری ولایت کے بارے میں۔ ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اگر یہ نہیں کیا تو تم نے خدا کی رسالت نہیں پہنچائی۔ حضرت نے کہا اگر میں وہ چیز نہ پہنچاتا کہ جس پہ مامور کیا گیا تھا تیری ولایت کے بارے میں تو بلا شبہ میرے سارے اعمال حبط ہو جاتے۔ اے علی اگر کوئی شخص تیرے پاس آئے اور تیری ولایت نہ رکھتا ہو تو اس کے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے (غالباً قرآن میں اسی کی طرف اشارہ ہے) ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین اور ایسا شخص خدا کی رحمت سے دور رہیگا۔ اور یہ جو کچھ میں تمہارے بارے میں کہہ رہا ہوں وہ ہے جو میرے خدا نے تمہارے بارے میں مجھ پہ نازل کیا ہے۔

کلینی نے امام رضا سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ ولایت محمدؐ و آلِ محمدؐ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو مخالفین اپنی دنیا سے جمع کرتے ہیں۔

عیاشی نے بھی اسی مضمون کی حدیث جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ فضل رسولؐ خدا ہیں اور رحمت علی ابن ابی طالبؑ۔ شیعوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ یہ اس سونے چاندی سے بہتر ہے جو دشمنان علی جمع کرتے ہیں۔

ساتویں آیت: فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخاسرین ۵ (پ ۱ ع ۸ س بقر) یعنی اگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو بے شک تم خسارہ میں ہوتے۔

عیاشی نے دو سندوں امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں روایت کی ہے کہ فضل خدا سے مراد رسول خدا اور رحمت سے مراد ائمہ ہدیٰ کی ولایت ہے

آٹھویں آیت: مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔
خدا نے لوگوں کے لئے جو رحمت قرار دی ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ابن ماہیار امام جعفر صادق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس رحمت سے وہ علوم و حکمت مراد ہیں کہ جو خداوند عالم لوگوں کی ہدایت کے لئے امام کی زبان سے جاری کرتا ہے
نویں آیت: ولو شاء اللّٰه لجعلهم امة واحدة ولكن يدخل من يشاء فی رحمته والظالمين ما لهم من ولی ولا نصير ط (پ ۲۵ ع ۳ س شوریٰ)
اگر خدا چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ملت بنا دیتا لیکن خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور ظالمین کا روز قیامت نہ کوئی ولی ہے اور نہ کوئی مددگار
علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو سب کو فرشتوں کی طرح معصوم قرار دے دیتا اور ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے
محمد ابن العیاش نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ رحمت سے مراد علی ابن ابی طالب کی ولایت ہے۔
دسویں آیت: واللّٰه يختص برحمته من يشاء۔ (پ ۱ ع ۳ س بقرہ)
خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے۔
دیلمی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مخصوص برحمت خدا پیغمبر خدا اور ان کے وصی علیہما السلام ہیں تحقیق کہ خدا نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں جن میں سے ننانویں حصے رحمت کے خدا نے محمد و آل محمد کے لئے مخصوص کئے ہیں اور ایک حصہ رحمت کا سب مخلوقات پر تقسیم کیا ہے۔
گیارھویں آیت: مناقب میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے اس قول خدا ذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء اور ولا تتمنوا ما فضل اللّٰه به بعضكم على بعض کی تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے فضل اللہ کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے دوسری کا ترجمہ ہے کہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو ہر دو امام کا فرمانا ہے کہ یہ دونوں آیتیں اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔
بارھویں آیت: ولتكبروا اللّٰه على ما هداكم ولعلكم تشكرون ط تم کو چاہیئے کہ

تم خدا کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کرو اس لیئے کہ اس نے تمہاری ہدایت کی۔ شاید تم اس کا شکر کرو۔ محاسن میں روایت کی گئی ہے کہ شکر سے مراد اصول دین یا معرفت آئمہ مراد ہے۔

اس آیت ان اللہ لا یرضیٰ لعبادہ الکفر وان تشکروا یرضہ لکم (پ ۲۳-ع ۱۵ س زمر) خدا اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔ اگر وہ اس کا شکر کریں تو خدا راضی ہوتا ہے کی تفسیر کے بارے میں روایت ہے کہ کفر سے مراد آئمہ طاہرین کی مخالفت اور شکر سے مراد ان کی ولایت و معرفت ہے۔

تیرھویں آیت: وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔

تاویل الایات میں روایت کی گئی ہے کہ تم اس نعمت کا شکر کرو کہ جو اللہ نے تم پر محمدؐ و آل محمدؑ کے ذریعہ سے انعام کیا ہے یہ کہ اس کے وصی علی ابن ابیطالب کی تکذیب نہ کرو۔ فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون (پ ۲۷ ع ۱۶ سورہ واقعہ) پھر تم جانکنی کے وقت اس کے (محمد) کے وصی کی طرف دیکھتے ہو کہ وہ دوستوں کو جنت اور دشمنوں کو جہنم کی بشارت دیتا ہے ونحن اقرب الیہ منکم یعنی ہم علی سے تمہارے مقابلہ میں زیادہ نزدیک تر ہیں ولکن لا تبصرون لیکن تم کو خبر نہیں اور نہ تم دیکھ سکتے ہو۔

اٹھارھویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن میں شمس و قمر اور نجوم و بروج سے مراد آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں!

علی ابن ابراہیم نے سورۂ رحمٰن کی تفسیر کے سلسلہ میں امام رضا سے روایت کی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے الرحمٰن علم القرآن یعنی خدا نے امیر المومنین کو وہ سب چیزیں سکھا دیں کہ جن چیزوں کی لوگوں کو ضرورت ہے والشمس والقمر بحسبان۔ یعنی وہ دونوں یعنی اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ آفتاب و ماہتاب کے مخالف خدا کے عذاب میں رہیں گے۔ والنجم والشجر یسجدان اور نجم و شجر سجدہ یعنی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہاں نجم سے مراد رسولؐ خدا اور شجر کا کنایہ

آئمہ ہیں والسماء رفعہا و وضع المیزان۔ آسمان سے کنایہ رسول خدا کا ہے کہ جن کو خدا اوپر اپنے پاس لے گیا۔ اور میزان کا کنایہ امیرالمومنینؑ ہیں جو عدالت کی ترازو ہیں۔ جن کو خدا نے مخلوقات کے لئے نصب کیا ہے الاّ تطغوا فی المیزان۔ ترازو میں طغیان مت کرو۔ یعنی امام کی نافرمانی نہ کرو۔ واقیموا الوزن بالقسط یعنی امام عادل کی امامت پر قائم رہو ولا تخسروا المیزان یعنی امام کے حق کو کم مت کرو اور اس پر ستم نہ ڈھاؤ۔

اس آیت کی تاویل کے بارے میں بسند معتبر موثق امام جعفر صادق سے روایت ہے رب المشرقین و رب المغربین خدا دو مشرقوں اور مغربوں کا خدا ہے یعنی رسولؐ خدا اور امیرالمومنینؑ جو علوم ربانی کے آفتاب کے طلوع ہونے کے دو مشرق ہیں اور دو مغرب سے حسنؑ و حسینؑ کا کنایہ ہے کہ یہ نور ان میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر وہ امام ناطق کہ جس کا علم اس امام صامت میں چلا جاتا ہے جو اس کے بعد ہونے والا امام ہے۔

انہی حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں کتاب تاویل الایات میں روایت ہے۔ فلا اقسم برب المشارق والمغارب میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم نہیں کھاتا۔ مشرقین انبیاء ہیں اور مغربین ان کے اوصیاء ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے انہی حضرات سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے والسماء والطارق وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب۔ قسم ہے آسمانوں اور ستاروں کی جو ظلمت شب میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ طارق کیا چیز ہے۔ طارق ایک روشن ترین ستارہ ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس مقام پر ستارے سے مراد امیرالمومنین ہیں اور طارق وہ روح القدس ہے جو آئمہ ہدیٰ کو عطا ہوتی ہے کہ جس کے ذریعہ سے آئمہ کو رات دن کے حالات کا علم ہوتا ہے اور یہ حضرات غلطی سے محفوظ رہتے ہیں اور روشن ستارے سے مراد رسولؐ خدا ہیں مترجم گوید۔ اس تاویل کی بنا پر شاید نجم ثاقب کا حمل مجاز کے طریقہ پر ہو۔ کیونکہ روح القدس ان میں موجود ہے۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ والشمس وضحٰہا۔ قسم ہے سورج اور اس کی دوپہر کی روشنی کی۔ امام نے فرمایا کہ سورج سے

کنایہ رسولؐ خدا ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا نے لوگوں کے لئے ان کے دین کو روشن کیا والقمر اذا تلٰھا قسم ہے چاند کی جو سورج کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ قمر سے مراد امیرالمومنین ہیں۔ جس طرح چاند کا نور سورج سے ہے اسی طرح امیرالمومنین کے جملہ علوم رسولؐ خدا سے حاصل کردہ ہیں والنھار اذا جلھا۔ قسم ہے دن کی جو سورج کو جلا دیتا ہے۔ امام نے فرمایا کہ نہار سے مراد وہ آئمہؑ ہیں جو ذریت فاطمہ زہراؑ سے ہیں کہ جب ان اماموں سے رسولؐ خدا کے دین کے بارے سوال کیا جاتا ہے تو یہ حضرات اس کو پوچھنے والے کو جلی اور روشن کر دیتے ہیں۔ واللیل اذا یغشٰھا۔ قسم رات کی جبکہ وہ سورج کو ڈھانک لیتی ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ لیل سے مراد ظالم و جابر امام ہیں کہ جنہوں نے آل رسولؐ سے خلافت کو غصب کر لیا اور اس مقام پر بیٹھ گئے کہ جس کے لئے آل محمد زیادہ بہتر و مناسب تھے۔ لہٰذا انہوں نے دین رسولؐ خدا کو اپنے ظلم جہالت کی وجہ سے چھپا دیا جس طرح کہ رات کی تاریکی دن کو چھپا دیتی ہے ونفس وما سواھا قسم ہے نفس کی اور اس کے پیدا کرنے والے کی کہ اس کی صورت و شکل کو درست کیا۔ فالھمھا فجورھا وتقواھا۔ اس کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا علم دیا ہے۔ قد افلح من زکھا۔ وہ نفس نجات یافتہ ہے کہ جس کو خدا نے پاک پاکیزہ قرار دیا ہے وقد خاب من دسّٰھا اور نقصان میں ہے وہ شخص کہ جس نے اپنے نفس کو بدعمل اور جہالت میں دبا دیا۔ کذّبت ثمود بطغواھا۔ قبیلہ ثمود نے اپنی نافرمانی کی وجہ سے تکذیب کی امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کے وہ گروہ مراد ہیں کہ جنہوں نے مذہب حقہ امامیہ کے خلاف راستہ اختیار کیا جیسے زیدیہ۔ اسماعیلیہ وغیرہا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے فھدینا ھم فاستحبوا العمی فاخذتھم صاعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون (پ ۲۴ ع ۱۶) یعنی صالح کی قوم ثمود کی ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھے پن کو زیادہ پسند کیا۔ پس ان کو ان کے کرتوں کی وجہ سے اس عذاب نے گھیر لیا جو رسوا کن تھا۔ امام نے فرمایا کہ ثمود سے مراد شیعوں کے گمراہ گروہ ہیں اور صاعقہ سے مراد حضرت قائمؑ آل محمد کی تلوار ہے کہ جو ظاہر ہونے کے بعد چلائی جائے گی۔ فقال لھم رسول اللہ ان سے اللہ کے رسول نے کہا ناقۃ اللہ خدا کے اونٹ کی پانی پینے کے معاملے میں دیکھ بھال اور حفاظت کرنا۔ امام نے

فرمایا کہ اس سے وہ امام مراد ہیں کہ جن سے علوم خدا سیکھے جاتے ہیں وسقیھا یعنی اس کے پاس علم و حکمت کے چشمے ہیں۔ فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیہم ربھم بذنبہم فسوّاھا۔ ان لوگوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور صالح کے ناقہ کو پے کر دیا۔ پس خدا کے عذاب نے ان کے گناہوں کے بدلے میں آگھیرا اور سب کو ملیامیٹ کر دیا۔ امام نے فرمایا کہ اس سے مراد رجعت کا عذاب ہے ولا یخاف عقبھا امام رجعت میں ان تاویلات کے کرنے سے نہیں ڈریگا جو دنیا میں ہو رہا ہے۔

مترجم گوید: وہ تاویلات جو اس حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بڑی گہری اور مخفی ہیں اور یہ اسی مذکورہ قسم کی چیزوں میں سے ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جو قرآن میں دوسری امتوں کے قصے بیان کئے ہیں اس سے مراد اس امت کو ڈرایا ہے یا یہ مقصود ہے کہ عمل صالح کی ترغیب پیدا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو امم سابقہ میں ہو گزرا ہے۔ اس کی نظیر اس امت میں بھی ہوگی۔ پس جس طرح خدائے تعالیٰ نے قوم صالح کو ناقہ اپنی نشانی اور معجزہ بنا کر ان کو دیا کہ وہ اس کے دودھ سے فیضیاب ہوں لیکن ان لوگوں نے خدا کی اس نعمت کا کفران کیا اور ناقہ کو پے کر کے دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔ پس اسی طرح خدا تعالیٰ نے امیرالمومنین اور تمام ائمہ کو حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت کا حقیقی معجزہ قرار دیا ہے اور یہ حضرات خدا کی مخلوقات میں اس کی عظیم ترین نعمت و حجت ہیں۔ ان کی مخالفت و دشمنی کر کے خدا کی برکتوں اور رحمتوں سے محروم ہو کر عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امیرالمومنین ناقۃ اللہ ہیں۔

متواتر سندوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی کا قاتل ناقہ صالحؑ کا پے کرنے والا ہے اور گذشتہ لوگوں میں بدترین شخص پے کنندہ ناقہ صالحؑ ہے اور آنے والوں میں بدترین شخص حضرت امیرالمومنین کا قاتل ہے۔ اگر ہم نے اس تحقیق کو اچھی طرح سمجھ لیا تو بہت سی مشکل حدیثیں حل ہو جائیں گی۔

معانی الاخبار میں بہت سی سندوں کے ساتھ جابر انصاری۔ انس بن مالک اور ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول مقبولؐ نے نماز صبح ہمارے ساتھ ادا کر کے

روئے مبارک تمہاری طرف فرمایا اور ارشاد کیا اے لوگو آفتاب کی پیروی کرو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو چاند کو قابو میں کر کے اس کی پیروی کرو اور جب چاند چھپ جائے تو زہرا کی پیروی کرو اور جب زہرا چھپ جائے تو دو ستارے جن کا نام فرقدین ہے کی پیروی کرو۔ جب لوگوں نے اس کلام کی تفسیر پوچھی تو ارشاد نبوت ہوا کہ میں آفتاب ہوں اور میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وصی، میرے قرضوں کا ادا کرنے والا۔ میرے بیٹوں حسن و حسین کا باپ۔ میرا جانشین اور میرے اہل بیت کی ایک فرد علی ابن ابی طالبؑ چاند ہے۔ فاطمہؑ زہراء ہے اور حسن و حسین فرقدین ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ خدا نے ہم کو پیدا کر کے آسمان کے ستاروں کی طرح قرار دیا ہے اور جب ایک ستارہ غروب کر جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ستارہ نکل آتا ہے۔ یہی میری عترت اور اہل بیت ہیں۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے اور یہ ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے تا آنکہ میرے پاس حوض کوثر پہ پہنچیں۔

ابن مابیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میری مثال تمہارے درمیان آفتاب جیسی ہے اور علی کی مثال چاند کی طرح ہے۔ جب سورج چھپ جاتا ہے تو چاند رہبری کرتا ہے۔

روایت ہے کہ حارث اعور نے حضرت امام حسینؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی والشمس وضحٰھا۔ امام نے فرمایا کہ شمس حضرت محمد مصطفٰےؐ ہیں والقمر اذا تلٰھا میں قمر سے مراد حضرت امیرالمومنینؑ ہیں کہ جو محمدؐ کے پیچھے پیچھے ہیں اور جملہ کمالات میں محمدؐ کے بعد ہیں والنھار اذا جلّٰھا میں نہار قائم آل محمدؐ ہیں کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے واللیل اذا یغشٰھا سے مراد بنی امیہ ہیں۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا میں نے بنی امیہ سے آ کر کہا کہ میں رسول خدا ہوں تو انہوں نے کہا کہ تم رسول نہیں ہو جھوٹ کہتے ہو پھر میں نے بنی ہاشم کے پاس جا کر کہا کہ میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں تو علی ابن ابی طالب میرے اوپر ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے ایمان لائے اور ابو طالب نے کھلم کھلا میری حمایت کی اور بباطن ایمان لائے۔ پھر خدا نے جبرئیل کو بھیج کر مجھے حکم دیا کہ اپنے علم کا مرکز بنی ہاشم کو قرار دو۔ اور

شیطان نے اپنے علم کا مرکز بنی امیہ کو قرار دیا۔ اسی وجہ سے اکثر وہ شیطان کا مرکز ہیں اور میرے دشمن ہیں اور ہمیشہ دشمن رہیں گے اور ان کے دوست ہمارے شیعوں کے دشمن رہیں گے۔ قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا۔ والنہار اذا جلٰھا۔ یعنی ہم اہل بیت کے امام آخر زمانہ تک زمین کے مالک رہیں گے اور زمین کو عدالت سے پُر کر دیں گے۔ جو شخص اہل بیت کی مدد کرے گا اس نے گویا فرعون کے مقابلہ میں موسٰی کی مدد کی۔

علی ابن ابراہیم نے والنجم اذا ھوٰی کی تفسیر کے بارے میں کہا ہے کہ نجم سے مراد رسول خدا ہیں کہ جن کی قسم خدا نے اس وقت کھائی جبکہ آپ معراج پر تشریف لئے جا رہے تھے۔

کلینی نے کہا ہے کہ یہ قبر محمدؐ کی قسم ہے جبکہ آنحضرت دنیا سے تشریف لے گئے۔

ابن بابویہ نے امالی میں ذکر کیا ہے کہ امام جعفر صادق نے کہا کہ جب حضرت رسول مقبول کو مرض لاحق ہوا تو تمام اہل بیت اور آنحضرتؐ کے اصحاب جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو مرض موت عارض ہوا ہے۔ ہمارے درمیان آپ کا خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز لوگوں نے پھر یہی سوال کیا۔ حضور نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسرے روز فرمایا کہ کل آسمان سے ایک ستارہ میرے اصحاب میں سے کسی کے گھر نازل ہوگا۔ بس وہی میرا خلیفہ اور جانشین ہوگا۔ چوتھے روز تمام اصحاب اپنے اپنے حجرہ میں بیٹھ کر ستارہ کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ ایک ایسا روشن ستارہ آسمان سے جدا ہوا کہ جس سے دنیا روشن ہوگئی اور وہ ستارہ علی کی گود میں آگیا یہ حال دیکھ کر منافقین کہنے لگے کہ بخدا یہ شخص (رسول) اپنے چچا زاد بھائی کی محبت میں (معاذ اللہ) گمراہ ہوگیا ہے یہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے۔ بس فوراً ہی یہ آیت نازل ہوئی والنجم اذا ھوی   ما ضل صاحبکم وما غوی تمہارا رسول نہ گمراہ ہے اور نہ خطا کار ہے وما ینطق عن الھوی۔ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتا۔ ان ھوا الا وحی یوحی۔ یہ جو کچھ بولتا ہے اسی وحی سے بولتا ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔

ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ ابن کوا نے جناب امیر سے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس کی تفسیر پوچھی یعنی میں قسم نہیں کھاتا یا قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے اور غروب ہونے والے ستاروں کی۔ جناب امیر نے فرمایا کہ خنس ایک ایسا گروہ ہے کہ جو پیغمبر کے اوصیاء

کے علم کو چھپاکر لوگوں کو غیر اوصیاء کی صحبت کی طرف بلاتا ہے اور جواری وہ فرشتے ہیں کہ جو علم ساتھ رسولؐ خدا پر نازل ہوتے ہیں اور کنس پیغمبر کے وصی ہیں کہ جو علم پیغمبر کو صاف کرکے جمع ہیں۔ واللیل اذا عسعس امام نے فرمایا کہ اس سے مراد ظلمت شب ہے اور یہ ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے کہ جو ناحق اپنے لئے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ والصبح تنفس۔ امام نے فرمایا کہ اس سے علم اوصیاء کا کنایہ ہے کہ ان کا علم سورج سے بھی زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ خنّس سے مراد وہ امام ہے جو اپنے کو لوگوں سے چھپاتا اور پھر اندھیری رات (یعنی انتہائی بے کسی اور گمراہی کے وقت) چمکتے ہوئے شہاب کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے وعلامات وبالنجم ھم یھتدون۔ مفسرین کہتے ہیں کہ خدا کہتا ہے کہ اے انسانوں تمہارے لئے زمین پر چند نشانیاں ہیں۔ جیسے پہاڑ وغیرہ کہ جن کے ذریعہ راستے پہچانے جاتے ہیں اور شب تار میں ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں۔ ستارہ جدی سے قبلہ کی پہچان ہوتی ہے۔

کلینی۔ علی ابن ابراہیم، عیاشی اور شیخ طوسی نے مجالس میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں اور شیخ طبرسی وغیرہ نے امام محمد باقر امام جعفر صادق اور امام رضا سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں کہ علامات سے مراد آئمہ ھدیٰ ہیں کہ جو دین کے راستے اور نشانات ہیں اور نجم سے مراد حضرت پیغمبر ہیں۔ اکثر احادیث کا ظاہر یہ ہے کہ ھُمْ اور یَھْتَدُوْن دونوں کی ضمیر کا مرجع علامات ہے یعنی ائمہ بلاواسطہ رسولؐ خدا سے ہدایت پاتے ہیں۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ آیت کی ایک حیثیت ظاہری ہے اور ایک حیثیت باطنی۔ ظاہری مطلب یہ ہے کہ ستارہ جدی (قطب ستارہ) سے دریا، پہاڑ، جنگل بیابان میں قبلہ کی سمت کی طرف ہدایت ملتی ہے اس لئے کہ وہ ایک جگہ قائم اور ظاہر ہوتا ہے چھپتا نہیں اور آیت کا باطن یہ ہے کہ آئمہ (بلاواسطہ) رسولؐ خدا سے ہدایت پاتے ہیں۔ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ نجم سے مراد امیرالمومنین ہیں۔

امام رضا سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اے علی تم بنی ہاشم کے نجم ہو۔ حضرت نے سوال

انھوں نے فرمایا کہ آسمان کے ستارے اہل آسمان کے امان ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیئے امان قرار دیئے گئے ہیں۔

انیسویں فصل

اس بیان میں کہ اہل بیت علیہم السلام اللہ کی مضبوط رسی اور حبل اللہ ہیں

اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں

پہلی آیت: فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ط (پ ۳ ع ۲ س بقرہ)

یعنی جو شخص طاغوت (شیطان) کو چھوڑ دے اور خدا پر ایمان لائے بیشک اس نے ایک ایسی مضبوط رسی تھام لی ہے کہ جس میں کوئی خطرہ نہیں۔ خدا بڑا سننے اور جاننے والا ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ طاغوت شیطان، بت اور ہر وہ معبود ہے کہ جو خدا کے علاوہ ہو اور ہر وہ پیشوا جو خدا کا معین کیا ہوا نہ ہو۔ آئمہ طاہرین کی بہت سی حدیثوں میں اس کی تعبیر تمام دشمنان دین سے کی گئی ہے چاہے وہ جبت ہوں، طاغوت ہوں یا عزیٰ ہوں۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ہمارے دشمنوں کو خدا نے قرآن میں فحشا۔ منکر، اوثان اور جبت وطاغوت کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

کلینی نے بسند موثق امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان ہے اور بسند صحیح دوسری روایت ہے کہ عروۃ الوثقیٰ خدائے یگانہ و یکتا پر ایمان لانا ہے کہ جس کا کوئی ساتھی اور شریک نہیں ہے۔ محاسن میں انہی صادق آل محمد سے روایت ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد توحید ہے۔

ابن شہر آشوب نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

عیون اخبار رضا میں انہی حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص نجات کی کشتی پر سوار ہونا چاہے اور عروۃ الوثقیٰ کو پکڑنا چاہے اور حبل اللہ المتین کو قابو کرنا چاہے۔ پس اس کو چاہیئے کہ میرے بعد علی سے دوستی کرے اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرے اور اس کے فرزندوں میں سے ہونے والے اماموں کی پیروی کرے۔

بسند معتبر انہی حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی مضبوط ترین رسی کو پکڑنا چاہے اس کو چاہیئے کہ علی ابن ابیطالب اور میرے اہلبیت کی صحبت اختیار کرے۔

روایت ہے رسول خداؐ نے فرمایا کہ حسین کی اولاد کے اماموں کی پیروی کرنے والا خدا کی پیروی کرنے والا ہے اور جس شخص نے ان اماموں کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ یہی عروۃ الوثقیٰ اور خدا کی بارگاہ میں بندوں کی رسائی کا ذریعہ ہیں۔

دوسری سند سے روایت ہے کہ امام رضا نے مامون کے لئے صرف اسلام اور دین کی شریعت کو لکھا منجملہ اور باتوں کے لکھا کہ ہر زمانہ میں خدا کی زمین پر حجت خدا رہتی ہے اور یہی عروۃ الوثقیٰ اور دنیا والوں پر حجت خدا ہیں قیامت تک۔

کتاب معانی الاخبار میں حضرت رسول خدا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی ایسی مضبوط رسی کو پکڑنا چاہے کہ ہرگز نہیں ٹوٹ سکتی اس کو چاہیئے کہ میرے بھائی میرے وصی علی ابن ابی طالب کی محبت اختیار کرے۔ بیشک وہ کبھی ہلاک نہیں ہو سکتا کہ جو علی ابن ابیطالب کی محبت سے متمسک ہو جائے اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ اس کو ہرگز نجات نہیں مل سکتی جو اسکو دشمن رکھے۔

کتاب تاویل الآیات میں امام رضا سے روایت ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی مضبوط رسی کو پکڑنا چاہے اس کو چاہیئے کہ علی ابن ابی طالب کی ولایت اختیار کرے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت اختیار کرے۔ دوسری روایت جو زید بن علی سے ہے کہ روایت ہے کہ عروۂ محکم محبت آل محمد ہے۔

دوسری آیت: واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔

تیسری آیت: ضربت علیھم الذلۃ اینما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس

(پ ۴ ع ۲۔ آل عمران)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ سب کے سب مل کر خدا کی رسی کو پکڑلو۔ اور متفرق مت ہو۔
دوسری آیت کا ترجمہ : ان کے لئے رسوائی اور ذلت ہے مگر وہ محفوظ ہیں کہ جنھوں نے خدا اور انسانوں کی رسی کو پکڑ لیا۔ اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ جو لوگ خدا اور انسانوں کے عہد پر باقی رہے وہ ذلت سے محفوظ ہیں۔
عیاشی نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ میں نے واعتصموا الخ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی مضبوط رسی علی ابن ابی طالب ہیں۔ سند معتبر دیگر امام محمد باقر سے روایت ہے۔ کہ خدا نے اس آیت میں جس رسی کے پکڑنے کا لوگوں کو حکم دیا ہے وہ آل محمد ہیں۔
امام جعفر صادق سے بھی روایت ہے کہ ہم اہل بیت خدا کی رسی ہیں۔
علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حبل اللہ توحید خدا اور اہل بیت کی ولایت ہے۔
امام محمد باقر سے اس آیت ولا تفرقوا کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے کہ خدا جانتا تھا کہ یہ امت اپنے رسول سے اختلاف کرے گی اور متفرق ہو جائے گی اس لئے خدا نے منع کیا کہ پراگندہ مت ہو جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو متفرق ہونے سے روکا ہے۔ بس ان کو حکم دیا کہ ولایت آل محمد پر جمع ہو جائیں تفرقہ نہ کریں۔
عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی رسی کتاب خدا ہے اور لوگوں کی رسی علی ابن ابی طالب ہیں۔
مجالس شیخ طوسی اور مناقب ابن شہر آشوب میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ہم اہل بیت حبل اللہ ہیں۔

بیسویں فصل

اس بیان میں کہ حکمت اور اولی النہیٰ (صاحبان عقل) ائمہ ہدیٰ ہیں

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے امام جعفر صادق سے اس قول خدا کی تفسیر پوچھی

ولقد اتینا لقمان الحکمۃ۔ امام نے فرمایا کہ حکمت سے مراد امام زمانہ کو پہچاننا ہے۔ محاسن برقی کافی اور تفسیر عیاشی میں بسند صحیح امام جعفر صادق سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے ومن یوت الحکمۃ۔ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ یعنی جس شخص کو حکمت مل گئی اس کو خیر کثیر مل گیا! امام نے فرمایا کہ حکمت اطاعت خدا اور امام کا پہچاننا ہے۔

عیاشی نے بسند دیگر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اصول دین کا جاننا حکمت ہے جو شخص دین کے مسائل میں فقیہہ ترین اور دانا ترین ہو وہ حکیم ہے۔

بصائر الدرجات، تفسیر ابن ماہیار اور مناقب ابن شہر آشوب میں بسند معتبر روایت ہے کہ امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ان فی ذالک لایات لاولی النھی۔ یعنی زمین و آسمان کی خلقت، رات دن کا اور پہاڑوں کا ہونا آسمان سے بارش برسنا اور زمین سے درختوں کا اگنا یا کافروں کے شہر کے شہر تباہ ہوتے ہیں چند نشانیاں ہیں سمجھداروں کے لئے امام نے فرمایا کہ خدا نے رسول کو بعد کے ہونے والے واقعات سے مطلع کیا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر کا خلافت حاصل کرنا اور اس کے بعد حضرت عمر و عثمان اور تمام بنی امیہ کا دعوائے خلافت کرنا رسول خدا نے ان سب واقعات کی خبر دی اور جناب پیغمبر نے علی کو خبر دی تھی سارے واقعات اس طرح واقع ہوئے اور یہ خبر حضرت علی سے ہم تک پہنچی جو کچھ ہونے والا تھا بنی امیہ وغیرہ کی بادشاہی کے متعلق۔ پس اس آیت کی تفسیر یہی ہے جو میں نے بیان کی بیشک ہم اہل النھی ہیں کہ ان تمام واقعات کا علم ہم تک پہنچا ہوا ہے۔ پس ہم نے باوجود تمام معاملات کے علم خدا کے حکم کی وجہ سے صبر کیا اور قضائے الہی پر راضی رہے پس ہم ہی وہ ہیں جو مخلوق خدا میں خدا کے حکم پر قائم رہے اور ہم ہی خدا کے دین کے خزانہ دار ہیں اور ہم ہی خدا کے دین کی حفاظت نگرانی کرتے ہیں دشمنان خدا سے جس طرح کہ رسول خدا نے خدا کے دین کو اس وقت تک چھپائے رکھا جب تک کہ خدا نے مکہ سے مدینہ کی ہجرت کا حکم نہیں دے دیا اور یہ کہ مشرکوں سے جہاد کریں۔ پس ہم اہل بیت بھی انہی حضرت کے طریقہ پر ہیں کہ دین کو چھپا کر بچانے لئے جاتے ہیں یہاں تک کہ خدا ہم کو اجازت دے کہ ہم اس کے دین کو تلوار سے ظاہر کریں اور لوگوں کو خدا یا اس کے دین کی طرف بلائیں اور اگر کوئی اس سے انکار کریں تو تلوار چلائیں۔ جس طرح رسول خدا نے اتمام حجت کے بعد شروع میں تلوار چلائی تھی۔

اکیسویں فصل

اس بیان میں کہ صافون، مسبحون، صاحب مقام معلوم، حاملان عرش اور سفرۂ کرام بررہ سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں

خداوند عالم ملائکہ کی شان میں فرماتا ہے:۔ وما منّا الّا لہ مقامٌ معلومٌ وانّا لنحن الصّافّون وانّا لنحن المسبّحون (پ ۲۳۔ ع ۹۔ س والصافات)

مفسرین کہتے ہیں کہ بعض ملائکہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ عبادت کے لئے اس کا ایک مقام معین ہے جو اس کو معلوم ہے۔ بیشک ہم خدا کی تسبیح کرنے والے ہیں۔

علی ابن ابراہیم۔ ابن شہر آشوب اور فرات نے بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ یہ آیت وما منّا الخ آل محمد کے اماموں اور اوصیا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علی ابن ابراہیم نے بسند معتبر امام صادق آل محمد سے روایت کی ہے کہ ہم اہل بیت نبوت کا درخت اور معدن رسالت و محل آمد و رفت ملائکہ ہیں اور ہم خدا کے عہد ہیں یعنی ہمارے امام کے بارے میں خدا نے لوگوں سے عہد لیا ہے اور ہم ہی خدا کی امان ہیں اور ہم خدا کی محبت ہیں۔ یعنی ہماری محبت خدا کی محبت ہے۔ ہم خدا کی وہ حجت ہیں کہ جو چند نور کے حصے تھے جو عرش الٰہی کے چاروں طرف صف باندھے ہوئے خدا کی یکتائی اور پاکیزگی بیان کر کے خدا کی تسبیح کرتے تھے۔ ہماری تسبیح کو سن کر آسمان والوں نے خدا کی تسبیح کی یہاں تک کہ ہم زمین پر آئے اور یہاں آ کر بھی ہم نے خدا کی تنزیہ و تقدیس کی پس ہماری تسبیح کو سن کر اہل زمین نے تنزیہ و تسبیح خدا کی۔ ہم ہی وہ ہیں کہ جن کے لئے قرآن میں کہا گیا ہے صافون و مسبحون۔ خدا نے کہا ہے کہ جو شخص ہمارے عہد کو پورا کرے گا، اس نے گویا خدا کے عہد کو پورا کیا۔ جو شخص ہم سے بدعہدی کرے اس نے گویا خدا سے بدعہدی کی۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر جناب امیر سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بعض خطبات میں

ارشاد فرمایا کہ ہم آلِ محمدؐ چند نورِ الٰہی ہیں کہ جو عرش خدا کے گرد تھے۔ خدا نے ہم کو اپنی تسبیح کا حکم دیا پس ہم نے تسبیحِ الٰہی کی اور ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے خدا کی تسبیح کی پھر خدا نے ہم کو زمین پر بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کی تسبیح کریں۔ پس ہم نے خدا کی تسبیح کی اور ہماری تسبیح کو سن کر اہلِ زمین نے تسبیح کی۔ پس ہم صافون اور مسبحون ہیں۔

روایت ہے کہ ابن عباس سے وانا لنحن الصافون الخ کی تفسیر پوچھی گئی۔ ابن عباس نے کہا کہ ہم حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں تھے کہ حضرت علی آ گئے جیسے ہی رسولِ اکرم کی نظر کیمیا اثر جمال پر جلال علی پر پڑی تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ مرحبا اس شخص کے لئے کہ جسکو خدا نے آدم سے چالیس ہزار سال پہلے پیدا کیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ سے کہا کہ کیا بیٹا باپ سے پہلے ہو سکتا ہے۔ رسول نے فرمایا کہ ہاں مراد یہ ہے کہ خدا نے علی کو انبیاء کی خلقت سے پہلے پیدا کیا۔ اس کے بعد خدا نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور یہ سب چیزیں تاریک تھیں۔ پھر تمام نورانی ہو گئیں۔ اور ان کا نور میرے اور علی کے نور سے تھا۔ پھر ہم کو خدا نے اپنے عرش کی جانب جگہ دی اور اس کے بعد فرشتوں کو پیدا کیا۔ پھر ہم نے خدا کی تسبیح و تنزیہ کی۔ ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے تسبیح کی پھر ہم نے خدا کی تہلیل کی۔ ہم نے اور اس کو اس کی یگانگی سے یاد کیا۔ پس ہماری تہلیل سے فرشتوں نے تہلیل کی۔ ہم نے خدا کی تکبیر کی تو پھر فرشتوں نے خدا کی تکبیر کی اور یہ تمام تعلیم میرے اور علی کے ذریعے تھی۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات گزر چکی ہے کہ میرا اور علی کا دوست جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جنت میں میرا اور علی کا دشمن نہیں جا سکتا۔ بیشک خدا نے چند ایسے فرشتے پیدا کیے ہیں۔ کہ جن کے ہاتھ میں چاندی کے ایسے لوٹے ہیں کہ جن میں جنت فردوس کا آب حیات بھرا ہوا ہے۔ علی کے شیعوں میں سے کوئی شیعہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے ماں باپ پاک و پاکیزہ، پرہیزگار اور خدا پر ایمان لانے والے ہیں جس وقت ان شیعوں میں سے کوئی شیعہ اپنے اہل سے مقاربت کرتا ہے تو ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہ جس کے ہاتھ میں آب بہشت کا لوٹا ہوتا ہے ------ اس پانی سے ایک قطرہ پانی گراتا ہے جس کو شیعہ پیتا ہے پس اس پانی کے ذریعہ اس کے دل میں ایمان اگتا ہے جس طرح کھیتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ شیعیان علی خدا کی طرف سے اپنے رسول کے وصی علی ابن ابی طالب کی طرف سے امیری

بیٹی فاطمہ کی طرف سے پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی طرف سے اور اس کے فرزندوں میں سے باقی اماموں کی طرف سے دلیل و برہان پر ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہر پاک و حلال زادہ کو پہلے ہی سے خدا کی جانب سے ان حضرات کی عقیدت و محبت ڈال دی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں بھی ہے کہ ولقد حبب الیکم الایمان الخ مترجم باردو)

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ سے پوچھا کہ وہ امام کون سے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ گیارہ نفر ہیں علی کی اولاد اور نسل حسین سے۔ اس کے بعد رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں کہ جس نے علی کی محبت کو ایمان اور جنت میں جانے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ قرار دیا۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ فرشتے پہلے ہیں یا اولاد آدم امام نے فرمایا کہ اس خدائے برحق کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے فرشتے آسمانوں میں زمین کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں۔ اور آسمانوں میں ایک قدم بھر بھی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں ملک نہ ہو اور وہ خدا کی حمد و ثنا کر رہے ہیں اور زمین کا کوئی درخت اور ڈھیلا ایسا نہیں کہ جس پر ملک مقرر نہ ہو اور وہ روزانہ اس کے حالات خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ خدا ان کے حالات کو فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے اور ہر فرشتہ ہر روز ہم اہل بیت کی محبت و ولایت کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرتا ہے اور ہمارے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کرتا اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ ہمارے دشمنوں پر سخت ترین عذاب نازل کرے۔ اس کے بعد امام نے اس آیت کی تفسیر فرمائی والذین یحملون العرش یعنی جو لوگ خدا کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ رسولؐ کے اوصیاء جو رسول کے بعد علم خدا کے حامل ہیں۔ گویا عرش سے مراد علم ہے ومن حولہٗ اور وہ جو عرش کے گرد ہیں امام نے فرمایا کہ وہ فرشتے جو عرش الٰہی کے گرد ہیں۔ امام نے فرمایا کہ وہ فرشتے جو عرش الٰہی کے گرد ہیں یسبحون بحمد ربہم و یومنون بہٖ ویستغفرون للذین امنوا یعنی وہ خدا کی حمد و ثنا کرتے اور خدا پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ ایمانداروں سے مراد شیعیان آل محمدؐ ہیں۔ ربنا وسعت کل شیٔ رحمۃً وعلماً اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یعنی تیری رحمت ہر چیز اور ہر شخص کو پہنچی اور تیرا علم ہر ایک کا احاطہ

سکئے ہوتے ہے۔ فاغفر للذین تابوا۔ اے خدا اس گروہ کو بخش دے جو ولایت و محبت بنی امیہ سے توبہ کرتا ہے واتبعوا سبیلک اور تیرے راستہ کی پیروی کی ہے۔ امام نے فرمایا کہ سبیل سے مراد ولایت اور اعتقاد ولایت و امامت ولی خدا علی ابن ابی طالب ہے وقھم عذاب الجحیم یعنی اے خدا ان کو عذاب جہنم سے بچا۔ ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم ومن صلح من اباءھم وازواجھم وذریاتھم انک انت العزیز الحکیم اے خدا ان کو اور ان کے نیک و صالح ماں باپ اور بیوی بچوں کو ان جنتوں میں داخل کر کہ جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے بیشک تو بڑا حکیم اور غالب ہے۔ امام نے فرمایا کہ ومن صلح سے مراد وہ لوگ ہیں جو ولایت علی ابن ابی طالب کا اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کے شیعوں میں سے ہوں۔ وقھم السیئات ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمتہ وذالک ھو الفوز العظیم اے خدا ان کو عذابوں اور گناہوں کی سزا سے روز قیامت محفوظ رکھ اور جس کو تو قیامت کے عذاب سے بچا لے اس پر تو نے بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے اس شخص کے لئے جو ولایت و محبت بنو امیہ سے نجات پا جائے۔ پھر خدا نے کہا ان الذین کفروا وہ لوگ جو کافر ہو گئے یعنی بنی امیہ ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون۔ قیامت میں ان کو آواز دے کر کہا جائے گا کہ تم نے اپنے نفسوں پر اس روز جو زیادتی کی تھی جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا۔ مگر ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا۔ آج کی یعنی قیامت کی دشمنی اور زیادتی اس دن سے زیادہ ہے۔ امام نے فرمایا کہ ولایت علی ابن ابی طالب کا انکار کر دیا۔

ابن ماہیار نے بھی بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ الذین آمنوا سے مراد آل محمد کے شیعہ ہیں اور الذین تابوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو بنی امیہ کی ولایت سے توبہ کرتے ہیں ان الذین کفروا سے مراد بنی امیہ ہیں کہ جنہوں نے ولایت علی سے کفر اختیار کیا۔

کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کے چند فرشتے ایسے ہیں کہ جو شیعوں کی کمر سے ان کے گناہوں کو اس طرح دور کرتے رہتے ہیں کہ جیسے خزاں میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اس قول خدا کا اسی طرف اشارہ ہے یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین آمنوا۔ امام نے فرمایا بخدا یہاں پر خدا نے تم ہی کو مراد لیا ہے۔

ابن ماہیار نے بہت سی سندوں کے ساتھ عیون اخبار رضا میں امام رضا سے اس مضمون کو روایت کیا ہے۔ اس آیت الذین آمنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو علی کی ولایت پر ایمان لائے ہیں اور فرشتے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خادم ہیں۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ الذین یحملون العرش سے مراد یہ آٹھ افراد ہیں۔ محمد، علی، حسن، حسین، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام

ابن بابویہ نے عقائد میں ذکر کیا ہے کہ عرش الٰہی کو آٹھ حضرات اٹھائے ہوئے ہیں۔ چار پہلے والوں میں سے اور چار حضرات بعد والوں میں سے۔ پہلے والے چار حضرات یہ ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ علیہم السلام اور بعد والے چار حضرات یہ ہیں محمدؐ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ابن بابویہ کہتے ہیں کہ بسند ہائے صحیح اسی طرح ائمہ سے بیان ہوتا آیا ہے۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر جناب امیر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارا افضل رسولؐ پر اس آیت میں آسمان سے نازل ہوا ہے ویستغفرون للذین آمنوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جس روز زمین پر میرے اور رسول کے سوا کوئی مومن نہیں تھا۔

بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت ہے کہ حضرت امیر نے فرمایا کہ سات سال اور چند ماہ تک فرشتوں نے صرف میرے اور رسولؐ کے لئے استغفار کیا ہے اور یہ آیت میری اور رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ الذین یحملون العرش الخ ایک دوسری روایت میں رسول خدا سے روایت ہے کہ تحقیق کہ خدا و فرشتوں نے صرف میرے اور علی کے اوپر چند سال تک درود بھیجا ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت وہ تھا جبکہ میرے اور علی کے سوا کسی نے نماز نہیں پڑھی۔

چند سندوں سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فرشتوں کا استغفار اے شیعو صرف تمہارے لئے ہے۔ نہ تمام مخلوق کے لئے۔ اور خداوند عالم قرآن کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ (پ ۳ ع ۵) بیشک قرآن مجید ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے نصیحت حاصل کرے اور یہ مرتبے محترم و بلند مرتبہ پاک و پاکیزہ صحیفوں میں رکھا گیا ہے۔

اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو خدا کے باعزت، بلند مرتبہ اور نیکو کار ہیں جیسے ملائکہ انبیاء اور ان کے اوصیاء۔

احادیث معتبرہ میں ہے کہ سفرہ سے مراد ائمہ طاہرین ہیں۔ فرمایا گیا ہے ان الذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون (پ ۹ ع ۱۴) یعنی وہ لوگ جو تیرے خدا کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے بلکہ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ مفسرین کے درمیان مشہور ہے کہ یہ فرشتے ہیں اور احادیث میں ہے کہ اس سے مراد انبیاء و مرسلین اور آئمہ ہدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں اور یہ کوئی بعید بات نہیں ہے اس لئے کہ فرشتوں کا خدا کے نزدیک ہونا معنوی اعتبار سے ہے اور ان کا قرب بھی معنوی ہے اور یہ حیثیت انبیاء و آئمہ علیہم السلام کو ان سے زیادہ حاصل ہے۔ (کیونکہ معنوی قرب خدا علم و معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور انبیاء و ائمہ کا علم و معرفت فرشتوں سے بہت زیادہ ہے جیساکہ آدم کا مسجود ہونا اور فرشتوں کا ساجد ہونا اس کی روشن دلیل ہے۔ مترجم بارود)

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وقالو اتخذ الرحمٰن ولدا (پ ۱۷ ع ۲) کافر کہتے ہیں کہ خدا نے فرشتوں کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے سبحانہٗ خدا پاک و پاکیزہ ہے اس سے کہ اس کا کوئی بیٹی بیٹا ہو۔ بل عباد مکرمون (پ ۱۷ ع ۲) بلکہ چند بندے خدا کے نزدیک باعزت ہیں لا یسبقونہ بالقول۔ خدا کے سامنے بات کرنے میں سبقت نہیں کرتے (یعنی جب تک خدا گفتگو نہیں کرتا یہ نہیں بولتے) ھم بامرہ یعملون یہ وہی کرتے ہیں جو حکم خدا ہوتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ان کے آگے یا پیچھے جو کچھ ہے خدا اس کو جانتا ہے (یعنی خدا کے نزدیک ان کا ظاہر و باطن یکساں ہے جس کو خدا خوب جانتا ہے) ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ وھم من خشیتہ مشفقون۔ یہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں کہ جس کی شفاعت خدا پسند کرتا ہے اور یہ خدا کے جاہ و جلال اور اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

ابن ماہیار وغیرہ نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ جب آپ ان آیتوں کو پڑھا کرتے تو اپنے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ فرمایا کرتے (گویا امام کا مقصود یہ تھا کہ یہ آیتیں ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں (مترجم بارود)

مترجم گوید: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اُن لوگوں کی رد میں نازل ہوئی ہیں کہ جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں۔ لہٰذا عباد مکرمون سے مراد فرشتے ہی ہوں گے۔ لیکن زیارات جیسے زیارت جامعہ وغیرہ اور بہت سی دعاؤں اور احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباد مکرمون سے مراد آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ اس بنا پر دو احتمال ہو سکتے ہیں۔

پہلا احتمال تو یہ ہے کہ ان لوگوں کی رد ہو جو امیرالمومنین اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی الوہیت کے قائل ہیں۔ پس مراد یہ ہو گی کہ یہ تو خدا کے مقرب بندے ہیں۔ تم جو ان کو خدا سمجھتے ہو غلط ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی رد میں ہے کہ جو فرشتوں کو خدا کا بیٹا اور بیٹی سمجھتے اور کہتے ہیں۔ پس خدا نے اپنی صفائی کر دی کہ خدا کے کچھ مقرب بندے اور فرشتے ہیں کہ جن کو دنیا خلیفہ بنا لیتا ہے اور اس انتخاب سے بیٹا اور بیٹی نہیں ہو سکتے۔ بنابریں ممکن ہے کہ اس سے مخصوص آئمہ علیہم السلام یا ان میں سے اہم ترین افراد یا مقرب ترین فرشتے یا انبیا علیہم السلام مراد ہیں۔

بائیسویں فصل

اس بیان میں کہ اہل رضوان اور اہل درجات آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں!

عذاب و عتاب والے ان کے دشمن و مخالفین ہیں!

اس میں چند آیتیں ھیں

پہلی آیت: (پ ۴ ع ۸ - العمران) افمن اتبع رضوان اللّٰہ کمن باء بسخط من اللّٰہ وماواہ جھنم وبئس المصیر ھم درجات عند اللّٰہ واللّٰہ بصیر بما یعملون ۔ کیا وہ شخص جو خدا کی خوشنودی کی پیروی کرتا ہے کیا اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں مبتلا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت بری بازگشت ہے۔

ان لوگوں کے خدا کے نزدیک مختلف درجات ہیں اور جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں، خدا اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

کلینی، ابن شہر آشوب اور عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے خدا کی رضا کے مطابق متابعت کی ہے وہ آئمہ آل محمد ہیں۔ بخدا یہی آئمہ مومنین کے لئے درجات ہیں۔ ولایت و دوستی اور ان کے پہچاننے کی وجہ سے (یعنی جس کو امام کی جتنی معرفت ہوگی اسی اعتبار سے اس کے درجات ہوں گے اور خداوند عالم آئمہ کو ان کے اعمال کا ثواب دنیا و آخرت میں دگنا دیتا ہے عیاشی کی روایت کے اعتبار سے یہ ہے کہ امام نے کہا کہ بخدا جو لوگ خدا کے غضب میں گرفتار ہیں وہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے علی ابن ابی طالب اور ہم اہل بیت کے حق کا انکار کیا ہے۔ اسی انکار کی وجہ سے غضب و عذاب الہی کے مستحق ہوئے ہیں۔

امام رضا ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنین کے درجات جو بلند ہوتے ہیں ان درجات کی مسافت ایک دوسرے سے ایسی ہے جیسے آسمان اور زمین کی مسافت ہے۔

دوسری آیت: (پ ۲۶ - ع ۷ - س محمد) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ یعنی مرنے کے وقت جب اللہ کے فرشتے ان کو منہ اور کمر سے مارتے ہوں گے اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اس چیز کی پیروی کی کہ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور اس کی پیروی کو برا سمجھتے تھے کہ جس کی پیروی سے خدا راضی ہوتا ہے اسی وجہ سے خدا نے ان کے اعمال کے ثواب کو ختم کر دیا۔ ابن ماہیار نے کرھوا رضوانہ کی تفسیر کے بارے میں امام باقر سے روایت کی ہے یعنی ان لوگوں نے علی اور اس کی ولایت سے نفرت کی۔ حالانکہ علیؑ خدا کی رضا اور اس کا محبوب ہے اور اس کے رسول کا پیارا ہے۔ خداوند عالم نے روز بدر، جنگ حنین۔ بطن نخلہ میں ترویہ کے روز علی کی ولایت کا حکم دیا اور علی کی شان میں بائیس آیات نازل ہوئی ہیں۔ حالانکہ لوگ رسول کو مسجد الحرام۔ حدیبیہ۔ حجفہ اور غدیر خم میں داخل ہونے سے روکتے تھے۔

علی ابن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ جس بات سے خدا ناراض اور غضب ناک ہوتا ہے وہ علی کے ستانے والوں کی ولایت و دوستی ہے۔ لہٰذا خدا نے ان لوگوں کے ہر عمل خیر کا ثواب ختم کر دیا کہ جو دشمنان علی سے دوستی رکھتے ہیں۔

تیسری آیت: (پ ۳۰ - ع ۱۴) یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ اے وہ نفس جو خدا کی یاد سے آرام حاصل کرتا ہے اپنے خدا کی طرف اس کے دیئے ہوئے ثواب سے راضی و خوشی واپس آجا اور میرے مخصوص بندوں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ انہی حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنی فرض اور سنت نمازوں میں سورۂ فجر پڑھا کرو۔ اس لئے کہ یہ سورہ امام حسینؑ کا ہے اور اس سورہ کے پڑھنے میں دلچسپی لو تاکہ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ ابو اسامہ نے امام سے کہا کہ یہ سورہ کس طرح امام حسینؑ کا ہے۔ امام نے فرمایا کہ تو نے نہیں سنا خدا کہتا ہے یا ایتھا النفس الخ اس سے مراد امام حسینؑ ہی ہیں اور وہی حضرت صاحب نفس مطمئنہ ہیں کہ آپ قضاو قدر الٰہی پر راضی تھے۔ وہ اور ان کے اصحاب خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور آل محمد سے ہیں اور خدا ان سے راضی ہے یہ سورہ امام حسینؑ اور آل محمد کے شیعوں کی شان میں نازل ہوا ہے۔ پس جو شخص اس سورہ کے پڑھنے کی پابندی کرے گا وہ جنت میں امام حسینؑ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا۔ خدا بڑا قادر اور حکیم ہے۔

کلینی اور ابن ماہیار نے سدیر صراف سے روایت کی ہے کہ سدیر نے امام جعفر صادق سے پوچھا یا حضرت میں آپ پر قربان کیا مومن کے لئے قبض روح سخت ہے۔ امام نے فرمایا واللہ نہیں ملک الموت قبض روح کے لئے مومن کے پاس آتے ہیں تو مومن فریاد کرتا ہے۔ اور روتا ہے تو ملک الموت کہتا ہے اے خدا کے دوست گھبراؤ نہیں میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے محمد کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے میں تیرے اوپر تیرے مہربان باپ سے بھی زیادہ مہربان ہوں اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ پس اس کے سامنے حضرت رسول خدا، امیر المومنینؑ، فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ اور تمام آئمہ موجود ہوں گے۔ پھر ملک الموت کہے گا یہ ہیں تیرے رفیق پس جب یہ مومن ان حضرات کو دیکھے گا تو اس کی روح کو خدا کی جانب سے پکارنے والا پکار کر کہے گا او نفس مطمئنہ اور سکون یافتہ محمد و آل محمد اور اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ تو ان آئمہ کی ولایت سے راضی ہے پس اے بندۂ مومن تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ یعنی محمدؐ و علیؑ اور ان کے اہل بیت اور

میری جنت میں داخل ہو جا۔ پس اس وقت بندۂ مومن کی نظر میں کوئی چیز محبوب و عزیز نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اس کی روح جلد قبض ہو جائے کہ محمد و آل محمد کے ساتھ ملحق ہو جائے

چوتھی آیت: (پ ۲۶ ع ۱۱) ۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ بیشک خدا مومنین سے راضی ہوا جبکہ تمہارے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

ابن مہیار کہتے ہیں کہ جابر انصاری نے امام محمد باقر سے پوچھا کہ وہ گروہ کہ جس نے اس وقت بیعت کی تھی کتنے آدمی تھے۔ امام نے فرمایا کہ ایک ہزار دو سو۔ جابر نے پوچھا کیا علی بھی ان کے درمیان تھے۔ امام نے کہا کہ ہاں علیؑ تو ان کے سید و سردار تھے۔

مترجم گوید: یہ آیت بیعت رضوان کی طرف اشارہ کرتی ہے جو حدیبیہ کے عمرہ کے وقت ہوئی تھی۔ یعنی جبکہ رسول خدا مدینہ سے عمرہ کے لیئے روانہ ہوئے تھے۔ مگر کفار قریش نے روکا اور آنحضرت کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا۔ حضور انور نے حضرت عثمان کو سفیر بنا کر ان کے پاس بھیجا تھا مگر مشہور ہو گیا کہ کفار قریش نے عثمان کو بند کر دیا ہے۔ پس آنحضرت نے ببول یا بیری کے درخت کے نیچے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اس بات پر بیعت لی کہ کفار قریش سے جنگ کریں گے اور بھاگیں گے نہیں۔ پس اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ جب خدا نے مومنوں کی قید لگائی ہے تو منافقین خود بخود خارج ہو گئے۔

اسی سورہ میں کہا گیا ہے فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفیٰ بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیمًا۔ پس جو شخص بیعت کو توڑ دے گا تو اس کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا اور اگر اللہ سے کیئے ہوئے عہد کو پورا کرے گا تو بیشک خدا اس کو بہت جلد بڑا اجر دے گا۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ یہ آیت آیۂ لقد رضی اللہ کے بعد نازل ہوئی ہے لہذا خدا کی خوشنودی مشروط ہے کہ عہد خدا کو نہ توڑیں۔ پس جن لوگوں نے بدعہدی کی اور حق اہل بیت غصب کیا اور بیعت روز غدیر کو توڑ کر نص رسول کا انکار کیا وہ کافر ہو گئے وہ آیت رضوان میں داخل نہیں ہیں۔ اس سلسلہ کی بعض آیتیں اس کے بعد والی جلد میں ذکر ہوں گی اور اس واقعہ کی تفصیل دوسری جلد میں گزر چکی۔

تئیسویں فصل

اس بیان میں کہ

ناس سے مراد اہل بیت اور شبیہ ناس شیعیان علی ہیں اور ان کے علاوہ نسناس ہیں

کلینی اور فرات بن ابراہیم نے بسند ہائے معتبر حضرت امام زین العابدین یا حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ایک شخص اٹھا اور حضرت علی کی خدمت میں آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر آپ عالم ہیں تو بتلایئے ناس کیا ہیں۔ اشباہ ناس کون ہیں اور نسناس کس کو کہتے ہیں۔ حضرت امیرؑ نے امام حسینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس شخص کا جواب دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ناس سے مراد رسولِ خدا ہیں اور ہم انہی حضرت سے ہیں یعنی ہم بھی ناس ہیں مترجم بار دہ) جیسا کہ خدا فرماتا ہے ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ پس بار اٹھالو اور جلدی سے روانہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ لوگ بار کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے بار اٹھایا اور لوگوں کے ساتھ عرفات سے روانہ ہو گئے اس مقام پر ناس سے مراد رسولؐ ہیں اور ہم انہی حضرت سے ہیں اور انہی کے حکم میں ہیں اور اشباہ ناس ہمارے شیعہ ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے فرمایا فمن تبعنی فانه منی۔ پس جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے۔ رہے نسناس تو یہ ہمارے دشمن ہیں۔ یہ کہہ کر امام نے اپنے ہاتھ سے خوانینوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ وہ نہیں ہیں مگر چوپایے بلکہ ان سے بھی بدتر اور گمراہ تر۔

مترجم گوید: مفسرین نے اس آیت افیضوا الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ قریش عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ جو مشعر الحرام میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے اور بعض منیٰ کو واپس ہو گئے اور کہتے تھے کہ ہم خدا کے حرم کے مالک ہیں ہم لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو حرم سے باہر چلے جائیں۔ ہم حرم سے باہر نہیں جائیں گے دوسرے سب چلے جائیں۔ جب رسولؐ نے مشعر میں قیام نہیں کیا بلکہ عرفات میں تشریف لے گئے تو یہ طریقہ رسولؐ

کا قریش کو بہت برا معلوم ہوا۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ناس سے مراد حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیل و اسحاق اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ امام نے جو ناس کی تفسیر کی ہے وہ اس سے ملتی جلتی ہے یعنی حضرت محمد کے ساتھ عرفات نہ جاؤ وہاں سے بار کر کے مشعر چلے جاؤ۔ پس اللہ نے رسول کو ناس کہا ہے اور اہل بیتؑ اسی میں شامل ہیں پس انسان حقیقی جو تمام کمال علمی اور ظہور کمالات میں تمام حیوانوں سے ممتاز ہیں یہی محمد و آل محمد ہیں۔ اور ان کے شیعوں نے ان کے عمل پر عمل کر کے اپنے آپ کو کچھ ان سے مشابہ کر لیا ہے پس اور دوسرے لوگ نہ انسان ہیں اور نہ شبیہ انسان ہیں بلکہ حیوان ہیں۔ بظاہر صورت میں انسان ہیں اور کمالات علمی و عملی میں ان نسناسوں کی طرح ہیں کہ جو انسانوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ (جس طرح بندر کو سکھا کر آدمی جیسی باتیں کرا لیتے ہیں) نسناس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یاجوج و ماجوج ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک مخلوق ہے کہ صورت میں انسان ہیں مگر اولاد حضرت آدم سے نہیں ہیں۔ سنی حضرات کی روایت ہے کہ یہ قوم عاد کے لوگ ہیں جن کو خدا نے بن مانس کی شکل میں مسخ کر دیا ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے پیغمبر کی نافرمانی کی تھی۔ ان کا ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں ہے اور چوپایوں کی طرح زمین پر چرتے ہیں۔ بعض احادیث میں بعض آیات میں جو لفظ انسان آیا ہے اُس سے جناب امیر مراد ہیں۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحیٰ لها (پ) یعنی جب زمین کو زلزلہ آئے گا وہ زلزلہ جو قیامت خیز ہو گا یا الیسا زلزلہ کہ جس سے تمام روئے زمین تھر تھرا اُٹھے گی۔ اور زمین تمام اپنے بوجھوں کو جن کو وہ ابھی تک اٹھائے ہوئے ہے پھینک دے گی۔ یعنی دفن شدہ مردے اور چھپے ہوئے خزانے۔ اس وقت انسان کہے گا کہ زمین کو ایسا سخت زلزلہ کیوں آیا ہے۔ اس روز زمین گویا ہو کر بتلائے گی کہ کس کس نے کیا کیا کہا ہے۔ جان رکھو کہ تمہارے خدا نے ان باتوں کے بتلانے کے لئے زمین پر وحی کی ہے۔

احادیث معتبرہ میں ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد جناب امیر ہیں جو قیامت کے روز زمین سے سوال کریں گے اور زمین وحی والہام خدا سے جناب امیر کو تمام نیک و بد کی اطلاع دے گی۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں سخت زلزلہ آیا۔ لوگ حضرت ابوبکر اور عمر سے پناہ لینے دوڑے۔ دیکھا کہ وہ دونوں خود بڑے حیران و پریشان ہیں اور جناب امیر کے دروازے پر جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں۔ جب جناب امیر کے دردولت پر پہنچے تو دیکھا وہ حضرت نہایت اطمینان وسکون اور بلا خوف و ہراس تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ آنحضرت کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک جناب امیر مدینہ سے باہر ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گئے اور صحابہ آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ حالت یہ تھی کہ مدینہ زلزلے سے ہل رہا تھا اور در و دیوار کبھی آگے کو جھکتے تھے اور کبھی پیچھے کو۔ جناب امیر نے لوگوں سے کہا کہ تم یہ حالت دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ یا حضرت ہم نے ایسی خوفناک حالت کبھی نہیں دیکھی۔ ہم کو خوف کیوں نہ ہو۔ پس جناب امیر کے لبوں کو حرکت ہوئی اور آپ نے دعا پڑھ کر دست مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا کہ اے زمین تجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ ساکن ہو جا جیسے ہی یہ کلمات جناب امیر کی زبان مبارک سے نکلے تو زمین حکم خدا سے فوراً بالکل ساکن ہو گئی۔ یہ دیکھ کر تمام صحابہ کو اس سے بھی زیادہ تعجب ہوا جو آنحضرتؑ کے دردولت سے تشریف لاتے وقت تعجب ہوا تھا کہ نہایت اطمینان سے بغیر کسی پروا کے تشریف لا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر جناب امیر نے فرمایا کہ تم کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں یا حضرت ہم کو بڑا تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہ انسان ہوں جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے وقال الانسان مالھا۔ اور میں روز قیامت زمین سے سوال کروں گا اور وہ مجھ سے اپنے تمام حالات بیان کرے گی۔ کلینی کہتے ہیں کہ اگر یہ زلزلہ قیامت کا ہوتا تو مجھے جواب دیتی لیکن زمین کا ساکن ہو جانا دلیل ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کا نہیں تھا۔

چھبیسویں فصل

اس بیان میں کہ بحر ولولو اور مرجان آئمہ علیہم السلام ہیں!

خدا فرماتا ہے مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان فبای آلاء ربکما

تکذبٰن یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان (پ ۲۷ س رحمٰن) دو ایسے دریا جاری ہوئے کہ آپس میں ملے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان ایک فاصلہ ہے کہ یہ دریا ایک دوسرے پر زیادتی نہ کر سکیں۔ اے جن وانس تم خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں دریاؤں سے چھوٹے بڑے موتی اور مرجان سرخ نکلتے ہیں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ان دونوں دریاؤں سے ایک میٹھا سمندر اور دوسرا کھاری سمندر مراد ہیں کہ شیریں دریا شور میں داخل ہو کر خدا کی قدرت سے مخلوط ہوتا ہے۔ اور جہاں پانی اکٹھا ہوتا ہے وہاں خدا کی قدرت سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے ایک دریا آسمان کا اور دوسرا زمین کا مراد ہیں۔ جب سمندر میں آب نیساں برستا ہے تو صدف منہ کھول دیتے ہیں اور اس سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک دریا فارس کا اور دوسرا روم کا ہے۔ عامہ اور خاصہ کے طریقے سے ان آیات کی تاویل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ چنانچہ ثعلبی جو علمائے اہل سنت کے معتبر عالم ہیں نے سفیان ثوری اور ابن جبیر سے روایت کی ہے کہ ان دو دریاؤں سے علیؑ و فاطمہؑ مراد ہیں اور برزخ حضرت محمدؐ ہیں اور لولؤ و مرجان حسن و حسین ہیں حسن کی تشبیہ سفید بڑے موتی سے کی ہے اور حسین کی تشبیہ چھوٹے موتی یا سرخ مونگے سے ہے جو ان کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

شیخ طبرسی نے بھی اس روایت کو سلمان فارسیؓ۔ سعید بن جبیر اور سفیان ثوری سے بیان کیا ہے۔ ابن ماہیار نے بعینہٖ یہی روایت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

بہت سی سندوں سے اہل سنت کے طریقہ سے ابو سعید خدری سے اور شیعہ طریقے سے حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ دو دریا علیؑ و فاطمہؑ ہیں اور علیؑ فاطمہؑ پر اور فاطمہ علی پر زیادتی نہیں کرتے اور ان سے حسنؑ و حسینؑ پیدا ہوتے ہیں۔

مؤلف گوید: ان احادیث میں برزخ رسول کا تذکرہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہاں برزخ سے مراد ان دونوں علیؑ و فاطمہؑ کی عصمت مراد ہو جس سے یہ دونوں بزرگوار ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتے۔

ابن ماہیار نے بطریق اہل سنت جناب ابوذر سے روایت کی ہے کہ بحرین سے مراد علی و فاطمہ اور لولؤ و مرجان سے مراد حسن و حسین ہیں۔ بس ان چاروں جیسے افراد کس نے دیکھے ہیں۔ دوست نہیں

رکھتا ان کو مگر مومن اور دشمن نہیں رکھتا ان کو مگر کافر۔ پس مومن ان اہل بیت کی محبت سے ہوتا ہے اور کافر ان کی دشمنی سے ہوتا ہے جس سے جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔

ابن بابویہ نے خصال میں اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ علی و فاطمہ علم کے دو بڑے گہرے دریا ہیں کہ جو ایک دوسرے کے ہرگز مخالف نہیں ہیں لولو و مرجان حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز فاطمہ زہرا نے اپنی غربت و پریشانی کے متعلق رو رو کر رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہ تو اپنے شوہر علی پر قناعت کر کہ وہ سید و بزرگ دین و دنیا میں بہترین خلائق ہے۔ پس خدا نے یہ آیت نازل کی مرج البحرین الخ۔ یعنی ہوں وہ خدا کہ جس نے دو دریا نازل کئے ہیں۔ ایک علی ابن ابی طالب جو دریائے علم ہے۔ دوسرا فاطمہ جو دریائے نبوت ہے جو ایک دوسرے سے متصل رہتے ہیں اور میں نے ان دونوں کو متصل کیا ہے بینہما برزخ یعنی ان دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ ہے۔ حضرت محمدؐ کہ جو علی کو دنیا کی تنگدستی سے رنجیدہ ہونے سے اور فاطمہ کو اس معاملہ میں علی سے جھگڑا کرنے سے روکتا ہے۔ اے گروہ جن و انس پس تم خدا کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔ علیؑ کی ولایت یا فاطمہؑ کی محبت کا، کیونکہ یہ دونوں تمہارے لئے خدا کی بڑی نعمت ہیں۔ لولو امام حسن اور مرجان حسینؑ ہیں اس لئے کہ لولو بڑا موتی ہے اور مرجان چھوٹا موتی۔

پچیسویں فصل

اس بیان میں کہ ماء معین، بئر معطلہ، قصر مشید، سحاب، بارش، ظل اور فواکہ ان تمام ظاہری فوائد سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے علوم و برکات ہیں

اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں

پہلی آیت: (پ ۲۹ ع ۲) ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماء معین ■

اے رسول کہدو اپنی قوم سے کہ اگر تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے پانی کا چشمہ جاری کر دے۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے اس جیسا امام لے آئے۔

امام رضا نے اس آیت کی تاویل کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تمہارا پانی تمہارے پیالوں میں ہے خدا کی طرف اور ائمہ خدا کے دروازہ میں تمہاری طرف کہ جن کو خدا نے اپنی اور اپنی مخلوقات کے درمیان کھولا ہے اور آب جاری سے مراد امام کا علم ہے۔

کتاب غیبت میں شیخ طوسی نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ امام نے اس آیت کی تاویل کے بارے میں ارشاد فرمایا یعنی اگر تم اپنے امام کو یا وہ زیادہ غائب ہو جائے اور تم اس کو نہ دیکھ سکو تو کیا کرو گے۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا امام تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے غائب ہو جائے تو کون تمہارے لئے نیا امام لے آئے گا۔ اس مضمون کی حدیثیں بہت ہیں اور علم کا کنایہ پانی سے کیا گیا ہے۔ جس طرح پانی سے جسم کی زندگی ہے اسی طرح علم ائمہ سے شیعوں کی روح کی زندگی ہے اور یہ احسان زیادہ بہتر ہے اس پانی سے کہ جو چندروزہ زندگی دنیا کا سبب ہوتا ہے کیونکہ علم سبب حیات ابدی اخروی ہے۔ اصل میں یہ آیت کا باطن ہے جو ظاہر آیت سے مخالفت نہیں رکھتا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ اور قرآن مجید کے سات بلکہ ستر باطن ہیں۔

دوسری آیت: وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناھم ماءً غدقاً۔ اگر یہ سیدھے راستہ پر قائم رہتے اور گمراہی کے راستہ پر نہ جاتے تو ہم ان کو خوب چھک کر پانی پلاتے۔

کافی اور مناقب میں امام محمد تقی سے روایت ہے کہ اگر لوگ ولایت و محبت و امامت علی ابن ابی طالب اور ان کے اوصیاء کی امامت پر مضبوطی سے قائم رہتے تو ہم ان کے دلوں کو ایمان کا میٹھا پانی پلاتے۔ یہ بھی آیت کا باطن ہے جس طرح ہم نے اوپر ذکر کیا۔

تیسری آیت: (پ ۱۷۔ ع ۱۴۔ س حج) وکاین من قریۃ اھلکنھا فھی خاویۃ علی عروشھا وبئر معطلۃ وقصر مشید یعنی بہت سی بستیاں ہیں کہ جن کو ہم نے

والوں کے ساتھ ہلاک کر دیا اور ان آبادیوں کے در و دیوار مع چھتوں کے یونہی ڈھے گئے۔ اور بہت سے کنوئیں اور بڑے بڑے محل برباد ہو گئے۔ نہ کوئی اب ان میں پانی پینے والا ہے اور نہ محلوں میں کوئی رہنے والا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ بئر معطلہ سے مراد حضر موت کا وہ کنواں ہے جو پہاڑ کے دامن میں تھا اور قصر مشید سے مراد وہ محل ہے جو اس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے کہ جس کے دامن میں یہ کنواں ہے اور اس کو حضرت صالح پیغمبر کی قوم کے باقی لوگوں میں سے حنظلہ بن صفوان کی قوم نے تیار کیا تھا جب بنی حنظلہ نے اپنے نبی کو قتل کر دیا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ جس کے بعد وہ کنواں اور محل یونہی ویران ہو گئے۔

ابن بابویہ نے بسند ہائے معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ویران کنوئیں سے مراد وہ امام خاموش ہے کہ جس کا حق غصب کر لیا گیا ہے۔ اور وہ مخالفت و افتراق امت کے ڈر سے اپنی امامت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ جو چاہے اس حکمت کے چشمہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور قصر محکم سے مراد وہ بولنے والا امام مراد ہے جو بغیر کسی تقیہ وغیرہ کے بول سکتا ہے اور اپنی امامت کا اعلانیہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ غالب یہ ہے کہ اس امام صامت کا اس پر اطلاق کریں کہ جس کی امامت کا ابھی وقت و زمانہ نہیں ہے۔ اور امام ناطق اس کو کہیں کہ جس کی امامت کا زمانہ ہو۔

دوسرے طریقہ سے روایت ہے کہ قصر مشید سے مراد جناب امیر کی ذات مقدس ہے اور بئر معطلہ سے جناب فاطمہ زہرا کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں کی اولاد سے وہ امام ہیں کہ جن کو ملک گیری اور بادشاہت نے ان کے حق کو غصب کر کے ان کو معطل کر دیا ہے۔

مناقب میں رسول خدا سے منقول ہے کہ قصر مشید اور بئر معطلہ دونوں سے جناب امیر مراد ہیں

مترجم: آیت کی ان تاویلات کی بنا پر جو ان حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں ہو سکتا ہے کہ قریہ کی ہلاکت سے مراد معنوی ہلاکت ہو۔ یعنی ان لوگوں کی گمراہی اور ضلالت کہ جس کی وجہ سے یہ لوگ نہ امام صامت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ امام ناطق سے۔ یہ تاویلات بھی ایسی ہیں جیسے سابق میں ذکر ہوئی ہیں۔ تشبیہ حیات معنوی حیات صوری سے اور روحانی فوائد کی تشبیہ جسمانی فوائد سے ہے

ہم نے ان درجات کی تحقیق اپنی کتاب بحار الانوار میں کی ہے۔ اس کتاب میں گنجائش نہیں۔

چوتھی آیت: (پ ۸ ع ۱۴ س اعراف) والبلد الطیب یخرج نباتہٗ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکداً۔ جو زمین اچھی ہے کہ اس سے ہری ہری گھاس خدا کے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی بغیر مشقت اور تکلیف کے۔ اور وہ شہر کہ جس کی زمین خراب، شورہ زار ہے اور پتھریلی ہے اس میں معمولی سی گھاس پیدا ہوتی ہے۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ بلد الطیب کی مثال آئمہ طاہرین کے لیئے ہے کہ ان کا علم بغیر کسی محنت کے الہام ربانی سے حاصل ہوتا ہے (یعنی یہ حضرات دنیا میں کسی سے علم حاصل نہیں کرتے) اور بلد خبیث سے مراد آئمہ کے دشمن ہیں کہ جن کے علوم خبیث و باطل ہیں۔ اگر تھوڑا سا علم بھی ان سے دنیا کو پہنچے تو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

شیخ طبرسی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ مثال خدا نے کافر اور مومن کی قرار دی ہے جیسا کہ ہر زمین ایک قسم کی نہیں ہے۔ بعض طیب ہیں کہ جو بارش سے نرم ہو جاتی ہیں۔ اور بڑی اچھی پیداوار ہوتی ہے اور اس سے بڑا نفع ہوتا ہے۔ بعض زمینیں خراب اور شورہ والی ہیں کہ جن میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر کچھ اگتا بھی ہے تو ایسا کہ جس سے کوئی خاص نفع نہیں۔ اسی طرح لوگوں کے دل ہیں جو گوشت و خون سے بنتے ہیں مگر بعض وہ ہیں جو نصیحت سے نرم ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے سخت ہیں کہ کسی اچھی بات کو قبول نہیں کرتے پس جس شخص کا دل خدا کے ذکر کے وقت نرم ہو جائے اس کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ ایسا طیب دل عطا ہوا۔

مترجم گوید۔ اس آیت کی جو تاویلات وارد ہوئی ہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے حدیث طینت کی طرف اشارہ ہو کہ جن لوگوں کی طینت نیک ہے وہ علوم و معارف الٰہی اور فیوضات ربانی کو قبول کر لیتے ہیں اور ان سے زندگی میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں اور جن کی طینت بد ہے ان سے جہالت و شقاوت اور برائی کے سوا کچھ اور حاصل ہی نہیں ہوتا اور یہ حضرات اس قابل نہیں کہ فیض ربانی اور ہدایت سبحانی کو قبول کر سکیں۔

پانچویں آیت: (پ ۷ ع ۱۸ س انعام) ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی۔ خدا ہی گٹھلی اور دانہ کو شگافتہ کر کے گھاس اور درخت پیدا کرتا ہے۔

یعنی مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ جیسے انڈے سے اور نطفہ سے حیوانات اور دانہ سے نباتات پیدا کرتا ہے۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حب مومن ہے کہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور نوی کافر ہے کہ جو ہر چیز سے دور ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ شگافتن حب کے معنی یہ ہیں کہ آئمہ طاہرین سے بہت سے علوم ظاہر کرتا ہے اور نوی وہ ہے جو ان علوم سے دور ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حب سے مراد مومن کی طینت ہے کہ جس کو خدا نے اپنی محبت عطا کی ہے اور نوی کافر کی طینت ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ کافر کو مومن سے جدا کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ خدا مومن کو کافر کے صلب سے نکالتا ہے ان رموز کی تاویل ہم نے اپنی کتاب بحار میں بیان کی ہے۔

چھٹی آیت: واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اصحاب یمین کیا کہنا اصحاب یمین کا کہ بیری اور کیلے کے ایسے درختوں کے نیچے ہوں گے کہ جن کے کانٹے جدا کر دیئے گئے ہوں گے کہ جن میں نیچے سے اوپر تک خوب پھل لدے ہوں گے۔ اور ان کی چھاؤں ایسی دلفریب ہوگی کہ جیسے صبح کا سہانا وقت اور آبشاروں سے پانی گرتا ہوگا۔ ان میں بے حد و بے شمار پھل ہوں گے کہ کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ وہاں کسی قسم کی روک ٹوک ہوگی اور بڑے اونچے نرم نرم بستر بچھے ہوں گے۔

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس سے مراد امام اور اس کے وہ علوم ہیں کہ جو لوگوں کو پہنچتے ہیں۔

مترجم گوید: یہ تاویلات بڑی عجیب اور گہری ہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جنت مومنین کو خدا عنایت فرمائے گا اور اس میں جو مومنین کو راحت و سکون اور نعمات حاصل ہوں گے وہ آئمہ طاہرین کے طفیل ان کو دنیا ہی میں روحانی طور سے حاصل ہیں کہ آئمہ کی حمایت اور شفاعت کا سایہ شیعوں کے سروں پر موجود ہے اور آب جاری سے مراد آئمہ کے علوم و معارف ہیں کہ جن کے ذریعہ سے شیعوں کی روحیں ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتی ہیں اور علوم و معارف کے ہمیشہ جاری رہنے

والے فوائد شیعوں کو برابر پہنچتے رہتے ہیں کہ جن سے کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے اور فرش مرفوعہ سے مراد یہ ہے کہ آئمہ کے آداب و اخلاق حسنہ سے مؤدب و مہذب ہوتے اور لذت پاتے ہیں بلکہ آخرت میں لذات جسمانی و روحانی دونوں آئمہ کے ذریعہ حاصل ہوں گی۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب عین الحیوٰۃ وغیرہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔

ساتویں آیت ۱ (پ ۳۰ ع ۲۰ ۔ سورہ تین) سورہ والتین کی آیتوں کی تاویل کے بیان میں مفسرین نے کہا ہے کہ خدا نے زیتون اور انجیر کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ انجیر بڑا لطیف اور جلد ہضم ہونے والا پھل بے شمار نفع دینے والی دوا ہے اور زیتون ایسا پھل ہے کہ جو سالن کا کام دیتا ہے اور اس میں نفع بخش تیل ہے بعض کہتے ہیں کہ زیتون اور انجیر میں دو پہاڑ ہیں اور سینین وہ پہاڑ ہے کہ جس پر چڑھ کر حضرت موسیٰ اپنے رب سے مناجات کیا کرتے تھے۔ خدا کہتا ہے وھذا البلد الامین اس شہر کی قسم کہ جو اس میں داخل ہوتا ہے وہ محفوظ ہے یعنی مکہ معظمہ۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ بیشک ہم نے انسان کو بڑے اچھے عنوان سے پیدا کیا ہے صورت و معنی دونوں اعتبار سے الا الذین امنوا وعملوا الصالحات جو لوگ ایمان لا کر اچھے اچھے کام کرتے ہیں فلہم اجر غیر ممنون۔ ان کے لئے ایسی جزا ہے جو ہرگز ختم نہیں ہوگی۔ فما یکذبک بعد بالدین۔ اے رسول ان روشن نشانیوں کے باوجود پھر تمہاری کس بات میں یہ لوگ تکذیب کرتے ہیں۔ الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ کیا خدا تمام حاکموں میں سب سے بڑا حاکم یا حکیم ترین حاکم نہیں ہے۔ اس سورہ کی تاویل میں بڑی عجیب حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

چنانچہ علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ انجیر سے مراد رسول خدا۔ زیتون علی مرتضیٰ اور طور سینین سے حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں اور اس سورہ میں انسان سے مراد وہ ہیں جو جہنم کے سب سے نیچے کے حصہ میں جائیں گے۔ والذین امنوا کا مصداق جناب امیر کی ذات گرامی ہے فلہم اجر غیر ممنون۔ یعنی خدا جو ان کو ثواب دے گا اس پر کسی قسم کا احسان ظاہر نہیں کرے گا۔ پھر خدا اپنے نبی سے خطاب کرتا ہے کہ اے رسول دین کے معاملہ میں یہ لوگ اب کیوں جھٹلاتے ہیں۔ یعنی امیر المومنین کی ولایت و امامت کا انکار کیوں کرتے ہیں۔

ابن ماہیار نے بہت سی سندوں سے روایت کی ہے کہ تین حسنؑ، زیتون حسینؑ۔ طور سینین علی ابن

ابیطالب اور بلدالامین سے مراد حضرت رسولؐ مقبول ہیں۔ اس لئے کہ جو شخص آنحضرتؐ کی اطاعت کرے گا وہ خدا کے عذاب سے محفوظ ہے لقد خلقنا الانسان سے مراد وہ ہے کہ جس سے خدا نے اپنی توحید رسولؐ کی نبوت اور محمدؐ کے اوصیا کی امامت کا عہد لیا تھا جس نے بظاہر اقرار کیا پس جب ان کا حق غصب کر لیا تو ان کے ساتھ وہ کیا جو کیا۔ جس کی وجہ سے خدا نے اس کو جہنم کے آخری طبقہ میں ڈال دیا۔ والذین آمنوا وعملوا الصالحات سے مراد امیرالمومنین اور ان کے شیعہ ہیں۔ فما یکذبک حضرت نے فرمایا کہ آیت یوں تھی افمن یکذبک بعد بالدین۔ اور دین سے مراد علیؑ کی ولایت ہے جیسا کہ سے خصال میں روایت کی گئی ہے کہ تین ایک شہر کا نام ہے اور زیتون بیت المقدس کو کہتے ہیں طور سینین کوفہ ہے اور بلد امین مکہ ہے۔

مترجم گوید: اس تاویل کی بنا پر جو ان احادیث میں وارد ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ انجیر سے امام حسنؑ کا استعارہ کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ انجیر پھلوں میں سب سے زیادہ مزے دار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ انجیر جنت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے۔ جس کے بے حد فوائد ہیں۔ حدیث میں ہے کہ امام حسنؑ کی پیدائش جنت کے پھل سے ہوئی ہے اور جو علوم و حکمتیں امام حسنؑ سے مخلوقات کو پہنچتی ہیں اس سے شیعوں کی روحوں کو غذا اور قوت حاصل ہوتی ہے اور امام حسینؑ کا استعارہ زیتون سے اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت سی فضیلتیں ہیں اس سے وہ تیل حاصل ہوتا ہے جس سے اندھیرا دور ہوتا ہے اور اسی تیل سے جسم کے بہت سے درد دور ہوتے ہیں اسی طرح امام حسینؑ خدا کے مقرب بندوں کے میوۂ دل اور امام کے علوم سے مومنین کے دل قوی ہوتے ہیں اور آپ کے اس نور امامت سے جو ہر امام تک پہنچتا ہے۔ تمام مقربان ہدایت پاتے ہیں۔ آیۂ نور کی تاویل میں ذکر ہو چکا ہے کہ خدا نے ان کے نور کو شجرۂ زیتونیہ سے مثال دے کر بیان کیا ہے۔ اور طور کا نام جناب امیرؑ کے ساتھ استعارہ کرنے کی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ خدا نے علیؑ اور ان کے اہل بیت کی شخصیت کو حضرت موسیٰؑ کی طرح قرار دیا ہے جو اس پہاڑ پر مناجات کیا کرتے تھے۔

دوسری وجہ: امیرالمومنین علو شان اور امر دین کے ثبات میں پہاڑ کی طرح مستحکم و مضبوط ہیں جیسا کہ حضرت خضرؑ نے رسول خدا کی وفات کے وقت فرمایا تھا کنت کالجبل لا تحرکہ العواصف

اے علی تم مصائب کی تیز و تند ہوا میں پہاڑ کی طرح مضبوط اور ثابت قدم تھے اور تم عظیم ترین فتنوں میں بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔

تیسری وجہ: جس طرح پہاڑ زمین کی کیلیں اور اس کو اپنی جگہ پر قائم کئے ہوئے ہیں کہ زمین کو ان کی وجہ سے استقرار رہتا ہے۔ اسی طرح جناب امیر اور ان کی پاک و پاکیزہ ذریت زمین کی بقا اور سکون کا سبب ہیں جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ اور اگر ایک سیکنڈ کے لئے بھی زمین حجت خدا اور امام وقت سے خالی ہو جائے تو تباہ ہو جائے۔ عامہ و خاصہ (شیعہ سنی) نے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علی عالم زمین اور زمین کی وہ میخ ہے کہ جس سے زمین ٹھہری ہوئی ہے

چوتھی وجہ: آنحضرت تجلیات انوار الٰہی کے نزول کا مرکز ہیں۔ جس طرح کوہ طور پر جلوہ ربانی ظاہر ہوا۔

پانچویں وجہ: دو شہزادے جن کی تعبیر تین اور زیتون سے کی گئی ہے۔ حضرت علی سے پیدا ہوئے ہیں جس طرح پہاڑ سے دو بہترین پھل حاصل ہوتے ہیں۔ اور بلد امین سے جو رسول اکرم کی طرف کنایہ ہے اس کی بھی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ آنحضرت کہ میں اسلئے پیدا ہوئے تھے کہ اس پاک شہر کا شرف حضور ہی کی وجہ سے ہے

دوسری وجہ: جس طرح دوسرے شہروں کی نسبت مکہ سے ہے اسی طرح دیگر انبیاء کی نسبت حضور انور سے ہے۔

تیسری وجہ: جو شخص آنحضرتؐ اور آپ کے اہل بیت پر ایمان لایا وہ ولایت کے بیت الحرام میں داخل ہو گیا اور ضلالت و گمراہی اور عذاب خدا سے محفوظ ہو گیا۔ جس طرح وہ شخص جو مکہ میں داخل ہو جائے دنیا کی بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور اگر با ایمان داخل ہو تو دونوں جہاں کے خوف سے محفوظ رہے گا۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ اب ہمارے اس بیان سے تمام احادیث کی تاویل اچھی طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح الذین امنوا کی تخصیص جناب امیر سے کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ مورد نزول آیات اکمل و افضل ترین فرد ہے اور چونکہ دوسرے ان کے اوپر ایمان لانے میں متصف ہیں۔ اس وجہ سے دوسرے حضرات بھی دونوں کے ساتھ شامل ہیں اچھی باتوں میں علیؑ کے ساتھ اور بری باتوں میں بزدل کے

سابقہ۔ یا یہ کہ دونوں مقام پر مخصوص افراد مراد ہوں اور یہ استثناء منقطع ہو اور الذین کا جمع استعمال ہونا تعظیم کے اعتبار سے ہو یا اس وجہ سے کہ تمام آئمہ اس میں شامل ہوں۔ واللہ اعلم۔

چھبیسویں فصل

اس بیان میں کہ نحل سے مراد آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں

جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ واوحیٰ ربک الی النحل۔ یعنی تمہارے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا نے اس کی طرف الہام کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا نے شہد کی مکھی کی طبیعت و خلقت ہی ایسی بنائی ہے۔ ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون۔ یہ کہ بنا تو اپنے گھر چھتے پہاڑوں میں، درختوں میں اور مکانات کی چھتوں یا اونچی اونچی جگہوں میں پھر وہ ایسے مسدس خانے دار چھتے بناتی ہیں کہ بڑے بڑے انجینئر دنگ رہ جاتے ہیں۔ ثم کلی من کل الثمرات۔ پھر ہر پھل سے جیسا پھل چاہے کھا۔ فاسلکی سبل ربک ذللاً۔ پس اے مکھی تو ان راستوں پر چلتی رہ کہ جو تیرے خدا نے تیرے واسطے مقرر کر دیئے ہیں اور ان پر تیرا چلنا آسان کر دیا ہے یا خدا کی مطیع و فرمانبردار ہو کر چلتی رہ۔ یخرج من بطونها شراب مختلف الوانہ۔ شہد کی مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگ کی پینے کی چیز یعنی شہد نکلتا ہے۔ یہ شہد سرخ، زرد اور سفید ہوتا ہے۔ فیہ شفاء للناس۔ اس میں لوگوں کے درد اور دکھ کی شفا ہے۔ یعنی اصلی شہد کی پہچان ہی یہ ہے کہ اس سے تکلیفیں دور ہوتی ہیں۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون۔ جو باتیں شہد کی مکھی کے متعلق مذکور ہوئی ہیں۔ ان باتوں میں سمجھدار اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کے وجود اس کی حکمت و دانائی پر بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔

اس آیت کی تاویل کے سلسلہ میں علی ابن ابراہیم نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم ہیں وہ نحل کہ جس کی طرف خدا نے وحی کی ہے۔ عرب پہاڑ ہیں اور خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم عرب سے شیعہ بنائیں ومن الشجر۔ اور عرب عجم سے ومما یعرشون اور ان آزاد کئے

ہوئے غلاموں سے جو قبائل عرب میں شامل ہو چکے ہیں۔ جو عجم وغیرہ سے ہیں۔ مختلف قسم کی غذا
پلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ مختلف قسم کے علوم جو ہم اہل بیت تم کو وقتاً فوقتاً پلاتے رہتے ہیں۔

دیلمی نے انہی حضرت صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ شہد کی مکھی کی کیا حیثیت ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کی طرف وحی کرے۔ بلکہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہمکو نحل سے تشبیہ دی گئی ہے اور ہم ہی وہ ہیں کہ جنہوں نے خدا کی زمین پر امر خدا کو قائم کیا ہے اور ہمارے شیعہ پہاڑ ہیں اور شجر مومن عورتیں ہیں۔ عیاشی نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ نحل سے آئمہ علیہم السلام مراد ہیں اور جبال عرب ہیں اور شجر آزاد کردہ ہیں اور ومما یعرشون وہ بیٹے اور غلام ہیں جو آزاد نہیں ہوئے مگر محمد وآل محمد کی ولایت اختیار کر چکے ہیں۔ اور پینے کی مختلف رنگ کی چیزیں اور مختلف قسم کے علوم وفنون ہیں جو آئمہ علیہم السلام شیعوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ فیہ شفاء للناس یعنی ان علوم میں ہمارے شیعوں کیلئے فوائد ہیں۔ یہاں پر ناس سے مراد ہمارے دوست ہیں۔ اور غیر شیعہ کیا ہیں۔ اس کو خدا بہتر سمجھتا ہے۔ اگر اس آیت کے معنی وہ ہیں جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد شہد ہے کہ جس کو لوگ کھاتے ہیں تو ہونا یہ چاہیئے کہ جس بیماری میں شہد استعمال کیا جائے شفا ہو جائے اس لئے کہ خدا کا فرمایا ہوا فیہ شفاء للناس غلط نہیں ہو سکتا اور خدا کے وعدے میں خلف نہ ہوگا۔ بلکہ شفاء علم قرآن میں ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے ونتنزل من القرآن ما ھو شفاءٌ ورحمۃ للمومنین ہم نازل کرتے رہتے ہیں قرآن سے وہ جو مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ امام نے فرمایا کہ قرآن شفا ہے اپنے اہل کے لئے اور اہل قرآن آئمہ ہدیٰ ہیں جو حق کی ہدایت کرنے والے ہیں جن کی شان میں خدا فرماتا ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا پھر قرآن کا وارث بنایا ان بندوں کو کہ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا اور اس سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں۔

عیاشی نے انہی حضرت سے بسند دیگر روایت کی ہے کہ نحل سے مراد رسول خدا ہیں ان اتخذی من الجبال بیوتا یعنی قریش سے شادی کر لو ومن الشجر یعنی تمام عرب سے ومما یعرشون یعنی عجم اور غلاموں سے شراب مختلف الالوان سے انواع علوم مراد ہیں۔

تفسیر امام موسیٰ کاظم میں روایت ہے کہ نحل سے آئمہ کی طرف کنایہ ہے اور جبال سے قریش کی طرف اور شجر سے تمام عرب مراد ہیں اور مما یعرشون سے غیر عرب اور غلام مراد ہیں سبل ربک سے وہ دین حق مراد ہے کہ جس پر ہم ہیں اور مختلف قسم کے شہد سے امیرالمومنین کے ان علوم کی طرف کنایہ ہے جو لوگوں کو پہنچ کر ان سے جہالت و ضلالت کو دور کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کے بارے میں ارشاد ہے وشفاء لما فی الصدور یعنی قرآن دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

مترجم گوید، جو کچھ قرآن مجید میں جسمانی فوائد اور بدنی غذاؤں اور ظاہری زندگی کے متعلق طور وارد ہوا ہے ان آیات کا بطون اشارہ ہے روحانی غذاؤں اور معنوی لذتوں اور اخروی ابدی زندگی کی طرف جس طرح سے پانی کی تاویل علم سے اور نور کی حکمت سے کی گئی ہے۔ اسی طرح اگر نحل سے رسول مقبولؐ اور آئمہ طاہرین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو کوئی بعید بات نہیں ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی لطیف ترین غذا کو جمع کرتی ہے اور لذیذ ترین اشیا مہیا کرتی ہے جس سے جسمانی دردوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور مختلف مقامات۔ گھروں کی چھتوں، پہاڑوں اور درختوں میں گھر بناتی ہے اور ان کا نظم و انتظام سب شاہانہ انداز کا ہوتا ہے کہ رانی مکھی بھی ہوتی ہے کہ جس کی بڑی عزت و تعظیم کی جاتی ہے اور خادم و نوکر چاکر بھی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح دین کے اشرف ترین پیشوا دین و ایمان کے حقائق و معارف وحی و الہام کے ذریعہ سے خدا سے حاصل کر کے اپنے دوستوں کو پہنچاتے ہیں اور ان کی صلاحیت و قابلیت کے اعتبار سے ان پر فیضان کرتے ہیں اور لذات روحانیہ غیر متناہیہ سے دوستوں کے دہن و جان میں پہنچاتے ہیں اور ان کے دوست ان فیوض سے اپنے روحانی اور نفسانی دردوں اور بیماریوں جیسے جہالت و ضلالت کا علاج کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر آئمہ باعتبار شیعوں کی مظلومیت و مغلوبیت کے مخالفین و معاندین کی طرف سے اور آئمہ کا اپنے علوم حقہ کو چھپانا دشمنوں کے خوف سے اور ہر قوم و قبیلہ کے شیعوں کو فائدہ پہنچانے میں نحل کے مشابہ ہیں کہ تمام حیوانات اس کے اس چیز کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں ہے (شہد) دشمن ہوتے ہیں اور شہد کی مکھی اسی دشمن کے خوف سے اپنا چھتہ ایسی جگہ بناتی ہے کہ دشمنوں کے ضرر سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق سے منقول

ہے کہ آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ اپنے دین کے بارے میں دشمنوں سے ڈرو اور اس کو پنہاں رکھو تقیہ کے ذریعہ سے بیشک تم میں سے کوئی شخص بغیر تقیہ کے محفوظ نہیں رہ سکتا جس طرح کہ شہد کی مکھی کہ تمام پرندے اس کے دشمن ہیں اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ اس کے سینہ میں کچھ ہے تو ایک مکھی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں سب کو کھا جائیں۔ اسی طرح دشمنان اہل بیت ہیں کہ اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے سینوں میں کیا ہے اور تم ہم کو دوست رکھتے ہو تو بے شک وہ تم کو اپنی زبانوں سے کھلم کھلا اور پوشیدہ طریقے سے اذیت پہنچائیں گے۔ خدا اس شخص پر رحمت نازل کرے کہ جو ہم اہل بیت کی ولایت کو چھپا کر اس کی حفاظت کرتا ہے۔ پہاڑ سے عرب کی تشبیہ اس بنا پر ہے کہ عرب بھی دین کے معاملہ میں راسخ اور ثابت قدم ہیں اور یہ کہ ان کے قبیلے کے قبیلے اکھٹے ہیں۔ اور درختوں کی عجم سے تشبیہ اس وجہ سے ہے کہ وہ متفرق ہیں یا ان سے فوائد بہت حاصل ہوتے ہیں یا درخت کی طرح جلد مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں اور کمالات و فضائل کے قبول کرنے کی صلاحیت ان میں زیادہ ہے اور آزاد کردہ غلاموں یا قبائل سے ملحق ہونے والوں کی تشبیہ چھتوں سے اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اپنے آقاؤں یا قبیلوں سے متعلق کر رکھا ہے گویا مصنوع کر رکھا ہے۔ آیہ کریمہ میں اس قسم کی مثالیں اور استعارے بہت ہیں مگر ظاہر الفاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ بہت سی احادیث سے آیت کے ظاہری معنی بھی معلوم ہوتے ہیں۔

ستائیسویں فصل

سبع مثانی کی تاویل ہیں کہ اس سے آئمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں!

خدا کا ارشاد ہے۔ ولقد اتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم (پ ۱۴ ع ۶۔ س الحجر) یعنی اے رسول ہم نے تم کو سات آیتیں یا سات سورے جو مثانی ہیں اور قرآن مجید عطا کیا۔ مفسرین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورۂ حمد ہے۔ کیونکہ یہ سورہ

ہر نماز میں کم از کم دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور اس میں مع بسم اللہ کے سات آیتیں ہیں۔ یا یہ خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ یا اس کے الفاظ مکرر ہیں۔ یا اس میں آدھی خدا کی توصیف و ثنا ہے اور آدھی دعا یا اس وجہ سے کہ یہ سورہ دو بار نازل ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ سبع سے سورۂ حمد اور مثانی سے قرآن مجید کے پہلے سات سورے مراد ہیں۔ (سورۂ بقر، سورۂ آل عمران۔ النساء۔ المائدہ۔ الانعام۔ الاعراف) اس لئے کہ ان کے علاوہ واقعات دوسرے سوروں میں مکرر واقع ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ کل قرآن سبع مثانی ہے اس لئے کہ قرآن کی سات قرائتیں ہیں۔

علی ابن ابراہیم، فرات، صدوق اور عیاشی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ ہم وہ مثانی ہیں کہ جس کو خدا نے زمین کو عطا کیا ہے اور ہم وہ وجہ خدا ہیں کہ جو اس کی زمین پر مختلف احوالات سے لوگوں میں رہتے ہیں۔ جو ہم کو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا موت اس کے سامنے ہے اور مرنے کے بعد ہم کو پہچانے گا۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے جو ہم کو پہچانتا ہے وہ یقین پر ہے اور دنیا میں ہم کو دلیل سے پہچانتا ہے اور آخرت میں عین الیقین سے ہم کو دیکھے گا اور جو ہم کو نہیں پہچانتا جہنم اس کے سامنے ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

کتاب بصائر الدرجات میں اس روایت کے پہلے مضمون کو امام موسیٰ کاظمؑ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں یہ سورۂ حمد ہے اور باطن میں آئمہ ہدیٰ ہیں کہ ان میں سے ہر بیٹا اپنے پدر بزرگوار کے بعد امام ہے امام موسیٰ کاظمؑ نے روایت کی ہے کہ سبع مثانی آئمہ ہیں اور قرآن عظیم حضرت صاحب الامر ہیں۔

مترجم گوید: ان احادیث کا سمجھنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہ بڑے نکات اور غامض حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے بھی کہ اس کے سات عدد آئمہ کے عدد سے نہیں ملتے۔ چند وجوہ ہم بیان کرتے ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ اس کے سات عدد آئمہ طاہرین کے سات مقدس ناموں سے متعلق ہیں جیسے علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، باقرؑ، جعفرؑ اور موسیٰؑ۔

دوسری وجہ یہ کہ سات عدد ان اعتبار سے ہوں کہ آئمہ کے سات افراد سے علم کی زیادہ نشر و اشاعت ہوئی ہے۔ جو امام رضا تک ہے۔ اور امام زین العابدین سے باعتبار شدت تقیہ اور خاموشی لوگوں کو سوائے دعاؤں کے اور کوئی علم حاصل نہ ہو سکا۔ امام رضا کے بعد دیگر آئمہ کا زمانہ بڑے خوف اور قید و بند کا زمانہ تھا۔ اس وجہ سے ان حضرات سے نشر علوم کم ہوا ہے۔ اسی بنا پر ان دو وجہ کے ثانی یوں ہے کہ ان حضرات کو رسول مقبولؐ نے قرآن کے ساتھ یکجا کر کے ضم کیا ہے انی تارك فیكم الثقلین الخ پس امام کا یہ فرمانا کہ ہم مثانی اسی اعتبار سے ہیں کہ رسول نے ہم کو قرآن کے برابر رکھا ہے اور قرآن کا ثانی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابن بابویہ نے کہا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ خدا نے ان آئمہ کو رسولؐ سے مقرون قرار دیا ہے یا یہ مطلب ہو کہ یہ حضرات خدا کی ثنا کرتے ہیں اور خدا ان کی توصیف و ثنا کرتا ہے۔ یا یہ مقصد ہو کہ ان حضرات کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک روحانی و تقدس کی حیثیت کہ جس سے خدا و ملائکہ اور تمام روحانیوں سے واسطہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وحی و الہام کے ذریعہ علوم حاصل کرتے ہیں دوسری بشری حیثیت کہ صورت و جسم اور بعض صفات میں انسانوں سے مشابہ ہیں۔ اس حیثیت سے لوگوں پر علوم الٰہی کا فیضان کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے تحقیق کیا گیا۔

تیسری وجہ۔ سات کا عدد جو مثانی کے ساتھ ملایا گیا ہے چودہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ مثنیٰ کے معنی دگنا کرنے کے ہیں اور جب سات کو دگنا کیا گیا تو چودہ ہو گئے۔ پس رسولؐ کے معاملہ میں ارتکاب تکلف کیا جائے ایک جہت رسول کے معطی ہونے کی اور دوسری جہت معطی نہ ہونے کی ہو۔ اس لئے کہ نبی کے ملاحظہ انسان کے کمالات غیر لا متناہیہ ایک خاص نعمت ہے۔ جو رسول کو عطا ہوئی ہے۔ ان جہات کے قطع نظر ایک شخص ہے کہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ یا یہ کہ قرآن کے ساتھ چودہ ہو جائیں اور یہ تکلف زیادہ ہے۔

چوتھی وجہ: ان تاویلات میں بھی سبع مثانی سے مراد سورۂ حمد ہی ہو اور اس سے مقصود ہو کہ خداوند عالم نے سورہ فاتحہ کو اس آیت کریمہ میں قرآن کا معلول قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اس سورہ میں ہمارا ذکر، ہماری تعریف؛ ہمارے طریقہ کا ذکر۔ ہمارے دشمنوں اور ان کے طریقہ کا بیان ہے۔ کیونکہ بہت سے احادیث کی بنا پر صراط الذین انعمت علیہم کو آئمہ کی پیروی قرار دیا ہے۔ یہی حضرات خدا کا صراط مستقیم ہیں۔ اور مغضوب علیہم وہ ہیں کہ جنہوں نے ان کے حقوق کو غصب کیا اور ضالین وہ گمراہ ہیں کہ جو غاصبین کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو خلیفہ جانتے ہیں۔ پس مراد یہ ہے کہ سورۂ آئمہ ہدیٰ کی

بیان میں نازل ہوا ہے اس وجہ سے تمام قرآن سے ممتاز ہے اور بہت سی وجہیں حقیر کے ذہن میں آئیں لیکن یہ آخری وجہ مجھے زیادہ مضبوط اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔

اٹھائیسویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن میں جو لفظ علما آیا ہے اس سے مراد آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور اولی الالباب سے مراد ان کے دوست ہیں۔

خدا فرماتا ہے:۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب (پ ۲۳۔ ع ۱۵۔ س زمر) اے رسول کہدو کہ جو جاننے والے اور صاحبان علم ہیں وہ اور وہ جو جاہل اور نادان ہیں برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں مگر اس حقیقت کو دانا۔ خردمند اور صاحبان عقول خالص ہی سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اس آیت سے صاف و صریح معلوم ہو رہا ہے کہ علم کو فوقیت حاصل ہے اور جو سب سے زیادہ صاحب علم ہے وہ امامت کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اماموں میں سے ہر فرد اپنے زمانہ میں تمام افراد سے زیادہ صاحب علم و معرفت ہوئے ہیں۔ خصوصاً ان لوگوں سے جنہوں نے امامت و خلافت کا دعویٰ کیا ہے۔ ائمہ میں سے کسی ایک فرد نے کبھی علم کے بارے میں کبھی کسی غیر کی طرف رجوع نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے حضرات ہمیشہ ان کے محتاج ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امیر المومنین بعد رسول تمام صحابہ اور اہل زمانہ سے اعلم تھے۔

کلینی، صفار، ابن ماہیار، ابن شہر آشوب اور دوسرے حضرات نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ الذین یعلمون سے مراد ہم اور الذین لا یعلمون سے مراد ہمارے مخالف ہیں اور اولی الالباب ہمارے دوست ہیں جو ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔

صفار نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ جاننے

والے ہم ہیں اور ہمارے دشمن نادان و جاہل ہیں۔ اور اولی الالباب ہمارے شیعہ ہیں
کلینی نے بسند معتبر عمار ساباطی سے روایت کی ہے کہ عمار نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ وَ اِذَا مَسَّ الاِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیبًا اِلَیہِ۔ یعنی جب انسان پر مصیبت آتی ہے تو بڑے گڑگڑا کر خدا کو پکارتا ہے جبکہ اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔
امام نے فرمایا کہ یہ آیت اُن لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب آنحضرت کو مرض لاحق ہوا تو وہ جادوگر سمجھتے تھے اور ظاہر میں ان کا دم بھرتے اور جو کچھ وہ رسول کے حق میں کہتے تھے اس سے اظہار بازگشت کرتے تھے۔ جبکہ ثم اذا خوله نعمة منه۔ خدا اس کو اپنی طرف سے نعمت دیتا تھا یعنی رسولؐ کو اس بیماری سے صحت ہوگئی تو نسی ما کان یدعوا الیہ من قبلُ پس اب وہ اس دُعا کو بھول گیا جو خدا سے کرتا تھا۔ امام نے فرمایا کہ اُن لوگوں نے جو رسول خدا کے متعلق کہا تھا کہ معاذ اللہ رسولؐ جادوگر ہے۔ اس سے توبہ کرنا بھول گئے۔ اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ہے قل تمتع بکفرک قلیلا انک من اصحاب النار۔ اے محمد ان سے کہدو کہ تم اپنے کفر سے تھوڑے زمانہ تک فائدہ اُٹھالو۔ بیشک انجام میں تم اصحاب نار ہو۔ امام نے فرمایا کہ کفر سے مراد وہ ناحق امامت و خلافت ہے کہ جس کا دعویٰ ان لوگوں نے کیا تھا اور علی کا حق غصب کیا تھا۔ جو خدا کی جانب سے خلیفہ رسول تھا۔ پس اس وجہ سے کافر ہوگئے۔
امام فرماتے ہیں کہ اب یہاں سے خدا علی کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور لوگوں کو علی کی فضیلت اور اپنی بارگاہ میں ان کی منزلت بیان کرتا ہے۔ اَمَّن هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّیلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا یحذر الاخرة و یرجوا رحمة ربه۔ کیا وہ کافر اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے کہ جو راتوں کی تنہائیوں میں دعا کرنے والا خدا کی عبادت کرنے والا ہے سجدہ کی حالت میں اور قیام کی منزل میں اور وہ عذاب آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے خدا سے رحمت کا امیدوار ہے قل هل یستوی الذین یعلمون۔ کیا وہ لوگ جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد خدا کے سچے اور برحق رسول ہیں اور وہ لوگ جو آنحضرت کو جادوگر اور جھوٹا بتلاتے ہیں برابر ہو سکتے ہیں (ہرگز نہیں) اے عمار اس آیت کی حقیقت یہ ہے جو میں نے بیان کی ہے۔
خدا فرماتا ہے:۔ و تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون۔ یہ

یہ مثالیں ہم عقلمندوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر علم والوں کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھتا۔
ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عالموں سے مراد ہم اہلبیت ہیں جو قرآن کے معنی اور اس کی مثالوں کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔
خدا فرماتا ہے:۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ تم کو علم نہیں دیا گیا ہے مگر بہت کم۔ عیاشی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ تم کو رسولؐ اور آئمہ کے ذریعہ سے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ یعنی دوسروں کے پاس جو علم ہے وہ وہی ہے جو ان حضرات سے اخذ کیا ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم یعنی قرآن روشن نشانیاں ہے ان لوگوں کے سینوں میں کہ جن کو علم دیا گیا ہے۔
کلینی اور ابن ماہیار وغیرہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ الذین اوتو العلم سے مراد ہم اہلبیت ہیں۔ قرآن کے الفاظ اور اس کے معنی ہمارے سینوں میں ہیں۔ لہٰذا ہم نے اس کتابی مصحف سے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ قرآن ہمارا سینہ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ۔ خدا کے بندوں میں سے صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔
ابن ماہیار روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جو عالم تھے اور اپنے خدا کو پہچانتے تھے اور خدا سے ڈرتے تھے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رہا کرتے تھے اور اللہ کے فرائض پر عمل کرتے تھے اور خدا کی راہ میں جہاد کر کے تمام اوامر الٰہی کو بجالاتے تھے وہ حضرت ہمیشہ وہی کام کرتے تھے جو خدا اور رسول کی رضا جوئی کا سبب ہوتا تھا۔

انتیسویں فصل

اس بیان میں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام متوسمون ہیں اور چہروں کو دیکھ کر مومن و منافق کو پہچان لیتے ہیں۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ان فی ذالک لایات للمتوسمین۔ یہ آئیں قوم حضرت لوط کے واقعہ کے بعد

ہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین کہتے ہیں کہ قوم لوط کے ہلاک کرنے میں عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے .... نشانیاں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ متوسمین وہ لوگ ہیں جو چیزوں کو علامتوں، نشانیوں اور سمجھداری و ہوشیاری سے جان لیتے ہیں حضرت رسول خدا سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے اور فرمایا کہ خدا کے کچھ مخصوص بندے ہیں جو لوگوں کو زیرکی اور دانائی سے پہچان لیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وانھا لبسبیل مقیم۔ کہا گیا ہے کہ قوم لوط کے شہر مدینہ اور شام کے درمیان لب سڑک تمہارے سیدھے ہاتھ پر ہیں کہ جب شام کے سفر پر جاتے ہو تو اس طرف سے گزرتے ہو۔ بہت سی حدیثوں میں کلینی، بصائر، مناقب، عیاشی، علی بن ابراہیم اور تمام وہ کتب جن میں آئمہ اہل بیت سے حدیثیں بیان ہوئی ہیں۔ ان سب میں ہے کہ ہم متوسمین ہیں اور جنت کا راستہ ہمارے اندر تا قیامت ثابت و قائم ہے۔

عیون اخبار رضا میں منقول ہے کہ ان حضرت سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے دلوں کے حالات کس طرح بیان فرما دیتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا ہے رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ راوی نے کہا ہاں میں نے سنا ہے امام نے فرمایا کہ کوئی مومن ایسا نہیں ہے کہ جس کو خدا کی طرف سے اس کے ایمان و دانائی کے اعتبار سے زیرکی نہ دی گئی ہو اور ہم اہل بیت میں حق تعالیٰ نے وہ تمام فراست جمع کر دی ہے جو تمام مومنین میں الگ الگ ہے۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ان فی ذالک الخ پہلے متوسم رسول خدا تھے۔ ان کے بعد امیر المومنین پھر حسن و حسین اور پھر ان کی اولاد سے وہ افراد جو قیامت تک امام زمانہ ہیں۔

بصائر اور اختصاص میں عبدالرحمٰن ابن کثیر سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق کے ہمراہ حج کو گیا راستہ میں امام ایک پہاڑ پر چڑھے اور لوگوں کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ تلبیہ میں لوگوں کی آوازیں کتنی زیادہ ہیں لیکن ان میں وہ لوگ بہت کم ہیں کہ جن کا حج مقبول ہے۔ ابو سلیمان نے کہا یا ابن رسول اللہ کیا خدا اس مرد کی جس کو میں دیکھتا ہوں دعا قبول کرے گا۔ امام نے فرمایا اے ابو سلیمان خدا اس شخص کے گناہ معاف نہیں کرے گا جس نے شرک کیا ہو گا اور علی ابن ابی طالب کی ولایت و امامت کا انکار کرنے والا بت پرست اور مشرک ہے۔

راوی: میں آپ پر قربان! کیا آپ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے ابو سلیمان! افسوس ہے تمہارے حال پر دیکھو یاد رکھو کہ ہر پیدا ہونے والے بچے کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں لکھا ہوتا ہے کہ یہ مومن ہے یا کافر، جو بچہ ہماری ولایت کے ساتھ ہمارے پاس آتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی پیشانی کے درمیان لکھا ہوتا ہے کہ یہ مومن ہے اور اگر ہماری دشمنی کے ساتھ ہمارے پاس آتا ہے وہاں لکھا ہوتا ہے کہ یہ کافر ہے۔ ہم وہ متوسم ہیں کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے۔ ان فی ذالک الخ ہم اسی توسم کے ذریعہ سے اپنے دوست و دشمن کو پہچان لیتے ہیں۔

بصائر وغیرہ میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق کی خدمت میں آکر چند مسائل پوچھے حضرت نے ان کا جواب دے دیا ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی وہی سوالات پوچھے حضرت نے اب کے دوسرے جوابات دئے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور انہی سوالات کو پوچھا حضرت نے پہلے دو جوابوں کے علاوہ جواب دیئے اور فرمایا کہ خدا نے ہم لوگوں سے امور میں اختیار واقتدار دیا ہے کہ ہم ان کی لیاقت و سمجھداری کے موافق جواب دیں جس طرح خدا نے دنیا کے امور کا اختیار حضرت سلیمان کو دیا تھا جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ھذا عطاؤنا فامنن او اعط بغیر حساب۔ یہ آیت قرأت علی میں اسی طرح ہے۔

راوی نے پوچھا کہ امام ہر شخص کے مذہب اور اس کی قابلیت کو پہچانتا ہے کہ اسی اعتبار سے جواب دیتا ہے۔ امام نے تعجب سے پوچھا کہ کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے ان فی ذلک لایات للمتوسمین۔ اور متوسم آئمہ طاہرین ہیں۔ وانھا لبسبیل مقیم اور یہ نشانیاں راہ مقیم میں ہمیشہ قائم ہیں کہ کوئی شخص اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ یعنی یہ نشانیاں امامت کے ساتھ وابستہ ہیں اور امامت آئمہ اہل بیت سے ہرگز باہر نہیں جا سکتی۔ پھر امام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں امام جب کسی شخص کو دیکھتا ہے تو اس کے رنگ، اس کے ڈھنگ اور اس کی نوع کو پہچان لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس شخص کی آواز دیوار کے پیچھے سے سن لے تو اسی طرح پہچان لیتا ہے کہ کون ہے کیسا ہے اور اس کے صفات کیا ہیں۔ اس لئے کہ خدا کا ارشاد ہے۔ ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعلمین (پ ۲۱-ع ۶-س روم) یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا۔ تمہاری زبانوں اور

رنگوں کا جدا جدا ہونا یہ بھی خدا کی عظمت وجلالت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ان لوگوں کے لئے کہ جو صاحبان علم ہیں۔ امام نے فرمایا کہ امام وہ عالم ہیں کہ جن کا ذکر خدا نے بیان کیا ہے۔ کوئی بات اور گفتگو ایسی نہیں ہے کہ جو امام سے پوشیدہ ہو۔ امام اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بات کرنے والا ناجی ہے یا ناری۔ اسی وجہ سے اس کے حال واحوال اور صلاحیت کے مطابق امام جواب دیتا ہے۔ (غالباً خدا نے انبیاء میں صرف حضرت ابراہیم کہ جن کو عہدہ امامت جزوی عطا فرمایا تھا کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض ولیکون من الموقنین۔ (پ ۷، ع ۱۵ - س انعام) کیونکہ امام جعفر صادق کی روایت سے معلوم ہوا کہ امام کا ایک کام یہ بھی ہے کہ لوگوں کی حقیقت سے باخبر ہو اور چونکہ حضرت ابراہیم اپنے وقت کے امام تھے۔ لہذا خدا نے ان کو یہ علم دیا تھا۔ اس بنا پر ثابت ہوا کہ جن کی امامت امامت مطلقہ کلیہ ہو تو ان کا علم کتنا وسیع ہوگا۔ مترجم اردو)

بصائر میں امام رضا سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو ایسی آنکھیں عطا فرمائی ہیں کہ جو لوگوں کی آنکھوں کی طرح نہیں ہیں۔ ہماری وہ آنکھیں ایک خاص نور ہیں کہ جن میں شیطان کی شرکت ہرگز نہیں۔ عیاشی نے اسی آیت متوسمین کی تاویل کے سلسلہ میں امام جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ بیشک امام ہیں متوسمین کے لئے چند آیات ہیں اور امام سبیل مقیم اور راہ درست وثابت ہے وہ اس نور خدا سے دیکھتا ہے کہ جو خدا نے اس کی آنکھ میں دیا ہے۔ امام خدا کی جانب سے گفتگو کرتا ہے اور جو کچھ امام ارادہ کرتا ہے وہ خدا سے پوشیدہ نہیں ہے۔

بصائر اور اختصاص وغیرہ میں امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز جناب امیر مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت اپنے شوہر کا جھگڑا لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ جناب امیر نے شوہر کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہ ملعونہ کہنے لگی واللہ آپ نے جس طرح فیصلہ کیا ہے واقعہ ایسا نہیں ہے۔ بخدا آپ انصاف نہیں کرتے اور رعیت کے درمیان عدالت نہیں فرماتے۔ آپ کا یہ فیصلہ مرضی خدا کے خلاف ہے۔ یہ سن کر جناب امیر کو کچھ غصہ آیا اور اس کو غور سے دیکھ کر فرمایا اے جری اور سلقا اس کرنے والی وہ عورت جس کو (عورتوں کی طرح ماہواری نہیں ہوتی، کیوں بیہودہ بکتی ہے۔ جب اس ملعونہ نے یہ سنا تو منہ چھپا کر بھاگ گئی اور یہ کہتی جاتی

تھی افسوس میرے حال پر برا ہو میرا حال۔ اے ابو طالب کے بیٹے تم نے میرا پردہ چاک کر کے مجھے رسوا کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر ایک خارجی عمرو بن حریث اس عورت کے پیچھے گیا اور کہنے لگا کہ تو نے پہلے ابو طالب کے بیٹے کے ساتھ جو گفتگو کی اس سے میں بہت خوش ہوا مگر یہ تو بتلا کر جیسے ہی انہوں نے تجھ سے بات کی تو فوراً واویلا و فریاد کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس عورت نے کہا واللہ ابو طالب کے بیٹے نے میری وہ بات ظاہر کر دی جو مجھ میں تھی اور اس کا کسی کو علم نہیں تھا کہ میں مقام براز (پیچھے سے) حائض ہوتی ہوں۔ یہ سن کر عمرو ملعون جناب امیر کی خدمت میں واپس آیا اور کہنے لگا کہ یہ کیا کہانت تھی جو آپ نے اس عورت کے ساتھ کی۔ جناب امیر نے ارشاد فرمایا کہ اے حریث کے بیٹے یہ کہانت نہیں تھی، کہ کسی جن نے مجھے خبر دی ہو۔ بیشک خلاق عالم نے عالم اجسام سے دو ہزار سال پہلے عالم ارواح پیدا کیا۔ اور جب روحوں کو بدن میں ڈالا تو ہر ایک کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیا کہ یہ مومن ہوگا اور یہ کافر اور فلاں اتنی نیکیاں کرے گا۔ فلاں سے یہ برائیاں ہوں گی اور فلاں اس مرض اور خرابی میں مبتلا ہوگا۔ ایک ایک چیز خدا نے لکھ دی۔ پھر اس بارے میں خدا نے قرآن میں یہ آیت اپنے نبی پر بھیج دی۔ ان فی ذالک لایات للمتوسمین رسول خدا متوسم تھے اور میں ان کے بعد متوسم ہوں اور میرے بعد میرے وہ بیٹے جو امام ہوں گے وہ متوسم ہیں۔ پس جب میں نے اس عورت کی پیشانی پر نظر ڈالی تو میں نے اس میں لکھا دیکھا کہ وہ بلا میں مبتلا ہے اور مجھ پر اس کے سارے حالات ظاہر ہو گئے۔

مترجم گوید: اس سلسلہ کی حدیثیں بہت ہیں جن کی کیفیت اور تاویل سے مطابقت کتاب بحار الانوار میں ہم نے ذکر کی ہے۔ اکثر تاویلات کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ ذالک کا اشارہ قرآن مجید ہو، اور لبسبیل سے مراد بعض تاویلات میں امام ہے بعض میں امامت، بعض میں راہ حق اور بعض میں جنت کا راستہ مراد ہے۔

تیسویں فصل

فرقان کی ان آیات کے بیان میں جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہیں

خدا فرماتا ہے :- وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا ۔ خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو روئے زمین پر نہایت شرافت اور وقار وسکون کے ساتھ ملائمت چلتے ہیں ۔ وہ مغرور اور متکبرانہ چال نہیں چلتے۔

علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اور اس کے بعد کی آیتیں آخر تک آہستگی سے راہ چلتے ہیں دشمنوں کے خوف سے وا ذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو ان کی جہالت کے مقابلہ میں ایسا جواب دیتے ہیں جس سے وہ محفوظ رہتے ہیں یا کوئی ان سے نیکی اور بھلائی کی بات کرتے ہیں یا سلام کرتے ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ یہ سب اوصیا کی شان میں ہے جو اپنے دشمنوں سے مدارا کرتے ہیں ۔ والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً وہ لوگ جو رات بھر اپنے خدا کی بارگاہ میں اس طرح حاضر باش رہتے ہیں کہ کبھی سجدہ ہے تو کبھی قیام

ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت بھی آئمہ طاہرین کی شان میں نازل ہوئی ہے برقی نے محاسن میں سلیمان بن خالد سے روایت کی ہے کہ میں فرقان حمید کی تلاوت کر رہا تھا ۔ جب اس آیت والذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلک یلق اثاماً یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ فیہ مھاناً (پ ۱۹ - ع ۴ - س فرقان) پہنچا تو

یعنی وہ لوگ خدا کے سوا کسی اور خدا کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کے مارنے کو خدا نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں ۔ جو شخص خدا کے سوائے دوسرے خدا کو پکاریگا ناحق قتل کرے گا اور زنا کرے گا وہ اپنے آپ اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا اور قیامت کے روز اس پر دگنا عذاب کر دیا جائے گا ۔ جس میں وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا ۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلبیت

کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ بخدا ہم کو نصیحت کے طور کہا گیا ہے اور خدا جانتا ہے کہ ہم کہیں زنا نہیں کرتے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات (پ ۱۹ - ع ۴ - س فرقان) لیکن جو لوگ اپنے فعل پر منفعل ہو کر توبہ کرتے ایمان لاتے اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں تو خدا ان کی بداعمالیوں کو نیکیوں سے اور گناہ کو ثواب سے بدل دیتا ہے۔ امام نے فرمایا اے سلیمان ٹھہر جاؤ یہ آیت تم ہمارے دوستوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ قیامت میں مومن گناہ گار کو لایا جائے گا اور اس کو رب العالمین کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس خدا اس کا حساب خود لے گا اور اس کا ایک ایک گناہ اس کے سامنے شمار کیا جائے گا کہ تو نے فلاں گناہ فلاں وقت اور فلاں مقام پر کیا یہ سن کر بندۂ مومن شرمندہ ہو کر اپنے گناہ کا اقرار کرے گا پس یہ حال دیکھ کر خدائے غفار کہے گا کہ میں نے یہ تیرے گناہ دنیا میں تجھ پر چھپائے رکھے اور تجھے رسوا نہیں کیا۔ آج میں ان تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کے گناہ محو کر کے ان کی جگہ اس کی نیکیاں اور طاعتیں لکھ دو۔ یہ سن کر فرشتے اس کے نامۂ عمل کو اس طرح بلند کیا کریں گے کہ سب لوگ تعجب سے کہیں گے کہ سبحان اللہ کیا نیک بندہ ہے جس کے نامۂ عمل میں کوئی گناہ نہیں۔ فاولئک یبدل اللہ الخ کے معنی یہی ہیں۔ شیخ نے امالی میں اسی مضمون کی حدیث انہی امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے مگر اس کے آخر میں یہ اور ہے کہ یہ آیت ہمارے گناہ گار شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بصائر الدرجات میں انہی پانچویں امام سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے خدا نے مجھ سے ہمارے شیعوں کے بارے میں ایک صفت و خصلت کا وعدہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ خدا پر ایمان لائے گا اور خدا کے دشمنوں کی ولایت سے پرہیز کرے گا۔ تو بیشک خدا اس کے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر کے نیکیاں اس کے نامۂ عمل میں لکھ دے گا۔ اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں ہیں جو اپنے مقام پر ذکر کی جائیں گی۔ پھر سلیمان نے حدیث محاسن میں کہا کہ میں نے تتمۂ آیات کو پڑھا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچا والذین لا یشھدون الزور واذا مرّوا باللغو مرّوا کراما۔ یعنی وہ بے فائدہ مجالس و مقام پر حاضر نہیں ہوتے جیسے گانے بجانے یا جھوٹی گواہی اور بیہودہ باتوں کی جگہ اور جب کسی ایسی طرف سے گزرتے ہیں کہ جہاں لغو

اور بیہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو یہ لوگ بڑی شرافت اور سنجیدگی سے اپنا دامن بچا کر گزر جاتے ہیں۔ سلیمان کہتا ہے کہ جب میں نے اس آیت کی تلاوت کی تو امام نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلبیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر میں نے پڑھا وَالَّذِينَ اِذَا ذُكِّرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ یعنی جب ان کو خدا کی نشانیاں یاد دلائی جاتی ہیں یا جب ان کے سامنے ذکر الٰہی ہوتا ہے تو بہرے اندھے ہو کر نہیں گزرتے بلکہ ان پر غور و فکر کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم شیعوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب ہماری فضیلت کی باتیں تمہارے سامنے پڑھی اور بیان کی جاتی ہیں تو تم ان میں شک نہیں کرتے اور بے جا حجت بازی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تلاوت کی وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ وہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو بیوی اور بچوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا اور امام بنا۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔ (............)

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ میں نے یہ آیت امام جعفر صادق کی خدمت میں پڑھی تو امام نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح ہو گی کہ بلند مرتبہ ایک بزرگ نے خدا سے سوال کیا کہ خدا ان کو متقیوں کا پیشوا بنائے۔ ایسا نہیں ہے لوگوں نے پوچھا کہ پھر آیت کس طرح نازل ہوئی ہے۔ امام نے فرمایا کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے۔ وَاجْعَلْ لَنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی اے خدا تو ہمارے لئے متقی امام بنا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔ امام نے فرمایا کہ ہم اہل بیت متقیوں کے پیشوا اور امام ہیں دوسری روایت کی بنا پر اَزْوَاجِنَا کا مصداق حضرت خدیجہؓ ہیں ذُرِّيّٰتِنَا کا مصداق فاطمہ زہرا ہیں اور قُرَّةَ اَعْيُنٍ سے مراد حسنؑ حسینؑ ہیں اور وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

ابن ماہیار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ معصوم نے ان تمام آیات کی تلاوت کر کے فرمایا کہ یہ آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسولؐ خدا نے جبرئیل

سے پوچھا کہ ازواجنا سے کیا مُراد ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا خدیجۃ الکبریٰ۔ رسول نے پوچھا ذریاتنا کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا فاطمہ زہراؑ۔ رسولؐ نے پوچھا قرۃ اعین جو میری آنکھوں کی روشنی ہیں کون ہیں جبرئیل نے کہا حسنؑ وحسینؑ۔ رسولؐ نے سوال کیا وجعلنا للمتقین اماما کون ہیں۔ جبرئیل نے کہا کہ علی ابن ابی طالب۔

ابن شہر آشوب نے اسی آیت والذین یقولون الخ کی تفسیر کے سلسلہ میں سعید بن جبیر سے اسی قسم کی روایت کی ہے کہ واللہ یہ آیت امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اکثر و بیشتر حضرت کی دعا یہی تھی ربنا ھب لنا من ازواجنا یعنی فاطمہ عطا کر وذریاتنا حسن وحسین جیسی اولاد دے وقرۃ اعین لنا یعنی حسینؑ کے بعد امام اسی کی اولاد سے ہوں۔ جناب امیر کا ارشاد ہے کہ میں نے خدا سے یہ دعا ہرگز نہیں کی کہ مجھے خوبصورت اور صحیح و تندرست بیٹا دے بلکہ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ مجھے ایسی اولاد دے جو خدا سے خوف کرنے والی اور اس کی فرمانبردار ہو۔ پس مجھے خدا نے ایسے بچے دیئے جو مطیع و فرمانبردار خدا ہیں، تو میری آنکھیں ان سے روشن ہو گئیں اور میں خوش ہوا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا واجعلنا للمتقین اماما۔ یعنی ہم پیروی کریں ان پرہیزگاروں کی کہ جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور پھر ہمارے بعد والے متقی ہماری پیروی کریں اولئک یجزون الغرفۃ بما صبروا۔ یعنی ان کو دنیا میں خدا کی اطاعت اور دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں غرفے اور بلند درجات دیئے گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے مراد علی ابن ابی طالب، حسنؑ وحسینؑ اور فاطمہ ہیں ویلقون فیھا تحیۃً وسلاماً خالدین فیھا حسنت مستقراً ومقاماً۔ یعنی فرشتے ان کے لئے خدا کی طرف سے صلوٰۃ وسلام کے ساتھ استقبال کرتے ہیں اور یہ ان جنتی غرفوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان لوگوں کے لئے یہ کیسی اچھی قرار گاہ اور جائے رہائش ہے۔

اکتیسویں فصل

شجرۂ طیبہ کی تاویل کے بیان میں کہ اس سے آئمہ طاہرین علیہم السلام مراد ہیں

اور

شجرۂ خبیثہ و ملعونہ سے ان کے دشمن مراد ہیں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلھا ثابتٌ وفرعھا فی السماءِ تؤتی اُکلھا کل حین باذن ربھا ؕ ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار ط (پ۱۳-۱۴-س ابراہیم)

یعنی خدا نے نیک اور پاک کلمہ کی مثال بیان کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے توحید لا الٰہ الا اللہ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر نیک کلام اور اعتقاد حق مراد ہے۔ اس درخت سے کہ جو پاکیزہ، خوب اڑھنے والا، اچھی طرح پھلنے والا ہو اور جس کی جڑیں زمین میں خوب گہری اور مضبوط ہوں اور اس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند و بالا ہوں اور وہ درخت ہمیشہ یا ہر سال یا ہر چھٹے مہینے خدا کے حکم اور اس کی قدرت سے پھل دینے والا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے خرمے کا درخت مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ درخت مراد ہے کہ جس کی جڑیں زمین میں خوب پھیلی ہوئی ہوں، اور شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہوں۔ ہمیشہ اور جب چاہو اس سے پھل لے لو۔ خدا نے یہ ایک مثال بیان کی ہے۔ چاہے حقیقت میں ایسے درخت کا کوئی وجود نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے ایمان مراد ہے اور شجرہ طیبہ بھی ایمان ہے۔ خدا یہ مثال لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔ اور کلمہ خبیثہ کی مثال وہ کلمہ شرک ہے یا ہر وہ برا اعتقاد اور بری بات کہ جس کی خدا نے نہی کی ہے اس خبیث درخت کی سی ہے کہ جو برا ہو، بڑھنے والا نہ ہو۔ جس کا پھل کڑوا، کسیلا اور بدذائقہ ہو۔ جس کی جڑیں زمین کے اوپر ہی ہوں کہ جس کو ثبات و قرار نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ خبیث

درخت حنظل (اندرائن) کا درخت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کانٹے دار ببول کا درخت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ گندہ خراب، بے ثبات اور بدترین پھل دینے والا درخت مراد ہے۔ چاہے اس کا مصداق بظاہر موجود نہ ہو۔ دونوں تشبیہیں بہت صاف اور واضح ہیں۔ اس لئے کہ سچے کلمات اور برحق عقائد ایسا درخت ہیں کہ جس کی جڑیں مضبوط اور پھیلی ہوئی ہیں اور شک و شبہات کے جھونکے سے اپنی جگہ سے ہلتے جلتے نہیں اور بلندیوں کی طرف بلند و رفیع ہی ہوتے چلے جاتے ہیں (جیسا کہ خدا کا ارشاد بھی ہے الیہ یصعد الکلمۃ الطیب مترجم بار دو) اور خدا کی نظر میں مقبول ہیں۔ اور روز بروز صحیح تفکرات۔ اعمال صالح اور امطار فیوض و عنایات ربانیہ سے بہرہ مند ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور دنیا میں آناً فاناً پاکیزہ پھل دیتا ہے یعنی یقین۔ کثرت اعمال صالحہ۔ اخلاق حسنہ کی وجہ سے قرب الٰہی حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ اگرچہ باطل پرست اور ظالم اس کے اکھاڑنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں مگر وہ کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اور آخرت میں یہ درخت ابدی نعمتیں اور غیر متناہی لذتوں کے پھل دیتا ہے اور بلند درجات حاصل ہوتے ہیں اور جھوٹے کلمات و عقائد باطلہ عقلمندوں کے لئے ان کا پھل حنظل کے پھل کی طرح کڑوا اور ناگوار ہے۔ اہل ضلالت و جہالت اگرچہ اس کی بقاء و تقویت کے لئے بے انتہا کوشش کرتے ہیں۔ مگر بڑی آسانی سے جڑ سے اکھڑ جاتا ہے اور اس کو کسی قسم کا ثبات نہیں ہے اور آخرت میں اس کا پھل وبال۔ عذاب زقوم۔ ضریع اور گرم پانی ہے۔ وہ اخبارات جو خاصہ (شیعہ) اور عامہ (اہل سنت) نے آیات کی تاویل میں روایت کی ہیں۔ ان میں سے عامہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل نے رسول مقبول سے آ کر کہا اے رسول تم شجرۂ طیبہ ہو علی اس کی شاخ ہے اور حسنؑ و حسینؑ اس درخت کا پھل ہیں۔

کتاب فردوس الاخبار میں رسول خدا سے روایت ہے کہ میں وہ شجرۂ طیبہ ہوں۔ فاطمہ اور علی کے ذریعہ سے اس میں پھل پیدا ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور پھر حسن و حسین جیسے پھل پیدا ہوتے ہیں اور اہل بیت کے دوست اس درخت کے پتے ہیں اور اس درخت کے جملہ اجزا جنت ہی میں ہیں۔

کلینی۔ صفار اور ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میں اس درخت کی جڑ ہوں۔ امیر المومنین اس کا تنہ ہیں اور علی کی اولاد سے وہ فرزند جو امام

ہیں اسی درخت کی شاخیں ہیں۔ آئمہ طاہرین کے علوم اس کا پھل اور ہمارے دوست اور مومن اس کے پتے ہیں۔ کیا درخت بغیر جڑ، تنے، شاخیں اور پھل کے ہوتا ہے۔ راوی نے کہا کہ نہیں آنحضرت نے فرمایا کہ بخدا جب کسی مومن کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس شجر طیبہ میں ایک پتا پیدا ہو جاتا ہے اور جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو ایک پتا اس درخت سے گر جاتا ہے۔

معانی الاخبار میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ درخت رسولؐ ہیں، فرع علیؑ، شاخ فاطمہ اور اس کا پھل حسن و حسین ہیں اور اس درخت کے پتے اہل بیت کے دوست ہیں اور جب کوئی مومن مر جاتا ہے تو ایک پتا اس درخت سے جھڑ جاتا ہے اور ہمارے شیعوں میں سے جب کسی کے فرزند پیدا ہوتا ہے تو اس درخت میں ایک نیا پتا اُگ آتا ہے۔

علی ابن ابراہیم اور صفار نے انہی حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ شجرہ سے مراد رسول خدا ہیں کہ جن کا نسب بنی ہاشم میں ثابت ہے اور اس درخت کی فرع علیؑ ہیں، شاخ فاطمہ اور پھل علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند ہیں۔ اور اس کے پتے شیعہ ہیں۔ تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا سے مراد آئمہ طاہرین کے وہ علوم ہیں جو یہ حضرات اپنے شیعوں کو موقع موقع سے حلال و حرام کے بارے میں سمجھاتے رہتے ہیں۔

بصائر میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ شجرۃ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ رسولِ خدا اس کی اصل۔ علی مرتضیٰ اس کی بلندی۔ فاطمہ اس کا تنہ اور ذریت فاطمہ کے وہ فرزند جو امام ہیں اس کی شاخیں اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔ اس کا پھل وہ علوم آئمہ طاہرین ہیں جو ہر زمانہ میں اور ہر وقت شیعہ ان سے مسائل پوچھ کر حاصل کرتے ہیں اور یہ حضرات جواب دیتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا ان کو منتہیٰ کیوں کہتے ہیں تو امام نے فرمایا بخدا اس لئے کہ خدا کا دین ان تک منتہی ہوتا ہے جو شخص اس درخت کا پتا نہیں وہ مومن نہیں اور ہمارے شیعوں میں سے نہیں۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے شجرۂ طیبہ کی مثال اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے لئے بیان کی ہے اور شجرۂ خبیثہ کی مثال ان کے دشمنوں کے لئے ہے۔

مجمع البیان میں امام محمد باقر سے روایت ہے کہ شجرۂ خبیثہ کی مثال بنی امیہ ہیں اور اس آیت وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن ونخوفھم

فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا۔ (پ۱۵ع۶ سورہ بنی اسرائیل) یعنی ہم نے جو خواب تم کو دکھلایا ہے وہ لوگوں کے لیئے امتحان اور آزمائش ہے اور شجرہ ملعونہ بھی لوگوں کے لیئے ایک فتنہ ہے۔ ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں۔ مگر ہمارے ڈرانے سے وہ لوگ اور باغی و طاغی ہوتے ہیں اسکی تاویل کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ شجر ملعونہ سلسلہ بنی امیہ ہے۔ جیسا کہ عیاشی وغیرہ نے بہت سی سندوں سے حضرت امیر، حضرت امام باقر اور حضرت صادق آل محمد سے روایت ہے کہ شجرہ ملعونہ سے مراد سلسلہ بنی امیہ ہے۔ جیسا کہ عیاشی نے روایت کی ہے:۔

بہت سی سندوں سے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت میرے منبر پر چڑھی ہوئی لوگوں کو دین حق سے ہٹا رہی ہے پس جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ بنی امیہ تمہارے منبر پہ چڑھکر لوگوں کو دین سے ہٹائیں گے۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا رنجیدہ اور غمگین باہر تشریف لائے تو صحابہ نے اس کا سبب پوچھا آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اولاد بنی امیہ میرے منبر پہ کود رہی ہے۔ میں نے خدا سے سوال کیا کہ یہ میری زندگی میں ہوگا تو خدا نے کہا کہ نہیں تیری وفات کے بعد ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ رسول خدا نے دیکھا کہ بارہ آدمی بنی امیہ کے میرے منبر پر کود رہے ہیں۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے خواب میں دیکھا کہ چند بندر میرے منبر پر اوپر نیچے اچھل کود کر رہے ہیں۔ اس کے بعد سے پھر آنحضرت کو زندگی بھر کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

حدیث صحیفہ کاملہ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ ایک روز رسول خدا کو منبر پر نیند آگئی۔ پس آپ نے خواب میں دیکھا کہ چند مرد آنحضرت کے منبر پہ بندر کی طرح کود رہے ہیں اور لوگوں کو الٹے پاؤں لوٹا رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت رنجیدہ بیدار ہوئے کہ حضرت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور شجرہ ملعونہ سے بنی امیہ کی تفسیر کی۔

شیخ طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج میں امام حسن کا معاویہ وغیرہ سے مناظرہ کے ضمن میں

یہ بیان لکھا ہے کہ حضرت نے مروان بن الحکم سے کہا کہ خدا نے تجھ پر، تیرے باپ پر اور تیرے عزیز و اقارب اور اولاد پر خدا نے لعنت کی ہے اور اس لعنت سے تمہاری نافرمانی، کفر اور بغاوت اور زیادہ ہوگئی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن الخ اے مروان تو اور تیری اولاد وہ شجرۂ ملعونہ ہے کہ خدا نے تم پر قرآن میں لعنت کی ہے۔ اور اہل قرآن ہم ہیں اور ہم قرآن کے ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور ہم اس درخت سے ہیں کہ خدا نے جس کی توصیف میں فرمایا ہے اصلھا ثابت الخ ہم سے ہر زمانہ میں لوگوں کے لئے علوم قرآن ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے دشمن شجرۂ ملعونہ ہیں جو پھونکوں سے ہمارے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا جلد سے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافر اور منافق ہرگز نہ چاہتے ہوں۔ اگر منافقین ان آیات کے معنی کو اس طرح سمجھ لیتے جس طرح ہم نے بیان کئے تو یقیناً یہ لوگ قرآن سے ان آیات کو نکال دیتے جیسا کہ بہت سی وہ آیتیں جو ہماری تعریف اور ہمارے دشمنوں کی مذمت میں صاف صریح ہیں

مترجم گوید: وہ تاویلات جو اس آیت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کی آیت کریمہ سے مطابقت بالکل واضح اور روشن ہے کیونکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ خداوند عالم نے یہ مثال ایمان اور علوم حقہ کے متعلق بیان کی ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ جن سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے اور ان امور کی تشبیہ درخت سے دی ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے اکثر آیات میں لذات روحانیہ کو لذات جسمانیہ سے تشبیہ دی ہے تاکہ پست ہمت اور کم علم لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکیں اور امور معقول کو امور محسوس سے چونکہ جاہلوں کے معلومات کا منبع وہی ہیں تشبیہ دی ہے۔ اسی وجہ سے خداوند عالم نے علم و ایمان اور اعمال صالحہ کو ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے کہ جو مضبوط و مستحکم ہو اور جس نے اپنا سر آسمان سے بلند کر لیا ہو ایسے درخت کی جڑ حضرت رسالت پناہ ہیں کہ جو تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ ہیں اور یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ درخت کے باقی تمام اجزاء جڑ سے غذا حاصل کر کے بڑھتے اور ترقی پاتے ہیں۔ اسی طرح تمام آئمہ اور ان کے سچے پیرو آنحضرتؐ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس درخت کا تنہ حضرت امیرالمومنین ہیں کہ جو درخت کا پہلا نمو ہوتا ہے اور درخت کی نمائش اور پہچان اسی تنے سے ہوتی ہے اور باقی اجزائے درخت اس تنہ سے فیضیاب ہوتے ہیں اور فاطمہ زہرا اس درخت کی بڑی شاخ ہیں کہ جن سے تمام آئمہ کی نسبت کا تعلق حضرت

رسالت مآب سے ہوجاتا ہے۔ اور اس نسبت سے آنحضرتؐ کا نور تمام ائمہ میں سرایت کئے ہوئے ہے اور دوسری شاخیں جو اس بزرگ شاخ (فاطمہ زہرا) سے اگی ہیں۔ ان کی مثال وہ ائمہ طاہرین ہیں کہ جن کے ذریعہ سے علوم رسالت کے پھل مخلوقات کو پہنچتے ہیں۔ اور تمام انوار ربانی ومصطفویؐ ومرتضویؑ ان ائمہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک سے واسطہ پیدا کر لے اور وہ انوار حاصل کر لے گا تو بلندیوں کے آسمان اور کمال کی رفعتوں تک پہنچ جائے گا۔ وہ علوم جو ان حضرات سے مخلوقات کو پہنچتے ہیں۔ اور ان کے دوستوں کو تربیت وقوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اس بلند مرتبہ درخت کے پھل کی طرح ہیں (جس طرح پتوں سے درخت کے پھلوں کی حفاظت ہوتی ہے) اسی طرح ان حضرات کے شیعہ جو ان کے علوم کو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر حفاظت ونگرانی کرتے ہیں اور ان حضرات کے علوم ومعارف کو دشمنوں سے بچا بچا کر لئے چلے جاتے ہیں وہ اس شجرہ طیبہ کے پتے ہیں جو اس درخت کے پھلوں کو دھوپ کی حرارت ہواؤں کی تیزی اور گرد وغبار سے حفاظت کر کے اپنے درمیان محفوظ رکھتے چلے آرہے ہیں۔ اور ان ائمہ طاہرین کے دشمن کی تشبیہ خداوند عالم نے درخت خبیثہ اور شجر ملعونہ سے دی ہے ان دشمنوں میں بعض کی حیثیت جڑ کی سی ہے اور بعض اس خبیث درخت کی شاخ ہیں جیسے بنی امیہ اور بنی عباس وغیرہ۔ اور ان گمراہوں کے دوست اور ماننے والے اس شجرہ ملعونہ کے پتے ہیں۔ اور اس درخت کے پھل وشکوک وشبہات اور علوم باطلہ ہیں جو ان سے وقتاً فوقتاً راہ حق اور صراط مستقیم کے بارے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان کا مزہ حنظل سے بھی زیادہ کڑوا ہے جو اہل ضلالت وگمراہی کے لئے مہلک ہیں۔ پہلے درخت کی مثال جنت کا شجرہ طوبیٰ ہے۔ جس کی جڑ امیرالمومنینؑ کے گھر میں ہے اور ہر شیعہ کے گھر میں اس کی شاخ ہے یا وہ شجرۂ طیبہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور دوسرے درخت، درخت خبیثہ کی مثال جہنم کا شجرۂ زقوم (حنظل) ہے جس کا پھل دشمنان اہل بیت کی غذا ہے۔ اس مقام پر بہت سی باتیں ذکر کرنے کی ہیں۔ مگر اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔

بتیسویں فصل

اس بیان میں کہ ہدایت کی تاویل ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں

اس ضمن میں بہت سی آیتیں ہیں

پہلی آیت :- وممن خلقنا اُمۃٌ یھدون بالحق وبہ یعدلون (پ ۹ ع ۲۲ س اعراف)
یعنی ہم نے اپنی مخلوقات میں ایک ایسی جماعت بنائی ہے کہ جو لوگوں کو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور فیصلہ بھی برحق کرتے ہیں۔

علی ابن ابراہیم، عیاشی، کلینی، صفار اور ابن شہر آشوب وغیرہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امیر سے روایت کی ہے کہ اس امت سے مراد آئمہ آل محمد علیہم السلام ہیں۔ علمائے اہل سنت سے حافظ ابو نعیم اور ابن مردویہ نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ یہ اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ جن میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ فرقہ وہ ہے کہ جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے۔ وممن خلقنا الخ۔ عیاشی نے اسی طرح کی دو حدیثیں جناب امیر سے بیان کی ہیں۔

دوسری آیت : والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ط (پ ۲۱ ع ۳۔ س روم)

جو لوگ ہماری راہ میں جہاد و سعی کرتے ہیں ان کو ہم اپنے راستوں کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ بیشک خدا نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت اور ہمارے شیعوں کے لئے نازل ہوئی ہے۔

فرات نے انہی امام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہم آل محمد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تیسری آیت : افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان

ھُدیٰ فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ (پ ۱۱ ع ۹ س یونس)

کیا وہ شخص پیروی اور اتباع کے لائق و مناسب ہے جو لوگوں کو حق کی ہدایت کرتا ہے یا اس کی متابعت کرنا مناسب ہے جو بغیر ہدایت کرنے والے کے ہدایت نہیں پا سکتا۔ اے عقل والو تم کو کیا ہو گیا ہے اور تم کیسا عقل کے خلاف فیصلہ کرتے ہو۔

علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جو لوگ لوگوں کو حق کی ہدایت کرتے ہیں وہ پہلے محمد اور ان کے بعد آل محمد ہیں اور وہ شخص جو بغیر ہدایت کے ہدایت نہیں پاتا وہ ہے جو رسول کے بعد ان کے اہل بیت کی مخالفت کرتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے زید بن علی سے روایت کی ہے۔ ہم نے پہلے ہی بیان کیا ہے کہ یہ آیت امامت آئمہ طاہرین پر کھلی دلیل ہے۔ اس لئے آئمہ کی ہر فرد اپنے اپنے زمانہ میں اعلم زمانہ تھی خصوصاً ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ جنہوں نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا

چوتھی آیت۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (پ ۲۰ ع ۸ س قصص)

اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو خدا کی ہدایت کے بغیر صرف اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے

کلینی اور صفار وغیرہ نے صحیح سندوں کے ساتھ امام رضا سے روایت کی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو دین کو بغیر کسی امام کی ہدایت کے خود اختیار کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ بغیر آئمہ ہدیٰ کی ہدایت کے

کلینی نے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر نے سدیر صراف سے کہا کہ اے سدیر کیا میں تم کو وہ لوگ دکھلا دوں جو لوگوں کو دین خدا سے روکتے ہیں۔ سدیر نے جو دیکھا تو دیکھا کہ دشمنان اہلبیت کے امام اور پیر مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ یہ وہ ڈاکو ہیں جو لوگوں کو بغیر خدا کی ہدایت اور بغیر کتاب کے اپنے آپ کو ہادی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر یہ چند خبیث اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو کوئی ایسا نہ ملے جو خدا و رسول پر جھوٹ باندھے تو بیشک لوگ ہمارے پاس آنے میں مجبور ہوں گے۔ پھر ہم ان کو خدا اور رسول کی حق باتیں بتلائیں تاکہ یہ گمراہ نہ ہونے پائیں

پانچویں آیت: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (س طٰہٰ پ ۱۶ ع)

بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ توبہ کرنے

سے مراد ہے شرک چھوڑ کر ایمان اختیار کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا و رسول پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے یعنی واجبات کو بجا لائے۔ پس وہ شخص ہدایت پاتا ہے یعنی مرتے دم تک ایمان پر باقی رہتا ہے یا ایمان میں شک یا دین میں کوئی بدعت نہ کرے۔

کلینی، عیاشی اور ابن ماہیار نے بہت سی سندوں سے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یعنی ہم اہل بیت کی ولایت کی طرف ہدایت پاتا ہے۔ بخدا اگر کوئی شخص تمام عمر بلکہ دنیا کی عمر بھر رکن و مقام کے درمیان جو عالم میں بہترین جگہ ہیں عبادت کرتے کرتے مرجائے اور ہماری ولایت نہ رکھتا ہو تو خدا اس کو قیامت کے دن جہنم میں اوندھے منہ داخل کرے گا۔

چھٹی آیت: من اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقٰی (پ ۱۶ ع ۱۶ س طہٰ)

یعنی جو شخص ہدایت کی پیروی کرے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا (یعنی دنیا کی کوئی مصیبت اس کے نزدیک مصیبت نہ ہوگی) بلکہ راحت و آرام سے ہوگا

ابن ماہیار اور کلینی وغیرہ نے حضرت صادق آل محمد سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص ہم آئمہ کی امامت کا قائل ہو کر ان کی پیروی کرے اور ان کے حکم سے سرتابی نہ کرے وہ دنیا میں کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور آخرت میں قیامت کے ہول سے محفوظ رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا۔ اے لوگو ہدایت خدا کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ اور رشد و صلاح پر پہنچو اور خدا کی ہدایت میری ہدایت ہے اور میری ہدایت علی ابن ابی طالب کی ہدایت ہے۔ پس جو شخص میری حیات اور میری وفات میں علی کی ہدایت کی پیروی کریگا تحقیق کہ اس نے میری ہدایت کی پیروی کی اور جس شخص نے میری ہدایت کی پیروی کی تحقیق اس نے خدا کی ہدایت کی پیروی کی اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا اور نہ مشقت اُٹھائے گا۔ پھر فرمایا ہے

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمٰی۔ (پ ۱۶ ع ۱۴ س طہٰ) یعنی جو شخص میرے ذکر سے اعراض کریگا۔ اور منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا یا جہنم میں سخت زندگی ہے اور ہم ایسے شخص کو اندھا محشور کریں گے۔ بہت سی حدیثوں میں کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اس ذکر سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب ہے۔

علی ابن ابراہیم نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان دشمنان اہل بیت کی

شان میں نازل ہوئی ہے۔ جو ولایت علی کا انکار کرتے ہیں کہ جنت میں ان کی خوراک بدترین غذا ہوگی۔ بجز اس کے کہ جو یہ دنیا میں کھا چکے ہیں۔

ابن مسعود وغیرہ نے روایت کی ہے کہ تنگی سے مراد فشار قبر ہے۔

کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں ذکر سے مراد ولایت علی ابن ابیطالب ہے اور جو شخص علی کی ولایت سے اعراض کرے گا وہ قیامت میں اندھا محشور ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں اس کا دل علی کی ولایت سے اندھا تھا۔ اور اپنے دین کے معاملہ میں حیران تھا۔ لہٰذا ایسا شخص قیامت میں حیران و ششدر اور اندھا ہوگا۔

ساتویں آیت: قال رب لما حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرًا۔ (پ ۱۶ ع ۱۶ س طٰہٰ)

اے میرے پروردگار میں تو آنکھوں والا تھا پھر تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا۔ خدا کہے گا، قال کذالک اتتک ایاتنا فنسیتھا وکذالک الیوم تنسٰی۔ (پ ۱۶ ع س طٰہٰ) تیرے پاس ہماری نشانیاں برابر آتی رہیں۔ (یعنی ہادی برابر آتے رہے) اور تو ان کو جھٹلاتا اور بھلاتا رہا۔ امام فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد آئمہ ہیں کہ جن کو چھوڑا جس کے نتیجے میں آج ہم نے تم کو بھلا دیا۔ یعنی اب تم کو جہنم میں ڈالیں گے۔ کیونکہ تو نے ہمارے خلفاء کو ترک کر کے ان کی بات نہیں سنی وکذالک نجزی من اسرف ومن لم یومن بایات ربہٖ۔ یعنی جو شخص خدا کی نافرمانی میں حد سے بڑھ جائے گا۔ (یعنی بجائے توبہ کے سرکشی کرے گا) اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لائے گا۔ امام فرماتے ہیں کہ یہ خدا کہتا ہے کہ اس شخص کو جو عناد و دشمنی کی وجہ سے آئمہ کی امامت کا اعتقاد نہ رکھے اور ان کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہ چلے اور دشمنی اہل بیت میں حد سے بڑھ جائے قیامت میں اندھا محشور کیا جائے گا۔

آٹھویں آیت: فستعلمون من اصحاب الصراط السوی ومن اھتدٰی۔ یعنی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست پر اور ہدایت یافتہ کون ہیں۔ (پ ۱۶ ع ۱۷ س طٰہٰ)

ابن ماہیار وغیرہ نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ علی صاحب صراط مستقیم ہے اور جو شخص ہم اہل بیت کی ولایت کو قبول کر لیتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے۔

نویں آیت: اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰیھم اقتدہ (پ ۷ ع ۱۶ س انعام)

یعنی وہ لوگ وہ ہیں کہ خدا نے ان کی ہدایت کی ہے۔ لہٰذا تم ان کی پیروی اور اقتدا کرو۔
عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم اہل بیت ان لوگوں میں سے ہیں کہ خدا نے جن کی ہدایت کی ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ ہماری پیروی کریں۔

دسویں آیت: ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (پ ۱۵ ع ۱۰ - س بنی اسرائیل)
بیشک یہ قرآن سیدھے اور مستقیم ترین راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ صفار اور عیاشی نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس طریقہ سے مراد امام اور اس کی ولایت ہے جو سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے۔

گیارھویں آیت: ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھداکم۔ اس وجہ سے کہ تم نے خدا کو اس کی بزرگی کے ساتھ یاد کیا ہے۔ لہٰذا خدا نے تمہاری ہدایت کی ہے۔ محاسن میں روایت ہے کہ تکبیر تعظیم خدا ہے اور ہدایت ولایت اہل بیت ہے۔

بارھویں آیت: وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ (پ ۸ - ع ۱۲ - س اعراف)
یعنی اہل جنت کہیں گے کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے ہم کو اس جنت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہدایت کی یا ہم کو ایسے عمل کی طرف ہدایت کی کہ جس کی وجہ سے ہم ان نعمتوں کے مستحق ہوئے اور اگر خدا ہماری ہدایت نہ کرتا تو ہم ان چیزوں کی طرف ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔
کلینی نے بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی تو حضرت رسول خدا، امیرالمومنین اور تمام ائمہ کو بلایا جائے گا اور ایک طرف کھڑا کرکے پھر لوگوں کا حساب و کتاب ہوگا۔ اس وقت ائمہ لوگوں کی شفاعت کرتے ہوں گے۔ پس ان کے شیعہ اپنے ائمہ کا یہ مرتبہ دیکھ کر خوش ہوں گے اور شکر خدا کرکے کہیں گے الحمد للہ الذی ھدانا الخ یعنی اللہ کا شکر کہ جس نے ہم کو ولایت امیرالمومنینؑ اور آئمہ کی طرف ہدایت فرمائی۔

تیرھویں آیت: وممن ھدینا واجتبینا اذا تتلی علیھم آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا۔ (پ ۱۶ ع ۷ س مریم) یعنی جن لوگوں کی ہم نے ہدایت کی ہے اور ان کو چن لیا ہے ان کی یہ حالت ہے کہ جب ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ فوراً سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اور

یاد وخوف خدا میں روتے ہیں۔

طبرسی اور ابن شہر آشوب نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے ہم اہل بیت مراد ہیں۔ اور یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

تیئیسویں فصل

ان آیات کی تاویل کے بیان میں کہ جن میں امام اور امت آیا ہے، کہ اس سے آئمہ علیہم السلام مراد ہیں

اور وہ چند آیتیں ہیں

پہلی آیت: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ط (پ ۴ ع ۲ س آلعمران)

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ جو لوگوں کو امر خیر اور دین حق کی طرف بلائے اور برائیوں سے روکے۔

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے ولتکن منکم آئمۃ یعنی تمہارے پیشوا اور امام ایسے ہونے چاہئیں۔

مترجم گوید (اگر اس آیت میں امۃ ہو جب بھی آئمہ ہی مراد ہوں گے۔ اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا معصوم ہی کا کام ہے غیر معصوم خود گنہگار ہے۔ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا) مترجم باردو

دوسری آیت: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پ ۴ ع ۳ س آلعمران)

تم وہ بہترین گروہ ہو کہ جو کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کی تبلیغ کرتے اور

بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

علی بن ابراہیم نے بسند مثل صحیح ابن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے اس آیت کو ا
جعفر صادق کی خدمت میں تلاوت کیا تو امام نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ امت بہترین امت ہے
کہ جس نے حضرت علی اور امام حسنؑ و حسینؑ کو شہید کر ڈالا ایک شخص نے کہا کہ یا حضرت میں آپ
قربان ہو جاؤں پھر آیت کس طرح نازل ہوئی ہے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کنتم خیر ائمۃ
اخرجت للناس یعنی تم بہترین امام ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہو، کیا
نہیں دیکھتے ہو کہ اس کے بعد ایسی تعریف کی گئی ہے کہ جو امام کا کام ہے۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت محمد اور ان کے اوصیاء کے بارے
میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث معتبر میں امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت ہے کہ ا
سے وہ امت مراد ہے کہ جس کے بارے میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا واجب ہو گئی
ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (پ۱ ع۱۵ س بقرہ) واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل
منا انک انت السمیع العلیم ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وا
مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیھم رسولا
منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز
الحکیم یعنی اس وقت کو یاد کرو جب کہ ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمٰعیل
کہتے جاتے تھے کہ اے ہمارے خدا تو ہی بہترین سننے والا اور دانا ہے۔ اے خدا تو ہم کو اپنا ہی مطیع
بنائے رکھ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک گروہ اپنا ہی فرماں بردار رکھ اور ہم کو حج بتلا کر ہماری
توبہ قبول کر بیشک تو بڑا مہربان اور توباؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ اے ہمارے خدا اس
ذریت مسلم میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب
و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو اختلاف برے اعمال اور برے عقائد سے پاک کرے۔ بیشک تو
بڑا حکیم اور طاقتور ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ جب خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول کر لی اور ان کی ذریت میں آئمہ

علم مقرر کر دیئے تو خدا نے اس امت ہی سے رسول مقبول کو مبعوث فرمایا جو آیات الٰہی کی تلاوت کرتے اور علم و حکمت سکھاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نے اس کے بعد دوسری دعا یہ کی۔ رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام رب انهن اضللن كثيرا من الناس ومن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور الرحيم۔ اے خدا اس شہر مکہ کو جائے امن قرار دے۔ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا...... ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو شخص میری پیروی کرے گا بیشک وہ مجھ سے ہے اور جو تیری نافرمانی کرے تو بیشک تو بڑا مہربان اور غفور الرحیم ہے۔ امام نے فرمایا کہ امت مسلمہ اور آئمہ وہی رہیں گے کہ جن کے درمیان سے محمدؐ مبعوث ہوئے اور وہ ذریت ابراہیم ہوگی۔ لہٰذا امت وسط اور خیر امت اہل بیت رسول ہیں کہ رسول انہی میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔ خداوند عالم نے لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دیئے ہیں دعا خلیل کی وجہ سے واجعل افئدة من الناس تهوى اليهم۔ ابن شہر آشوب نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ خیر امت سے مراد اہل بیت رسول ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل بیت نبی تمام اہل بیت سے بہتر ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور ظاہر کئے گئے ہیں۔

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے انتم خير ائمة اور فرماتے تھے کہ جبرئیل اس کو اس طرح لے کر آئے تھے اور اس سے مراد محمدؐ، علیؑ اور ان کے فرزندوں میں سے ان کے اوصیاء ہیں۔

مترجم گوید: ان احادیث شریفہ سے معلوم ہو گیا کہ آیت میں چاہے کنتم ہو یا کنتم اور خیر امت ہو یا خیر آئمہ بہر حال یہ خطاب آئمہ طاہرین علیہم السلام سے ہے اور اس سے مراد یہی پاک ہستیاں ہیں اور اس سے مراد جمیع امت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ آیت کے سلسلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت سے مراد یہی امت محمدیہ ہے لہٰذا وسط امت کا ان رہا اسی وجہ سے ماننا ضروری ہے کہ امت اور رسول کے درمیان آئمہ واسطہ ہیں۔

تیسری آیت: وان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاتقون یعنی
(پ ۱۸ ع ۴ س مومنون)

یہ تمہاری اُمت ایک اُمت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ لہٰذا میرے عذاب سے بچو
اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اُمت سے مراد ملت ہے۔
ابن ماہیار اور ابن شہر آشوب نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ اُمت سے مراد آل محمد ہیں۔

چوتھی آیت: وجعلنا منھم ائمۃً یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون (پ ۲۱ ع ۱۶ س سجدہ) یعنی ہم نے ان میں سے امام اور پیشوا بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور انہوں نے بڑا صبر کر دکھایا اور وہ ہماری نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر فرعون اور اس کے لشکر کے بعد خدا فرماتا ہے وجعلنا ھم ائمۃً یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون واتبعنا ھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ ھُم من المقبوحین۔ (پ ۲۰ ع ۷ س قصص)

ہم نے انہیں ایسا امام بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ قیامت میں ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت ہی لعنت ہے اور قیامت میں ان کا انجام بہت ہی بُرا ہے۔

علی ابن ابراہیم کلینی، صفار، ابن ماہیار اور دوسرے حضرات نے بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ کتاب خدا میں ائمہ سے مراد امام ہے۔ اس لئے کہ خدا فرماتا ہے وجعلنا منکم ائمۃ یھدون بامرنا یعنی تم سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہمارے حکم کے مطابق حکم کرتے ہیں نہ لوگوں کے کہنے سے اور خدا کے حکم کو اپنے حکم پر مقدم رکھتے ہیں اور حکم خدا کو اپنے حکم سے آگے رکھتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار۔ یعنی گمراہ اور کافروں کے پیشوا وہ ہیں جو اپنے حکم اور خواہشات کو خدا کے حکم اور مرضی پر مقدم رکھتے ہیں اور کتاب خدا کے خلاف اپنی مرضی سے فیصلے کرتے ہیں۔ بصائر میں بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ دنیا میں نیکو کار کا امام بھی ہے اور بدکار کا بھی۔ نیک امام وہ ہے جس کو خدا نے پہلی آیت میں بتلایا اور بدکار کا ذکر دوسری آیت میں ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر یا امام عادل سے (کہ اس کے کہنے پر عمل کریں) یا امام فاجر سے (کہ اس کے راستے سے بچے رہیں) پھر امام نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ جناب امیر سے روایت ہے کہ امام قبیلہ قریش سے ہوں گے نیکوکار امام نیکوکاروں کے پیشوا اور امام ہیں۔ اور قریش ہی کے بدکار امام بدکاروں کے امام ہیں۔ پھر آپ نے اس دوسری آیت کی تلاوت کی۔

فرات بن ابراہیم اور ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں روایت کی ہے وجعلنا منھم آئمۃ یدعون بامرنا۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت ان اماموں کی شان میں ہے کہ جو اولاد فاطمہؑ سے ہیں اور یہی اولاد فاطمہ کے امام ہیں جو لوگوں کو خدا کے امر کی ہدایت کرتے ہیں۔

ابن ماہیار نے انہی امام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ذریت فاطمہ کے اماموں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور روح القدس ان کی طرف ان کے سینوں پر وحی کرتی ہے۔

مترجم گوید: اس باب میں حدیثیں بہت ہیں۔ مگر ہم نے جتنی ذکر کی ہیں صاحبان یقین کے لئے کافی ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ پہلی آیت حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے ذکر کے بعد ہے اور اسی طرح دوسرے مقام پر حضرت اسحاق و حضرت یعقوب اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے ذکر کے بعد وارد ہوئی ہے۔ اور دوسری آیت فرعون اور اس کے لشکر کے ذکر کے بعد واقع ہوئی ہے۔ پس پہلی آیت اہل بیت کی شان میں اور دوسری آیت ان کے دشمنوں کی شان میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے بار بار اس کا ذکر کیا ہے کہ خداوند عالم نے گزشتہ امتوں اور نبیوں کے حالات کا تذکرہ اسی لئے کیا ہے کہ یہ امت ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کی نظیر اس امت میں جاری کریں۔ پس آیت کا ظاہر تو ان لوگوں کی شان میں ہے اور باطن آیت نظیر کے لئے ہے۔ اور نظیر انبیاء بنی اسرائیل اس کی امت حضرت رسول خدا اور وہ امام ہیں جو آنحضرت کے بعد ہیں اور ان کے دشمن فرعون نمرود اور قارون کی طرح ہیں اور قرآن کی اکثر آیتیں ایسی ہیں کہ آیت کا پہلا حصہ کسی اور کی شان میں ہے اور آخری حصہ کسی دوسرے کی شان میں ہے۔

پانچویں آیت: وکذالک جعلنا کم اُمّۃً وسطاً۔ یعنی ہم نے تم کو اسی طرح امت وسط یا بہترین امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

آئمہ طاہرین کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہم امت وسط ہیں اور ہم لوگوں پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی زمین پر اس کی حجت ہیں۔ اس سلسلہ میں شاہد کے بیان میں بہت سی حدیثیں بیان ہو چکی ہیں

چھٹی آیت: کل شیٔ احصیناہُ فی امامٍ مبین۔ ہم نے اس پیشوا میں جو بیان کرنے والا ہے ہر چیز کا علم اکٹھا کر دیا ہے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے اور آئمہ طاہرین کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے کہ امام مبین سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں کہ جن میں خداوند عالم نے ہر چیز کا علم جمع کر دیا ہے۔

معانی الاخبار میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ کیا امام مبین سے مراد توریت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ کیا انجیل مراد ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر کہا کہ قرآن مجید ہے پھر رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ اسی دوران میں جناب امیرؑ کی سواری آگئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہے وہ امام کہ جس میں تمام اشیاء کا علم اکٹھا کر دیا ہے۔ اس سلسلہ کی حدیثیں بہت ہیں۔ انشاء اللہ حضرت امیرؑ کے حالات میں بیان کریں گے۔

چونتیسویں فصل

اس بیان میں کہ سلم اور اسلام آئمہ طاہرین اور ان کے دوستوں کی شان میں ہے

اس میں چند آیتیں ہیں

پہلی آیت: یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفۃً ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہٗ لکم عدوٌ مبین۔ (پ ۲ ع ۹ س بقرہ)

اے گروہ مومنین سلم میں داخل ہو جاؤ یعنی ہمہ تن اطاعت و پیروی کرنا اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

عیاشی نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ سلم سے مراد ولایت علی ابن ابی طالب اور ان اماموں کی معرفت و اقرار بامامت کہ جو ان کے بعد ان کے وصی اور جانشین ہیں ہے، اور خطوات شیطان ان کے اغیار کی پیروی ہے۔

کلینی۔ ابن بابویہ اور دیلمی وغیرہ نے بھی اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے۔

مترجم گوید، یہ تاویل بالکل صاف اور صریح ہے اس لئے کہ مومنوں سے خطاب کرنا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اس کے کوئی معنی نہ ہونے (اس لئے کہ اسلام کا مرتبہ پہلے ہے اس کے بعد ایمان کی منزل ہے) اور یہ خطاب اس جماعت سے ہے کہ جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتی اور ہر اس حکم میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے پیروی کرتی ہے اور سب سے بہتر وہ چیز کہ جس کی طرف ان کو بلایا گیا ہے ولایت اہل بیت ہے جو جمیع عبادات کے قبول کی شرط اور تمام علوم کے حصول کا دروازہ ہے یا یہ خطاب منافقین سے ہے کہ جو بظاہر ایمان والے ہیں مگر باطن میں امیر المومنین کی ولایت اور تمام فرمودات رسول مقبولؐ کا انکار کرتے ہیں اور ان باتوں پر بھی باطن میں ایمان نہیں رکھتے، جن میں سب سے بہتر ولایت ہے۔

دوسری آیت: ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون ورجلاً سلماً لرجل ھل یستویان مثلاً الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون (پ ۲۳ ع ۲، ۱۷ س م)

خدا نے اس غلام کی مثال دی ہے کہ جس میں کئی جھگڑالو شریک ہیں اور ایک غلام ہے کہ جو صرف ایک شخص کا ہے کیا ان دونوں کی مثال امر حالت یکساں ہے، ہرگز نہیں۔ قابل تعریف ہے وہ خدا جس نے حق کو ظاہر کر دیا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے یہ مثل مشرکین اور موحدین کے لئے بیان کی ہے۔ یعنی مشرک وہ غلام ہے کہ جو چند آقاؤں کی خدمت کرتا ہے کہ آقاؤں کے احوال ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں۔ ایک آقا کسی کام کا حکم دیتا ہے دوسرا دوسرے کام کا حکم کرتا ہے اور ان آقاؤں میں سے ہر ایک اس کی ذمہ داری کو ایک دوسرے کے حوالے کرتا ہے۔ اس لئے کہ اگر فرض کرو کہ ان کو شعور بھی ہو اور

یہ سمجھیں کہ وہ عبادت اور اعمال جو یہ بجالاتے ہیں ایسے ہی رہیں گے کہ نتیجہ کچھ حاصل نہیں ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔ موحد کہ جس نے اپنے آپ کو ایک خدا کے حوالہ کر رکھا ہے اور اس ایک خدا کی بندگی کرتا ہے جو رحیم الکریم اور قادر مطلق ہے اور جو نفع پہنچانے اور نقصان دینے دونوں پر قادر ہے۔ یقیناً یہ ان سے بہتر ہے جو چند خداؤں کی بندگی کرتا ہے اور ان میں سے ایک بھی اس کی خبر نہیں لیتا۔

کلینی نے کافی اور معانی الاخبار میں روایت کی ہے کہ خدا نے یہ مثل امیرالمومنین اور ان کے دشمنوں کے لئے بیان کی ہے، دو طریقہ سے

پہلی وجہ: رجلا فیہ شرکاء سے مراد وہ امام ہے کہ جس کے پیرو مختلف راستوں پر ہیں - - - - - - اور چونکہ ان کا امام برحق نہیں ہے۔ لہٰذا لوگوں کے مختلف فرقے ہو گئے۔ اور رجلاً سلماً لرجل سے مراد شیعیان امیرالمومنین ہیں کہ ان کا امام برحق ہے کہ جس کا علم خدا کا دیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے پیرو ایک طریقہ پر ہیں۔

دوسری وجہ: رجل اول سے مراد وہ صحابہ ہیں کہ جو رسول اللہ کے بھی پیرو تھے۔ اور اپنی غلط راہوں میں شیطان کے تابع تھے۔ اور رجل دوم سے مراد امیرالمومنین کی ذات مبارک ہے کہ جو تمام امور میں صرف حضرت رسول مقبول کے پیرو تھے جیسا کہ ابوالقاسم حسکانی نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ میں وہ مرد ہوں کہ جو رسول اللہ کے ساتھ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ ایک نام میرا قرآن میں سلم بھی ہے۔

تیسری آیت: (پ ۱۰ ع ۴ س انفال) وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم۔

اگر یہ لوگ اطاعت و صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت آیۂ قتال سے منسوخ ہو گئی ہے اور اگر منسوخ نہیں ہوئی تو یہ آیت مخصوص ہے صرف اہل کتاب کے لئے کہ جن سے جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔

کلینی نے بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہمارے امر ولایت و محبت

میں داخل ہونا مسلم ہے۔ یعنی ہم اہل بیت کی امامت کو قبول کرنا۔

مترجم گوید: اس تاویل کی بناء پر ضمیر کا مرجع منافقین ہوں گے۔ یعنی اگر یہ منافقین بظاہر علی ابن ابیطالب کی امامت قبول کرلیں تو اے رسول تم بھی مان لو۔ اگرچہ تم جانتے ہو کہ یہ منافقین ہیں اور یہ جعلسازی اور مکاری کر رہے ہیں۔

پینتیسویں فصل

اس بیان میں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام خدا کے ایسے خلفاء ہیں کہ جن کو خدا روئے زمین پر متمکن کرنا چاہتا ہے اور ان کی نصرت کا خدا نے وعدہ کیا ہے

اس سلسلہ میں بعض وہ آیات ہیں جو قائم آل محمد کی شان میں ہیں:

اس فصل میں بہت سی آیتیں ہیں

پہلی آیت: (پ ۲۰۔ ع ۴۔ س قصص) نتلوا علیک من نبإ موسیٰ وفرعون بالحق لقوم یؤمنون ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعًا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناءهم ویستحیی نساءهم انه کان من المفسدین ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم الوارثین ونمکن لهم فی الارض ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون۔

اے رسولؐ ہم تم کو موسیٰ اور فرعون کی سچی سچی باتیں بتلاتے ہیں اور یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لاتے ہیں کہ فرعون نے روئے زمین پر بڑا عروج حاصل کیا اور اس نے لوگوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو ایسا کمزور کر دیا کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا۔ اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بیشک فرعون فسادیوں میں سے ایک فسادی تھا۔ ہم نے چاہا کہ کمزور گروہ پر احسان کریں روئے زمین پر کہ ان کو پیشوا اور وارث قرار دے کر ان کو روئے زمین

پر تمکن عطا کریں۔ پھر فرعون، ہامان اور ان دونوں کا لشکر جس بات سے ڈرتا تھا وہی ان کو دکھا دیں ⁂

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو اس بات کی خبر دی جو موسیٰ اور ان کے اصحاب کو فرعون کے قتل و غارت اور ظلم و ستم سے تکالیف پہنچی تھیں تاکہ آنحضرتؐ کو اہلبیت کے مصائب کے بارے میں تسلی ہو جائے۔ پھر خدا نے تسلی کے بعد آنحضرتؐ کو بشارت دی ہے کہ ان مظالم کے بعد خداوند عالم کس طرح ان پر اپنا فضل و کرم کرے گا۔ کہ ان کو روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنائیگا اور ان کو اُمت کا امام اور پیشوا بنائے گا۔ اور رجعت میں ان کو ان کے خاص خاص دشمنوں کے ساتھ دنیا میں واپس لائے گا تاکہ اہل بیت ان سے انتقام لیں۔ پس خدا نے فرمایا و نریدان نمن یہاں تک کہ کہا و نری فرعون و ھامان و جنود ھا یہ ان لوگوں سے کنایہ ہے کہ جنھوں نے آل محمدؐ حق غصب کیا اور آل محمدؐ کو قتل وغیرہ کی بلا سے ڈرتے تھے۔ اگر یہاں موسیٰ کو فرعون پر غلبہ دینا مقصود تھا تو ضمیر واحد ہوتی نہ کہ جمع۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ اور فرعون کا تذکرہ تو صرف مثال کے طور پر ہے۔ یعنی جس طرح فرعون نے ایک مدت تک موسیٰ اور ان کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کیا اور آخر کار موسیٰ کو غلبہ اور فتح و ظفر حاصل ہوئی اور فرعون و فرعونی سب ہلاک ہوئے۔ اسی طرح اہل بیت کا اس امت کے فراعنہ سے خوفزدہ رہنا اور ظلم و ستم برداشت کرنا ہے کہ آخر کار دنیا میں ان کو ان کے دشمنوں کے ساتھ واپس کریں گے تاکہ اہل بیت اپنا انتقام لیں اور ان کو قتل کر دیں۔ تحقیق حضرت امیر المومنین نے اپنے بعض خطبات میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو سب سے پہلے روئے زمین پر جس نے خدا سے بغاوت کی ہے وہ عناق آدم کی بیٹی ہے کہ خدا نے اس کے بیس انگلیاں پیدا کی تھیں اور ہر انگلی میں دو بڑے بڑے خنجر کی طرح ناخون تھے کہ جن سے وہ کاٹا کرتی تھی اور جب وہ بیٹھتی تھی تو ایک جریب زمین گھیر لیا کرتی تھی۔ جب وہ نافرمان اور کافر ہو گئی تو لوگوں پر ظلم و ستم کرنے لگی کہ آخر خداوند عالم نے اس کے ہلاک کرنے کے لئے ایک ہاتھی جیسا شیر، اونٹ جیسا بھیڑیا اور خچر جیسا گدھا پیدا کیا۔ تمام جانور شروع شروع میں اتنے ہی بڑے بڑے تھے۔ آخر کار خدا نے ان قہار درندوں کو اس پر مسلط کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کو مار ڈالا گیا۔ بیشک خدا نے

فرعون اور ہامان کو مار ڈالا۔ اس قرینہ سے کہ آنحضرت نے بعد میں ان سے شکایت کی کہ انہوں نے حضرت کا حق غصب کیا۔ ان کی توبہ قابل قبول نہیں اور یہ لوگ برزخ میں قیامت تک عذاب میں ہیں اور آخر کار جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ مثال قائم آل محمد سے کتنی ملتی جلتی ہے کہ پوشیدہ پیدا ہوئے فرعون و اصحاب فرعون سے ہمیشہ ڈرتے اور چھپتے پھرتے تھے یہاں تک پیدائش میں ظاہر ہوئے اسی طرح حضرت قائم ہیں کہ پیدائش کے وقت بھی خوف رہا اور پرورش میں خوف رہا اور ظہور کے وقت تک خوف ہے۔ لیکن خدا جب ظاہر کریگا تو موسیٰ کی طرح ان کو بھی غلبہ حاصل ہوگا۔

معانی الاخبار میں مفضل سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ایک روز رسولؐ خدا علی اور حسن و حسین علیہم السلام کی طرف دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد ضعیف قرار دیئے جاؤ گے۔

مفضل نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ یا حضرت اس سے مراد کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم میرے بعد امام بنائے جاؤ گے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ الخ پس خدا نے وعدہ کیا ہے کہ مظلوموں کو امام بنائیں گے۔ اور اس آیت کا حکم ہم اہل بیت پر قیامت تک جاری ہے کہ ہر زمانہ میں ہم میں سے امام ہوتا رہیگا

حضرت امیر سے روایت ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ماہیار، شیخ طبرسی اور دوسرے حضرات نے بہت سی سندوں سے حضرت امیرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور گھاس کو اُگایا اور مخلوقات کو پیدا کیا یقیناً یہ دنیا غداری کرے گی اور خاموشی کے بعد ہم پر مہربان ہوگی جسطرح وہ اونٹ ہو جو بدمزاج اور کٹکھنا ہو اور بعد میں اپنے بچوں پہ مہربان ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے یہ آیت پڑھی ونرید ان

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک روز امام محمد باقر نے امام جعفر صادق پر نظر کر کے کہا کہ بخدا یہ بھی اس آیت میں شامل ہے اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

امام زین العابدین سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا اس خدائے برحق کی قسم کہ جس نے محمد کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ نیکوکار ہم اہل بیت ہیں اور ان کے شیعہ ایسے ہیں جیسے موسیٰ اور

ان کے شیعہ اور ہمارے دشمن اور ان کے پیروکار ایسے ہیں جیسے فرعون اور اس کے کارندے اور پیروکار تھے۔

فرات بن ابراہیم نے ثویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے کہ امام زین العابدین نے فرمایا کہ قرآن پڑھو میں نے طسم کی تلاوت کی پس جب میں اس آیت ونجعلھم الوارثین پر پہنچا تو حضرت سجاد نے فرمایا بس کافی ہے اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم کہ جس نے محمد کو بھیجا ہے ابرار اہل بیت سے ہیں۔ اور ہمارے شیعہ موسیٰ کے شیعوں کی طرح ہیں۔

علی ابن ابراہیم وغیرہ نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے منہال نے حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد حضرت سید سجاد سے پوچھا کہ مولا صبح کس طرح کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم اس طرح صبح کرتے ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل قوم فرعون میں صبح کرتے تھے کہ ہمارے بچوں کو ذبح کیا گیا اور ہماری عورتوں کو قیدی بنایا گیا۔ اس آیت کی تاویل میں کہ یہ شان اہل بیت میں ہے بہت سی حدیثیں ہیں جو قائم آل محمد کے ذکر میں بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ۔ اور ان تاویلات کی مطابقت آیت سے بالکل واضح اور روشن ہے۔ جیسا کہ ہم نے پچھلی فصلوں میں بیان کیا ہے

دوسری آیت: (پ ۵۔ع ۷۔ س نساء) ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیراً ۔

اے لوگو کیا ہو گیا ہے تم کو کہ خدا کی راہ میں قتال نہیں کرتے ہو اور ان کمزور و مجبور مرد، عورتوں اور بچوں کو نجات دلانے کے لئے جو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے خدا ہم کو اس ظالموں کی بستی سے باہر نکال اور ہمارے لئے اپنی طرف سے ہمارا والی اور مددگار مقرر فرما۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جو کہ میں اسلام لانے کی وجہ سے ظالم کافروں کے پنجۂ ظلم میں تھے اور مدینہ آنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ خداوند عالم نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے تاکہ ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلائی جا سکے جو کافروں کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے۔

عیاشی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ اس امت کے ظالموں نے آئمہ طاہرین کو ضعیف و کمزور کر دیا ہے اور کوئی یار و مددگار نہیں۔ لہٰذا حق تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ ہو کر ان کے ظالموں سے جہاد کریں اور یہ تاویل مناسب ہے اور اس تاویل کی بنا پر ممکن ہے کہ قریۃ سے مراد مدینہ طیبہ ہو۔ اسی وجہ سے جناب امیرؑ نے وہاں سے کوفہ کو ہجرت کی اور اہل کوفہ نے آپ کی کوئی مدد نہیں کی۔ یا یہ کہ یہ تاویل آیت کا باطن ہے جو ظاہر آیت کے مخالف نہیں ہے۔

تیسری آیت: (پ ۱۸ ع ۱۳ س نور) وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امناً یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون

یعنی خدا نے وعدہ کیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں بیشک خدا ان کو پچھلے والوں کی طرح روئے زمین کا خلیفہ مقرر کرے گا۔ اور ان کے لئے اس دین کو جو ان کو پسند ہے تمکن عطا کرے گا۔ بیشک خدا ان کے خوف و ہراس کو امن و اطمینان سے بدل دے گا اور وہ ایسے ہیں جو کسی کو میرا شریک قرار نہیں دیتے۔ اب جو بھی اس کے بعد کفر اختیار کرے گا وہ فاسق ہے۔

کلینی وغیرہ نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بسند معتبر روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ اُن اولی الامر کے لئے مخصوص ہے کہ جو بعد رسول ہیں خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بشارت دی ہے کہ ان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے اپنے علم کی اشاعت اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے جس طرح آدم کے وصیوں کو ان کا جانشین قرار دیا۔

عیاشی نے روایت کی ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

عیاشی وغیرہ نے حضرت سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ یہ اطمینان کی بشارت ہمارے شیعوں کے لئے ہے بزمانۂ قائم آل محمد اور قائم وہ ہے کہ جس کے متعلق رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اگر

دنیا سے ایک دن بھی باقی رہے گا تو خدا اس دن کو طویل کر دے گا کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند جو میرا ہم نام ہوگا لوگوں کا حاکم ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

فرات ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آل محمد کی شان میں ہے اور بہت سی علامات اور زیارتوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جو ان آیات کے ذیل میں ذکر کی جائیں گی۔ جو قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

چوتھی آیت: (پ ۱۷-ع ۱۳-س حج) الذین ان مکنّاهم فی الارض اقاموا الصلوٰة و اٰتوا الزکوٰة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنکر ولله عاقبة الامور و ان یکذبوک فقد کذبت قبلهم قوم نوح و عاد و ثمود و قوم ابراهیم و قوم لوط و اصحاب مدین و کذب موسیٰ فاملیت للکافرین ثم اخذتهم فکیف کان نکیر ط

یعنی اگر ہم ان لوگوں کو روئے زمین پر اختیار دے دیں تب بھی یہ نماز کو قائم کریں گے۔ زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ تمام امور کی بازگشت بیشک خدا ہی کی طرف ہے۔ اور اے رسول اگر یہ تم کو جھٹلائیں تو یہ ان کی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے اور ہر نبی کی قوم نے جیسے قوم نوح و عاد نے جو ہودؑ کی قوم تھی اور ثمود جو حضرت صالح کی قوم تھی نے، قوم ابراہیم نے، قوم لوط نے، اصحاب مدین نے جو حضرت شعیب کی اُمت تھی اور موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰؑ کو جھٹلایا۔ پس ہم نے ان جھٹلانے والے کافروں کو مہلت دے رکھی ہے اور پھر ہم نے ایسا پکڑا کہ پھر وہ ہمارا انکار نہ کر سکے۔

ابن شہر آشوب، ابن ماہیار اور فرات وغیرہ نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے وہ ہم ہیں۔

ابن ماہیار نے بسند معتبر امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ میں ایک روز اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق کے پاس مسجد میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور اُن حضرت کے قریب کھڑا ہو گیا اور کہا اے فرزند رسول خدا میری سمجھ میں کتاب خدا کی اس آیت کا مطلب نہیں آیا۔ میں نے جابر جعفی سے پوچھا تو اس نے آپ کا حوالہ دے کر کہا کہ امام سے پوچھو

یہ سن کر حضرت صادق نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے راوی نے کہا کہ الذین ان مکناھم تا آخر آیت، امام نے فرمایا کہ یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت فلاں حضرت فلاں اور ان کے ساتھ ایک جماعت جن کا حضرت نے نام لیا یہ سب رسول خدا کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ یہ امر خلافت و امارت آپ کے بعد کس کے لئے ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ کے اہل بیت سے کوئی مرد ہوگا تو ہم کو اپنی جانوں کا خوف ہے اور اگر اہل بیت کے سوا کوئی اور ہو تو شاید وہ ہمارے لئے نزدیک تر اور مہربان تر ہوگا۔ پس یہ گفتگو سن کر آنحضرت بہت زیادہ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ بخدا اگر خداوند عالم ان اہل بیت کو روئے زمین پر متمکن کرے تو بیشک یہ نماز کو اس کے وقت پر قائم کریں گے اور زکوٰۃ کو اس کے محل پر صرف کریں گے۔ اور لوگوں کو اچھی باتوں کی تلقین کریں گے اور بری باتوں سے روکیں گے۔ بیشک خدا اس کی ناک ذلت و رسوائی کی مٹی پر رگڑے جو میرے اہل بیت اور میرے فرزندوں کو دشمن رکھے بس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی وان یکذبوک فقد کذبت قبلھم الخ

ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ پہلی آیت آل محمد کے مہدی اور اس کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ خداوند عالم ان کو زمین کے مشرق و مغرب کی حکومت عطا کرے گا اور دین حق کو ان کے ذریعہ ظاہر کرے گا اور ان کے اور ان کے اصحاب کے ذریعہ بدعتوں کو مٹائے گا جس طرح بیوقوفوں اور ظالموں نے حق کو مردہ بنا رکھا ہوگا اور مہدی کے زمانہ میں ظلم کا نام و نشان نہ ہوگا اور وہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم کریں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔ ہر امر کا انجام خدا کے ہاتھ ہے۔

پانچویں آیت: (پ ۲۰ - ع ۱۰ - س قصص) افمن وعدناہ وعدًا حسنًا فھو لاقیہ کمن متعناہ متاع الحیوٰۃ الدنیا ثم ھو یوم القیامت من المحضرین۔

کیا وہ شخص جس سے ہم نے بڑا اچھا وعدہ کیا ہے اور پھر اس کے ساتھ وہ وعدہ بھی پورا کیا جائے گا کیا وہ اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے دنیا کی چند روزہ زندگی میں مہلت دے رکھی ہے اور پھر وہ قیامت کے روز عذاب خدا میں ڈال دیا جائے گا اور اس کو دنیاوی لذتیں کچھ فائدہ نہ دے سکیں گی۔

ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت امیرالمومنین اور حضرت حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

دیلمی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا نے جس سے وعدہ کیا ہے وہ امیرالمومنین ہیں کہ خدا نے ان کو اور ان کے دوستوں کو قیامت کے روز جنت کا وعدہ دیا ہے اور جن کو عذاب عذاب میں ڈال دیا جائے گا وہ ان کے دشمن ہیں کہ جنہوں نے ان کا حق غصب کر کے دنیا میں ناحق بادشاہی حاصل کی خدا نے ان کو چند روزہ مہلت دے دی تھی۔

چھٹی آیت: سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ یعنی ہم بہت جلد ان کو روئے زمین اور آفاق میں اور ان کی جانوں میں اپنی علامتیں اور نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کو یقین ہو جائے گا کہ حق یہ ہے۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ آفاق میں نشانی دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ دشمنان اہل بیت پر زمین تنگ ہو جائے گی۔ حضرت قائم آل محمد کے زمانہ میں اور جانوں میں علامت دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ بعض ان دشمنوں میں سے حیوانات کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ قائم آل محمد یہ ہے اور حق اس کے ساتھ ہے۔

چھتیسویں فصل

اس بیان میں کہ قرآن مجید کے کلمہ اور کلام کی تاویل اہلبیت علیہم السلام اور ان کی ولایت سے کی گئی ہے!

اس مقام پر بہت سی آیتیں ہیں

پہلی آیت: (پ ۲۵-۹۵-س زخرف) وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون۔

خداوند عالم نے یہ آیت حضرت ابراہیم کے قصہ کے بعد بیان کی ہے کہ بعد ابراہیم نے کلمہ توحید کو

براہیم کے بعد باقی رکھا یعنی ابراہیم کی ذریت میں سے ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا ضرور تھا جو خدا کی توحید کا قائل اور لوگوں کو خدا کی یگانگی کی طرف دعوت دیتا تھا۔ شاید مشرک موحدین کی دعوت پر آجائیں۔
بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ کلمہ باقیہ سے مراد امامت ہے۔ جو حضرت ابراہیم اور حضرت رسولؐ خدا کے بعد قیامت تک باقی ہے۔

چنانچہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کلمہ باقیہ سے مراد کلمہ توحید ہے اور بعض کہتے ہیں کہ امامت مراد ہے جو ذریت ابراہیمی میں قیامت تک ہے۔

حضرت صادق سے بھی ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے اور کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے ان کے عقب سے مراد کون ہے بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم کے فرزند میں قیامت تک۔ اسدی نے کہا ہے کہ اس سے آل محمد مراد ہیں۔

ابن ماہیار نے سلیم بن قیس سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہم مسجد میں تھے کہ امیر المومنین ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا کہ جو کچھ چاہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ اور قرآن کی تفسیر کے بارے میں سوال کرو اس لئے کہ قرآن مجید میں علم اولین و آخرین ہے اور کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو اور قرآن کی حقیقت کو سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا اور راسخون فی العلم ایک نہیں ہے بلکہ بہت ہیں جن میں سے ایک حضرت رسولؐ خدا ہیں۔ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو قرآن کی تعلیم دی تھی اور آنحضرتؐ نے مجھے تعلیم دی اور مسلسل آنحضرتؐ کے فرزندوں میں یہی یہ علم رہے گا تا روز قیامت۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی کہ خداوند عالم تابوت سکینہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھارون تحملہ الملائکۃ یعنی تابوت میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور آل موسیٰ و آل ہارون کے تبرکات ہیں کہ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت نے یہ آیت نظیر کے طریقہ پر پیش کی یعنی جس طرح موسیٰ اور ان کے وصی ہارون سے بقایا اور آثار تابوت سکینہ میں محفوظ تھے۔ اسی طرح پیغمبر آخر الزمان اور ان کے وصی کے علوم و آثار ان کی ذریت طاہرہ کے پاس محفوظ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میری نسبت رسولؐ خدا سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور آنحضرتؐ کا علم تا روز قیامت ان کی ذریت میں ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت

فرمائی۔ وجعلها کلمة باقیة فی عقبه - پھر آپ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا ابراہیم کے بعد تھے اور میں حضرت محمدؐ اور حضرت ابراہیم دونوں کے بعد ہوں۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور علم امام حسین کے بعد سے مسلسل باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے یہ علم و مرتبہ بھائی یا چچا کو نہیں ملتا اور حضرت امام حسین کے بعد سے کوئی امام ایسا نہیں ہے جو فرزندی میں نہ ہو۔ امام دوازدہم تک اور چونکہ عبداللہ افطح بغیر فرزند کے دنیا سے گئے لہذا وہ امام نہیں۔

علی ابن ابراہیم نے بھی روایت کی ہے کہ کلمہ اور لعلهم یرجعون سے رجعت مراد ہے یعنی یہ لوگ قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے۔

کتاب اکمال الدین میں مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ مفضل نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی وجعلها کلمة باقیة۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے امامت مراد ہے کہ اس کو خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے بعد تا روز قیامت قرار دیا ہے۔ ------

------ مفضل نے کہا یا حضرت خدا نے امام حسین کی اولاد میں امامت کو کیوں قرار دیا ہے۔ امام حسن کے فرزندوں میں قرار کیوں نہیں دی گئی۔ حالانکہ دونوں حضرات رسولؐ خدا کی بیٹی کے بیٹے اور بہترین جوانان جنت اور سگے بھائی تھے۔ امام نے فرمایا کہ موسیٰ و ہارون پیغمبر مرسل اور بھائی تھے لیکن خدا نے امامت فرزندان ہارون میں قرار دی، نہ فرزندان موسیٰ میں کسی کو حق نہیں کہ خدا سے پوچھے کہ ایسا کیوں کیا ہے۔ اسی طرح امامت روئے زمین پر خدا کی خلافت ہے کسی کو یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ خدا نے امامت کو فرزندان امام حسینؑ میں کیوں قرار دیا اور فرزندان امام حسن میں کیوں قرار نہیں دیا اس لیے خدا کا ہر فعل حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے حکمت سے کرتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون یعنی خدا جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق کوئی سوال نہیں کر سکتا۔ البتہ لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے یہ کیا کیا۔

دوسری آیت: (پ ۲۳ - ع ۹ - س ص) ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون۔ یعنی ہم نے اپنے رسولؐ بندوں سے پہلے ہی وعدہ

کہا گیا ہے۔ کہ بیشک ان کی مدد کی جائے گی۔ اور یقیناً ہمارا لشکر کافروں پر غالب ہے۔
ابن شہر آشوب نے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم اللہ کا غالب لشکر ہیں۔
مؤلف گوید: ممکن ہے کہ امام کی مراد یہ ہو کہ ہم وہ کلمہ ہیں یا ہماری ولایت وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام پر پیش کی گئی تھی وانھم لھم المنصورون کلمہ دیگر استیناف ہو۔ یا یہ مقصود ہو کہ ہماری نصرت بھی اسی نصرت میں داخل ہے کہ جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ہماری مدد اور دوستی رسول خدا کی مدد ہے اور آخر زمانہ میں اللہ ہماری مدد کرے گا۔
تیسری آیت: ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم (پ ۲۱ ع ۱۲۔ س لقمن)
یعنی اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور ساتوں سمندر مل کر روشنائی ہو جائیں اور کلمات خدا کو لکھنا شروع کریں تو لکھ نہیں سکتے۔ بیشک خدا عزیز اور غالب ہے۔ جو کچھ وہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور اس کا ہر کام حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کلمات خدا سے مراد تقدیرات خدا ہیں یا خدا کے علوم وعدہ اور وعید کے ساتھ
احتجاج میں روایت ہے یحیٰی ابن اکثم نے امام علی نقی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی امام نے فرمایا کہ سات دریاؤں سے مراد یہ ہے۔ گندک کا چشمہ۔ چشمہ یمن۔ چشمہ برہوت۔ چشمہ طبریہ، گرم آبہ اسیلان۔ گرم آبہ افریقیہ اور چشمہ ماجوران اور ہم۔ کلمات خدا ہیں کہ ہمارے فضائل کا احاطہ کرنا ناممکن ہے اور اس کی مؤید وہ حدیث ہے جس کو رسولؐ خدا سے عامہ و خاصہ (سنی اور شیعہ) دونوں نے روایت کیا ہے۔ اگر سارے درخت قلم ہو جائیں اور تمام دریا سیاہی بن جائیں اور تمام جن وانس کاتب ہو جائیں پھر بھی علی ابن ابی طالب کے فضائل سے عشر عشیر بھی نہیں لکھ سکتے۔
کلینی وغیرہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ہر شب قدر میں امام زمانہ پر تمام امور متعلقہ کی تفسیر نازل ہوتی رہتی ہے۔ چاہے وہ امور امام زمانہ سے متعلق ہوں یا اس کی رعیت سے اور دوسرے اوقات میں ہر روز امام کے علم خاص اور علم مکنون سے خدا امام زمانہ پر عجیب عجیب خزانے نازل کرتا رہتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث دلالت نہیں کرتی

ہے کہ کلمات سے مراد وہ علوم ہوں کہ جو خدا کی جانب سے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ یہ بھی ان حضرات کی ایک فضیلت ہے۔ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً (پ ۱۶ ع ۳ س کہف)

یعنی اے رسول کہدو کہ اگر سارے دریا کلمات خدا کے لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں۔ تب بھی دریا خشک ہو جائیں گے۔ مگر میرے پروردگار کے کلمات ختم نہیں ہوں گے چاہے ایسے ہی اور دریا مل جائیں۔ امام نے فرمایا جانتے ہو کہ تفسیر اہل بیت میں کلمات سے مراد ان کے وہ فضائل و علوم ہیں جو برابر خدا کی جانب سے ان پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اس کے بعد مذکور ہوگا۔ وہ احادیث جن میں کلمۃ اللہ اور کلمات اللہ کی تفسیر اہل بیت علیہم السلام سے کی گئی ہے۔ بہت ہیں۔

چوتھی آیت: (پ ۱ ع ۴ س بقرہ) فتلقّٰی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم ط یعنی جب آدم جنت سے زمین پر تشریف لائے تو آدم نے خدا سے چند کلمات سیکھے۔ پس خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک خدا بندوں کی دعاؤں کو بڑا قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

ان کلمات کے بارے میں بہت اختلاف ہے جس کا ذکر ہم نے پہلی جلد میں کیا ہے۔ کلینی اور ابن بابویہ نے معانی الاخبار اور خصال میں شیخ طوسی اور شیخ طبرسی اور ایک جماعت نے امام جعفر صادق امام محمد باقر، رسول خدا علیہم السلام اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ آدم نے کہا اے خدا میں تجھ سے بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم کر۔ میری لغزش کو معاف کر اور میری توبہ کو قبول فرما۔ پس خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا نے ان بزرگواروں کی منزلت کی خواہش کی تو اس ترک اولیٰ کی بلا میں مبتلا ہو گئے اور کافی عرصہ تک روتے زمین پر گریہ وزاری کرتے رہے اور خدا سے چاہا کہ ان کی توبہ قبول ہو تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ تم نے اس گروہ کی منزلت کی خواہش کر کے اپنے اوپر ستم کیا کہ جن کو خدا نے تم پر فضیلت عطا کی ہے۔ لہٰذا اب تم ان ناموں کے واسطے سے سوال کرو کہ جن کو تم نے ساق عرش پر لکھے ہوئے دیکھا تھا تاکہ خدا تمہاری توبہ قبول کرے۔ پس آدم نے کہا کہ اے خدا

میں تجھ سے ان افراد کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ جو تجھ کو تیری مخلوق میں عزیز ترین اور محترم ترین ہیں محمدؐ و علیؑ ۔ فاطمہؑ ۔ حسنؑ اور حسینؑ کہ میری توبہ قبول کر اور مجھ پر رحم کر پس خدا نے ان کی توبہ فوراً قبول کر لی۔ ایک روایت میں ہے کہ آدم نے بحق محمدؐ و آل محمدؐ کہہ کر توبہ کی۔

ابن مغازلی شافعی نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں اسی مضمون کی حدیث لکھی ہے۔ ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزماً۔ یعنی ہم نے آدم سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا۔ مگر وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی ارادہ نہیں پایا۔ امام نے فرمایا کہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی کہ ہم نے آدم کو چند کلمات سکھائے تھے۔ محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ اور ان کی اولاد کے آئمہ کے بارے میں عہد لیا تھا۔ پس آدم سے یہ ترک ہو گئے اور ہم نے ارادہ نہیں پایا اس باب کی حدیثیں حضرت آدم کے حالات میں گزر چکی ہیں۔ پہلی جلد میں۔ (تفسیر در منثور جلد اول صفحہ ۱۹ سطر ۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ کلمات سے مراد اسمائے پنجتن محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ہیں۔ (مترجم بارہوی)

چھٹی آیت: و اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن (پ ۱ ع ۱۵ س بقر) یعنی اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب کہ ان کے رب نے چند کلمات کے بارے میں امتحان لیا تھا۔ پس ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا۔ ان کلمات کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی سنتہا حنیفہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مطلق تکالیف ہیں۔

ابن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ مفضل بن عمر نے امام جعفر صادقؑ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی کلمات ہیں کہ جو حضرت آدم نے خدا سے سیکھے تھے اور جن کے ذریعہ ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ آدم نے اپنے خدا سے سوال کیا تھا کہ اے خدا میں محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے ذریعہ سے توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ قبول کر، پس خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ مفضل نے کہا کہ پھر اتمھن کے معنی کیا ہوں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ ابراہیم نے تا قائم آل محمدؐ ایک ایک امام کے نام کو یاد کر کے سُنا دیا۔

مترجم گوید: یہ تاویل تتمۂ آیت سے بہت ہی زیادہ مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد خدا نے کہا ہے کہ اے ابراہیم ہم نے تم کو امام قرار دیا۔ حضرت ابراہیم نے کہا کہ میری ذریت سے بھی امام مقرر فرما تو حق تعالیٰ نے کہا تھا کہ میری امامت کا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ یعنی اے ابراہیم تیری

ﮤ جذب القلوب الی دیار المحبوب شاہ ولی اللہ دہلوی۔

ذریت میں ہے اس کو امام بناؤں گا جو تمام گناہوں سے محفوظ ہوگا۔ پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ
خدا نے ابراہیم کو ائمہ کی امامت یا ان کو عطائے امامت کی خبر دی تو ابراہیم نے اپنی ذریت کے
لیئے طلب کیا تو خدا نے ان کو بشارت دی کہ تمہاری ذریت میں جو معصوم ہے۔ اس کو امام مقرر
کیا ہے تا قائم آل محمد۔ لہٰذا آیہ کریمہ کا انطباق اس طرح بغیر کسی تکلیف کے درست ہے۔ اس
تفسیر کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ ضمیر فاعل فاتمہن خدا کی طرف راجع ہو یعنی خدا نے ان اماموں کی
امامت کو تا آخر امام قائم آل محمدؐ تمام کر دیا۔

ساتویں آیت: فانزل اللہ سکینتہ علیہ وعلی المومنین والزمہم کلمۃ التقوی کانوا
احق واھلھا۔ (پ ۲۶ - ع ۱۱ - س فتح)

یعنی خدا نے اطمینان و سکون قلب رسول اور مومنین پر نازل کیا اور ہم نے ان کو کلمہ پر
پابند کر دیا۔ اور یہ اس کلمہ کی پابندی کے لائق اور اہل تھے اور کلمہ تقویٰ وہ کلمہ ہے جو ان کو عذاب
الٰہی سے محفوظ رکھتا ہے یا وہ کلمہ ہے کہ جس کو پرہیزگاروں نے اختیار کیا ہے۔ بعض مفسرین
کہتے ہیں کہ اس سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ مراد ہے اور دوسرے اقوال بھی اس میں ہیں۔ بہت
سی حدیثیں وارد ہیں کہ اس سے ولایت جناب امیر مراد ہے۔ چنانچہ شیخ مفید نے امام محمد باقرؑ
سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا تحقیق کہ خدا نے مجھ سے عہد کیا میں نے کہا
کہ اے خدا مجھ سے اس عہد کو بیان کر۔ خدا نے کہا اے محمد سنو میں نے کہا کہ اے خدا میں سن
رہا ہوں۔ خدا نے کہا اے محمد علی تیرے بعد راہ ہدایت کی علامت و نشانی ہے اور میرے دوستوں
کا پیشوا ہے اور جو میری اطاعت کرے گا اس کی کامیابی علی ہے۔ علی ہی وہ کلمہ ہے جس کو میں نے متقیوں
کے لئے تیرے بعد لازم قرار دیا ہے۔ جو علی کو دوست رکھے گا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے
اس کو دشمن رکھا اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔ اے محمد یہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے لوگوں کو اس کی
بشارت دے دو۔

کلینی نے بسند صحیح امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ کلمہ تقویٰ ایمان ہے۔ خصال میں
حضرت رسول خدا سے روایت ہے کہ آنحضرت نے خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کلمہ تقویٰ
ہم ہیں۔ توحید میں روایت ہے کہ حضرت امیر نے ایک روز بڑا طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ

ہی فرمایا کہ ہم عروۃ الوثقٰی اور کلمہ تقویٰ ہیں۔

آٹھویں آیت: (پ ۸۔ ع ۱۔ س انعام) وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم۔ بیشک تیرے رب کا کلمہ صداقت وعدالت کے ساتھ تمام ہوگیا۔ اس کے کلمات بدلنے والے نہیں وہ بڑا سننے اور جاننے والا ہے۔

احادیث اہل بیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات خدا ائمہ حق ہیں کہ ان کی امامت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

کلینی وغیرہ نے بہت اچھی سندوں سے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب حقتعالیٰ مخلوقات پر کسی امام کو مقرر کرنا چاہتا ہے تو ملک کو حکم دیتا ہے کہ عرش کے نیچے سے ایک گلاس پانی بھرے۔ پھر وہ ملک امام کے پدر بزرگوار کے پاس لے کر آتا ہے کہ وہ اس کو پی لیتا ہے پس اسی پانی سے امام کا نطفہ قرار پاتا ہے اور پھر چالیس روز تک شکم مادر میں اس طرح رہتا ہے کہ وہ کوئی آواز نہیں سن پاتا۔ چالیس روز کے بعد آواز سنتا ہے پس رحم ہی میں یا ولادت کے بعد خدائے تعالیٰ اسی ملک کو بھیجتا ہے کہ وہ آکر امام کی پیشانی پر یا دونوں شانوں کے درمیان پشت کی طرف یا سیدھے شانے پر یہ لکھ دیتا ہے وتمت کلمۃ ربک الخ۔ اور وہ امام ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کے لئے ایک نور کا ستون بلند کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے امام اپنے شہر اور اپنے مقام سے تمام شہروں اور کل دنیا کے حالات دیکھتا رہتا ہے۔ خدا جب کسی کو امام مقرر کرتا ہے تو اسی طرح کرتا ہے۔ دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے لا تبدیل لکلمات اللہ۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ امامت کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

نویں آیت: (پ ۹ ع ۱۵ س انفال) واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون۔ یعنی اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے جنگ بدر میں تمہارے دو گروہوں میں سے ایک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارا وزیر ہوگا۔ قریش کا ایک قافلہ کہ جس کے پاس مال تھا اور دوسرا قریش کا لشکر جو سلاح جنگ کے ساتھ تمہاری طرف آتا تھا تم کو یہ پسند تھا کہ اس گروہ کی طرف جاؤ جس کے پاس مال تھا اور جنگ کے

ہتھیار وغیرہ کچھ نہیں تھے۔ خدا نے چاہا کہ کلمات کے ذریعہ حق کو قائم کرے اور دین حق کو غلبہ عطا کرے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں کلمات سے مراد وحی الٰہی ہے جو تقدیر الٰہی کے ساتھ آئی تھی یا یہ مراد ہے کہ خدا نے ملائکہ کو مومنین کی امداد کا حکم دیا تھا۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد وحی الٰہی ہے جو تقدیرات الٰہی کے ساتھ آئی تھی۔ یا یہ مراد ہے کہ خدا نے ملائکہ کو مومنین کی امداد کا حکم دیا تھا۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمات سے مراد آئمہ طاہرین ہیں تاکہ خدا کافرین کی دم کاٹ ڈالے اور ان کے بڑے بڑوں کو ہلاک کر دے تاکہ دین حق کو ثابت کر دے اور باطل کا ملیا میٹ کر دے۔ اگرچہ کافر اور مجرم اس کو پسند نہیں کرتے۔

عیاشی نے جناب جابر سے روایت کی ہے کہ جابر نے امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ اس کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ خدا نے اس امر کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ بات مقدر ہو چکی ہے کہ آل محمد کے حق کو ثابت کر دے اور ان پر اس کو مقرر کر دے اور کلمہ خدا باطن آیت میں علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور کافروں سے مراد بنی امیہ ہیں کہ خدا ان کی جڑ کاٹ ڈالے گا اور لیحق الحق سے مراد آل محمد کا حق ہے کہ قائم آل محمد اپنے زمانہ میں بنی امیہ کو نیست و نابود کر دیں گے اور ان کی جڑ تک اکھاڑ کر پھینک دی جائے گی۔

مؤلف گوید: ظاہر آیت کے موافق بھی یہی ہے کہ کلمات اللہ سے مراد آئمہ ہدیٰ ہیں جیسا کہ علی ابن ابراہیم نے بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر آیت کے مطابق ہے اس لئے کہ فتح بدر کا نتیجہ رسول خدا اور امیر المومنین کے ہاتھ حاصل ہوا تھا جیسا کہ ہم نے جنگ بدر کے حالات میں بیان کیا جلد اوّل میں۔

دسویں آیت: پ ۲۵ ع ۴ س شوریٰ: فان یشاء اللہ یختم علی قلبک ویمحو اللہ الباطل ویحق الحق بکلماتہ انہ علیم بذات الصدور

کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا نے اپنے دشمنوں کے متعلق کہا ہے کہ جو شیطان کے دوست تھے اور رسول خدا کی تکذیب کرتے اور اس کے کہنے کو نہیں مانتے تھے۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ یعنی اے محمد منافقوں سے کہہ دو کہ میں

اجر رسالت جو میرے اہل بیت کی مودت ہے تم سے نہیں مانگتا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم اس کو قبول نہیں کرو گے اور میں ایسا نہیں ہوں کہ جس مزد رسالت کو تم قبول نہیں کرتے ہو مودت اہلبیت کو پھر بھی تم سے طلب کرتا ہوں۔ پس منافقین اور ان کا لشکر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا یہ محمدؐ کے لئے کافی نہیں ہے کہ بیس سال تک اپنے حکم کا بندہ بنائے رکھا۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اہل بیت کو ہماری گردن پر سوار کر دیں۔ یہ جو اہل بیت کی مودت اور اجر رسالت مانگ رہے ہیں یہ غلط کہتے ہیں۔ خدا نے ان سے نہیں کہا ہے بلکہ یہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے اہل بیت کو ہماری گردن پر مسلط کر دیں۔ اگر یہ قتل ہو گئے یا مر گئے تو ہم خلافت ان کے اہل بیت سے چھین لیں گے اور ہم ان کو خلافت ہرگز نہیں دیں گے۔ پس خدا نے چاہا کہ اپنے پیغمبر کو ان منافقین کے دلی رازوں سے آگاہ کرے۔ خدا نے فرمایا ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا یعنی یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے افترا کیا ہے فان یشاء اللہ یختم علی قلبک۔ یعنی اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر خدا یہ سمجھتا ہوتا کہ تم خدا پر جھوٹ بات لگاؤ گے تو خدا اس پر قادر تھا کہ اسی وقت تمہارے دل پر قبضہ کر لیتا اور تم کو جھوٹ نہ بولنے دیتا مگر خدا نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ تم پر خدا کو اعتبار اور بھروسہ ہے کہ تم افترا نہیں کرو گے (الحترجمہ بالاردو)

یعنی ہم تمہاری وحی کو روک دیتے اور تم اہل بیت کی فضیلت کے بارے میں لوگوں کو خبر نہیں دے سکتے تھے اور نہ ان کی محبت کے بارے میں کچھ کہہ سکتے تھے۔ پھر خدا نے کہا یمحو اللہ الباطل ویحق الباطل ویحق الحق بکلماتہ انہ علیم بذات الصدور۔ یعنی خدا ان منافقوں کے دلی بھید کو خوب جانتا ہے کہ یہ تجھ سے کیسی دشمنی رکھتے ہیں اور تمہارے اور تمہارے اہلبیت پر کیا کیا ظلم وستم ڈھائیں گے۔

گیارھویں آیت۔ ولولا کلمۃ الفصل لقضی بینھم۔ رپ ۲۵۔ ع ۴۔ س شوریٰ)

یعنی اگر کلمہ فصل نہ ہوتا یعنی اگر خدا نے قیامت میں مخلوق کے درمیان فیصل کرنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو یقیناً دنیا میں ان پر حکم جاری ہوتا اور کافروں پر عذاب نازل ہو جاتا۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ کلمہ سے مراد امام ہے۔ وان الظالمین یعنی جن لوگوں

نے اس کلمہ (امام) پر ظلم کیا ہے لھم عذاب الیم ان کے لئے دردناک عذاب ہے ترى الظالمين
اے رسولؐ تم ان ظالموں کو دیکھو گے جنہوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے۔ مشفقین مما کسبوا جو کچھ انہوں
نے دنیا میں کرتوت کئے ہیں اس کی سزا سے اب ڈرے ہوئے ہیں وھو واقع بھم اور جس سے
(عذاب) وہ ڈرے ہوئے ہیں وہ ان پر ضرور نازل ہوگا۔ اس کے بعد خدا نے ان لوگوں کا ذکر کیا
ہے جو کلمہ پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کی والذین امنوا وعملوا الصالحات یعنی جو لوگ کلمہ پر
ایمان لائے اور اعمال نیک کئے لھم فی روضات الجنات ان کے لئے جنت کے باغات
ہیں۔ ان جنتوں میں جو کچھ وہ چاہیں گے ملے گا۔ یہ ہے خدا کا فضل بزرگ اور یہ ہے خدا کی بشارت
اپنے بندوں کے لئے جو ایمان لائے کلمہ پر اور عملہائے نیک کئے کہ جن پر وہ مامور تھے۔
یہاں تک علی ابن ابراہیم کی روایت ہے

بارھویں آیت: ان الذین حقت علیھم کلمة ربك لا یؤمنون ولو جاءتھم
کل آیة حتی یروا العذاب الالیم۔ (پ ۱۱ ع ۱۵ س یونس)

یعنی اے رسول وہ لوگ جن پر کلمہ پروردگار لازم ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے چاہے
ان کے پاس ہر آیت آجائے۔ یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں۔ مفسرین کہتے ہیں۔ کہ
کلمہ خدا سے مراد خدا کا یہ خبر دینا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے یا کلمہ سے مراد خدا کا عذاب ہے
کہ جس سے ان کو ڈرایا گیا ہے۔

علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ آیت اس جماعت کے لئے نازل ہوئی ہے کہ جنہوں نے امیر المومنین
کی امامت کا انکار کیا ہے جبکہ ان کے سامنے علی کی ولایت پیش کی گئی تھی اور ان پر واجب کیا
گیا تھا کہ اس پر ایمان لائیں مگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ پس کلمہ ولایت علی ہے۔

تیرھویں آیت۔ (پ ۲۲ - ع ۱۴ - س فاطر) الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه
یعنی خدا کی بارگاہ میں نیک عمل بلند ہوتا ہے اور نیک عمل کلمہ نیک کو بلند کرتا ہے یا یہ کہ کلمہ طیب
نیک عمل کو بلند کرتا ہے۔

ابن شہر آشوب نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے سینہ مبارک کی
طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس سے مراد ہم اہل بیت کی ولایت اور ہماری امامت کا اقرار ہے۔ جو

شخص ہماری ولایت سے ناواقف ہے اس کا کوئی عمل اُوپر نہیں جاتا (یعنی قبول نہیں ہوتا) ان معنی کی توضیح دوسرے مقام پر ہوئی ہے۔

ستائیسویں فصل

اس بیان میں کہ اہل بیت علیہم السلام خدا کی حرمت میں داخل ہیں

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ۔ یعنی جو شخص حرمات خدا کی تعظیم کرے اور ان کو بزرگ سمجھے بیشک یہ اس کے لئے خدا کے نزدیک بہتر ہے حرمت بمعنیٰ یہ ہے کہ اس کی رعایت اور احترام لازم ہو اور اس کی ذلت دینے حرمتی جائز نہ ہو۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں بعض مناسک حج کی حرمت مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کعبہ، مکہ، ماہ حرام اور مسجد الحرام مراد ہے۔

ابن بابویہ نے بسند صحیح امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ تین چیزیں وہ ہیں کہ جن کی حرمت کا خدا نے حکم دیا ہے اور ان کے برابر کوئی اور چیز قابل حرمت نہیں ہے ۱۔ کتاب خدا جو حکمت و نور خدا ہے ۲۔ خانہ کعبہ کہ جس کو لوگوں کا قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ خدا کسی ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا کہ جس کا رخ کعبہ کی طرف نہ ہو۔ ۳۔ اس کے نبی کی عترت۔

اہل سنت کے طریقہ سے ابو سعید خدری سے روایت ہے رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک تین چیزیں قابل حرمت ہیں جو شخص ان کی تعظیم کرتا ہے خدا اس کو دین و دنیا میں محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرتا خدا اس کی کسی بات کی حفاظت نہیں کرتا پہلی حرمت حرمت اسلام ہے، دوسری میری حرمت اور تیسری میرے اہل بیت کی حرمت۔

اہل سنت کے طریقہ سے جابر انصاری سے روایت ہے جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ تین چیزیں روز قیامت خدا کے نزدیک آکر شکایت کریں گی۔ قرآن مجید

مسجد اور میری عترت۔ قرآن کہے گا خداوندا ان لوگوں نے مجھ میں تحریف کی اور مجھے پارہ پارہ کیا۔ مسجد کہے گی اے خدا ان لوگوں نے مجھے بیکار کر چھوڑا اور ضائع کیا اور میری عترت کہے گی کہ خدایا ان مسلمانوں نے ہم کو دربدر کیا پریشان کیا اور قتل و غارت کیا۔ پس میں دو زانو ہو کر لوگوں سے فیصلہ کے لئے بیٹھوں گا۔ خدا کہے گا کہ اس کا بدلہ میں لوگوں سے لینے کا زیادہ حقدار ہوں۔

دیلمی نے بھی جو اہل سنت کے عالم ہیں فردوس الاخبار میں اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ خداوند عالم کی نظر میں پانچ محترم چیزیں ہیں۔ حرمت رسولؐ خدا۔ حرمت عترت رسولؐ۔ حرمت کتاب خدا۔ حرمت کعبۃ اللہ اور حرمت مومن۔

ابن ماہیار نے امام موسیٰ کاظم سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق سے اسی آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے ومن یعظم حرمات اللہ کہ تین چیزیں حرمت والی چیزیں ہیں کہ جن کی رعایت اور احترام واجب ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کی بھی بے حرمتی کرے گا اس نے شرک کیا۔ اول خانہ کعبہ کہ خدا نے اس کو محترم قرار دیا ہے۔ دوسرے قرآن مجید کہ جس کو معطل کرنا اور اس کے خلاف پر عمل کرنا شرک ہے۔ تیسرے خدا نے جن لوگوں کی مودت و محبت فرض قرار دی ہے ان کی بے حرمتی کرنا اور ان سے دشمنی کرنا۔

مؤلف گوید: اس آیۂ کریمہ اور عامہ و خاصہ کے احادیث معتبرہ سے ثابت و ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی تعظیم زندگی اور بعد وفات ہر حال میں واجب ہے۔ اس کے علاوہ ہر اس چیز کی تعظیم واجب ہے جو ان سے منسوب ہو جائے جیسے مشاہد مقدسہ اور ضریحہائے محترم ان کے آثار و نشانات جیسے علم تعزیہ وغیرہ۔ ان کے احادیث و اخبار اور ان کی ذریت پاک جو ان کے طریقہ پر ہو اور وہ راوی جو ان کی احادیث روایت کریں اور وہ علما جو اہل بیت کے علوم کے عالم ہیں سب کی تعظیم اور احترام واجب ہے اس لئے کہ ان کی تعظیم سے اصل ان کی تعظیم مقصود ہے۔

اڑتیسویں فصل

اس تاویل کے بیان میں کہ عدل، معروف، احسان، قسط اور میزان سے مراد ولایت آئمہ طاہرین علیہم السلام ہے

اور کفر، فسوق، عصیان، فحشاء، منکر، بغی اور عداوت سے مراد ان کی ولایت کو ترک کرنا ہے

اس باب میں بہت سی آیتیں ہیں

آیت اول: ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (پ ۱۴ - ع ۱۹ - س نحل)

خدا عدل و انصاف، بھلائی اور عزیز و قریب کے ساتھ بخشش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور برے کاموں، ناپسندیدہ حرکات اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ خدا تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی عدل ہے اور احسان امیرالمومنین ہیں یعنی فحشاء اور منکر سے مراد منکرین اسلام ہیں۔

ارشاد القلوب میں امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ عدل سے مراد توحید و رسالت کی گواہی ہے۔ ایتاء ذی القربیٰ حسن و حسین اور ان کے وہ فرزند جو امام ہیں مراد ہیں۔ فحشاء، منکر اور بغی سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جنہوں نے اہل بیت کا حق چھینا ان کو قتل کیا اور ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کیے۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر امام اپنے بعد کے امام کو امامت دیتا ہے۔ فحشاء اور بغی آئمہ جور کی ولایت ہے۔

امام محمد باقر سے روایت کی گئی ہے کہ عدل سے شہادتین (توحید و رسالت) مراد ہے اور احسان سے ولایت امیرالمومنین مراد ہے۔ فحشاء سے منافقین ہیں۔

ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عدل حضرت محمد مصطفےٰ ہیں پس جو شخص ان کی اطاعت کرے اس نے عدل کیا۔ احسان علی ہیں جس نے ان کی ولایت اختیار کی اس نے احسان کیا اور محسن کی جگہ بہشت ہے۔ اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد یہ ہے کہ ہماری قرابت کا لحاظ و خیال کیا جائے۔ خدا نے ہماری اور ہمارے فرزندوں کی محبت کا حکم دیا ہے یعنی جو لوگ ہم پر ظلم کرتے ہیں اور دوسروں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں وہ مراد ہیں۔ اور خدا نے لوگوں کو فحشاء منکر اور بغی سے دور رہنے کا حکم دیا ہے

فرات بن ابراہیم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ عدل رسول خدا ہیں۔ احسان امیرالمومنین ذی القربیٰ حضرت فاطمہ زہرا ہیں۔

دوسری آیت: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (پ ۱۴ ع ۱۶ س نحل) خدا نے دو آدمیوں کی مثال بیان کی ہے ایک ان دو میں سے گونگا اور ایسا ناکارہ ہے کہ آقا کے لئے بار ہے جس طرف یا جس کام پر اس کو بھیجا جاتا ہے کچھ نہیں کر پاتا۔ آیا یہ شخص اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو عدل و انصاف کا حکم کرتا ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ خدا نے یہ مثال اپنے اور بتوں کے مقابلہ میں بیان کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مثال کافر و مومن کی بیان کی گئی ہے۔ علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ مثال امیرالمومنین آئمہ طاہرین اور ان کے خاص اصحاب کے لئے بیان کی ہے۔ اس لئے کہ امیرالمومنین اور آئمہ ہدیٰ ہمیشہ لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم کرتے رہے تھے اپنے افعال و اقوال دونوں کے ذریعہ اور یہ سب حضرات صراط مستقیم پر تھے۔ اور تمام آئمۂ جور حق بات کے بیان کرنے میں گونگے تھے اور ان سے کوئی کام بھی خدا کا نہ ہو سکا۔ یہ ان حضرات کے برابر کب ہو سکتے ہیں۔ اس تاویل کی بنا پر ممکن ہے کہ آقا سے مراد خدا یا رسول خدا مراد ہوں۔ اس لئے کہ جس جنگ میں بھی رسولؐ نے ان کو بھیجا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور کوئی کار خیر ان کے ہاتھ سے نہ ہو سکا۔ یہ تفسیر آیت کے بہت موافق ہے بہ نسبت دوسری تفسیروں کے۔

تیسری آیت: (پ ۱۵۔ ع ۴۔ س بنی اسرائیل) وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ یعنی اپنے

عہد و پیمان کو پورا کرو۔ بیشک قیامت کے روز عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ جب کوئی چیز ناپو تو پوری پوری ناپو اور جب کچھ تولنا ہو تو سیدھی اور پوری ترازو میں تولنا۔ اسی میں تمہارا انجام بخیر ہے۔

سید بن طاؤس نے تفسیر ابن ماہیار میں امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ اس عہد سے مراد وہ ہے جو رسول خدا نے لوگوں سے ہم اہل بیت کی محبت اور امیر المومنین کی اطاعت کے بارے میں لیا تھا۔ اور یہ کہ ان کی مخالفت نہ کریں اور خلافت کے معاملے میں ان سے پیشقدمی نہ کریں اور ان سے قطع رحم نہ کریں۔ رسولؐ نے ان کو خبر دے دی تھی کہ قیامت میں خدا ان سے پوچھے گا کہ میرے اہل بیت اور کتاب خدا کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ قسطاس سے مراد امام زمانہ ہے جو لوگوں کے معاملات بالکل عدل و انصاف سے پورا کرتا ہے۔ آئمہ طاہرین کا حکم میزان عدالت ہے۔ لہٰذا خدا نے فرمایا کہ یہی بہتر ہے۔ اور اس کی تاویل نیکوتر ہے۔ یعنی امام قرآن کی تاویل کو بہتر سمجھتا ہے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح حکم کرنا چاہیئے۔ اس کی مؤید یہ حدیث ہے جو کلینی نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ۔ یعنی ہم قیامت میں عدل و انصاف کی ترازو رکھیں گے امام نے فرمایا کہ یہ ترازو انبیائے کرام اور ان کے اوصیا علیہم السلام ہیں۔

چوتھی آیت: خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاھلین (پ ۹ ع ۱۲ س اعراف)
یعنی ان لوگوں کو معاف کر دو اور نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے دامن بچاؤ۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ معروف سے مراد ولایت آئمہ معصومین ہے

پانچویں آیت: ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ (پ ۱۵ ع ۹ س بنی اسرائیل) یعنی ظالموں کو قرآن سے نقصان ہی نقصان ہے۔ عیاشی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ظالمین سے مراد وہ ظالم ہیں کہ جنہوں نے آل محمد پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا اور اس آیت کو جناب جبرئیل اس طرح لائے تھے۔ ولا یزید الظالمین آل محمد حقھم الا خسارا

چھٹی آیت: انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن (پ ۸ ع ۱۱ س اعراف)
بیشک میرے پروردگار نے بدترین کاموں کو حرام کر دیا ہے چاہے وہ کھلم کھلا ہوں یا پوشیدہ

طریقہ سے ۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے زنا مراد ہے ۔ چاہے کھلم کھلا ہو یا پوشیدہ طریقہ سے ۔
کلینی اور نعمانی نے کہا ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی جو خدا کے قرآن میں حرام ہے ۔ اس کا ظاہر حرام ہے اور اس کے باطن سے مراد وہ ظالم وجابر پیشوا مراد ہیں جو دشمنان اہل بیت ہیں اور قرآن میں جو کچھ حلال ہے اس کا ظاہر حلال ہے اور اس کے باطن سے مراد آئمہ حق ہیں ۔

ساتویں آیت : وإذا فعلوا فاحشة قالوا انا وجدنا عليها اباءنا والله امرنا بها قل ان الله لا يامر بالفحشاء تقولون على الله مالا تعلمون (پ ۸ ع ۱۰ س اعراف)

یعنی جب یہ لوگ بدکاریاں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو ایسی ہی بدکاریاں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ہم کو خدا نے یہی حکم دیا ہے اے محمد کہدو کہ خدا کبھی بری بات کا حکم نہیں دیا کرتا ۔ یہ لوگ اللہ پر اس چیز کا افترا اور بہتان باندھتے ہیں کہ جس کو یہ نہیں جانتے
کلینی نے روایت کی ہے کہ محمد بن منصور نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی دیکھا یا سنا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ خدا نے مجھے زنا یا شراب پینے یا کسی اور فعل حرام کا حکم دیا ہے ۔
راوی : نہیں ۔ حضرت نے کہا کہ پھر یہ بدترین عمل اور فعل فحش کیا ہے کہ جس کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو حکم دیا ہے ۔
راوی نے کہا کہ خدا اور اس کا ولی بہتر جانتا ہے امام نے فرمایا کہ یہ آیت ان ظالم حاکموں اور پیشوا کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ مخالفین کہتے ہیں خدا نے ہم کو ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے پس خدا نے ایسے لوگوں کے عقائد کے متعلق خبر دی ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں ۔ خدا نے ان کو ان کی پیروی کا حکم ہرگز نہیں دیا ۔ اور خدا نے اسی پیروی کو فاحشہ کے نام سے یاد کیا ہے ۔ اس لئے کہ یہ دین و دنیا کی رسوائی ہے ۔

اُنتالیسویں فصل

اس بیان میں کہ جنب اللہ وجہ اللہ اور ید اللہ وغیرہ کی تاویل رسول خدا اُور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام سے کی گئی ہے

اس باب میں آیات بہت ہیں

پہلی آیت :(پ۲۴ع۳) واتبعوا احسن ما اُنزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتۃ وانتم لا تشعرون ان تقول نفسٌ یا حسرتیٰ علی ما فرطت فی جنب اللہ و ان کنت لمن الساخرین۔ یعنی جو بہترین چیز تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اس کی پیروی کرو قبل اس کے کہ ناگہانی طور سے تم پر خدا کا عذاب نازل ہو کہ تم کو خبر بھی نہ ہونے پائے ایسا نہ ہو کہ پھر کہو افسوس میری جان پر کہ میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیسی زبردست تقصیر کی۔ بیشک میں دین خدا۔ رسول خدا اور ایمان لانے والوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ جنب کے معنی لغت میں پہلو کے ہیں مگر یہاں مجاز مراد ہیں۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ تقصیر سے مراد اطاعت خدا کی کمی یا قرب خدا کی کمی مراد ہے بہت سے احادیث سے ثابت ہے کہ جنب اللہ سے رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ اور ان کی ولایت و اطاعت کی طرف کنایہ ہے۔ چنانچہ علی ابن ابراہیم نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر کے سلسلہ میں کہا ہے کہ جو بہترین چیز تمہاری طرف بھیجی گئی ہے یعنی قرآن مجید اور قرآن میں جو بہترین چیز آئی ہے امیرالمومنین اور آئمہ طاہرین کی ولایت ہے جیسا کہ جنب اللہ سے مراد امام ہے امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ جنب اللہ ہم اہل بیت ہیں۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں جناب امیر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین سے قرآن کی مشکل آیات کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جنب اللہ سے مراد خدا کے چنے ہوئے اور

دوست بندے مراد ہیں۔ خدا نے چاہا ہے کہ ان کے لئے قرآن میں حجت قرار دے تاکہ خدا کے خلیفہ کی منزلت اور قرب معلوم ہو جائے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص فلاں کے پہلو میں بیٹھا ہے یعنی اس کے نزدیک مقرب ہے پس قرآن میں بھی یہ اپنے مخصوص بندوں کے قرب ظاہر کرنے کا ایک رمز و کنایہ ہے کہ اس کو خدا کی حجت اور اس کے دوست ہی سمجھتے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ ان کے دشمن دوسری کھلی ہوئی آیتوں کی طرح قرآن سے خارج نہ کر سکیں۔ خدا نے ان کے دلوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ یہ اس کو سمجھ ہی نہیں سکے۔

انہی جناب امیر سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ ہم دین خدا کے خزانہ دار اور علم خدا کے روشن چراغ ہیں۔ ہم میں سے ایک امام اگر دنیا سے جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لوگوں کی رہبری کے لئے ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو ہم پر ظلم کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ پس تم لوگ دنیا کی محبت اور اس کے مال کے لالچ میں ہم سے جدا ہوئے اور دنیا اور اس کا مال تم سے بہت جلد زائل ہو جائیگا بیشک جو شخص دنیا کو آخرت پر اور دنیا کو ہم پر اختیار کرے وہ قیامت میں ہم پر بڑی حسرت اور افسوس کرے گا۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی۔

کلینی نے امام موسیٰ کاظم سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے کہ جنب اللہ سے مراد جناب امیر اور ان کے بعد ان کے اوصیاء مراد ہیں جو بلند مرتبہ ان کو آخر تک حاصل ہے اس کی وجہ سے۔

روایت کی گئی ہے کہ جناب امیر نے فرمایا کہ میں عین اللہ ہوں میں ید اللہ ہوں میں جنب اللہ ہوں اور میں باب اللہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے جناب ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا اے ابوذر علی کے دشمن کو قیامت میں اس طرح لایا جائے گا کہ وہ اندھا اور گونگا ہوگا۔ اور وہ قیامت کے اندھیرے میں گرتا پڑتا آئے گا۔ اور افسوس سے فریاد کرتا آئے گا یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ اور اس کی گردن میں آگ کا ایک طوق پڑا ہوگا۔

عیاشی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جنب اللہ ہم ہیں۔

نیز انہی سے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امیر المومنین جنب اللہ ہیں۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ہم جنب اللہ ہیں۔ کہ خدا نے ہم کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا جب منکرین کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو کہیں گے یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ یعنی افسوس کہ ہم نے ولایت محمد و آل محمد کے بارے میں بڑی تقصیر کی۔

معانی الاخبار اور توحید میں بسند صحیح امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جناب امیر نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں وہ ہدایت یافتہ ہوں جو یتیموں اور مسکینوں کا باپ، بیوہ عورتوں کا شوہر اور کمزوروں کی پناہ گاہ اور ہر خوفزدہ کا اطمینان ہوں۔ میں ہی مومنین کو جنت کی طرف لے جانے والا ہوں۔ میں خدا کی مضبوط رسی ہوں۔ میں عروۃ الوثقیٰ ہوں۔ میں کلمہ تقویٰ ہوں اور میں عین اللہ ہوں۔ لسان اللہ صادق اور جنب اللہ ہوں کہ جس کے متعلق خدا فرماتا ہے یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ میں خدا کا [redacted] ہاتھ ہوں جو خدا نے اپنے بندوں پر رحمت و مغفرت کے ساتھ پھیلا رکھا ہے۔ میں اس امت کی درگاہ حطہ ہوں اس کیلئے جس نے مجھ کو اور میرے حق کو پہچانا۔ اس لئے کہ میں خدا کے برحق رسول کا برحق وصی ہوں روئے زمین پر اور میں خدا کی حجت ہوں اس کے بندوں پر۔ اس کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو خدا و رسول کے لکھے کا منکر ہو۔

دوسری سند سے کتاب توحید الٰہی میں جناب امیر سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں علم خدا ہوں میں خدا کا روشن اور دانا دل ہوں۔ میں خدا کی بینا آنکھ ہوں۔ میں خدا کی گویا زبان ہوں۔ منم جنب اللہ و منم ید اللہ۔ اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں۔ بعض گزریں اور بعض آئیں گی۔

دوسری آیت: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (پ ۲۰ ع ۲ ۔ س قصص)

ہر چیز فانی اور ہالک ہے۔ سوائے خدا کے وجہ کے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وجہ خدا سے مراد ذات خدا ہے اور کہا ہے کہ ہر چیز قیامت سے پہلے فنا ہو جائے گی اور پھر پیدا ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے دین خدا مراد ہے یا وہ عبادت مراد ہے جو خدا کے لئے کی جاتی ہے (یعنی جس امر خیر میں قربتاً الی اللہ کی نیت ہو وہ وجہ اللہ ہے)

ابن بابویہ نے کتاب توحید میں ابن خلیفہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ وجہ خدا دین خدا ہے اور رسول خدا اور امیر المومنین دین خدا اور وجہ خدا تھے اور بندوں کے درمیان عین خدا تھے کہ ان کے اعمال نور خدا سے مشاہدہ

کرتے تھے اور وہ خدا کی ایسی زبان تھے کہ جس سے خدا گفتگو کرتا تھا اور ان کے ذریعہ سے خدا اپنی مخلوق کو علوم پہنچاتا تھا اور ایسے دست خدا تھے کہ اس کی مخلوق پر رحمت خدا تھے۔ اور وہ وجہ خدا ہیں کہ ہماری وجہ سے لوگ خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور جب تک خدا چاہتا ہے کہ مخلوقات کے حالات منتظم و منظم رہیں ہم کو ان کے درمیان باقی رکھے گا اور جب خدا چاہے گا کہ ان کو عذاب میں مبتلا کرے اور ان میں کچھ نہ رہے تو ہم کو ان کے درمیان سے اٹھالے گا کیونکہ ہم وہ وجہ خدا ہیں جن کے ذریعے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد خدا جس طرح چاہے گا عذاب نازل کرے گا۔

بسند معتبر انہی امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ بیشک خدا نے ہم کو بڑے اچھے عنوان سے خلق کیا۔ پھر ہم کو بہترین صورت عطا کی اور پھر ہم کو اپنے بندوں پر نگہبان مقرر کیا اور ہم کو اپنی مخلوق کے درمیان اپنی زبان بنایا اور ہم کو اپنے بندوں پر رحمت کے کشادہ ہاتھ بنائے اور ہم کو ایسا وجہ اللہ بنایا کہ جس کو قرب الٰہی حاصل کرنا ہو۔ ان کے ذریعہ سے حاصل کرے اور ہم ایسے باب اللہ ہیں کہ لوگوں کی خدا کی طرف رہبری کرتے ہیں اور ہم خدا کے آسمان میں اور خدا کے خزانہ دار ہیں۔ ہماری برکت سے خدا کی زمین کے درخت پھل دیتے ہیں اور پھر پکنے اور میٹھے ہوتے ہیں۔ اور نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ہماری برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سے سبزہ اُگتا ہے۔ ہماری عبادت کو دیکھ کر لوگوں اور فرشتوں نے خدا کی عبادت کرنا سیکھی۔ اگر ہم نہ ہوتے تو کسی کو خدا کی عبادت کرنا نہ آتی اور خدا کی عبادت نہ ہو سکتی تھی۔ یعنی مخلوقات کو بندگی خدا کا طریقہ ہم نے سکھایا۔ حتیٰ کہ خدا کی مکمل عبادت ہمارے سوا کسی سے ممکن نہیں یا یہ کہ ہماری ولایت لوگوں کی عبادت کی قبولیت کی شرط ہے۔ اگر ہماری ولایت نہ ہوتی تو کسی کی عبادت قبول ہونے کے لائق نہیں تھی۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے حضرات نے بہت سی سندوں کے ساتھ امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں روایت کی ہے۔ ہم وہ وجہ خدا ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ابن ماہیار اور صفار نے روایت کی ہے کہ سلام بن مستنیر نے حضرت محمد باقر سے اس آیت کی

تفسیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا بخدا ہم وجہ خدا ہیں جو قیامت تک رہیں گے اور ہم برطرف نہیں ہونگے خدا نے لوگوں کو ہماری ولایت و اطاعت کا حکم دیا ہے اگر ہم میں سے دنیا سے کوئی اٹھتا ہے۔ تو دوسرا ہم میں سے اس کی جگہ قائم ہوتا ہے۔ قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا۔ صفار نے کہا کہ امام نے فرمایا کہ جو شخص ہماری امامت کا اعتقاد رکھ کر ہماری اطاعت و پیروی کرے گا وہ قیامت میں ہلاک نہیں ہوگا

علی ابن ابراہیم نے بسند موثق حضرت باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت کی ہے امام نے فرمایا کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی اور خدا کا چہرہ باقی رہے گا۔ خدا اس سے بہت بلند ہے کہ کسی مخلوق کی صفت سے خدا کو متصف کیا جائے۔ اور اس کے لئے دوسروں کی طرح کوئی چہرہ ہو۔ بلکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز فانی و ہالک ہے۔ مگر دین خدا قائم و برقرار رہے گا۔ اور ہم دین خدا کا وہ چہرہ ہیں کہ جن کے ذریعے سے خدا کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور عبادت کا طریقہ سیکھا جا سکتا ہے اور جب تک خدا کو ہماری ضرورت ہے یعنی جب تک خدا سمجھتا ہے کہ کوئی ہم سے اس کی عبادت و معرفت حاصل کرے گا۔ اس وقت تک ہم کو اپنے بندوں کے درمیان چھوڑ رکھا ہے۔ اور جب خدا یہ سمجھے گا کہ اب بندوں میں کوئی بھلائی نہیں رہی تو خدا ہم کو اوپر اٹھا لے گا۔ اپنی رحمت اور کرامت کی طرف پھر جو وہ مناسب سمجھے گا ہمارے متعلق کرے گا۔

ابن بابویہ اور کلینی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جو عہد خدا نے ہمارے پیغمبر سے لیا ہے وہ ہم ہیں اور ہم وہ وجہ اللہ ہیں جو زمین پر تمہارے درمیان چلتے پھرتے ہیں جس نے ہم کو پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا موت اس کے سامنے ہے اور وہ مرنے کے بعد ہم کو پہچانے گا۔ جبکہ یہ پہچاننا اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

تیسری آیت: کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام (پ۲۷ رحمن)
یعنی روئے زمین کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ البتہ تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو جلال اور کرامت والا ہے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وجہ اللہ سے مراد ذات مقدس باری ہے۔

علی ابن ابراہیم نے کہا ہے کہ اس سے دین خدا مراد ہے۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ ہم خدا کے وہ وجہ ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا کی طرف منہ کیا جا سکتا ہے۔

بسند معتبر امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے تبارک اسم ربک ذو الجلال والاکرام . یعنی تیرے رب کا نام بڑی برکتوں والا ہے۔ جو صاحب جلال و کرامت ہے ۔ امام نے فرمایا کہ ہم وہ جلال خدا ہیں کہ خدا نے ہماری اطاعت واجب کرکے باعث کرامت قرار دیا ہے ۔

مؤلف گوید: قرآن مجید لغت عرب پر نازل ہوا ہے۔ اور لغت عرب میں بہت سے استعارے تشبیہات، کنائے اور محاورات و مجازات ہیں۔ اگر کلام میں یہ نہ ہوں تو وہ کلام فصیح و بلیغ نہیں سمجھا جاتا۔ رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ نے بھی اسی نہج سے گفتگو کی ہے اور عجم کے فصحا کا طریقہ بھی یہی ہے ۔ جیساکہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کس رو نیست در نزد مردم۔ یعنی اس شخص کی لوگوں میں عزت ہے وجہہ کو سبب کے لئے بھی اطلاق ہوتا ہے اور نعمت پر قدرت کا مجاز تو بہت ہے ۔ جیسے عرب کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں پر ہاتھ ہے ۔ یعنی قدرت حاصل ہے ۔ باخلاق مرد دستی بہم رسانیدہ است یعنی اس کو کچھ اختیار مل گیا ہے ۔ پس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام بھی اس معنی سے وجہہ اللہ ہیں۔ یعنی خدا کی نظر میں یہ حضرات گرامی قدر اور معزز ہیں۔ جس طرح تمام اعضائے جسم میں چہرہ محترم و معزز ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اور کوئی شخص کسی کے پاس جاتا ہے تو منہ کی طرف سے جاتا ہے پشت کی طرف سے نہیں پس جس کو خدا کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کرنا ہو اس کو ان حضرات کی طرف آنا چاہیئے نیز یہ کہ یہ حضرات وہ جہت ہیں کہ جس کے متعلق خدا نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اس راستہ اور جہت سے آئیں، ہر چیز ہلاک و باطل ہے مگر ان حضرات کا طریقہ اور دین باقی رہے گا ۔ عین یعنی آنکھ جس کے معنی نگراں اور جاسوس کے ہیں ۔ اور عین کے معنی ہر چیز سے چنا ہوا کے بھی آتے ہیں اور آئمہ طاہرین علیہم السلام عین خدا یعنی لوگوں کے نگران اور گواہ ہیں جس طرح انسان آنکھوں سے دیکھتا اور حالات سے مطلع ہوتا ہے ۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے ان حضرات کو اپنے بندوں پر موکل و مقرر کیا ہے کہ یہ ان کے حالات دیکھتے اور معلوم کرتے رہیں ۔ نیز یہ کہ یہ حضرات تمام دنیا میں خدا کے برگزیدہ بندے ہیں ۔ چنانچہ علمائے اہلسنت کے علامہ ابن اثیر جزری نے نقل کیا ہے کہ حج کے موقع پر ایک شخص طواف کی حالت میں مسلمانوں کی عورتوں کو تاکتا تھا۔ حضرت امیر نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ اس شخص نے حضرت عمر سے آکر شکایت کی ۔ عمر نے کہا ۔ اللہ کی آنکھوں میں سے ایک

انکو (یعنی علی) نے تجھے برحق مارا ہے۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ اس سے مراد ہے مخصوص از مخصوصانِ خدا ہے
یہ حضرات یداللہ ہیں کہ خدا کی نعمتیں اور رحمتیں بندگانِ خدا کو ان کے ذریعہ سے ملتی ہیں۔ یا یہ
حضرات مظہر قدرت خدا ہیں اور جنب اللہ اس اعتبار سے کہ خدا کی جانب سے ہیں کہ خدا نے
لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی جانب آئیں یا یہ حضرات خدا کی بارگاہ میں مقرب ترین مخلوقات ہیں یا یہ
کہ جس شخص کو قرب الٰہی حاصل کرنا ہو اس کو چاہیئے کہ ان حضرات کا قرب اور اطاعت اختیار کرے
کفعمی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ جنب اللہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے نزدیک
اس کے پیغمبر سے زیادہ کوئی مقرب نہیں اور اس کے پیغمبر کے نزدیک اس کے وصی سے زیادہ
کوئی مقرب نہیں پس وہ قرب خدا میں ایسے ہے جیسے کوئی کسی کے پہلو میں ہو۔ جیسا کہ فرمایا ہے:۔
یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ یعنی افسوس کہ میں دوستانِ خدا کی ولایت اور دوستی
حاصل نہ کرسکا۔ اور کہا گیا کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کو باب اللہ کہتے ہیں کیونکہ خداوند عالم اپنی ذات
کے تقدس کی وجہ سے اپنی مخلوق سے پنہاں ہے۔ اس واسطے خدا نے اپنے پیغمبر اور پیغمبر کے
بعد اس کے اوصیا کو مخلوقات کے لئے ظاہر کیا اور اپنا علم ان حضرات کو دیا تاکہ لوگوں کو خدا کی
معرفت اور اس کے احکام اوامر و نواہی میں جس بات کی احتیاج ہو ان حضرات سے حاصل
کریں۔ لہٰذا یہ حضرات خدا کا دروازہ اور اس کے دربان ہیں۔ اور چونکہ رسول خدا نے تمام علوم و
حکمت امیرالمومنین کو تعلیم کر کے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ خدا نے مخلوقات
پر واجب کیا ہے کہ اطاعت کریں اور اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ زانوئے تلمذ جھکائے
رہیں جس طرح کہ قصۂ بنی اسرائیل میں کہا کہ اس دروازہ میں عاجزی کے ساتھ تعظیماً سجدہ کرتے ہوئے
داخل ہو جاؤ اور کہو کہ اے خدا ہمارے گناہ معاف کر تاکہ میں تمہارے گناہ معاف کروں اور ہم نیکوکاروں
کو بہت جلد ثواب دیں گے حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اس
امت میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے۔ پس دریں اُمت سے اس طرف اشارہ ہے کہ
اس امت کو اہل بیت کی تعظیم کرنا چاہیئے اور ہمیشہ ان حضرات کے سامنے عاجزی وانکساری
سے جھکے رہیں تاکہ اس امت کے گناہ معاف ہوں اور آنحضرت نے فرمایا کہ محسنین اور نیکوکاروں
سے بھی اہل بیت مراد ہیں کہ ان کی بارگاہ کی فضیلت اور علو قدر میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسرے

مقام پر خدا فرماتا ہے واتوا البیوت من ابوابھا یعنی گھروں میں دروازوں سے آؤ اور آئمہ طاہرین خانہائے علوم کے در اور حکمتوں کے خزانے ہیں۔ یہی حضرات باب اللہ اور لوگوں کے وسیلہ ہیں خدا کی طرف یہی حضرات قیامت تک جنت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اور جنت کا راستہ دکھانے والے ہیں۔

چالیسویں فصل

اس بیان میں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے دوست محل و مرکز رحمت الٰہی ہیں یہی حضرات حزب اللہ، بقیۃ اللہ اور علوم انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرکز ہیں

ان مضامین کی آیتیں بہت ہیں

پہلی آیت: ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم (پ ۱۲ - ع ۱۰ - س ہود)

یعنی اگر تمہارا خدا چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت یعنی ایک دین اور مذہب پر رکھتا۔ یہ لوگ ہمیشہ الگ الگ ادیان پر رہیں گے سوائے اس کے کہ جس پر خدا رحم کرے کہ ان کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ لذالک اسم اشارہ کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مختلفین کی طرف ہے یعنی ان کو اختلاف کے لئے پیدا کیا گیا ہے، یا لذالک کا اشارہ رحم کی طرف ہے یعنی ان کو رحم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ آخری قول مذہب امامیہ اور تمام انصاف پسند حضرات کے نزدیک بہت ہی زیادہ مناسب ہے۔ اور معتبر حدیثیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ علی ابن ابراہیم نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ دین میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ سوائے اس کے کہ جس پر خدا نے رحم کیا ہے۔ یعنی آل محمد اور ان کے شیعہ کبھی اختلاف نہیں کرتے ولذالک خلقھم یعنی آل محمد اور ان کے شیعوں کو رحمت والوں میں سے خلق کیا ہے

عیاشی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ دین میں اختلاف کرتے ہیں وہ وہ لوگ ہیں جو اس امت میں ہمارے مخالف ہیں۔ یہ سب کے سب دین کے معاملہ میں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور وہ لوگ کہ جن پر خدا نے رحم کیا ہے وہ مومنین میں سے ہمارے دوست ہیں۔ خدا نے ان کو ہماری طینت سے پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے حضرت ابراہیم کا یہ قول نہیں سنا ہے۔ رب اجعل ھذا بلداً آمناً وارزق اھلہ من الثمرات من آمن منھم باللہ والیوم الآخر۔ یعنی اے ہمارے پروردگار تو اس شہر مکہ کو جائے امن قرار دے اور مکہ والوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں کی روزی دے۔ حضرت سجاد نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم میں اور ہمارے دوست شیعہ ہیں۔ قال ومن کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے جو کافر ہوگا۔ اس کو دنیا میں چند روز مزے کرنے دیا جائے گا۔ اور پھر اس کو عذاب جہنم کے کرب و اضطراب ... میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت نے فرمایا۔ بخدا اس امت کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے رسول کی اطاعت نہیں کی وہ کافر ہیں چند روز دنیا میں آنحضرتؐ کی برکت سے دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھالیں۔ لیکن انجام ان کا آتش جہنم ہے۔

کتاب توحید میں حضرت امام جعفر صادق سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے۔ ولذٰلک خلقھم۔ یعنی ان لوگوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ یہ ایسے کام کریں جس سے یہ لوگ رحمت خدا کے مستحق ہوں۔ پس ان پر رحم کرے

دوسری آیت: ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یوم لا یغنی مولیٰ عن مولیٰ شیئاً ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ (پ ۲۵۔ ع ۱۵۔ س جاثیہ)

بیشک یوم فصل یعنی قیامت جبکہ اچھے اور برے الگ الگ کردئے جائیں گے یہ کافروں کی وعدہ گاہ ہے یہ وہی دن ہے کہ جس میں ایک دوست دوسرے دوست کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور ان کی کوئی مدد بھی نہ کی جاسکے گی۔ البتہ جس پر خدا رحم کرے اس کی مدد ہو سکے گی۔

کلینی اور ابن ماہیار نے زید بن شحام سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں

میں حضرت امام جعفر صادق کے ہمراہ تھا۔ شب جمعہ کو امام نے فرمایا کہ آج شب قرآن ہے لہٰذا قرآن پڑھو۔ میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا تو امام نے فرمایا کہ وہ ہمارے مخالف ہیں کہ جن کو ان کے دوست اور امام کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے اور وہ لوگ کہ خدا نے الا من رحم کہکر جن کا استثنا کیا ہے وہ ہم لوگ ہیں اور ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کو پہنچیگی اور ہماری ولایت و دوستی ان کو فائدہ پہنچائے گی۔

ابن ماہیار نے ایک دوسری سند سے انہی صادق آل محمد سے روایت کی ہے کہ اہل رحمت خدا ہم ہیں۔

تیسری آیت: بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین۔ (پ ۱۲ - ع ۸، س ہود)

یعنی حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا کہ بقیہ خدا جو تمہارے درمیان چھوڑا گیا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ بقیہ کی تفسیر کے بارے میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ بقیہ سے مراد وہ حلال روزی ہے جو ناپ تول کی چور بازاری کو چھوڑ کر حاصل کی جائے یا یہ مقصد ہے کہ خدا نے تمہارے لئے اپنی نعمتوں کو باقی رکھا ہے۔ یا ثواب باقی آخرت کیلئے ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی بہت سی احادیث میں ہے کہ اس سے انبیا اور اوصیا علیہم السلام مراد ہیں کہ ان کو خدا نے روئے زمین پر مخلوقات کی ہدایت کے لئے رکھا ہے یا اوصیائے انبیا مراد ہیں کہ جن کو خدا نے پیغمبروں کی وفات کے بعد امت کے درمیان چھوڑا ہے جن کا خلاصہ اور بہترین حضرت قائم آل محمد ہیں۔

چنانچہ کلینی نے روایت کی ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک امام محمد باقر کو شام لے گیا جب حضرت اس کے گھر پہنچے تو اس ملعون نے بنی امیہ اور اپنے اصحاب خاص سے کہا کہ جب میں خاموش ہو جاؤں تو تم میں سے ہر شخص امام کی سرزنش اور ملامت کرنا۔ پھر امام کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ جب حضرت اس کی مجلس میں پہنچے تو آپ نے تمام اہل مجلس کی طرف اشارہ کیا اور پھر تمام اہل مجلس کو ایک مرتبہ سلام کیا۔ یہ دیکھ کر ہشام ملعون کا غصہ امام پر اور زیادہ ہو گیا اس لئے کہ آپ نے اس پر سلام خصوصی نہیں کیا۔ امام بغیر اجازت کے بیٹھ گئے۔ پس ہشام نے امام کی مذمت اور ناراضگی کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ بہت سی باتوں کے دوران یہ بھی کہا اے محمد بن علی تم میں کا مرد ہمیشہ مسلمانوں کے

عصا کو توڑنے کی کوشش کیا کرتا ہے یعنی مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندہ کیا کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف بلاتا اور امامت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ سب کچھ بیوقوفی، ناسمجھی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ جب ہشام یہ کہکر چپ ہو گیا تو اس کے اصحاب ملاعنہ سے جس نے جو چاہا کہا۔ پس جب سب خاموش ہو گئے تو امام نے فرمایا اے لوگو تم نے کیا خیال کیا ہے اور یہ کیا ضلالت و گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ شیطان تم کو کہاں لئے جاتا ہے۔ بیشک خدا نے تمہارے پہلے کو ہماری وجہ سے ہدایت کی اور ہماری ہی وجہ سے تمہارے آخر کو ختم کرے گا۔ اگر تم کو یہ زائل ہونے والی بادشاہی حاصل ہے تو ہم کو آخرت کی باقی رہنے والی عظیم بادشاہی حاصل ہو گی۔ اور ہماری دولت کے بعد کوئی دولت نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ ہم وہ ہیں کہ جن کا انجام اچھا ہے جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے والعاقبۃ للمتقین یعنی آخرت کی منزل پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ یہ حال دیکھ کر ہشام نے امام کو قیدخانہ میں بھیج دیا۔ مگر امام کے اخلاق و عادات کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑی سی ہی مدت میں تمام اہل زندان نے حضرت کی محبت و ولایت اختیار کر لی۔ آخر زندان بان نے ہشام سے آکر کہا کہ اگر چند روز اور یہ شخص ہمارے شہر میں رہا تو تمام اہل شام اس کے معتقد ہو جائیں گے اور تم اس مسند پر نہیں بیٹھ سکتے۔ پس اس ملعون نے فوراً حکم دیا کہ امام اور ان کے ساتھیوں کو فوراً مدینہ بھیج دیا جائے اور راستہ میں کوئی بازار کا آدمی ان کے پاس نہ آنے پائے اور ان کے ہاتھ کوئی سودا نہ بیچے اور دیکھو خبردار ان کو راستہ میں کوئی شخص کھانے پینے کی چیز نہ دے سکے آخر امام کو بعجلت تمام بھیجا گیا۔ تین روز تک چلتے رہے اور راستہ میں کوئی چیز کھانے پینے کی امام کو نہ دی گئی۔ یہاں تک کہ حضرت شعیب پیغمبر کے شہر مدین میں پہنچے۔ اہل مدین نے بھی دروازے بند کر لئے۔ اور ان کو کچھ نہیں دیا۔ امام کے اصحاب بھوک و پیاس سے بیتاب ہو رہے تھے۔ شہر والوں سے بڑی لجاجت اور خوشامد سے کہا مگر انہوں نے دروازے نہیں کھولے۔ جب حضرت نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ ایک ایسے اونچے پہاڑ پر تشریف لے گئے جس سے تمام شہر نظر آتا تھا اور بلند آواز سے ندا کی جس سے تمام شہر کانپ اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شہر والو جو ظالم اور ستمگار ہو میں بقیۃ اللہ کا اہل ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کے متعلق فرمایا ہے بقیۃ اللہ خیر لکم الخ۔ اس شہر میں ایک بوڑھا آدمی تھا جب اس نے یہ آواز سنی تو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے لوگو خدا کی قسم یہ وہی

تمہارے پیغمبر شعیب کی آواز ہے۔ اگر تم نے جلدی سے ان لوگوں کے لیئے بازار نہ کھولا تو تم کو خدا کا عذاب اوپر سے اور نیچے سے گھیر لے گا۔ اب تم میری بات کا اعتبار کرو اور میرا کہنا مانو۔ ہم تم مجھے اپنا خیر خواہ اور ناصح نہ سمجھا یہ سن کر سب لوگوں نے جلدی سے بازار کھول دیئے تمام سامان خورد و نوش باہر لا کر رکھ دیا۔ جب یہ خبر ہشام ملعون کو پہنچی تو اس نے اس پیر مرد کو پکڑ بلایا۔ پھر معلوم نہیں کہ اس بیچارے پر کیا گزری۔ یہ حدیث اور بہت سے معجزات کے ساتھ بڑے طولانی واقعات کے ساتھ امام محمد باقر کے حالات میں آئے گی انشاء اللہ۔ امام رضا کی ولادت کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو امام موسیٰ کاظم تشریف لائے اور آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور آپ کے تالو کو آب فرات سے دھویا پھر آپ کی والدہ ماجدہ نجمہ کو دے کر کہا کہ لو یہ خدا کی زمین پر بقیہ خدا ہے۔

بسند معتبر احمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ ایک روز امام حسن عسکری اس طرح باہر تشریف لائے کہ آپ کے دوش پر ایک بچہ تھا جس کا چہرہ چودھویں چاند کی طرح چمکتا تھا جو تقریباً تین سال کا معلوم ہو رہا تھا۔ امام نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند رسول خدا کے ہمنام ہے پس اس بچہ نے بزبان عربی نہایت فصاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میں خدا کی زمین پر بقیہ خدا ہوں اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا ہوں۔

امام محمد باقر سے روایت ہے امام نے فرمایا کہ جب صاحب الامر ظاہر ہونگے تو سب سے پہلے اس آیت کی تلاوت کریں گے۔ بقیۃ اللہ خیر لکم الخ اور فرمائیں گے کہ میں تم پر بقیہ خدا، حجت خدا، خلیفہ خدا ہوں۔ پھر جو شخص آپ پر سلام کرے گا تو کہے گا کہ السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ۔ ابن شہر آشوب نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے امام نے فرمایا کہ ہم کعبہ خدا ہیں ہم قبلہ ہیں اور ہم بقیۃ اللہ ہیں۔

کافی میں بسند معتبر روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ جب ہم قائم آل محمد پر سلام کریں تو کیا امیر المومنین کہکر سلام کریں۔ امام نے فرمایا کہ اس نام سے سلام کرو کہ جس نام سے خدا نے ان کو موسوم کیا ہے کہ ان سے پہلے یا ان کے بعد یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا ہے اور ان کے بعد اس نام کو سوائے کافر کے دوسرا اپنے لیئے نہیں رکھے گا۔ راوی نے کہا کہ میں آپ

پر قربان پھر ہم ان پر کس طرح سلام کریں۔ امام نے فرمایا کہ السلام علیک یا بقیۃ اللہ کہکر سلام کرنا
پھر حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بقیۃ اللہ خیر لکم الخ

چوتھی آیت: (پ ۶۔ ع ۱۴۔ س مائدہ) ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فانّ حزب اللہ ھم الغالبون۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایماندار مل (آئمہ معصومین) کو اپنا ولی قرار دے گا (بیشک وہ حزب اللہ میں ہے) اور حزب خدا ہی غالب ہے۔ امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ ایمانداروں سے مراد خدا کے امین ہیں وہ ہر زمانہ میں اوصیاء پیغمبر ہیں۔

کتاب توحید میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ رسول خدا اس طرح قیامت میں آئیں گے کہ نور خدا سے فائدہ اٹھائیں گے اور ہم نور رسول خدا سے فائدہ اٹھائیں گے اور ہمارے دوست ہمارے نور سے فائدہ اٹھائیں گے اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور حزب خدا غالب ہے۔ نور خدا سے مراد دین خدا ہے۔ ہمارے شیعہ قیامت میں ہمارے دین سے متمسک ہوں گے۔

خداوند عالم نے منافقوں کی صفت میں دوسرے مقام پر کہا ہے۔ اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔ علی ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ شیطان کا لشکر اور اس کے مددگار ہیں۔ بیشک شیطان کے مددگار خسارہ میں ہیں۔ پھر خدا نے مومنین کی صفت بیان کی اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ یعنی یہ جماعت خدا کا لشکر ہے اور یہی لشکر رستگار ہے اور ان کے دشمن شیطان کا لشکر ہیں۔

علی ابن ابراہیم اور اہل سنت کے محدث حافظ ابو نعیم نے . . . . امیر المومنین سے روایت کی ہے سلیمان کہتے ہیں کہ علی نے کہا کہ جب بھی میں رسول خدا کی خدمت میں آتا ہوں تو رسول میرے شانے پر ہاتھ مار کر فرماتے ہیں کہ یہ (علی) اور اس کا گروہ سب کے سب رستگار ہیں یعنی ہر وہ شیعہ جو شیعیت میں سلمان کے جیسا ہو یا وہ عجم جو ولایت و محبت اہل بیت اختیار کر چکے ہیں اور یہ ظاہر تر ہے۔

پانچویں آیت: (پ ۲۶۔ ع ۱۔ س احقاف) قل ارءیتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السمٰوٰت ائتونی بکتاب

من قبل ھٰذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین ۔ اے محمد ان مشرکوں اور بت پرستوں سے کہو کہ جس کی تم پوجا کرتے ہو اس کے متعلق مجھے خبر دو اور مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں کی خلقت اور ان کے نظم و انتظام کے بارے میں ان کی کوئی شرکت ہے ۔ لاؤ اس کتاب (قرآن مجید) سے پہلے کوئی کتاب یا علم کا کچھ بقیہ پیش کرو ۔ اگر تم سچے ہو مفسرین کہتے ہیں کہ اثارۃ سے مراد علوم کا بقیہ مراد ہے کہ جس کو گزشتہ لوگوں سے نقل کرتے چلے آتے ہیں ۔

کلینی ، صفار اور دوسرے حضرات نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے اور آثارۂ علم سے مراد علوم پیغمبران ہیں ۔ امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ کتاب جفر اور مصحف فاطمہ آثار علم میں داخل ہیں ۔

اکتالیسویں فصل

ان آیات کے بیان میں کہ ملائکہ کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں سے دوستی و محبت ہے

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ (پ ۲۴ ع ۴ ۔ س مومن) الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شیٔ رحمۃ وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقہم عذاب الجحیم ربنا وادخلہم جنات عدن التی وعدتہم ومن صلح من آبائہم وازواجہم وذریاتہم انک انت العزیز الحکیم وقہم السیئات ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمتہ وذالک ھو الفوز العظیم ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان فتکفرون ۔ یعنی وہ جو عرش الٰہی کو اٹھاتے ہوئے ہیں یا وہ جو عرش کے چاروں طرف اپنے رب کی تسبیح و تقدیس اور حمد میں مصروف ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار کہ جس کی رحمت اور علم ہر چیز کو

گھیرے ہوئے ہے تو ان لوگوں کو بخش دے جو توبہ کر چکے ہیں اور تیری راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو عذاب جہنم سے بچا۔ اے ہمارے رب ان کو ان باغوں میں داخل کر جو سدا بہار ہیں اور جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور جو ان کے بیوی بچوں اور ماں باپ میں نیکوکار ہو اس کو بھی جنت میں داخل کر بیشک تو بڑا غالب اور حکمتوں والا ہے اور ان کو ہر برائی سے محفوظ رکھ اور جس کو تو اس دن قیامت کی مصیبت سے بچالے تو تو نے اس پر بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کو قیامت کے روز ندا دی جائے گی کہ تم پر خدا کا عذاب اور اس کی پھٹکار اس سے زیادہ عظیم ہے کہ جو تم کو اپنے اوپر خود ہے (جب کہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جا رہا تھا تو تم نے اس سے انکار کر دیا۔

کلینی نے بسند معتبر ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ صادق آل محمد نے فرمایا کہ خدا نے چند ایسے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ جو ہمارے شیعوں کے گناہ معافی مانگ مانگ کر اس طرح کم کراتے رہتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں درختوں سے پتے گر جاتے ہیں۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے و یستغفرون للذین امنوا بخدا اے ابوبصیر اس سے تمہارے سوا کوئی مراد نہیں اور فرشتوں کا استغفار صرف تمہارے (یعنی شیعوں) کے لئے ہے

عیون اخبار رضا میں امام رضا سے روایت ہے کہ ملائکہ ہمارے شیعوں کے خدمتگار ہیں۔ اس کے بعد امام نے یہی اوپر والی آیت پڑھی اور فرمایا کہ اس آیت میں مومنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں۔

علی ابن ابراہیم نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق سے پوچھا کہ فرشتے زیادہ ہیں یا اولاد آدم۔ امام نے فرمایا کہ اس برحق خدا کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ فرشتے آسمانوں میں خاک کے ذروں سے بھی زیادہ ہیں۔ آسمانوں میں ایک قدم کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے کہ جہاں ملک نہ ہو اور وہ خدا کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس کرتا ہے اور روئے زمین کا کوئی درخت یا ڈھیلا ایسا نہیں ہے کہ اس پر ملک مقرر نہ ہو جو ہر روز ان کے اعمال و حالات خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ خدا اس کے عمل سے اس فرشتہ سے بھی زیادہ واقف ہے اس لئے کہ فرشتہ تو اس کے عمل سے عمل کے بعد واقف ہوا ہے اور خدا پہلے ہی سے جانتا ہے

کریہ کرے گا (مترجم باردو)

اور کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے کہ جو ہر روز ہم اہلبیت کی ولایت کا اظہار کرکے خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل نہ کرتا ہو اور یہ فرشتے ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں اور خدا سے استدعا کرتے ہیں کہ ان دشمنان اہل بیت پر دردناک عذاب نازل کر۔

امام محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں روایت ہے وکذالک حقت کلمۃ ربك علی الذین کفروا انہم اصحاب النار۔ یعنی خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ کافرین آتش جہنم میں رہیں گے یعنی دشمنان آل محمد اور الذین یحملون العرش سے مراد رسول خدا اور ان کے بعد ان کے وہ اوصیاء ہیں جو عرش علم باری تعالیٰ کو اٹھائے ہوئے ہیں ومن حولہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خدا کی تسبیح وتحمید وتمجید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے گناہوں کی معافی طلب کرتے رہتے ہیں جو ایماندار ہیں۔ یعنی شیعیان آل محمد۔ فاغفر للذین تابو۔ یعنی ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے دشمنان اہل بیت کی ولایت سے توبہ کی ہوتی ہے۔ واتبعو سبیلك یعنی ولی خدا امیرالمومنین کے طریقہ کی پیروی کی ہے۔ ومن صلح من اباءہم الخ جو نیکوکار ہے ان کے بیوی بچوں اور ماں باپ سے امام نے فرمایا کہ صالح وہ ہے کہ جو امیرالمومنین کی ولایت اختیار کرے اور ان کی اور ان کے بعد ان کے فرزندوں کی امامت کا اقرار کرے۔ وقہم السیات الخ یعنی جو شخص دنیا میں ان کی ولایت کی نگاہداری کرے گا وہ قیامت میں تیری رحمت کا مرکز ومحل ہو جائے گا اور یہ فوز عظیم ہے اس شخص کے لئے جو ولایت ومحبت دشمنان اہل بیت سے بچ جائے پھر امام نے فرمایا ان الذین کفروا یعنی دشمنان اہلبیت اور انکے ہم خیال۔ اذ تدعون الخ ایمان سے مراد ولایت علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

ابن ماہیار نے ان تمام مجموعہ مضامین کو جابر جعفی کے ذریعہ سے امام محمد باقر سے روایت کیا ہے امیرالمومنین سے روایت ہے کہ میری فضیلت رسول خداؐ سے اس آیت کے ضمن میں نازل ہوئی الذین یحملون العرش الخ اس لئے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت میرے سوا کوئی بھی مومن نہیں تھا۔

علمائے اہل سنت کے طریقہ سے روایت ہے کہ برسوں فرشتوں نے علی پر صلوات بھیجی ہے اس لئے کہ حضرت کے سوا اس وقت تک کوئی ایمان نہیں لایا تھا اور آنحضرتؐ کے پیچھے کسی نے نماز نہ پڑھی تھی۔

بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس آیت میں سبیل سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں اور والذین آمنوا سے مراد حضرت کے شیعہ ہیں۔

بیالیسویں فصل

اس بیان میں کہ صبر، مرابطہ، یسر، عسر کی آیتیں آئمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں

ایسی آیتیں بہت ہیں

پہلی آیت: والعصر ان الانسان لفی خسر یعنی زمانہ کی قسم کھا کر یاد کرتا ہوں کہ یقیناً انسان گھاٹے میں ہے۔

اکمال الدین میں روایت کی گئی ہے کہ عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جبکہ صاحب الامر ظہور فرمائیں گے۔ جیسا کہ اس کے بعد بیان ہوگا۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ عصر سے مراد دنیا کا آخری روز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عصر سے مراد رسول خدا ہیں الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات سوائے ان کے جو ایماندار ہیں اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر یعنی زمانہ کی قسم انسان نقصان میں ہے اور بیشک وہ عمر بھر نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو مومن ہیں اور اچھے اچھے کام کرتے ہیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔

کتاب احتجاج میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا نے خطبہ غدیر میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم سورۂ والعصر علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اکمال الدین میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ عصر سے مراد ظہور قائم آل محمد کا زمانہ ہے۔ ان الانسان لفی خسر سے ہمارے دشمن مراد ہیں جو نقصان ہی نقصان میں ہیں الا الذین آمنوا سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے ہیں۔ وعملوا الصالحات یعنی جو برادر ایمانی کے ساتھ مواسات و ہمدردی کرتے ہیں وتواصوا بالحق یعنی ایک دوسرے کو امامت حق یعنی ولایت آئمہ حق کی وصیت کرتے ہیں وتواصوا بالصبر یعنی زمانہ غیبت امام آخر الزمان کے فتنوں کی وصیت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دین پر ثابت قدم ہیں۔

دوسری آیت: یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اے ایماندارو صبر و شکیبائی اختیار کرو اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہو اور خدا کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ شاید فلاح پا جاؤ۔ (پ۴ - ۱۱۴ - س آل عمران)

اکثر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اپنے دین میں ثابت قدم رہو۔ کافروں سے لڑائی کے لئے تیار رہو اور دشمنوں کی گھات میں رہو کہ وہ مسلمانوں کی سرحد پر نہ آنے پائیں۔

بسند معتبر ابن بابویہ وغیرہ نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ خدا کی نافرمانی ترک کرنے پر صبر کرو اور اطاعت خدا پر پابند رہو اور خدا کی راہ میں مرابطہ قائم کرو کہ جو خدا نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان مقرر کیا ہے اور جو شخص ہماری فکر میں لگا ہے اور انتظار کرتا رہتا ہے اس نے گویا رسول خدا کی حمایت میں جہاد کیا ہے اور خدا کی پرہیزگاری یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کی تلقین کرے اور بری باتوں سے روکے اور اس سے بدتر برائی کیا ہوگی کہ جو اس امت نے ہم پر کیا اور ہم کو شہید کیا۔

دوسری سند سے انہی امام صادق سے روایت ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں صبر کرو اور مصائب برداشت کرو اور اپنے آپ کو آئمہ علیہم السلام کی اطاعت کا پابند بنالو۔

یعقوب سراج سے روایت ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے امام جعفر صادق کی خدمت میں عرض کیا آیا زمین بغیر آپ کے عالم کے باقی رہ سکتی ہے کہ لوگ اس سے پناہ لیں اور اس سے دین حاصل کریں۔ امام نے فرمایا کہ نہیں اگر زمین بغیر امام کے رہ جائے تو خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ اے یعقوب زمین کبھی ہمارے عالم سے خالی نہیں رہ سکتی کہ جس کی امامت کا علم لوگوں کو نہ ہو۔ اور لوگ حلال و حرام کو

اس سے نہ پوچھیں اور یہ معنی کتاب خدا سے ظاہر و باہر ہیں۔ پھر امام نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ یعنی اپنے دین میں صبر کرو۔ ان دشمنوں کی تکالیف برداشت کرو جو دین میں تمہارے مخالف ہیں۔ اور اپنے آپ کو اپنے امام سے چسپاں کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ جن چیزوں کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے ان کو پورا کرو اور جن سے روکا ہے ان سے باز رہو۔

دوسری روایت میں یوں فرمایا کہ ہماری محبت میں تم کو جو تکالیف پہنچتی ہیں ان پر صبر کرو۔ اپنے امام زمانہ کی متابعت کرو اور وقت ضرورت دشمنوں سے تقیہ کرکے اپنے امام سے حلامت ہو جاؤ۔

دوسری سند سے امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ترک معاصی پر صبر کرو اور دشمنوں سے تقیہ کرکے اپنے دین میں مشقت برداشت کرو اور آئمہ طاہرین سے مضبوطی کے ساتھ رابطہ قائم رکھو۔ اور خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو تو شاید فلاح پا جاؤ گے۔

نعمانی اور کلینی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عباس کو اس آیت کی تفسیر پوچھنے کے لیئے امام زین العابدین کی خدمت میں بھیجا گیا۔ امام کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ کس نے تم کو بھیجا ہے۔ وہ خود مجھ سے اس آیت کی تفسیر پوچھ کر گیا ہے اور میں نے بتلایا ہے کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت اس کے اور ہمارے فرزندوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور وہ رابطہ کہ جس کے لیئے ہم مامور کیئے گئے ہیں۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ ہماری نسل سے ایک ہے جو اس کے لیئے مامور ہوگا اور اس کے صلب میں کچھ ایسی امانتیں ہیں جو آتش جہنم کے لیئے پیدا ہوتی ہیں۔ جو بہت جلد ظاہر ہوں گی اور بہت سے گروہ فوج در فوج دین خدا سے نکل جائیں گے اور عنقریب زمین خدا کو آل محمد کے ان بچوں کے خون سے رنگین کیا جائے گا جو اپنے آشیانوں سے پہلے پرواز کریں گے اور اس امر کے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے کہ جس کو وہ پا نہیں سکیں گے۔ اور مومنین اس زمانہ میں ظہور قائم آل محمد کا انتظار کریں گے اور مخالفین کی سختیوں پر صبر کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان حکم کرے گا اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔

کلینی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب خلاق عالم ارواح طیبہ اپنے نبی اور اس کے وصی علی اور اس کی دختر فاطمہ اور اس کے فرزند حسن و حسین کو خلق کیا اور تمام آئمہ علیہم السلام

اور ان کے شیعوں کی ارواح کو خلق کیا تو ان سے عہد لیا کہ وہ صبر کریں گے۔ تقیہ اختیار کریں گے اپنے آئمہ کی اطاعت سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گے اور مخالفت سے پرہیز کریں گے۔

تیسری آیت: اُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔ (پ ۲۰۔ ع ۹۔ س قصص)

اس گروہ کو دو مرتبہ مزدوری دی جائے گی اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور برائی کو نیکی سے دفع کیا اور جو روزی ہم نے ان کو دی ہے اس کو ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے چشم پوشی کر لیتے ہیں کہ ہمارا کیا ہمارے لئے ہے اور تمہارا کیا تمہارے کام آئے گا۔ تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو ایمان لے آئے جیسے حضرت سلمان اور ان کے ساتھی علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آیت آئمہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ انہوں نے مخالفین کے مظالم پر صبر کیا اور جس نے ان کے ساتھ برائی کی انہوں نے اس کے ساتھ ہمیشہ نیکی ہی کی اور ہمیشہ جھوٹ۔ کھیل کود اور لہو و لعب سے بچے رہے کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ صبر سے مراد تقیہ ہے اور سیئہ سے مراد اسرار آئمہ کو ظاہر کرنا اور تقیہ کو ترک کرنا ہے۔

چوتھی آیت: (پ ۱۸۔ ع ۱۷۔ س فرقان) وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا۔ ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے امتحان قرار دیا ہے کیا تم صبر کرو گے بیشک تمہارا رب بڑا دانا و بینا ہے۔

ابن ماہیار نے امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو جمع کیا اور خود ان کے روبرو بیٹھ گئے اور فرمایا اے میرے اہل اور اہل خدا بیشک تم پر خدا سلام کرتا ہے یہ دیکھو جبرئیل اس گھر میں حاضر ہے اور کہتا ہے کہ خداوند عزیز جلیل فرماتا ہے کہ میں نے تمہارے دشمنوں میں سے بعض کو تمہارے لئے فتنہ (امتحان) قرار دیا ہے۔ بتلاؤ تم کیا کہتے ہو تب ہیں میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم خدا کے حکم کی وجہ سے صبر کرتے ہیں جو بلا ہم پر نازل ہوگی اسکو برداشت کرینگے

اس لیے کہ حبیب خدا کے پاس جائیں گے تو ہم کو بڑا ثواب ملے گا۔ تحقیق کہ ہم نے سنا ہے کہ خدا نے صبر کرنے والوں سے بڑا اچھا وعدہ کیا ہے۔ یہ سن کر رسولؐ خدا نے اس زور سے گریہ فرمایا کہ جو لوگ گھر سے باہر تھے انہوں نے بھی آنحضرتؐ کے گریہ کی آواز سنی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ وکان ربک بصیرًا۔ یعنی خدا پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ لوگ راضی ہو جائیں گے اور اس امتحان میں صبر کریں گے۔

پانچویں آیت: (پ ۱۳۔ ع ۱۳۔ س ابراہیم) ولقد ارسلنا موسٰی بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور وذکرھم بایام اللہ ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور۔ بیشک ہم نے موسیٰ کو بہت سی آیات کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو کفر و جہالت کے اندھیرے سے نکال کر نور ایمان و علم کی طرف لاؤ اور ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ بیشک اس میں بہت صبر و شکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں ایام اللہ سے مراد خدا کے عذاب کے دن ہیں جو گزشتہ کافروں پر نازل کیا گیا تھا۔

عیاشی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام اللہ سے مراد اس کی نعمتیں ہیں۔

ابن بابویہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایام خدا وہ دن ہیں کہ جب قائم آل محمد ظہور فرمائیں گے اور آئمہ معصومینؑ رجعت فرمائیں گے اور ان کے بعض دشمن اور دوست جس دن دنیا میں زندہ ہوں گے یا قیامت کا دن۔

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ اس سے روز ظہور قائمؑ۔ روز مرگ اور روز قیامت مراد ہے ابن ماہیار نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ صابر وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی بلاؤں، آفتوں اور شدت و رضا میں صبر کرتے ہیں اور دشمن کے ہر آزار پہ جو اُن پر ہماری محبت کی وجہ سے پڑتا ہے اس پر صبر کرتے ہیں اور ہماری ولایت و محبت جو خدا نے ان کو دی ہے اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

چھٹی آیت: واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرًا جمیلا وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلا (پ ۲۹۔ س مزمل۔ ع ۱۳)

یعنی خدا نے رسولؐ سے کہا کہ اے ہمارے نبی جو کچھ یہ کافر اور منافق کہتے ہیں اس پر صبر کرو

اور ان سے کسی اچھے عنوان سے الگ ہو جاؤ۔ اور جو لوگ صاحبانِ نعمت تم کو جھٹلاتے ہیں ان کو میرے حوالے کر دو اور ان کو بہت تھوڑی سی مہلت دے دو۔

ابن ماہیار نے روایت کی ہے کہ اے رسول ان جھٹلانے والوں کی باتوں پر صبر کرو۔ بیشک میں ان سے اس مرد کے ذریعہ انتقام لے لوں گا جو تم میں سے ہوگا اور وہ میرا قائم ہے کہ میں اس قائم کو ظالموں سے تمہارے خون کا بدلہ لینے کے لئے مسلط کروں گا۔ کلینی نے امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ اے پیغمبرؐ رسول منافق جو تجھ کو کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے آہستگی سے الگ ہو جاؤ اور جو لوگ علی کو تمہارا وصی مقرر کرنے پر تمہاری تکذیب کرتے ہیں ان کو میرے اوپر چھوڑ دو۔

بسند معتبر انہی حضرت سے روایت ہے کہ خدا نے اس آیت میں اپنے رسول کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے کہ کافر منافق بُری بُری باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ رسولؐ نے حکمِ الٰہی سے ان سب باتوں پر صبر کیا۔

احتجاج میں جناب امیر سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت رسولِ خدا منافق صحابہ کے ساتھ ہمیشہ رفق و مدارات کر کے ان کی تالیفِ قلوب کیا کرتے تھے۔ ان کو بلا کر اپنے داہنی جانب بٹھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خدا نے رسول کو ان کے دور کرنے کا حکم دیا۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۔

تینتالیسویں فصل

ان آیات کے بیان میں جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کی مظلومی پر نازل ہوئی ہیں

اور وہ بہت آیات ہیں

پہلی آیت: (پ ۲۱۔ س عنکبوت۔ ع ۱۳) الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۔

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ خالی یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دئے جائیں گے۔ کیا

ان کا امتحان نہیں ہوگا۔ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے والوں کا امتحان لیا ہے تاکہ ہم جان لیں کہ ان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ کیا بدکار لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اور وہ ہمارے قابو سے باہر ہیں کیا ہم ان کو عذاب نہیں کریں گے (ضرور کریں گے) اور ان کا فیصلہ بہت برا ہے۔

حضرت امیر المومنین اور امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات فلیعلمن کو باب افعال سے ہی کو پیش اور لام کو زیر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ (فلیعلمن) احادیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ دونوں آیتیں اس فتنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو رسولؐ خدا کے بعد رونما ہوا۔ امیر المومنین سے خلافت غصب کی کہ انہوں نے غدیر میں جناب امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی مگر دنیا کے پیرو ہو گئے اور بیعت توڑ دی۔ یہاں سے مومن (جنہوں نے بیعت باقی رکھی) اور منافق (جنہوں نے بیعت توڑ دی) الگ ہو گئے۔

جیسا کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت بیان کی ہے کہ جب لوگوں نے دوسروں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ایک شخص اس وقت امیر المومنین کے پاس آیا جبکہ آپ ہاتھ میں بیلچہ لیئے ہوئے قبر رسول کو درست فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ سب نے فلاں کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اور انصار چونکہ ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ لہٰذا وہ رہ گئے اور جماعت طلقاء جو منافقین کی جماعت تھی بڑی جلدی ایمان لے آئی۔ وصیت کو غنیمت سمجھا اور جلدی سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیعت کر لی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلافت آپ کو مل جائے۔ جب اس شخص نے بات ختم کی تو آپ نے بیلچہ زمین میں گاڑ کر ان آیات کی تلاوت کی۔ ساء ما یحکمون

ابن ماہیار نے امام حسین سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ احسب الناس الخ نازل ہوئی تو جناب امیر نے رسولؐ خدا سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ فتنہ جس کے متعلق خدا نے ارشاد فرمایا ہے وہ کونسا ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی تم ہی ہو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری امامت کے بارے میں ابتلا و امتحان لیا ہے اور تم اس معاملہ میں ان لوگوں سے جو تمہاری خلافت کو غصب کریں گے اور تمہاری امامت کے قائل نہیں ہوں گے مخاصمہ کرو گے۔ لہٰذا تم اپنی حجت و دلیل کو خصومت کے لیئے تیار کر لو۔

بسند معتبر امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ ایک رات رسولؐ خدا مسجد میں رہے

جب صبح ہونے لگی تو جناب امیر مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ نے آواز دی یا علی ۔ آپ نے کہا لبیک ۔ رسول نے کہا کہ میرے پاس آؤ ۔ جب علی نزدیک پہنچے تو رسول نے کہا اے علی آج تمام رات میں نے مسجد میں بسر کی اور خدا سے ہزار مرادیں مانگی ہیں جو خدا نے سب پوری کر دی ہیں ۔ اور اسی طرح ہزار حاجتیں تمہارے لئے طلب کی ہیں ۔ خدا نے وہ بھی پوری کر دیں اور میں نے خدا سے سوال کیا کہ تمام امت کو تیری امامت پر اکٹھا کر دے کہ سب تیری خلافت کا اقرار کریں اور تیری پیروی کریں خدا نے اس کو قبول نہیں کیا اور یہ آیت نازل فرمائی ۔ الم احسب الناس الخ

دوسری آیت : (پ ۱۵ ۔ ع ۱۶ ۔ س کہف) وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا

اے محمد کہہ دو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے ۔ بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آتش جہنم تیز کر رکھی ہے کہ جس کے پردے ان کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیں گے ۔

کلینی ، علی ابن ابراہیم اور عیاشی نے بسند ہائے معتبر امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حق سے مراد ولایت امیر المومنین ہے اور ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے آل محمد پر ظلم کئے ہیں ۔ اور آیت اس طرح نازل ہوئی تھی ۔ انا اعتدنا للظالمین آل محمد حقھم نارا ۔ یعنی ہم نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا ۔ آتش جہنم بھڑکا رکھی ہے ۔

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی ۔ قل الحق من ربکم فی ولایت علی ۔ یہاں تک کہ انا اعتدنا للظالمین آل محمد حقھم نارا ۔ اس کے معنی اوپر بیان ہو چکے ۔

تیسری آیت : (پ ۱۷ ۔ ع ۱۳ ۔ س کہف) اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ط یعنی ان لوگوں کو اجازت جہاد دی گئی ہے کہ جن سے کفار قتال کرتے رہتے ہیں ۔ کہ وہ بھی کفار سے جہاد کریں ۔ اس وجہ سے کہ ہم سے کفر کرنے والوں نے ان پر ظلم و ستم کیا ۔ بیشک خدا ان کی

مدد کرنے پر قادر ہے۔ جو ناحق اپنے شہروں اور گھروں سے نکالے گئے۔ بلا خطاؤ قصور صرف اس وجہ سے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔

علی ابن ابراہیم کا کہنا ہے کہ یہ آیات امیرالمومنینؑ، حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس کے بعد حضرت امام حسین کی شان میں جاری ہے۔ والذین اخرجو من دیارھم بغیر حق حضرت امام حسین کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ یزید پلید نے ان حضرت کو گرفتار کرنے کے لئے آدمی بھیجے کہ ان کو پکڑ کر شام لے جائیں۔ اسی ڈر سے امام حسینؑ مدینہ سے کربلا اور کوفہ کی جانب لے جا کر شہید کر دیئے گئے۔

بسند حسن جو صحیح کی طرح ہے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اہل سنت اس آیت کے اول حصہ کے متعلق کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ کفار قریش نے ان حضرت کو مکہ سے باہر نکال دیا۔ امام نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد حضرت صاحب العصر ہیں۔ جبکہ وہ امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کے لئے خروج کریں گے اور کہیں گے کہ ہم حضرت امام حسین کے ولی ہیں کہ جو ان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ الذین خرجوا من دیارھم ہماری شان میں نازل ہوئی ہے۔

ابن ماہیار نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ یہ آیات ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

بسند دیگر حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ یہ آیات حضرت حسن و حضرت حسین کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

انہی امام محمد باقر سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت قائم آل محمد اور ان کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مجمع البیان میں امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت مہاجرین کی شان میں نازل ہوئی ہے اور پھر تمام آل محمد پر جاری ہو گئی کہ ان کو اپنے شہروں سے نکالا گیا اور انہوں نے ہمیشہ دشمنوں کے خوف سے زیادہ زندگی تقیہ میں بسر کی۔

چوتھی آیت ۱۱ (پ ۱ - ع ۶ - س بقرہ) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۔۔۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔

اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ۔ ۔ ۔ اس شہر یعنی بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ اور اس شہر کی نعمتوں کو فراوانی سے کھاؤ پیو اور اس شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور تم یہ کہتے جاؤ اے خدا ہمارے گناہ معاف کر تاکہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں اور بیشک ہم نیکو کاروں کے ثواب میں زیادتی کریں گے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا انہوں نے اس کلمہ کو بدل دیا جو ان کو کہا گیا تھا۔ پس ہم نے اس گروہ پر جس نے ظلم کیا تھا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کر دیا۔

مفسرین کے درمیان یہ مشہور ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے لئے نازل ہوئی ہے اور ان میں سے اکثر نے داخل ہوتے وقت معافی نہیں مانگی تھی۔ بجائے اس کے دنیا کی نعمتیں مانگی تھیں جس کی وجہ سے ان پر ایسا طاعون نازل ہوا کہ ایک گھنٹہ میں چوبیس ہزار آدمی مر گئے۔

لیکن احادیث اہل بیت بروایت کلینی وغیرہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور آیت اس طرح ہے فبدل الذین ظلموا آل محمد حقہم قولا غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقہم رجزاً من السماء یعنی جن لوگوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کا حق غصب کیا۔ انہوں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل دیا۔ پس ہم نے ان کے آل محمد پر اس ظلم کرنے کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کر دیا۔

مترجم گوید: اس ترجمہ کی توجیہ دو طریقہ سے ممکن ہے۔

پہلی یہ کہ خداوند عالم نے امم سابقہ کے قصص وحکایات اس امت کی نصیحت، عبرت اور بشارت کے لئے بیان کئے ہیں اور بہت سے احادیث سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جس کی نظیر اس امت میں نہ ہو اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس امت میں اہل بیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی طرح ہے یعنی جس طرح بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے اس دروازے میں داخل ہو جائیں جس نے اس

پر عمل کیا اس کو نجات ملی اور جس نے نافرمانی کی اس پر عذاب خدا نازل ہوا۔ اسی طرح ولایت اہل بیت اس امت میں ایسی ہی ہے کہ جو شخص ان کی ولایت کو قبول کر کے ان کی تعظیم و اطاعت کرے گا نجات پائے گا اور جو شخص ایسا نہیں کرے گا اس پر عذاب نازل ہو گا وہ امت ظاہری طور سے ہلاک ہو گئی اور یہ امت اہل بیت کو چھوڑ کر جہالت ضلالت میں مبتلا ہوئی۔ اور سعادت سے محرومی کی موت مر جائیگی۔ اور دشمنان اہل بیت پر جو کبھی کبھی لوٹ مار، قتل و غارت گری اور مختلف قسم کی بلائیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی وجہ اہل بیت کی مخالفت ہی ہے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ پھر دوستداران اہل بیت پر یہ بلائیں کیوں آتی ہیں تو اس کی دو وجہ ہیں پہلی تو یہ کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ ان کے لئے یہ امتحاناً ہوتا ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اگر یہ اس وقت ثبات قدم دکھائیں۔ (مترجم بار دو)

دوسری توجیہ یہ کہ ممکن ہے کہ بنی اسرائیل بھی اہل بیت کی ولایت کے مکلف کئے گئے ہوں۔ جیسا تفسیر امام حسن عسکریؑ میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ نے ولایت محمد و علی اور تمام اہل بیت کا اس وقت بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا جبکہ وہ صحرائے اتبہ سے نجات پا چکے تھے۔ خداوند عالم نے ان سے کہا کہ دروازہ اریحا میں داخل ہوں جو شام کے شہروں میں ہے۔ جب یہ سب اس شہر کے دروازوں پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ پر محمدؐ و علیؑ کی تصویریں نصب کی ہوئی ہیں اور دروازہ بلند و وسیع و رفیع تھا۔ پھر خدا نے ان کو حکم دیا کہ جب تم اس دروازے میں داخل ہو تو ان دونوں بزرگواروں کی تعظیم کے لئے جھک جانا اور وہ بیعت جو میں نے تم سے ان کے متعلق لی ہوئی ہے اس کو اپنے دل میں تازہ کر لینا۔ اور کہنا کہ اے خدا ہم نے محمدؐ و علیؑ کی ان تصویروں کے لئے سجدۂ تواضع اور عاجزی کیا۔ اور ہم نے ان کی ولایت کی جو تجدید کی ہے اس لئے کہ تو ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہمارے سیئات کو محو فرما۔ اگر تم ایسا کرو گے اور کہو گے تو بلاشبہ میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور جس کا کوئی گناہ نہ ہو گا اور ان کی ولایت پر ثابت قدم رہے گا تو اس کے ثواب و درجات میں زیادتی اور بلندی عطا کروں گا۔ پس ان میں سے اکثر نے اطاعت نہیں کی اور کہا کہ ہمارے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے۔ ہم اس بلند دروازے سے یوں کیوں جھکیں اور جس گروہ کو ہم نے دیکھا نہیں ہے اس کو سجدہ کیوں کریں پس وہ اس دروازے میں ... لیشت کر کے داخل ہوئے

اور بجائے حطہ کے حنطہ حمرا (لال گیہوں) کہکر داخل ہوئے۔ یا ہمارا حاصل کیا ہوا ہمارے لئے کافی ہے۔ اس کے مقابلہ میں جس کی ہم کو تکلیف دی جارہی ہے۔ پس خداوند عالم نے آسمان سے وہ عذاب جو ایسے نافرمانوں کے لئے مقرر تھا بھیج دیا کہ جس سے ایک دن سے بھی کم میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمی طاعون سے مرگئے اور یہ وہ جماعت تھی کہ جس کے متعلق خدا کو معلوم تھا کہ یہ ایمان نہیں لائے گی اور ان کی نسل سے کوئی مومن پیدا نہیں ہوگا۔ حدیث ختم ہوگئی۔ ان دو آیات کی بنا پر کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسری آیت: واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر شیطان اکڑا اور تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا اور وہ کافرین میں سے تھا۔

کلینی نے بسند معتبر موسٰی ابن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ خدا نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ اور بنی امیہ ان کے منبر پر چڑھ رہے ہیں تو آپ کو اس کا بہت رنج ہوا کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے بعد ان کے وصی کا حق غصب کریں گے۔ پس خداوند عالم نے یہ آیت ان کی تسلی کے لئے بھیج دی۔ اے محمدؐ میں نے ان کو حکم دیا مگر انہوں نے میری اطاعت نہیں کی تو اگر یہ تیری اطاعت بھی نہیں کرتے ہیں تو رنجیدہ مت ہو کہ یہ لوگ تیرے وصی کے معاملے میں تیری نافرمانی کرتے ہیں کرنے دے دیہ بھی شیطان کی طرح کافرین میں سے ہیں اور جو اس کا حشر ہوا ان کا بھی ہوگا۔ مترجم باردو)

چوتھی آیت: ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم طریقاً الا طریق جھنم خالدین فیھا ابداً وکان ذالک علی اللہ یسیراً یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیر لکم وان تکفروا فان للہ ما فی السمٰوٰت والارض وکان اللہ علیماً حکیماً ط (پ ۶۔ ع ۲۴۔ س نساء)

یعنی جن لوگوں نے کفر کیا اور پھر ظلم بھی کیا تو خدا ان کو نہ کبھی معاف کرے گا اور جہنم کے سوا کسی اور راستہ پر نہیں لے جائے گا جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور خدا کے لئے یہ تو بہت آسان ہے اے لوگو یاد رکھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری طرف خدا کی طرف سے برحق رسول (محمدؐ) آچکا پس

تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اگر تم نے کفر کیا تو یہ جان لو کہ خدا تمام زمینوں اور آسمانوں کی چیزوں کا مالک ہے اور خدا بڑا جاننے والا حکیم و دانا ہے۔

کلینی نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ ان الذین ظلموا آل محمد حقہم۔ یعنی بیشک جن لوگوں نے آل محمد پر ظلم کیا کہ ان کا حق چھین لیا اور دوسری آیت بھی اسی طرح ہے

پانچویں آیت: یاایہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فامنوا خیرلکم وان تکفروا بولایۃ علی ۰

یعنی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول ولایت علی برحق لے کر آیا ہے۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ علی کی ولایت پر ایمان لاؤ۔ یعنی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے ولایت علی کا انکار کیا تو خدا تم سے بے نیاز ہے۔ اس لئے کہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اسی کی ہے۔

چھٹی آیت: وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا (پ ۱۵-ع ۹- س بنی اسرائیل)

یعنی ہم قرآن سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو شفا اور رحمت ہے مومنین کے لئے، لیکن ظالموں کو تو اس سے نقصان ہی نقصان ہے۔

ابن ماہیار نے چند سندوں کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ظالمین سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جنہوں نے آل محمد پر ظلم کیا ہے اور آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔ ولا یزید ظالمی آل محمد حقہم الا خسارا

ساتویں آیت: وما ظلمونا ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ (پ ۱- ع ۶- س بقرہ)

یعنی انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنے ہی اوپر ظلم کیا۔

کلینی وغیرہ نے حضرت امام محمد باقر اور امام موسیٰ کاظم سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم کی ذات اس تصور سے بھی بہت بلند و بالا ہے کہ اس کے متعلق ظلم کا تصور بھی کیا جائے۔ بلکہ خدا نے ہم اہل بیت کو شامل کر کے بتلایا ہے کہ ہم پر ظلم کرنا گویا خدا پر ظلم ہے۔ یعنی جن لوگوں نے

میری امانت اور محبت پر ظلم وستم کیا ہے اور وہ تکالیف جو ان کو پہنچائی ہیں بیشک ان ظالموں نے اپنا ہی سب کچھ بگاڑا ہے کہ ان پر ظلم کرکے اپنے آپ کو عذاب ابدی کا مستحق قرار دیا۔

آٹھویں آیت: اُحشرُ الذین ظلموا وانہواجہم ۔ (پ ۲۳ - ع ۶ - س صافات)

علی ابن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ ان لوگوں اور ان کے حامی موالیوں سب کو جمع کرو جنہوں نے آل محمد پر ظلم ڈھائے ہیں۔

نویں آیت: وما اٰتاکم الرسُولُ فخذوہُ وما نہاکم عنہُ فانتہوا واتقوا اللہ اِنّ اللہ شدیدُ العقاب ط (پ ۲۸ - ع ۴ - س حشر)

یعنی رسول تم کو جس کام کے کرنے کا حکم دے اس کو کرو اور جس کام سے روکے اس کو مت کرو اور خدا کے عذاب سے ڈرو بیشک خدا بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔

ابن ماہیار نے جناب امیر سے روایت کی ہے آپ نے اس کی تفسیر یوں کی کہ خدا سے اور آل محمد پر ظلم کرنے سے ڈرو اس لئے کہ خدا اس کو سخت عذاب دے گا جو ان (آل محمد) پر ظلم کرے گا۔

دسویں آیت: وقد خاب مَن حمل ظلمًا (پ ۱۶ - ع ۱۵ - س طہ)

ابن ماہیار نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے آل محمد پر ظلم کو گوارا کیا وہ خدا کی رحمت سے ناامید ہے۔

گیارھویں آیت: ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل (پ ۲۵ - ع ۵ - س شوریٰ)

یعنی وہ شخص کہ جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ انتقاماً کچھ کرے تو اس پر کوئی عذاب یا عتاب نہیں ہے۔ ابن ماہیار نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ ظاہر ہوں گے اور بنی امیہ اور ان لوگوں سے انتقام لیں گے کہ جنہوں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تکذیب کی ہے اور جو لوگ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں۔

تمّت

بحمد اللہ تعالیٰ وعن رسولہ واہل بیتہ الطاہرین علیہم السلام

مختارِ آلِ محمدؐ

مؤلفہ:۔ مورخ یگانہ فخر العلماء جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی (پشاور)

یہ کتاب حضرت مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے حالات زندگی پر مشتمل ہے اس کتاب میں مستند تواریخ اقوال علماء امامیہ اور ارشادات آئمہ طاہرین کی روشنی میں صحیح حالات لکھے گئے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اردو میں اس موضوع پر اس انداز کی آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کی اردو نہایت شستہ انداز تحریر دلآویز اور طرز نگارش روح افزا ہے کتاب ہاتھ میں اٹھا لینے کے بعد دل یہی چاہتا ہے کہ جب تک ختم نہ ہو ہاتھ سے نہ رکھی جائے۔ ناظرین کی سہولت کے لئے حتی الامکان عربی عبارات لکھنے سے اجتناب کیا گیا ہے اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ حضرت مختار کی شخصیت سے ناآشنا حضرات نے جو ان کے متعلق بے بنیاد اعتراضات کئے ہیں ان کو نہایت مستند طریقہ سے مسترد کر دیا گیا ہے۔ اور اپنے اور پرائیوں نے جو الزامات عائد کئے ہیں ان کو نہایت صحیح انداز سے صاف کیا گیا ہے اس کتاب میں حضرت مختار کی شخصیت کے صحیح خد و خال روز روشن کی طرح واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اور نمایاں طور پر لکھ دیا گیا ہے کہ حضرت مختار کی شخصیت تمام عیوب سے پاک اور صاف تھی۔ ان کی نیت پاکیزہ اور ان کا کردار بے داغ تھا۔ حضرات معصومین نے انہیں بلند مقام عنایت فرمایا ہے۔ رسول کریم سے لے کر امام جعفر صادق علیہ السلام تک کے آئمہ طاہرین نے انہیں نہایت پاکیزہ نگاہ سے دیکھا ہے اور ان حضرات نے ان کی پوری پوری تائید فرمائی ہے۔ اس کتاب میں وہ خط بھی درج کیا گیا ہے جو حضرت رسول کریم نے ان کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ جس کو دونوں فریقین کے علماء نے تسلیم کیا ہے۔

یہ کتاب ۲۸۔ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں حضرت مختار کی پیدائش بلکہ ولادت سے پہلے کے حالات سے لے کر ان کی شہادت اور شہادت کے بعد تک کے حالات بحوالہ کتاب مندرج ہیں۔ حضرت مختار نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ان میں سے تقریباً پچاس افراد اور جماعتوں کے قتل کی داستان مرقوم ہے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابراہیم بن مالک اشتر کے انجام سے بھی بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں ان ماخذوں کی فہرست بھی لکھ دی گئی ہے جن سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی ہے۔ اس کتاب کا سرلفظ اور دیباچہ بھی خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت عمدہ اور کاغذ اوسط درجہ

کتاب کے صفحات ۴۳۲ ہیں۔ جلد عمدہ۔ اس کتاب کا سائز ۲۰×۲۶/۸ ہے۔ قیمت مجلد پانچ روپے ۲۵ پیسے

محصول ڈاک بذمہ خریدار — اس کی خریداری کی طرف جلد توجہ کی جائے۔ ورنہ دوسری اشاعت کا انتظار کرنا پڑے گا

ملنے کا پتہ:— **شیعہ جنرل بک ایجنسی محلہ شیعہ —— لاہور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

ولقد اتینا موسیٰ وھارون الفرقان ضیاء (قرآن مجید)

علی منی بمنزلہ ھٰرون من موسیٰ (حدیث)

ضیاء النفوس

ترجمہ

حیات القلوب

علامہ مجلسی علیہ رحمۃ

جلد سوم در بیان امامت

از جناب علامہ مولانا مولوی حشمت علی صاحب قبلہ ممتاز الافاضل حیدر آباد

حسب فرمائش

عالیجناب مستطاب حاجی الحرمین الشریفین ذکی الالمعی ملک صادق علی صاحب عرفانی

ملنے کا پتہ:- شیعہ جنرل بک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور

مطبوعہ انصاف پریس ریلوے روڈ لاہور